

قصہ حاجی بابا صفہانی

ترجمہ

کتاب ایڈووکیٹ آئی حاجی بابا آف صفہان
مُصَنَّف

علمِ علوم مغربی و مشرقی کپتان موریر صاحب مشہور ستیل ممالک ایران
جسکا ترجمہ حسب فرائش مالکِ مطبع

مولانا مزاحیرت صاحب ہلوی نے عام فہم اردو میں کیا
اس قصہ میں ایرانیوں کی معاشرت علم ادب سیاحت جغرافیہ طرز حکومت
ملازمت اور طبابت غرض تمام جہان کی باتیں موجود ہیں اور پھر قصہ کا
قصہ جو دور میں جوانوں کے لئے پیرناصح پیروں کے لئے جوان خورشید
بچوں کا دل بہلانے والا اویٹرون کی جان ہے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع غنشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوا

ماہ جنوری ۱۹۲۵ء

حق تصنیف بحق مطبع محفوظ ہے اجزا ۱۲ سہ پیل پیچ

نیم

طالع

اگرچہ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے اور نہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصالح حالات کتب معلوم کر سکتے ہیں قیمت بھی رزانہ پر لیکن خاص اس کتاب کے ٹیبل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہیں انہیں بعض انگریزی ناول کے اردو ترجمے دہر کر کے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

مستر نیالڈ کے انگریزی ناولوں کے اردو ترجمے قیمت

۴۴	فسانہ الہ دین و لیلیٰ - مشہور ناول اشارات منکر لیا کا ترجمہ رنگین داستانوں کے ضمن میں بہشت و دوزخ کی سیر کرائی ہے پڑھ کر دل پھرک جاتا ہے ترجمہ منشی ایر حسین صاحب تحصیلدار کا کوری
۴۴	فریب حسن - ناول فاسٹ کا اردو ترجمہ حسین قصہ کے پیرایہ میں ہر کردار یوں کے زبون تباہ دکھائے گئے ہیں
۴۸	فسانہ سوزن عشق - ناول پیٹرس کا ترجمہ حسین دینا کی خود غرضی اور سیامہ کاری کی ایک عجیب و غریب قصہ کے پیرایہ میں دلکش تصاویر دکھائی گئی ہیں
۴۸	فسانہ لارنس و روتھ - ایک عقیفہ لڑکی کی داستان فوجی افسروں کی بیباکی چارلس گذشتہ شاہ انگلستان کی بے اعتدالی - زنانہ درباری کی ہر کرداری وغیرہ کا خاکہ - ترجمہ راے ہوس ہلاٹ ترجمہ سید ایر حسین صاحب
۴۸	عجبت فرنگ - رینالڈ کے ایک تاریخی ناول کا ترجمہ کر کے واقعی قصہ کو نہایت پیچ دار صورت میں بیان کیا ہے
۵۱	فسانہ حسرت وصل - نہایت عمدہ ناول ہے قابل دید
۵۱	مارگیرٹ - شاہ اسکاتلینڈ کا ملکہ مارگیرٹ سے دغا بازی سے شادی کرنا اور پوپ کا فیصلہ حق کی فتح نہایت دلکش ناول ہے

دیباچہ

قصہ حاجی بابا مصنفہ پکتان موریر صاحب سیاح ایران کے ترجمہ سے میری صرف یہ غرض تھی کہ ایک نئے ملک کی ایرانی طرز معاشرت سے جس سے ہمارا سلسلہ زمانہ مدیت سے چلا آتا ہو ہم لوگ واقف ہو جائیں۔

پکتان موریر صاحب میں بس کامل ایران کے ہر شہر اور ہر قریہ میں گشت لگاتے رہے اور انھوں نے اپنے آرام و چین کے ساتھ ہزاروں روپیہ جو اپنی بیش بہا زندگی کا جزو عظیم کھو کر حاصل کیا تھا اس عظیم الشان سفر کے تذکرہ کر دیا۔ اس تحقیق اور محنت کی اگر ہم داد و دین اور اٹھا اپنی نافہم عقل کے صدقے میں ان پر یہ الزام قائم کریں کہ یہ مسلمانوں کا دشمن تھا تو بے افسوس کی بات ہو۔

ہم خود دریافت کرتے ہیں کہ اگر ہم اپنی اس قوم کی اصلاح کرنا چاہیں۔ جس کی شانِ شوکت کے ساتھ تہذیب و اخلاق بھی خصت ہو چکے ہوں تو کس پہلو سے کریں۔ میرے خیال میں جب تک کہ اپنی مرحوم قوم کے حالات و واقعات جو ش دلانے والے اور غیرت دینے والے الفاظ میں نہ بیان ہوں گے وہ کیونکر اصلاح پذیر ہو سکتی ہو۔ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ”تو ہرگز اپنے بھائی کے آگے اسکی تعریف نہ کر کیونکہ تعریف اسے مغرور بنا دیگی یا اسکے کیا معنی ہی مطلب ہو نا کہ تعریفی کلمات جب مغرور بنا دیتے ہیں تو غیر تعریفی جملے انھیں اصلاح پر لاتے ہیں۔ درحقیقت اگر اس نئے طرز و آلے قصے کی طرف نظر تعمق سے دیکھا جائے تو ایک ایسی عبرت خیز دلچسپی ہوتی ہو کہ ناظر ہونٹ چاٹتا ہی رہتا ہو ہر کام کسی نہ کسی غرض پر مبنی ہوتا ہو۔ میری اصلی غرض اس نازل کے ترجمے سے یہ ہو کہ انسان اپنی ناکامی

ہیں بھی ہمت نہ ہائے۔ اور ہمیشہ اپنی کوششوں میں سرگرم رہے جب تک نتیجہ وہ نامعلوم ترقیان ہوتی ہیں جو کبھی دہن میں بھی نہ آتی تھیں۔ حاجی بابا جو اس لکش فسانہ کا ہیرو ہوا ایک نائی کا لڑکا تھا جس نے صرف اپنے اس خیال سے کہ مجھے آئندہ ترقی کرنا چاہیے زندگی کے کھلے ہوئے میدان میں قدم رکھا۔ جو جو مصائب اُس پر گذرے یہ ایسے قابل برداشت نہیں تھے کہ ایک انسانی فطرت انھیں کچھ نہ گردانتی بلکہ اور آگے بڑھی چلی جاتی اور ہر دم اپنا ہی در در کھتی ۵

قدم آگے بڑھاؤ ہمت کے	علم آگے بڑھاؤ ہمت کے
----------------------	----------------------

مگر یہ اولوالعزم بہادر بھر بھی آگے بڑھا چلا گیا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ شاہ ایران کا مستند خاص ہو کر قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ جو شخص زندگی کے وسیع اور لائق ووق میدان میں پہلے قدم رکھتا ہو یہ ناول و گلدان فسانہ اسے آگاہ کرتا ہو کہ تجھ کو ان نامعالم ناکامیوں اور محرومیوں کا ڈھیر ملے گا جو تیرے قدموں کو ترقی کی راہ سے جبراً ہٹائیں گی اور تجھے ناکام پھرنے کے لیے مجبور کر نیکی مگر تم کبھی انکے دم جھانسون میں نہ آؤ اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے چلو۔ چلو چلو تو سہی جو کچھ کرے میرا مولیٰ کرے۔ دولت۔ عزت۔ اور صحت۔ یہ صرف اولوالعزمی اور بہت پر منحصر ہیں۔ میں اس امر کا دعویٰ کرتا ہوں اور اپنے دعوے پر تجھے ناز ہو کہ یہ قصہ جو درحقیقت ایک ناصح مشفق ہوا انسان کی ناکامیوں کو مستعدی سے شکست دینے والا ہوا اور اسکے لیے وہ راستے کھولنے والا ہو چکا اسکے خیال میں کبھی سان گمان بھی نہ ہوگا۔ ترک سلطنت کی اگر کچھ اصلاح ہوتی ہو تو صرف ان مضامین سے ہوئی ہو جو انگریزی اخباروں اور رسائل میں اُسکی مخالفت میں طبع ہوتے ہیں اگر سلطان چاہیں تو یورپ کے وہ خباہتیں اُنکی بڑائی ہوتی ہو اپنی سلطنت میں آنے سے روک سکتے ہیں مگر نہیں انکی اولوالعزم اور اصلاح پذیر طبیعت ایسے دلیر ناصح کا خیر مقدم کرتی ہو اور وہ اُننے وہ باتیں حاصل کرتے ہیں

جو انھیں خواب خیال میں بھی نہ معلوم ہوتیں یہ انھیں مخالفانہ تحریروں کا صدقہ ہو کہ دولت عثمانیہ اب ترقی کر رہی ہو آئندہ امید کی جاتی ہو کہ اگر ترقی کے اسکیل پر اس کے قدم جھے رہے تو ایک زبردست یورپ کی سلطنت کے ہم پلہ ہو جائیگی۔

یہ ناول کیا ہوا ایران کی ایک صدی گزشتہ کی ایک نایاب تاریخ جو اس تاریخ کو اور حال کی تاریخ سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہو۔ طہران میں پہنے ہوئے چکر و دیکھا ہو کہ وہ چھوٹا لندن یا عظیم اٹلان لندن کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہو۔ قہرّم کی ترقی کے آثار پائے جاتے ہیں اور ایرانی اپنے ہر دلغیز اور روشن باغ نصیر الدین شاہ کی سرپرستی میں دن و نئی اور رات جو گئی ترقی کر رہے ہیں میرے خیال میں آج تک کوئی ایسا قصہ ہندوستان میں ترجمہ ہوا نہ لکھا گیا جس پر ایک پختہ دو کالج کا قیمتی فقرہ عائد ہو سکتا۔ یوں تو خیر خواہان قوم نے صد ہا مضامین طبع کیے ہیں اور اصلاً حوں کی بہت کچھ کوششیں کی ہیں لیکن سہیں خیر ہو کہ ہمارے فسانے کا ڈھنگ ایک عجیب نرّالے طرز پر واقع ہوا ہو قصہ کی نظر سے دیکھا جائے تو قصہ وہ دلچسپ ہو کہ کسی بار پڑھو جب بھی یہ دل چاہے کہ قند مکّر کی طرح پڑھتے چلے جاؤ اور جو تاریخ ایران کی مینا چام تو یہ قصہ لطیف اور سچے تاریخی مضامین کا انبار اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ اگر کسی کو ناصح مشفق کی ضرورت ہو تو اس سے بہتر محنت لانے والا ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ گو میں یہ دعویٰ ہرگز نہ کرونگا کہ میں نے ترجمہ بہت اچھا کیا ہو لیکن اس کہنے سے بھی باز نہیں آسکتا کہ ترجمہ کی اُردو عام فہم ہو مفہوم مطالب صاف صاف بیان ہوا ہو موقع موقع پر اپنے یا اساتذہ کے رنگین بشعار سے بھی کام لیا ہو امید کی جاتی ہو کہ اس قصہ کو فروغ ہوگا۔ اور ہمارے بھائی ہندو مسلمان شوقیہ نظردن سے اسے دیکھیں گے۔

مجھے تقریباً چار برس سے اودھ اخبار لکھنے سے تعلق ہونے کا فخر حاصل ہو۔ یہ صرف جناب منشی نو لکشور صاحب سی۔ آئی۔ اے کی قدر و ان طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ مجھ جیسے ناچیز کی قدر فرماتے ہیں اور وہ کچھ اپنی عنایات مبذول فرماتے ہیں جبکہ میں ہرگز اپنے کو لائق نہیں سمجھتا ناظرین اودھ اخبار واقف ہونگے کہ میں نہ صرف اودھ اخبار میں اپنے طبع زاد مضامین

سے اُسکے بیش قیمت کالمون کی جگہ رکھتا ہوں بلکہ مختلف اخبارات اور رسائل انگریزی مثلاً
ایشیاٹک ریویو، نائنٹیہ سچوری وغیرہ کے تراجم سے بھی مدد دیتا ہوں۔ اسی اثنا میں جب میں
منشی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا مجھ سے یہ ارشاد ہوا: ”تو کسی ایسے دلچسپ خسانے کا ترجمہ
جس میں نہ صرف قصہ پن ہی ہو بلکہ اصلاح قومی بھی مضمر ہو، یا حسب الارشاد میں نے چند
اجاب کے مشورے سے یہ قصہ پیش کیا۔ ہمارے ممدوح والا شان نے اسے قبول کر کے منطوقی
فرمائی، جب میں یہ ترجمہ کر چکا تو اس کے بعد قصہ روزا الیمبرٹ مصنفہ سر جارج رینالڈز کے
ترجمے کا حکم ہوا۔ اس کا بھی میں نے بطور احسن ترجمہ کیا۔ یہ قصہ طبع ہونے پر قصہ حاجی بابا
سے ضخامت میں دگنا ہو گا۔

جس عرق ریزی اور جان کا ہی سے میں نے ان قصص کا ترجمہ کیا ہو مجھے امید ہو کہ اس قدر
جوش سے یہ پسند خاطر ناظرین والا تکمیل ہو گا۔ روزا الیمبرٹ کی پرنزور اور رنگین اور
چست عبارت پر مجھے بہت بڑا ناز ہو اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسکی زبان گویا
ایک نئی روح اردو کے جسم میں بھونکے گی اور یہ ایک نمونہ اردو کا تمام ہندوستان
میں تسلیم کیا جائیگا۔ مضامین کی بابت صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ وہ سراسر طلسم
ہیں۔ خود رینالڈز کو اپنے تمام ماہولون میں اسی ناول پر ناز تھا۔

ہم مسلمانوں کو جناب منشی صاحب بالقابہ کا دل سے شکور ہونا چاہیے جنکی سرپرستی
میں ہمارے مذہبی علوم کی ان کتابوں کی کامل طور پر اشاعت ہوئی جو مدت سے
پہلوئے غفلت میں آرام کر چکی تھیں اس سے زیادہ ایک شخص اپنے ملکی بھائیوں کی اور کیا دستگیری
کر سکتا ہو۔

اگر اہل اسلام کا شیوہ منعم پرستی ہو (اور واقعی ہو) تو وہ ضرور ایسے خیر خواہ
قوم کا دل سے خیر مقدم کریں۔ فقط

امراؤ مرزا حیرت دہلوی۔

فہرست مطالب قصہ حاجی بابا

صفحہ	مطالب	صفحہ	مطالب
۷۰	بارھوان باب۔ حاجی بابا نے فریب و غل کو مناسب سمجھ کے دوسری تازہ تدابیر کیں۔	۱	پہلا باب۔ حاجی بابا اصفہانی کی پیدائش اور تعلیم کے بیان میں۔
۷۵	تیرھوان باب۔ حاجی بابا کا شہد سے روانہ ہونا۔	۵	دوسرا باب۔ حاجی بابا کا سفر آگرما نون سے مقابلہ اور گرفتاری۔
۸۳	چودھوان باب۔ حاجی بابا کا ایک شخص سے ملنا اور اسکی ملاقات کے نتائج کا اظہار۔	۱۱	تیسرا باب۔ حاجی بابا کن باتھون پڑا اور آستری کے صدقہ میں اسے کتنی دولت ہاتھ لگی۔
۸۸	پندرھوان باب۔ حاجی بابا کا طہران پہنچنا اور شاعر کے مکان پر جانا۔	۱۵	چوتھا باب۔ فراست سے اپنے آقا کے مال کی نگہداشت اور اسکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر۔
۹۱	سولھوان باب۔ حاجی بابا کا جھگڑے میں پھنسا اور آئندہ کے لیے تدابیر سوچنا۔	۲۰	پانچواں باب۔ حاجی بابا کا قراق بنکے اپنے ہی شہر پر چھاپا مارنا۔
۹۶	سترھوان باب۔ حاجی بابا کا جون بدلتا۔	۲۸	چھٹا باب۔ تین قیدیوں اور لوٹ کے مال کی کیفیت۔
۱۰۰	اٹھارھوان باب۔ شاعر کا اپنی قید سے دلپس آنا۔ اور حاجی بابا کا اس سے ملنا۔	۲۳	ساتواں باب۔ حاجی بابا۔ اور شاعر عسکر نامے کی کیفیت۔
۱۰۵	انیسواں باب۔ حاجی بابا کا حکیم کا ملازم ہونا۔	۳۸	آٹھواں باب۔ حاجی بابا کا ترکمانوں سے بچنا۔
۱۲۱	بیسواں باب۔ حاجی بابا کا اپنے مطلب پر کامیاب ہونا۔	۴۶	نواں باب۔ حاجی بابا کا اپنی مصیبت پر غلبنا۔
۱۱۷	اکیسواں باب۔ طیب اور شاہ فارس۔	۵۰	دسواں باب۔ حاجی بابا کا اپنے دل میں شہوہ کر کے پھیری پھر کر تانکو فروخت کرنا۔
۱۲۳	بائیسواں باب۔ حاجی بابا کا ڈاکو سے تھوہ طلب کرنا اور اس میں ناکام ہونا۔	۵۴	گیارھواں باب۔ درویش سفر کے مع دو اور درویشوں کے تاریخی حالات۔
۱۲۸	بیسویسواں باب۔ حاجی بابا کی شکست کی خاطر اور اسکا ایک مرد کے عشق میں مبتلا ہونا۔		

صفحہ	مطالب	صفحہ	مطالب
	نائب نفٹ ہوتا۔	۱۲۳	چوہیوان باب۔ حاجی بابا کا زینب ملنا۔
۲۳۲	دسوان باب۔ حاجی بابا کا جلا دیشیہ ہوتے	۱۴۱	پچیسوان باب۔ عاشق اور محشوق کا
	پر بھی ایک عورت مرد کو مصیبت کی حالت		باہم ملنا۔
	میں دیکھو کے رحم کرنا۔	۱۴۸	چھیسوان باب۔ زینب کی رام کہانی۔
۲۴۰	گیارہوان باب۔ یوسف آریٹین اور		
	انکی بی بی مریم کی رام کہانی۔		
۲۴۷	بارہوان باب۔ حاجی بابا کا اسف جو	۱۷۳	پہلا باب۔ مرزا حق کا شاہ کو حمان کرنا۔
	کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا۔	۱۷۹	دوسرا باب۔ شاہ کے استقبال ندر اور
۲۸۲	تیرہوان باب۔ آریٹین نوجوان کا		گفتگو کا بیان۔
	حاجی بابا کی آنکھوں میں لائق بنتا۔	۱۸۹	تیسرا باب۔ بیان ضیافت۔
۲۸۶	چودھوان باب۔ حاجی بابا کا اپنی	۱۹۴	چوتھا باب۔ حاجی بابا کا زینب سے ملنا
	کارروائی بیان کرنا اور شکستہ پریشان		اور خود شاہ کا رقیب بنتا۔
	حال کو اپنا دوست ظاہر کرنا۔	۱۹۹	پانچواں باب۔ حاجی بابا کا زینب کی
۲۹۷	پندرہوان باب۔ ایرانیوں کا ردیوں		مفاہقت کا صدمہ اور اسکا یکا یک
	سے مقابلہ ہونا اور حاجی بابا کے سردار		طیب بنتا۔
	کی نامردی ظاہر ہونی۔	۲۰۴	چھٹا باب۔ حاجی بابا کا گورنمنٹ کی ملازمت
۳۰۳	سولہوان باب۔ حاجی بابا کا شاہ کے		میں بھرتی ہونا اور جلا دینا۔
	کسپ میں پہنچنا اور کارنمایان کی بانگی	۲۱۱	ساتواں باب۔ حاجی بابا کا شاہ کے
	دکھانا۔		ہمراہ جانا۔
۳۰۷	سترہوان باب۔ حاجی بابا کا آفتا کہانی	۲۱۸	آٹھواں باب۔ حاجی بابا کا اپنے کام
	میں پھنسا۔		میں مشغول ہو کے ایرانیوں کی بے سلطنت
۳۱۹	اٹھارہوان باب۔ حاجی بابا کا اپنے		کا نمونہ بتلانا۔
	پرانے دوست سے ملنا۔	۲۳۳	نواں باب۔ حاجی بابا کا افسر جلا دان کا

صفحہ	مطالب	صفحہ	مطالب
۳۳۵	مفارقت اور ایک مشہور حاصل اجل کا کاتب ہونا۔	۳۳۵	انیسواں باب۔ حاجی بابا کا قبر سے مین پناہ گزین ہونا اور ایک عجیب و غریب کہانی سے اپنے آلام کو بدلانا۔
۳۱۷	چٹنا باب۔ ملا نادان کا دولت پیدا کرنے کی نئی تدبیر بیان کرنا۔	۳۵۹	بیسواں باب۔ حاجی بابا کا دلی ہونا اور ایران کے ایک مشہور پر سے ملنا۔
۳۲۰	سانواں باب۔ حاجی بابا کا بازار میں جانا۔	۳۶۸	اکیسواں باب۔ حاجی بابا کے دوست کا حاجی بابا کا مال چرانا اور حاجی بابا کا محتاج ہو جانا لیکن قیض سے رہائی پانا۔
۳۲۳	آٹھواں باب۔ حاجی بابا کا ایسے شخص سے ملنا جس کو اُس نے مردہ تصور کر لیا تھا۔	تیسری جلد	
۳۲۸	نواں باب۔ ملا نادان کی ہوسناکی۔		
۳۳۵	دسواں باب۔ حاجی بابا کا حمام میں ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھنا اور اپنی اس مصیبت سے رہائی پانا۔	۳۷۷	پہلا باب۔ حاجی بابا کا اصفہان پہنچنا اور اپنے باپ کی تجنیز و تکفین میں شریک ہونا۔
۳۴۱	گیارہواں باب۔ اس سرگذشت کے نتائج۔ اُن سے خطرہ پیدا ہونا مگر آخر کار خوش قسمتی کا حاجی بابا کا ساتھ دینا۔	۳۹۱	دوسرا باب۔ حاجی بابا کا اپنے باپ کی ایسی ملک پر قابض ہو جانا جو دریافت نہ ہوئی تھی لیکن حاجی بابا کا اس پر شبہ کرنا۔
۳۴۷	بارہواں باب۔ حاجی بابا کا ایماندار بننا ملا نادان کی سرگذشت۔	۳۹۸	تیسرا باب۔ حاجی بابا کا رتال سے تلاش زر کرنا۔
۳۵۸	تیرہواں باب۔ حاجی بابا اور ملا نادان کا باہم مشورہ کرنا۔	۴۰۲	چوتھا باب۔ درویش کا اپنے عمل میں کامیاب ہونا اور حاجی بابا کا اُس سے نتیجہ پیدا کرنا۔
۴۰۵	چودھواں باب۔ حاجی بابا کی آفت میں ملا نادان کا پھنسا۔	۴۱۱	پانچواں باب۔ حاجی بابا کی ان سے
۴۰۹	پندرہواں باب۔ حاجی بابا کا اپنی حامی سرگذشت کا ایک عجیب و غریب نتیجہ ملنا۔		

صفحہ	مطالب	صفحہ	مطالب
۵۳۱	کی اصلاح سے اسکی دھارس بندھنا۔ چبیسواں باب اپنے دشمنوں سے بچھا چھٹنا	۴۷۷	سولھواں باب حاجی بابا کا شناخت کر پکڑا جانا مگر اپنی خوش نصیبی سے رہائی پاتا۔
۵۳۶	اور مطمئن ہونے کے لیے حاجی بابا کو ایک دوست کا ہاتھ الگ نامہ زافر دوز کی کچھ کیفیت سنائیسواں باب حاجی بابا کا الہی کے کاموں میں فائدہ مند ہونا اور الہی کا اپنی راز داری میں اسکو شریک کرنا۔	۴۸۲	سترھواں باب حاجی بابا کا بغداد پہنچنا اور اپنے پہلے مالک سے ملکر توجہ تجارت کی طرف پھیرنا۔
۵۴۲	اٹھائیسواں باب پبلک لائف میں اسکی پہلی کوشش۔	۴۸۸	اٹھارھواں باب حاجی بابا کا حقے کی فر خریدنا اور اپنے مالک کی لڑکی کا ایک مادوسانہ جوش چھاتی میں اٹھنا۔
۵۵۰	انیسواں باب حاجی بابا کا یورپ کی تاریخ لکھنا اور الہی کے ساتھ فارس والیں آنا۔	۴۹۲	اکیسواں باب حاجی بابا کا تاجربننا اور بغداد سے کاروان کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہونا
۵۵۷	تیسواں باب لہران میں انگریزی الہی کا پہنچنا اور شاہ کی طرف تفریبات کا ادا ہونا	۴۹۷	بیسواں باب حاجی بابا کا ایک میر کی بیوی کو تھے پرچڑھانا پہلے اس سے خوف کرنا مگر آخر بہت ہی خوشی میں بھولنا۔
۵۶۲	اکیسواں باب حاجی بابا کا وزیر اعظم سے ملاقات کرنا۔	۵۰۵	اکیسواں باب حاجی بابا کا شکر بست ملنا اور اسکا ترکیب سے خاوند بننا۔
۵۶۷	تیسواں باب حاجی بابا کا ان معاملات کی سربراہی کرنا اور پھر دوبارہ وزیر اعظم سے ملنا۔	۵۱۱	بائیسواں باب حاجی بابا کا حقے والے تاجر سے دو متمند آغا ہونا۔
۵۷۱	تینتیسواں باب بدستی کا حاجی بابا سے رخصت ہونا حاجی بابا کا ایک امیر کبیر بنکر اپنے اس وطن اصفہان میں جانا جہان سے برے حالوں نکلا تھا۔	۵۱۵	تیسواں باب حاجی بابا کی اپنی بیوی سے نزاع چبیسواں باب حاجی بابا کا ٹھک ثابت ہونا بیوی کو کھونا اور پھر وسیع دنیا کا اسکی آنکھوں کے آگے آنا۔
		۵۲۵	چبیسواں باب شاپور نے کے واقعہ سے حاجی بابا کی کچھ مایوسی کم ہونا اور عثمان آغا

قصہ حاجی بابا اصفہانی

مصنفہ کپتان ہو ریہ صاحب ساج ایران

پہلا باب

حاجی بابا اصفہانی کی پیدائش اور تعلیم کے بیان میں
میرا باپ قرجہ میں نامی اصفہان کے مشہور معروف حجاموں میں سے تھا۔ اوائل عمر
میں صرف سترہ ہی برس کے سن میں اُسکی شادی ہو گئی تھی یہ بی بی ایک شمع ساز کی بیٹی تھی جو
اُسکی دکان کے پڑوس ہی میں رہتا تھا۔ مگر وہ منگیں اور اتحاد دلی کی آرزو میں جو جانبین سے
شروع شروع اٹھیں تھیں آخر کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے فرد ہو گئیں۔ میرے باپ نے جب اپنے
باغ آرزو کو چھوٹا ہوا دیکھا اور کسی تروتازہ پھول کی آمد آمد نہیں دیکھی تو اب اپنی بیماری محبتی
بیوی کی گفت و شنق کی وہ شمع جو مدت سے حجلہ دل میں روشن ہو چکی تھی آخر ٹٹمٹما کر
بجھ گئی۔

میرے باپ کو اپنے فن میں وہ ملکہ تھا جس سے اُس کی شہرت نہ صرف عظیم الشان
تجارت میں ہو گئی تھی بلکہ اُس نے کافی سرمایہ جمع کر لیا اور اب ولاد کی آرزو نے انہیں دوبارہ
شادی کرنے پر مجبور کیا یہ خوبصورت بی بی ایک دلہندہ صراف کی بیٹی تھی اور اُس نے صرف
میرے باپ کو اُس کے فن میں کامل دیکھا شادی کر دی کیونکہ اُسی زمانہ میں میرے باپ نے اُسکی

حجاست بنائی تھی۔

جب دوسری شادی ہو گئی تو اب پہلی بی بی کے سوتا پے کے میرے باپ کے عیش میں خلل اندازی کرنی شروع کی اور اب اسکی جان غضب میں آگئی عورتوں کی چھٹیڑ سے خدا بچائے آخر اس کے خسر نے یہ صلح دی کہ بہتر ہو کہ تم اپنی بی بی کو لیکر کر بلائے محلے جاؤ کہ نور ایمان تو حاصل ہوگا۔ اس نے اپنے حق میں بہتر سمجھا ساعت مسعود پر اپنی بی بی کو ساتھ لیکر کر بلائے محلے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ لڑکی پورے دنوں پیٹ سے تھی راہ ہی میں درد لگے اور میں پیدا ہوا کر بلائے محلے کی زیارت سے پہلے میرا باپ صرحت حسین کے نام سے مشہور تھا لیکن بعد ازاں قرب علی کے خطاب سے عزت عطا کی گئی تھی خدا میری مان کو خوش و خرم رکھے کہ اُسے پیدا ہوتے ہی میرا نام حاجی رکھ لیا جس سے تمام عمر میری وہ عزت ہوئی کہ جب کایں ہر گز مستحق نہیں تھا۔ کیونکہ اس قسمی اور مغر نام کا فخر وہی اشخاص حاصل کر سکتے ہیں کہ جھون نے زیارت حرمین وغیرہ میں ادھما اللہ شرفا کی حاصل کی ہو۔

جب میرے باپ نے صفہاں چھوڑا ہو تو اپنی جگہ بطور خلیفہ کے اپنا ایک شاگرد بٹھایا تھا کہ جس نے نہایت ہوشیاری اور تندہی سے اپنے استاد کے کام کو انجام دیا لیکن جب میرا باپ کر بلائے محلے کی زیارت سے واپس آیا اپنی جگہ پر نشست کرنی شروع کی اور پھر اپنا پیشہ حاجی سمجھا لا میرے باپ کے کر بلائے محلے جانے سے لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کیا تھا کہ نہ صرف شہر کے بڑے بڑے تاجر اسکی دکان پر آکر حجاست بنانا آسن سمجھتے تھے بلکہ پیشوایان دین کی بھی آمد و رفت ہونے لگی جب میں بڑا ہوا اور اپنا اچھا برا پہچاننے لگا تو اب مجھے یہ خیال ہوا کہ کچھ پڑھنا چاہیے واقعی میں ناز و روزہ ہی میں ہوتا اگر مجھے یہ خبر نہ ہوتی کہ میرے پڑوس میں ایک مولانا صاحب رہتے ہیں اور ان کے مکتب کے ضمن میں ایک مسجد بھی ہو اور میرے باپ کو انھوں نے ہی ہدایت کی ہو کیونکہ جب انھوں میں دن مولوی صاحب کی حجاست بنانے جاتے تھے تو وہ قال اللہ اور

قال رسول کی تلقین کیا کرتے تھے مین نے بھی اُن سے پڑھنا شروع کیا کچھ عرصہ مین
کلام اللہ پڑھ لیا اور جب میرا خط بھی ایقروی ہو گیا تھا مکتب مین پڑھنے سے پہلے مین
اپنے باپ کی دکان پر بیٹھ کر پیشہ حجامی سیکھتا تھا چونکہ حجامت بنوانے والے کثرت سے
آتے تھے اس لیے میرے باپ نے خچر اور اونٹ ہکانے والوں کی حجامت کے لیے مجھے
مقرر کر دیا تھا مین خوب فراتے سے انکے سر مونڈتا کہ وہ خوش ہو کر مجھے معقول معاوضہ
جب مین سولہ برس کا ہوا تو یہ معاملہ بہت ہی اہم آکر واقع ہوا کہ آیا مین اپنے کو
ایک طالب علم کے نام سے نامزد کروں یا ایک خلیفہ کے نام سے مشہور ہوں۔ علاوہ حجامت
کے بنانے کا لون کے صاف کرنے۔ داڑھی کو زیبائش دینے کے مجھے حجام کے کاموں مین
دست گاہ کامل ہو گئی۔ کوئی شخص مختلف طریقے نڈلانے کیسہ سے جسم ملنے کے جو ہند کشمیر
ترکی مین برتے جاتے ہیں اسن طریقہ سے نہیں جانتا لیکن مین نے صرف اپنے
زوطبیت اور تیرمی دہن سے اسکو عمدہ طریقہ سے چل کر لیا تھا۔ مین اپنے مغز
اُستاد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ صرف انکی توجہ سے مین ایسا قابل بن گیا اور مین نے
اپنے شعراے نامی مثلاً سعدی حافظ کی کتاب مین اس طرح سے پڑھ لیں کہ جب کبھی
موقع ہوا کرتا تھا مین انکے اشعار اُتھال کرتا تھا۔ اس سے میری کمال شہرت
ہو گئی اور وہ لوگ جو حجام مین غسل وغیرہ کرنے کے لیے آتے تھے انھوں نے مجھے
اپنا ایک دلپسند ساتھی خیال کیا ہر شخص کا میری طرف یہ خطاب تھا۔

گر بر سر و چشم من نشینی | آنازت بکشم کہ ناز نینی

میرے باپ کی دکان شاہی مسافر خانہ کے قریب ہی تھی شہر مین بڑی بات یہ تھی کہ غیر
حمالک کے تجارت کی کثرت سے آمد و رفت تھی وہ تاجر شہر یوں کی طرح سے حجامت بنواتے آتے تھے
اور بعض وقت معمولی اجرت سے جو وہ ہمیشہ دیا کرتے تھے صرف میرے فی البدیہہ کلام سے محفوظ
ہو کر زیادہ بھی دے جاتے تھے ان ہوا گروں مین ایک تاجر بغداد تھا کہ جس سے میری ہشت سالی

ہو گئی تھی اور وہ ہمیشہ معر ہو کر رہتا تھا کہ تو مجھے ضرور ملتا رہا کہ یہ صرف میرے تجربہ کار باپ کی فضیلت کا صدقہ تھا کہ ہر شخص آنکھوں پر بٹھاتا تھا مجھے اُسے ترکی بولنا سکھا دیا جب کا مجھے کچھ کچھ علم بھی حاصل ہو گیا۔ یہ تاجر مختلف شہروں کا جہاں بیان کرتا تھا کہ ایسے خوبصورت زمین۔ اور زمین یہ عجائبات ہیں تو میرا دل بھی بھر بھر آیا اور میں نے دل میں ٹھان لیا کہ یہ شہر ضرور دیکھنے چاہیے۔ بغدادی تاجر کو ضرورت ہوئی کہ کسی شخص کو اپنے حساب لکھنے کے لیے ملازم رکھے۔ لیکن چونکہ مجھے حاجی اور تحریری دونوں کاموں میں ملکہ تھا تو اُس نے مجھے یہ منفعہ بخش درخواست کی کہ اگر تم ملازم رہنا چاہتے ہو میں تمہیں رکھ سکتا ہوں میں نے منظور کر لیا۔ اور فوراً اپنا دلی قصد اپنے باپ کی خدمت میں آکر بیان کیا یہ شکر میرے باپ کو حد سے زیادہ صدمہ ہوا اور انھوں نے ہرگز میری مفارقت گوارا نہیں کی۔ اور چاہا کہ یہ صرف ایک امید موموم کے لیے کہ جو خطروں اور خوفناک موقعوں سے بڑھ کر اپنے شہر کو نہ چھوڑے لیکن جب اس کا خیال اس طرف مائل ہوا کہ ایسے تاجر کی نوکری میں نفع کس قدر ہوا اور یہ ہرگز ناممکن نہ تھا کہ اُسکی ملازمت میں یہ اپنی اس حالت سے کچھ ترقی نہ کریگا۔ آخر کار رفتہ رفتہ میرا باپ راضی ہو گیا اور میرے چلنے پر مانع نہیں آیا اور مجھے اپنی دلی مرضی سے اجازت دی اور ساتھ ہی اُسکے استوں کا ایک نیا کس دیا صرف میرے آئندہ سربلند ہونے اور ایک عظمت کے خیال حاصل کرنے نے میرے باپ کو میری مفارقت پر آرزوہ خاطر نہ ہونے دیا مگر میری مان راضی نہ تھی کہ میں ایک جستی کی ملازمت کروں لیکن پھر بھی اپنی ماورائے شفقت اور الفت سے ایک بیگ ٹوٹے ہوئے اوزاروں اور ایک دبہ قیمتی مرہم کا عنایت کیا اور یہ بٹیا یہ مرہم اوپر ہی اور اندرونی پھوڑا کھپسی کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہوں جو بین سفر کے لیے جانے لگا تو میری مان نے مجھے حکم دیا کہ بٹیا اپنا سیدھا منہ دروازے کی طرف کر لو جاتے وقت ادھر ادھر نہ دیکھنا کیونکہ پھر تم بخوشی و غمی گھر واپس آؤ گے۔

دو شرباب

حاجی بابا کا سفر۔ اُسکا ترکمانوں سے مقابلہ اور گرفتاری

عثمان آغا میرا آقا مشہد کی طرف روانہ ہوا تاکہ بخارا کی بھٹی بکری کا چمڑا وہاں خریدے جس کے فروخت کرنے کا ارادہ اُس نے قسطنطنیہ میں کیا تھا۔ یہ شخص یعنی میرا آقا ایک چھوٹے قد کا ڈبل شخص جبکہ عرض طول برابر برابر ایک پھولی پکوڑا سی ناک و گنجان سیاہ داڑھی تھی یہ ایک کٹا مسلمان تھا۔ اپنے مذہب میں بہت ہی متعصب جب صبح کو وضو کرتا تھا تو فوراً جرابین اُتار دالتا تھا حالانکہ صبح کی خٹکی اور ٹکڑی بھی مونے اُتارنے میں اسکی مانع نہ آئی علاوہ برین مذہب شیعہ سے تو اُسے دلی نفرت تھی۔ جب تک یہ پارس میں ہا اُس نے اپنے یہ عقائد بہت ہی مضبوط رکھے لیکن صرف اپنے ہی حکم نفع پر توجہ نہ دیتا تھا رات دن اسی کی دُھن لگی رہتی تھی سونے سے پہلے یہ اطمینان کر لیا کرتا تھا کہ میرا روپیہ یہاں ایک محفوظ مقام پر ہوا اور اسپر کسی قسم کی آج تو نہیں آسکتی۔ اور دوسرے یہ کہ تن پرست بڑا بھاری تھا حقہ علی الدوام پیتا تھا۔ کثرت سے کھانا کھاتا تھا اور شراب کا بھی استعمال کرتا تھا مگر چھپوان لیکن جو لوگ کئے خوش رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ظاہر اُسکو غم غم چڑھا جاتے تھے اُنکو سخت ملامت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تم خدا کے احکام سے پھرے ہو۔

موسم بہار میں یقین ہو گیا تھا کہ کاروان جمع ہوگا ہنسنے اپنے سفر کی تیاریاں کرنی شروع کیں میرے آقا نے اپنی سواری کے لیے ایک مضبوط اور ذرا قدیم بازو خچر مول لیا۔ میرے لیے ایک گھوڑا تجویز ہوا جس پر میں ایک قلیان ایک انگلیٹھی ایک چمڑے کی بوتل اور کوئلے لائے گئے اور اُسکے علاوہ میرا بھی اسباب اسی پر رکھا گیا ایک حبشی غلام نے جو مار لیے کھانا پکاتا تھا اُس نے بھی ایک خچر پکڑ لیا اور اُس پر سونے کا لیٹر اور باورچی خانہ کا سامان لاداد تیسرے خچر پر اوراد ضروری اشیاء اور میرے آقا کے کپڑے وغیرہ بھی اسی پر لادے ہوئے تھے

غرض ہمارا سامان سب مکمل ہو گیا۔ روانگی سے ایک دن پہلے میرے آقا نے اپنے بڑے بھاری عمامہ میں پچاس ڈیو کیٹ داڑھائی ردپیہ کے قریب سکھوتا ہی خوب مضبوط سی کر رکھ لیے کہ بندہ بشر ہر شاید کوئی موقع پڑے اور ان سے کام نکلی جائے اور جو باقی ماندہ تھے انکی ہمیانی کمر سے خوب کس لی لیکن اُسکا علم سوا میرے اور کسی کو نہ تھا۔

کاروان اب روانہ ہونے کو تیار ہوا۔ پانسو چار گھوڑے ساتھ تھے۔ دوسوا دس تھے جن میں کثرت و نمون پر شمالی فارس کے لیے تجارتی اشیاء لادی ہوئی تھیں۔ پٹریو آدھی اسکا روٹا میں تھے جن میں ہوا اگر انکے نوکر اور کاروان کے رہنما بھی تھے علاوہ انکے کچھ اٹھنا صحران کاروان کے ہمراہ وہ بھی تھے جو شہر میں امام رضا کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے کاروان والوں نے ان زائرین کا ہمراہ ہونا بہت ہی مقدس خیال کیا اور ایک برکت سمجھے۔

اس موقع پر ہر شخص ہتھیار بند تھا۔ اور میرا آقا جسکی طبیعت کی یکفیت تھی کہ ذرا کہیں بند و قحٹھی اور یہ چوکتا ہوا۔ یا کہیں تلوار ننگی دیکھ لی اور چہرہ زرد پڑ گیا لگلاس موقع پر وہ بھی ایک پرتلا ڈالے ہوئے ہلالاں سا خدا را ایک شمشیر کمر میں پٹری ہوئی دو پتل ایک جانب کمر سے بندھے ہوئے باروت اور کارکوس وغیرہ کی کپیان اور ہوا دھڑکی ہوئی میں بھی ساتھ ساتھ سرتاپا ہتھیاروں سے آراستہ تھا۔ مگر ان ہتھیاروں کے ضمن میں مجھے ایک بھالے سے بھی عزت بخشی گئی تھی حبشی غلام کے پاس تلوار تھی اور ایک بند و قحٹھی بھی لیکن اُسکا گھوڑا اندازو تھا۔

اصفہان کی شمالی اطراف سے دن نکلتے ہی ہم روانہ ہوئے زائرین کے چاؤ و شوق نے غل و شور مچا کر اور ڈھول وغیرہ بجا کر سب میں خبر کر دی کہ قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے مسافر ساتھیوں کا پورا پورا علم ہو گیا وہ سب ہتھیار بند تھے۔ باوجودیکہ سب جنگی سامانوں سے آراستہ تھے لیکن بھر بھی انکی صورتوں سے ایک امن اور صلح برستی تھی۔

میں اُس نئے ہنگامہ سے بہت ہی خوش تھا جب میں اپنے آقا کے برابر گھوڑا نہیں

دوڑا سکتا تھا تو میرا آقا مجھے آواز دیکر کہتا تھا کہ دیکھو میرا گھوڑا ایسا ہڑکے اگر میں لگ و بائی
اور بے تکے طریقہ سے بھی اسکو چلاؤں جب بھی یکسں نہیں کہ درنا نہ ہو کر رہ جائے اور
منزل تک نہ پہنچے بہت ہی جلدی سب قافلہ والوں سے میری شناسائی ہو گئی اکثر لوگ
نے کوچ کے ختم ہونے پر شام کو مجھے حجامت بھی بنوائی اگر مجھے اپنے مالک کے حق میں خیال
کیا جائے تو یہ کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہڑکے میں گویا اسکی ایک آرام کی چیز تھا جب میرا
آقا خچر سے اترا۔ تو اب میں نے اُسکے پیر دبانے شروع کیے اور وہ وہ ہنر اسوقت برتے کہ جلی
حمام میں مجھے خوب مشق ہو گئی تھی اس کی ساری تکان چٹی کر کے اور تمام جسم پر پالش کرنے کے
لکھو دی۔

ہم بغیر کسی تعرض اور مانع کے طہران پہنچ گئے ہم نے دس دن طہران میں اپنے
خچروں کو آرام دینے اور اُن کی تعداد زیادہ کرنے میں صرف کیے سفر کا خوفناک حصہ
گویا اب آئیگا۔ قوم ترکمان جو شاہ فارس سے گرم جنگ تھی راہوں کے لیے بہت ہی
دہشتناک تھی کیونکہ جب ہی اُنھوں نے ایک کاروان کو لوٹ لیا تھا اور جنھوں نے
کہ اُن سے مقابلہ نہ کیا ان کو وہ گرفتار کر کے لے گئے تھے ترکمان کی دہشت سب کے
کلیجون پر اس وجہ سے بٹھی ہوئی تھی اور خصوصاً میرا آقا تو بہت ہی ڈرتا تھا
کہ شہر تک کیونکر پہنچا جائیگا۔ لیکن جب اُسے سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ میں بھڑکے
چمڑے کی آجکل بہت ہی قیمت چڑھی ہوئی ہے اس خیال سے اُسکے منہ میں پانی بھرا یا
اور اب اس خوف کا بھی خیال نہیں کیا اور صرف اپنے نفع کی دھن میں چلنے کا مصمم ارادہ کر لیا
ایک چادوش جو پہلے سے زائرین کو طہران اور حوالی طہران سے جمع کر رہا تھا کیہ قافلہ
پہنچے تو اُس کے ہمراہ مشہور وادہ ہون جون ہی ہم وہاں پہنچے تو اُس نے ہمیں اطلاع
دی کہ میں نے آپ کے قافلے کے ساتھ چلنے والوں کا ایک گروہ تیار کر لیا ہے جو جب
اس چادوش نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی تو ہم بہت ہی خوش ہوئے کہ اور بھی مدد ملی اور اب

بہ جس خوف کا اس میں خیال تھا دور کرنے کی اس چاؤش کا طہران سے شہر تک خوب
 نام ہو رہا تھا اور اسکی جرات اور دلاوری کا دور دورہ آوازہ بلند تھا کیونکہ اسنے ایک
 ترکمان کا عین راہ میں سر اتار لیا تھا اسکی صورت بہت ہی خوفناک تھی سانوں لا
 مگر چمکتا ہوا رنگ چوڑے چوڑے بازو اور موٹے کرخت بالوں کی اس کی ڈیل ٹھوٹی
 پروا تھی قلا بازیاں کھاتی ہوئی چار آئینہ سے آراستہ خود قلا دی سر پر اور اسکی تجزیہ
 کندھوں پر پڑی ہین ایک طرف شمشیر بدارا ویزان دوسٹول کمر میں لٹے ہوئے ایک ہال
 پشت پر ایک لمبا برچھا ہاتھ میں اسکی محسوس معلوم ہوتا تھا کہ یہ خوف کو ایک شخص تصور کرتا
 ہوا اور اسنے اپنی وہ دون کی پسینی شروع کی اور وہ دہ اپنی بہادری کے جوہر باتون باتون میں
 دکھائے اور ترکمانوں کی ایسی حقارت کی کہ میرا آقا اسکی حفاظت میں چلنے کے لیے راضی ہو گیا۔
 عید نوروز کے ایک ہفتہ کے بعد کاروان غر کے لیے مستعد ہوا جبکہ کو تو ہنے عظیم الشان مجازین
 جا کر نماز پڑھی وہاں سے ہم شاہ عبدالعظیم کے کانٹو میں چلے گئے جہاں سے دو سو دن شہد کی جانب واپس ہو
 ہم نے بہت لوق ووق اور خشک ملک میں نہایت ہی اہستہ آہستہ سفر کرنا شروع کیا۔ یہ حبیب
 ملک بہت ہی کم آنکھوں اور دلوں کو تروتازگی دیتا تھا جب کبھی ہم کسی کانٹوں میں پونچتے یا راہ
 میں بہین مسافر ملتے تو ہمارے رہنما روزوں کی صداؤں سے اپنے ڈھولوں کے بجنے کے ساتھ جو
 آنکے کروں سے بندھے ہوئے تھے مناجات پڑھتے تھے۔ اکثر ترکمانوں کا ذہنیت ہوتا تھا کہ بہین
 یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ بخوف دشمن بہین لیکن پھر بھی ہم ہر وقت یہ امید کر کے کہ وہ ہرگز ہمارا مقابلہ
 نہیں کر سکتے نڈر تھے اور بار بار یہ پڑھتے تھے کہ وہ بہین کون گئے جو ہمارا مقابلہ کر سکیں گے
 ہر شخص اپنی دلاوری اور بہادری کی لاف زنی کر رہا تھا وہ تو میرے آقا کا یہ عالم تھا کہ
 غضب ہی کے طارے بھر رہا تھا اور ان سے چبا چبا کہ رہا تھا کہ ذرا ایسا موقع ہو تو تم کو کھینچنا
 کیا کیفیت آتی ہو۔ جب اس قسم کی باتیں کہیں تو لوگ سمجھتے تھے کہ کبھی اسکا تو تمام زمانہ لڑائیوں و ترکمانوں
 کے قتل کرنے میں صرف ہوا ہو چاؤش نے جولانہ زنی میں سب سے دو قدم آگے تھا اور جو اپنے کو کاروانین

سب سے بہادر بھٹا تھا کہا۔ ترکمانوں کی بابت کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک کہ اُسے مقابلہ نہ ہو جائے اور ان سے سوائے شیردن کے کھانہ والے کے کوئی ہمنبرد نہیں ہو سکتا۔ اس وقت یہ شخص مونچھیں مڑوڑ رہا تھا اور خوب خوب ڈینگ کی لے رہا تھا اگر سعدی نے خوب ہی مناسب موقع پر کہا ہو۔

<p>نہوان اگر حق قوی بال و پیل تن باشد</p>	<p>بجنگ و شمش از مہول بگسلد پیوند</p>
---	---------------------------------------

لیکن میرے قاضی عثمان آغا کی اُمید حفاظت اور دن سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میں حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہوں حملہ کے وقت مجھے کچھ ایسے نہیں سکتی۔ اور اس بات کے اظہار کیلئے اپنے عمامہ کے گرد ایک بنر مل کا پٹا باندھ لیا تھا جس سے گویا نشان میری نمایاں تھا اور یہ پایا جاتا تھا کہ یہ آنحضرتؐ کی اولاد میں سے ہو چکی نسبت میرے آقا کا اپنی طرف گمان تھا کہ میں ایک خچر کے برابر بھی توقیر نہیں رکھتا۔

چند روز تک تو ہم اسی طریقے سے سفر کرتے ہوئے چلے گئے جب چاؤش نے نہایت ہی سنجیدہ اور ایک نمایاں طریقے سے اطلاع دی کہ وہ مقامات آگئے جہاں ترکمان پڑے ہمارے قافلین کا رہنا دیکھا کرتے ہیں اب آپ سب لوگ بیوستہ ہو کر سفر کریں اور سب تیار ہو جاؤ کہ حملہ کے وقت بہادری اور جان بازی دکھلا سکو۔ میرے آٹکے دیر پہلے پہلا اثر تو یہ تھا کہ اس نے اپنی تلوار بند دوق اور پستولوں کو اپنے سباب کے ایک خچر سے باندھ دیا اور سو، مضمی کی شکایت کی اب وہ سارے خیالات جنگ کا فوراً ہو گئے تھے کہ بالکل غفلت میں چھپا لیا لیکن صورت پر صیبت آفت کی جھلکی نمایاں ہو گئی تھی بار بار مستغفر اللہ مستغفر اللہ پڑھتا تھا اور اپنے کو قسمت کے بالکل حوالہ کر رہا تھا میرے آٹا کی حفاظت کا دار و مدار آج چاؤش پر تھا جو علاوہ اور دو جہات کے جنگی باعث سے کُرسے غوث سے بے پردائی تھی اپنے ان طلسموں اور تویذوں کو بھی دکھا رہا تھا کہ جو اسکے بازوؤں پر بندھے ہوئے تھے جنکا اثر وہ بہت ببادری سے یہ بیان کرتا تھا کہ یہ تویذ اور نقش ترکمانوں کے تیروں کو دفع کر دیتے ہیں اور انکا مطلق اثر نہیں ہوتا دیتے ایک تویذ جس میں آٹا جو غوار شخص کا روان میں آگیا اور شخص بھی جو بہادر تھے آگے آگے

چلتے تھے گویا کہ یہ کاروان کے آگے بڑھے ہوئے محافظین میں سے تھے انہیں سے ہر شخص اپنی بہادری اور جرأت دکھانے کے لیے ادھر ادھر گھوڑا کداتا تھا۔ برہمچاریاں پھرتا تھا۔ اور ہوا میں ان کو بھونکتا تھا۔ آخر کار جبکہ ہمیں ڈرتا تو وہی اب ہمارے پیش آیا۔ ہم نے چند بند و قون کی آوازیں سنیں اور ہمارے کانوں میں مہیب اور وحشی صداؤں کے غل سنائی دیے ہر شخص خوف سے ٹھہر گیا تمام آدمی اور جانور چھوٹے پرندوں کے موافق جو کچھ دور فاصلہ پر بازو دیکھ کے مارے خوف کے اٹھے ہو جاتے ہیں باہم سمٹ گئے لیکن جب ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک گردہ ترکمانوں کا ہم پر چڑھا ہوا چلا آتا ہے جس سب کے اوسان باختہ ہو گئے اور ہیئت مجموعی میں تفرقہ آکے واقع ہو گیا بعض تو کافور ہو گئے۔ اور بعض لوگ جنہیں میر آقا بھی تھا ایسے ڈرے اور ان پر ایسی دہشت غالب آئی کہ اپنی مردانگی اور جرأت کو یک لخت بھول گئے گھبرا گھبرا کے یہ کہنے لگے۔ اے اللہ اے امام۔ اے محمد۔ ہم مرتے ہیں۔ ہم چلے۔ ہماری روحیں فنا ہوئیں خیر مکانیوالوں نے تو یہ تدبیر کی کہ جقدر سامان تھا اپنے خچروں سے نیچے پھینک دیا اور مع اپنے خچروں کے چلتے بنے جب دشمن آگے آگیا تو اُس نے پہلے تیروں کا مینہ برسایا پس اُسی سے اُنکو فتح حاصل ہو گئی اور ہم بہت جلد اُنکا شکار ہو گئے۔ چاؤش جو شیخی میں اور لاف زنی میں سب سے زیادہ دُور کی لے رہا تھا پہلے ہی سے بھاگ کے کہیں کا کہیں ہو رہا اور پھر ہم نے نہ اُنکا حال سنا اور نہ اُن کی صورت دیکھی۔ حملہ آور سامان کی طرف جھک پڑے جو میدان میں پڑا ہوا تھا۔ میرے آقا نے اپنے کو دو گٹھروں کے بیچ میں چھپا دیا تھا اور یہ خوفناک واقعہ دیکھ رہا تھا کہ ایک ترکمان نے جبکہ لمبا قد تھا اُسکو دیکھ لیا۔ ترکمان کے چہرے سے خوشخواری برتی تھی اُس نے اُسکو اسباب سمجھ کے اپنی پیٹھ پڑا اٹھا کے ڈال لیا۔ تو میرے آقا نے اُسکو کھول کے گردن باہر نکالی اور کمال لجاجت عرض کی جس سے اُسکا خون نمایاں تھا۔ میرے آقا نے چاہا کہ حضرت عمرؓ کی منقبت اور حضرت علیؓ کی مذمت بیان کر کے ترکمان کو نرم دل کروں

مگر یہ بھی محض بیکار گیا اس وحشی کو اصلاً اس لجاجت اور ان باتوں پر رحم نہ آیا اور میرے آقا کے سارے کپڑے اُتار لیے صرف ایک پانچواں اور کرتا باقی رہا اس قزاق نے میرے آقا کی فرغل اور سب کپڑے پہن لیے۔ چونکہ میرے کپڑے کچھ تلکے سے تھے انھوں نے نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا۔ مجھ کو اپنے مین شامل ہونے کا حکم دیا اور مجھ سے میرا ستر دن کا کبس بھی نہیں لیا۔

جب ترکمان کل اسباب لوٹ چکے تو اب انھوں نے قیدیوں کی باہم تقسیم کر لی۔ ہماری کچھونپر پٹی باندھ دی گئی تھی اور ہم مین سے ہر ایک ایک سوار کے چھپے رکھ لیا گیا تھا جب ہٹنے اسی طرح دن بھر سفر کیا تو خشک و خندق مین تنہا مین آرام لینے کو چھوڑا گیا دوسرے دن ہٹنے ان راہوں کو دیکھا جنکو صرف ترکمان ہی جانتے تھے۔

پہاڑی اور ایک ویران ملک مین سے گذر کے آخر مین ایک وسیع میدان معلوم ہوا اور یہ ایسا بڑا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا بس دنیا کی حدود مین ختم ہو گئی۔ اس میدان پر ہمارے دشمنوں کے بیشمار سیاہ ڈیرے اور خیمے اور انکے غول کے غول دکھائی دیے۔

تیسرا باب

حاجی بابا کن ہاتھوں مین پڑا اور اسٹری کے صدقے مین اُسے کتنی دولت ہاتھ لگی

ترکمانوں نے قیدیوں کی جب باہم تقسیم کی خدا کی شان مین اور میرا آقا ایک ہی شخص کے حصہ مین آیا۔ یہ ترکمان وہی وحشی قزاق تھا جسکا مین اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اسکو سلطان کہتے تھے یعنی شیر سردار یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص ایک گروہ کا کپتان بھی ہے اور یہ پلٹن کو یا گروہ کو وہی تھا جو ہم مین میدانوں مین پہاڑوں پر سے اُترتے ہی معلوم ہوا تھا۔ اس ترکمان کے ڈیرے ایک گہرے نالہ کے کناروں پر ایسا دھتے جس نالہ پر سے

ایک ندی بہتی تھی جو قرب کی پہاڑیوں کے سلسلوں میں جا کر شامل ہو جاتی تھی سبزہ زار و کو
ہر ابھر کرتی تھی جسے بخوبی موشیونکی پرورش ہوتی تھی سب سبزہ زار جہاں تک آنکھ کام
کرتی تھی برابر پھیلے ہوئے تھے ہمارے اور بھائی جو گرفتار ہوئے تھے انکو ترکمان اور اور
دور دور از ملکوں کے حصہ میں لیکئے اور باہم ان ترکمانوں میں انکی تقسیم کی جو ہر طرف ان
میں رہتے تھے۔

جب ہم وہاں پہنچے تو تمام آدمی ہمیں دیکھنے کیلئے اُٹھ اُٹھے رُسوقت ہمارے فاتح کو
زور زور سے مبارکبادیں دیکار ہی تھیں کتے ہمیں اجنبی دیکھ دیکھ کے ایسا بھونک رہے
تھے کہ تو بہ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ ہمیں نوش جان کر جائینگے۔ میرے آقا کے سبز و نشان
نے اسکی کچھ عزت افزائی کی۔ لیکن سردار کی بیوی کی نظر جو بانو کے نام سے پکاری جاتی
تھی اس دوشالہ پر پڑی جس نے اُسکے لینے کے لیے بہت ہی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ میرے
آقا کے پاس سو اے عمامہ اور اس ہیمانی کے حسین زر نقد رکھا ہوا تھا اور کچھ نہ رہا سب لے لیا
لیکن آخر اس عمامہ پر سردار کی دوسری جو رو کی نگاہ پڑی جس نے کہا کہ یہ میرے گھوڑے کی
زین کے کام آئے گا جو اونٹ پر بندھا ہوا ہے چنانچہ سر پر سے عمامہ اُتار لیا گیا اور ڈوبے
کے ایک کونینکی طرف اور ناکارہ چیز و نمین اُسکو بھی پھینک دیا۔ عثمان آغلانے اب ہیمانی کے
روپیہ کی بڑی بھاری نگہداشت کی کہ کہیں یہ بھی رو چکر نہ ہو جائے مگر اس سے کچھ مطلب
نہیں نکلا۔ اس عمامہ کے عوض میں ایک پڑانی بھیر کے چمڑے کی ٹوپی پہننے کو ملی جو ہم جیسے
بد قسمت قیدیوں کو دی گئی تھی جو ذلت و خواری اور غم سے پہلے ہی ہلاک ہو چکے تھے۔

جتنے آدمی مرتے جاتے تھے انکی ٹوپیاں میرے مالک کے پاس آتی جاتی تھیں۔ عثمان آغلانے
اُس کام کے لئے تعینات ہوا کہ جب اونٹ پہاڑوں پر چرنے جایا کریں تو یہ انکی حفاظت کیا کرے چونکہ
یہ ڈبل اور بھاری جسم کا تھا اسلئے اسکے بھاگ جانے کا انھیں گمان تک نہیں تھا مجھے یہ حکم تھا کہ
تو ڈیر وئے پر نہ جایو۔ اور میرے سر و چمڑے کے تھیلوں کو صاف کرنا اور روغن ملنا تھا۔

تو میں اپنا یہ کام بہت ہوشیاری اور محنت سے بھگتا یا کرتا تھا۔

اس فتح کی شادی کر نیکے لیے سردار نے تمام اپنے متعلقین کی دعوت کی ایک بڑی دیگ میں چانول اور دو بھیر وٹکا گوشت ڈال کے اُبالا گیا لوگ ہمارے سردار کے دوہین سمیت ادھر ادھر کے ڈیر وں خیموں نے نکل نکل کے آنیلکے ان لوگوں میں سے اکثر وہ تھے جنہوں نے ہمارے کاروان پر حملہ کیا تھا یہ سب ایک ڈیرے میں اکٹھے ہو گئے عورتیں دوسرے ڈیرے میں مجتمع ہوئیں جب پلاؤ مردوں کو کھلا دیا گیا اور وہ برٹ چلے تو عورتوں کو کھلانا شروع کیا جے جے تین بھی کھا چکیں تو چرواہوں کے لڑکوں کو بٹھا کر کھلا دیا جب وہ بھی فارغ ہوئے تو سب کے آگے کا بچا کھچا چوڑی ہوئی ہڈیاں لٹیاں ہمارے اور کتوں کے آگے لاکے ڈال دی گئیں۔ میں اپنی خوراک کے لیے بہت ہی تشویش سے ہتھار کر رہا تھا کہ دیکھیے کیا آتا ہو کیونکہ جسے ہم مقید ہوئے تھے ہم نے تو لذت دار خوراک کھائی نہیں تھی۔ کہ ایک عورت نے ڈیرے میں سے مجھے اشارہ کیا کہ ڈیرے کے پیچھے سے آگے رکابی لے لے رکابی میں چانول بھرے تھے اور اُس پر بھیر کی دُم کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ سردار کی بیوی نے بھی میری مظلومیت پر رحم کھایا اور کہا کہ تو اسے جلدی سے لیکے چلے اور کچھ خیال ل میں نہ لا۔

آج کا دن تو ایک دوسرے کی سرگذشت کہنے اور حقہ پینے میں صرف ہوا عورتوں نے گانے اور دفون کے بجانے کا تان نہ توڑا۔ میں اور میرا مالک اپنی مصیبت اور آفت پر خون کے آنسو بہا رہے تھے اور افسردہ خاطر سی سے سر پہ گریبان تھے۔ اس عنایت و نوازش کے بھر وے پر جو مجھ پر گئی تھی میں نے خیال کیا کہ کچھ کرنا چاہیئے اور اب مجھے کچھ ایسی جرأت ہو گئی کہ ذرا بھی ہر اس دل میں نہ رہا۔ میں نے چاہا کہ کسی طرح سے اپنے رفیق کو خوش کروں اور یہ غبارِ الم اسکے دل سے ددر کروں مگر محض بے سود تھا۔ میں اُس کو اپنی بد قسمتی پر فہوس کر نیسے مانع نہ ہو سکا میں نے اس سے کہا کہ ہر حالت میں اللہ کریم کو یاد رکھیے سب اسی کے ہاتھ میں ہے یہ ہر ایک سچے مومن کا تفسیر ہے کہ اللہ کریم کو غم کے وقت یاد کرے۔ اُس نے ان ٹوٹے ہوئے الفاظ میں

جواب دیا ”اللہ کریم“ اللہ کریم تمہارے لیے ہے کہ جب تک ایک پیسہ بھی نہیں گیا۔ میرے لیے نہیں ہے کہ میں تو ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ اسکی یہ بربادی اور غلامی کی حالت میں اسکا صفت اس نفع کی بدولت تھا جو اس نے بھڑون کے چڑون میں سمجھا تھا بس ہر وقت اس کا یہ شغلہ تھا کہ جو کچھ لٹ گیا تھا اسکا شمار بیٹھا ہو کیا کرتا تھا۔ مگر ہم میں باہم بہت جلد مفارقت ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی عثمان آغا کو ہمارے سردار نے اونٹوں کی نگہبانی کے لیے بھیجا اور خوب دھمکا دیا کہ اگر ان بچاس اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھی جاتا رہ گیا تو تیرے دونوں کان اور ناک کاٹ لی جائیگی اور اگر انہیں سے کوئی مر گیا تو وہ اس زرفدیہ میں ادا ہو جائیگا جو تو اپنی رہائی کے لیے آخر کبھی دیکھا جو نہ ہی میرے کان میں یہ آواز پڑی کہ یہ فدیہ لینے پر ہمیں رہائی دینگے مجھے ایک امید سی بندھ گئی میں نے پہلے اپنے مالک کو ایک اونٹ کے زین پر بٹھایا۔ تھوڑا سا پانی ادھر ادھر سے لے آیا اور ایک صابون کا ٹکڑا آگے رکھ لیا اور آہستہ سے جو تمام دولت کھوکے بچا تھا کال دیکھنے سامنے اسکی حجامت بنائی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ میری لیاقتوں اور قابلیتوں کا اظہار ضرور مجھے آئندہ منفعت بخشنے کا۔ جون ہی شخص کو معلوم ہوا کہ یہ حجامت بنانا جانتا ہو سب نے حجامت بنوائی اور یہ آواز رفتہ رفتہ میرے سردار کے کان میں بھی پہنچی۔ اسنے مجھے اپنے پاس بلایا اور فوراً میری حجامت بنا۔ میں نے اسکے بڑے سر پر عمل کرنا شروع کیا۔ جگہ جگہ سر پر تلواروں کے زخم پڑے تھے اور اسکے سر کی سطح ایسی کھردری تھی جیسے بھڑون کی جلد ہوتی ہے جب اسنے اپنی حجامت اسی اوزار سے بنی ہوئی دیکھی جس سے اسکی بھڑ کے بال صاف ہوتے تھے یہ شخص جو اس سے زیادہ اور عیش جانتا ہی نہیں تھا کہ شہری حجام سے حجامت بنوائے پسکو تو یہی بہشت ہو گئی گویا سردار نے میرے ہاتھ کے نیچے بہشت کو سمجھا۔ اسنے فوراً اپنا اطمینان ظاہر کیا اور میری ملازمت کو پسند کیا اور قسم کھا کے کہا کہ میں تیرا ہرگز کچھ فدیہ نہیں لون گا یعنی تیرے لیے کبھی فدیہ قبول نہ کروں گا۔ خیر جو کچھ ہوا تو میرا خاص حجام مقرر ہو گیا۔ میں نے بھی اسے یہی ظاہر کیا کہ میرا بھی خاص منشا اس موقع پر ہی تھا جب میں نے جھک کے اپنے نئے آقا کا

پیردن پر بوسہ دیا اور ہر طرح سے فرمانبرداری۔ اطاعت۔ اور آداب ظاہر کیا تو اب میں یہ سوچنے لگا کہ اس قسم کی آزادی ہونی چاہیے کہ میں یہاں سے بچوں و خطر کا فور ہو جاؤں۔ اکثر سردار کے پاس حاضر رہنے سے مجھے ایک غلبہ اسکی طبیعت پر ہو گیا۔ گو اب بھی میری خوب نگہبانی کیجاتی تھی لیکن پھر بھی بچنے کی تدبیر سوچتا تھا۔ جو میرے کام آئیں اور جھوٹ نے مجھے اس حقارت ناک قید اور غلامی سے رہائی دی۔

چوتھا باب

فرست سے اپنے آقا کے مال کی نگہداشت اور سکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر

اس قید و ذلت سے بچنے کے لیے پہلی تدبیر جو میرے خیال میں آئی وہ یہ تھی کہ اپنے قاعثمان آغا کے اُس روپیہ پر قبضہ کروں جو اسکی بگڑی میں سلا ہوا تھا۔ لیکن یہ عامہ یا گڑی ایک عورت کے ڈیرے کے کونے میں بڑی ہوئی تھی جہاں تک میری رسائی نہ ہو سکتی تھی اور یہاں ذرا فرست کا بہت کچھ خرچ تھا کہ اس طریقے سے اڑائی جائے کہ کسی کو قانون کان بھی خبر نہ ہو خبر تو خبر شہرہ تک نہو میں نے ان سب لوگوں میں انہی شہرت حجام کے نام سے کردی اور کل انتخاب مچھکو عزیز سمجھنے لگے تو میرے پاس اس تہقین کے لیے بہت اسباب تھے کہ باؤ میرے مالک ترکمان کی بیوی مجھے پہلے کی نسبت بہت جاننے لگی ہو لیکن مشکل تو یہ تھا کہ نہ اسے اور نہ کسی عورت نے مجھے کبھی بھی کوئی کام جڑا ہی یا شتر وغیرہ کا لیا۔ صرف کنکھیوں کنکھیوں میں باتیں ہوا کرتی تھیں جسے لفت دلی کا جلوہ پایا جاتا تھا اسکی طرف سے تو شفقت آمیز نظارے اور میری جانب سے شکر لیے اور اطاعت کے نشانات باہم جواب سوال کرتے تھے لیکن چونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ فارس کے حجام صرف اصلاح ہی بنانا نہیں جانتے بلکہ جڑی بھی جانتے ہیں اور یہ حجام میں علاوہ حجامت کرنے اور مالش کے فصد بھی کھول سکتے ہیں نہت

نکال سکتے ہیں اور ٹوٹا ہوا عضو موقع سے بٹھا سکتے ہیں۔ بانو کو فوراً اس امر کی ضرورت ہوئی کہ فصد کھلوائے اُس نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کیا تو فصد کھول سکتا ہو۔ میں نے اس سے مناسب عہد سود کوئی بھی نہیں سمجھی اور اس بات پر نظر کر کے کہ جس نے کام مجھے ترودہ اور اسکی بابت بھی کچھ اطلاع ملے گی اور شاید وہ میرے ہاتھ ہی لگ جائے میں نے فوراً جواب دیا کہ میرے پاس اسکا سب سامان بھی موجود ہے اور میں اس پھرتی اور عمدگی سے فصد کھولونگا جس سے میری استاد کی کا خود اعتراف ہوگا۔ وہ اوزار پیش کیا گیا۔ اس قوم کے ایک سربراہ اور وہ شخص نے جو کچھ کچھ یون ہی برائے نام جو تش سے واقفیت رکھتا تھا اُس نے کہا۔ کل صبح کو دوسرا باہم ملینگے وہ وقت فصد کے لیے بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس ساعت سود پر جھکوس عورت کے ڈیرے میں بلایا۔ میں نے دیکھا کہ بانو ایک چادر پر جوڑ میں میں سمجھی ہوئی ہو بیٹھی ہے اور میرے صبر سے انتظار کر رہی ہے۔

یہ اس قسم کی عورت تو تھی نہیں جو مجھ ایسے نا تجربہ کار میں کچھ فطرتی نزاکت کے توہمات بڑھاتی کیونکہ اول مرتوبی تھا کہ اسکا قد ہی بڑے ڈھنگا تھا جسمین بھاری پن پایا جاتا تھا میں نے انکی طرہ بہت ہی نفرت سے دیکھا لیکن پھر مجھے یہ بھی ڈر ہوا کہ اگر کوئی بات بھی طبیعت کے خلاف ہوگی تو پھر کانوئی خیر نہیں ہے اسلان سلطان اڑوا ہی دیگا۔ لیکن اس عورت نے مجھ بہت ہی توجہ مائل رکھی اور جقدر کہ اسکی سہیلیاں تھیں سب مجھ پر ملی پڑتی تھیں اور جھک کوئی بڑا شخص تصور کرتی تھیں اور ہر عورت اپنی نبض دکھانیکو آمادہ تھی جب میں بانو کی فصد کھولنے کو ہوا تو اب میں نے اپنی نظر سے مطلوبہ پر ڈالی جبہ قبضہ کر لینی مجھے فکر لاحق ہو رہی تھی۔ فوراً مجھے خیال آیا کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس میں کوئی تدبیر ایسی نکالوں کہ کام کا کام بن جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو میں نے ذرا توجہ سے ایک دفعہ اور بھی نبض کو دیکھا اور ابکی بار بہت غور کر کے میں نے ظاہر کیا کہ یہ ایک بہت ہی اہم اور کچھ عجیبہ امر ہے کیونکہ خون کو ایک طرف میں جمع ہونا چاہیے تاکہ بعد از ان فرصت میں اسکا امتحان کر سکوں

میری اس تعجبانہ تجویز سے سب عورتوں میں ایک دُندج گیا لیکن بانو کی یہی مرضی ہوئی کہ میرے ہنرمندانہ اور عالی کام میں اپنی رائے سے مضبوطی دے۔ یہاں مگر ایک نئی مشکل اور پیدا ہو گئی اور وہ یہ تھی کہ ترکمان کے اقل ذخیرہ میں ایسا ظرف کہاں تھا کہ وہ اسکو اس کام کے لئے صدقہ کر دیتا اور ہمیشہ یہ غلیظ بنا رہتا۔ ہر ایک ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ یہ بات کیونکر بن پڑے گی میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ آیا میں ہی اپنے خاص اُسی موقع پر جانوں کہ اتنے میں بانو کے خیال میں ایک پرنے چمڑے کا پیالہ آگیا اسی وقت ایک عورت سے کہا کہ تو ڈیرہ کے کونے میں جا کر دیکھ جب وہ پیالہ آیا تو میں نے ڈیرے کی طرف اس کو اٹھا کر دکھایا کہ دیکھو اس میں سے روشنی معلوم ہوتی ہے اور میں نے نشتر سے وہ روزن دکھاے اور میں نے اُسی نشتر سے اُسکے چھ ٹکڑے کر ڈالے۔

بانو۔ اُس پرنے امیر کی ٹوپی کہاں ہے۔

ترکمان کی دوسری بیوی۔ وہ تو میری ہی زمین نے اپنا زین درست کرنے کے لئے لی تھی۔ بانو خوب متند ہو کے کئی باتیں شہیدا۔ کیا میں اسکی حرم نہیں ہوں۔ میں اسے ضرور لوں گی۔ دوسری بیوی۔ تجھیں نہیں ملنے کی۔

اب لڑائی ہونی شروع ہوئی اور وہ چیخ بکا رہی کہ معاف اللہ میں یہ سمجھا اور مجھے خون ہوا کہ کہیں سلطان سلطان کے کان تک یہ آواز نہ پہنچ جائے نہیں وہ ایک نہ ایک کا قصہ ہی چکاؤ لیکن خوش قسمتی سے وہ ہی بخومی آگیا اور اُس نے اس دوسری بیوی کی طرف مخاطب ہو کے کہا یاد رکھنا کہ اگر کوئی بات بُری بنی اور صورت غیر ہوئی تو بانو کا خون بھاری گردن پر ہو گا یہ سنتے ہی وہ اپنی چیز نیچے پر راضی ہو گئی میں نے جلدی سے فصد کھولنے کی تیاری کی اور نشتر نکالا۔ جب بانو نے نشتر کو دیکھا اور وہ ٹوپی دیکھی جو نیچے رکھی ہوئی تھی اور جس میں خون بہہ رہا تھا۔ گرتا تھا اور ان عورتوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑتی ہوئی دیکھیں کہ جو روگر و گھڑی ہوئی تھیں تو بانو ڈر گئی اور کہا میں فصد نہیں کھلواتی مجھے خوف معلوم ہوا کہ لیجئے ساری

کوشش فتنے مطلوبہ کی ندارد ہوا چاہتی ہو میں نے ٹکٹھی باندھ کے دیکھا اور اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ بانو صاحبہ آپ کا انکار فضول ہے کیونکہ آپ کی قیمت ہو چکی کہ آپ فصد کوٹین اور اس میں آپ کا خون گرے اور نہ آپ نہ کوئی شخص اس امر کو جانتا ہے کہ روز ازل میں کیا کیا انسان کی تقدیر میں لکھا ہے اور ایک شخص کو زندگی میں کتنے حوادث کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بانو نے تو اس کا جواب کچھ بھی نہیں دیا لیکن اور عورتیں رضی ہو گئیں اور بانو سے کہا آپ بہت بڑا گناہ عظیم کر چکی کیونکہ آپ اس لکھے کی مخالفت کرتی ہیں جو آپ کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے بانو نے اپنی بانہ برہنہ کر کے آگے کر دی اور میرے نشتر کی بھونک کو جرات اور دلاوری سے سہا فصد کھولتے ہی خون ٹوپی میں لیلیا گیا جب پٹی دلی باندھ دی اور کا ختم ہو چکا تو میں نے کہا کہ یہ خون ڈیرے سے کچھ دور کے فاصلے پر لیجا یا جائیگا اور سوامیرے کوئی شخص اس کو ہاتھ سے چھو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ بہت سی برائیاں بھلائیوں جو فصد کھولنے سے پیدا ہوتی ہیں صرف اس خون پر منحصر ہیں جب وہ جسم سے زمین پر گرے گا۔ غرض میں اسے اٹھا کے اپنی جگہ پرے آبارت تک تو میں نے کچھ نہ کیا جب رات ہوئی اور سب سو گئے تو میں نے وہی ڈاکٹر اس ٹوپی میں سے ادھیڑی پورے پچاس نکلے میں نے فوراً قریب کی جگہ میں اسے پوشیدہ کر دیا اور پھر گرگڑا ہوا پیالہ کیلئے ایک ٹکڑا اس کو بھی دینا بیوند زمین کیا۔

علی الصباح میں نے بانو سے کہا بھیجا کہ شب کو جب بٹھارے خیمہ کے ارد گرد میں نے بھیڑیوں کو شور مچاتے ہوئے سنا تو مجھے ڈر لگا کہ ایسا نہ ہو کوئی صورت اس کے خون پر درگزن آئے واقع ہو اس لئے میں نے خون اور میں خون تھا سب کو زمین میں دفن کر دیا۔ اس بات سے بانو مطمئن خاطر ہوئی اور مجھے اپنی اس خدمت کے معاوضہ میں بانو نے ایک رکابی میں ایک پورے برہ کے کباب اس میں چانول اور کشمش بھری ہوئی جس کے ساتھ ایک لکڑی کے کانہ میں کوٹھا ہوا دودھ میں مک پڑا ہوا تھا بھیجا۔ یہ سب کھانا بانو کے ہاتھ کا پکا ہوا تھا۔

اب مجھے یہ خیال ہوا کہ جب میرے قبضہ میں پچاس ڈاکٹر اپنے سابق آقا عثمان آغا کے

اُسکے جو کس مصیبت سے اوٹون کے ساتھ پہاڑوں میں زندگی بسر کرتا تھا اور مجھے اُس کے مقابلے میں عشرت تھی جب یہ خیال میری طبیعت میں آیا تو میں کچھ کچا سا راضی ہوا کہ یہ بچا س ڈاکٹ اُسے واپس کر دوں لیکن حاصل ہوئے روپیہ کا تو لالچ بڑا ہوتا ہے میں نے اپنے دل میں یہ رد و بدل کرنی شروع کی مگر کیا یہ میری فراست و کیا ست کا نتیجہ نہیں ہے روپیہ بھی کا جنم و محل ہو چکا تھا تو پھر مجھ سے زیادہ اسکا بہتر دعویدار اور کون بن سکتا ہے اگر فرضاً اللہ تعالیٰ نے یہ زرقا سے واپس بھی دیدن تو اس حالت میں یہ اُس کو مفید ہی کیا خاک ہون کے عوض کچھ ہو اس سے تو یہ لے ہی لئے گئے اب میں ان کا خاصہ مالک بن سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ اُس کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ اُس کے پاس سے جاتے رہیں اور میری قیمت میں اُنکا بچہ آنا بدلا ہوتا صرف اُس خیال سے ساری مشکلات دور ہو گئیں اور اب اپنے کو اسکا اصلی مالک تصور کرنے لگا کیونکہ مجھے اس امر کا یقین تھا کہ کوئی قانون بھی مجھے اُس کے واپس کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جون ہی میرے پاس وہ کھانے کی رکابی آئے پہونچی تو میں نے چاہا کہ ایک گولے کے نوڈے کے ہاتھ ہمیں سے نصف کھانا پہاڑوں میں اپنے آقا کو پہونچاؤں چرواہے کے نوڈے نے یہ اقرار کر لیا کہ میں ایک چانول بھی ہمیں سے نہیں کھاؤں گا اور پورا کھانا اُسے پہونچا دوں گا مجھے اُسکے کہنے پر شہمہ ہوا لیکن ڈاکٹ کی بحث کے بعد میرے دلخ نے سکوت اختیار کیا کہ فرق سے میں اس نعمت غیر مترقبہ میں اُسے شریک بناتا تھا میرا ہر گز جی نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی اُسکے حصہ میں کم کر دے لیکن فی صدف میں مشکل سے اس نوڈے نے وہ نالہ طے کیا ہو گا اور میں یہ خیال کر رہا تھا کہ میرے آقا کے مٹھ تک یہ کھانا پہونچے گا لیکن مجھے اس کا شہمہ بھی نہیں تھا کہ جو فی یہ نوڈا میری نظروں سے غائب ہوا اُٹھ دیاں چھوڑی ہوئی راستہ ہی میں رہ جائیگی یہ بات محض فضول تھی کہ میں اُسکا پیچھا کرتا سیلئے کہ دوری بہت تھی جو ہماری راہ میں رکھ ل تھی۔ میں نے چاہا کہ اس کے سر پر ایک پتھر سید کر دوں اور کچھ لعن طعن کروں لیکن وہ بھی درجہ بکھل گیا تھا کہ کچھ بھی نہ ہو سکتا تھا۔

پانچواں باب

حاجی بابا کا قراق بنکے اپنے ہی شہر پر چھا پہ مارنا

مجھے ترکمان کے پاس پورا ایک سال گزر چکا تھا اور میں نے اپنے مالک کا پورا بھر دے اپنے آپ کو حاصل کر لیا تھا تمام کاموں میں اور دن کی طرح مجھ سے بھی مشورہ لیتا تھا جب اُسے مجھے پورا بھر دے ہو گیا تو اسنے مجھے بھی اس گروہ کے ساتھ فارس میں تاخت و تاراج اور غارتگری کے لئے اجازت دینے کا ارادہ کیا۔ چونکہ یہ ہی بچنے کے لیے نہایت عمدہ موقع تھا اسلیے میں نے اس سے کسی بار التجا کی تھی کہ آپ مجھے بھی اپنی ہم کابی میں چلنے کی اجازت فرمائیں کچ تک مجھے اس امر کی اجازت نہیں ملی تھی کہ میں ان ڈیروں خیموں کی حدود سے پرے جاسکوں اور چونکہ میں ان راہوں سے محض تاشتا تھا کہ جو کئی جنگلوں میں ہو کے گئی ہیں اور جو فارس کے حدود کو سم سے جدا کرتی تھیں۔ یہ محض فضول تھا کہ میں بھاگنے کی کوشش کرتا۔

مجھ سے پہلے جتنے بھاگے تھے کیا تو وہ راستہ ہی میں ملک عدم کو سدھارے اور اگر گرفتار ہونے کے واپس آئے تو پہلے سے بھی زیادہ زبردستی کی گئی۔ اب میں غور سے ہوا کہ مجھے اس ملک کے دیکھنے کا بہت ہی اچھا موقع ہاتھ لگا ہو۔ کیونکہ انھیں جنگلوں کو مجھے ملے کرنا تھا میں نے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ اگر اس مہم میں بھاگ جانے کا موقع نہیں ملا تو نہ ملے واپس ہونے پر میرے فرار ہونے کی کوشش کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

عموماً ترکمان موسم بہار میں تاخت و تاراج کرتے ہیں اس زمانے میں جنگلوں میں ان کے گھوڑوں کے لئے چارہ کافی ہوتا ہے اور میدانوں میں تازہ تازہ اناج دستیاب ہوتا ہے اس لئے ضرور ہی انھیں کوئی نہ کوئی کاروان تاخت و تاراج کرنے کے لیے مل ہی جاتا ہے۔

یہ موسم ختم ہونے کو تھا۔ سلطان سلطان نے تمام سرداروں کو بلایا ان میں وہ سردار بھی تھے جو سلاطین پر افسر تھے وہ بھی تھے جو سواد میں ان کی کمان کرتے تھے ان سے یہ مشورہ کیا کہ

اب فارس کے جگر میں چھاپہ مارنا چاہیے۔ انکی تجویز یہ تھی کہ خاص صفہاں تک پہنچیں
شب کو شہر میں گھس جائیں۔ جب کہ بالکل سناٹے کا عالم ہو اور اس کاروانسرا کو لوٹ لیں
جہاں دو تہہ تاجروں کا زودھام ہوتا تھا ان کی جنگوں میں خود میر آقا تھا کیونکہ
اسکا تجربہ اور ویسی علم اس کے ہمعصرون سے بڑھا ہوا تھا اس نے اپنے سب ساتھیوں سے
کہا کہ تم میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جو صفہاں کے بازاروں اور شاہ راہوں سے
واقت ہو لیکن میں بخوبی جانتا ہوں تو جب ہم شہر میں داخل ہوں گے تو سب کی رہبری
میں ہی کروں گا۔ کئی شخص اس کے مخالف ہوئے اور انھوں نے کہا کہ یہ نہایت ہی غیر
دانشی ہے کہ ہم اس شخص پر بھروسہ کریں جو خود اس شہر کا رہنے والا ہے جس پر ہم چھاپہ مارنے کو
ہیں یہ ضرور اس وقت ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا غرض بڑی بحث کے بعد یہ امر طے پایا
کہ میں صفہاں میں انکار رہتا ہوں۔ دو آدمی دونوں طرف میرے مقرر کر دیے کہ اگر وقت
ساخت و تاراج میں بھاگنے کا ارادہ کروں تو مجھے دین قتل کر دیں۔

یہ امر طے پا گیا۔ ترکمانوں نے ذرا اپنے گھوڑوں کی بانگین دیکھیں ایک گھوڑا مجھے دیا گیا
جو اور گھوڑوں سے دگنادر رکھتا تھا۔ میں ایک ترکمان کی طرح ساز و سامان سے درست تھا
ایک بھیڑ کے چمڑے کی بڑی ٹوپی میرے سر پر بٹھائی گئی۔ ایک بھیڑ کے چمڑے کا کوٹ میں نے
زیب تن کیا۔ ایک تلوار ایک تیر و کمان ایک ترکش اور ایک وزنی بھالہ جس کا اوپر کا سر علیحدہ
کر لیا جاتا تھا اور جہاں ضرورت ہوئی پھر اسی جگہ رکھ لیا جاتا تھا۔ ایک تو بڑا ناج کا میرے
چیمچے گھوڑے پر بندھا ہوا تھا۔ علاوہ باگڈور کے جس سے گھوڑے کو وقت قیام باندھتے ہیں
ایک بندھن روٹیوں کا جنہیں کئی اندڑے رکھے ہوئے تھے لٹک رہا تھا کہ اگر ضرورت ہو تو
ان کا استعمال کیا جائے۔ جب سے میں ان ترکمانوں میں گرفتار ہو کے آیا ہوں شدید اور
سخت ہی باتوں کی برداشت کرتا رہا میں پرٹونا پڑتا تھا اور جو چیز تھیر وغیرہ ملا اس کی سرکٹ
رکھ لیا اس طرح سے کہ پھر مجھے بستر کی ضرورت نہ رہی۔

ہمارے ساتھی بھی سب اسی طرح سے تکالیف کو برداشت کرنے والے تھے اور جماعتی محنت میں تو ہم ایسے مشاق تھے کہ دنیا میں ہر قوم کا مقابلہ کر سکتے۔

میں نے اپنے سابق مالک عثمان آغا سے اقرار کر لیا جو کس سختی اور آفت میں مبتلا تھا کہ آپ گھبرا گئے گا نہیں جہانگیر مجھ سے ممکن ہو گا موقع دیکھتے آپ کے رفقا سے بھاری خلاصی کیلئے کہوں گا کہ کوئی فدیہ دے کر بھاری آزادی کی کوشش کرے اور پھر میں اس قید سخت سے نجات دلوائے۔

عثمان آغا۔ افسوس کر کے۔ بھئی کوئی بھی کچھ میرا فدیہ دیکر مجھے رہائی نہ دلوایگا۔ میرا بیٹا جو وہ بہت خوش ہو گا کیونکہ اس کے ہاتھ میری کل ملکیت لگ جائیگی۔ بیوی ہو وہ خوشی خوشی دوسرا ختم کرے گی اس لیے کوئی بھی نہیں ہے۔

نہ مونس نہ رفیق نہ ہمدے دارم	حدیث دل بکہ گویم عجب غمے دارم
------------------------------	-------------------------------

یہ سب اسی نفع کا صدقہ ہو جو بھٹیرون کے چمڑے پر مین قسطنطنیہ لے کر جاتا۔ اب دوبارہ پھر میرے داغ میں ڈیو کیٹ کی نسبت خیال پیدا ہو نیلگے۔ اگر مین اسے واپس دیدوں۔ اور پھر اس کو یہ کچھ مفید بھی نہوں تو اس سے ہی بہتر ہو کہ مین اپنے ہی پاس رہنے دوں میری قابلیت جسے مجھے اس موقع کی صورت دکھائی شاہد تو اسی امر کی ہے کہ میری بھیلی مین کچھ زر نقد پڑا رہے اور خبر نہیں کس موقع پر یہ میری دستگیری کرے غرض ان سب پہلوؤں پر نظر کر کے مین نے اس زر نقد کو کم کر لیا مین بندھا ہوا رہنے دیا۔

بچومی نے جب روانگی کی نیک ساعت دیکھ لی تو پہلے رات ہوتے ہی کوچ کیا۔ ہماری جماعت میں سلطان سلطان جو اس ہم مین فہر مقرر ہوا تھا۔ اور مجھ سمیت مین آدمی اور تھے ہمارے جتنے ساتھی تھے وہ مختلف قیام گاہوں کے تھے جو ہمارے پڑوس ہی میں تھیں مگر کم زیادہ شب سوار اور دلیر مسلح تھے وہ عمدہ عمدہ گھوڑوں پر سوار تھے جنکی بھرتی اور چاکلی ایشیا میں مشہور ہے جو ان ہی ہم مسلح ہو کر چاندنی مین سوار ہوئے۔ مجھے یہ ذہن نشین ہو گیا۔

کہ ہم لوگوں کی صورت ایک ہلا کو روہ کی سی ہے جو ہمیشہ راہ زنی کرتا رہتا ہے مین نے صرف اپنی ہی نسبت خیال کیا کہ تیری فطرت ہی مین جنگجوئی نہیں ہے تو کیونکر میدان مین اسب تیر کام کو اڑاؤں گا۔ مگر پھر بھی مین نے اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ نبھایا اور مجھے یقین ہے کہ مین کام تو ایسا پورا کیا تھا جسے میرے مالک اور اسکے ساتھیوں کو یقین دلادیا تھا کہ ہمارے ہاتھ بہت بڑا رستم لگ گیا ہے لیکن واقعی مین تو لرزہ جاتا تھا جب کبھی کوئی موقع ہوتا تھا مین اپنے سردار کی اس دلیرانہ رہنمائی پر بہت ہی تعجب ہوا تھا جو وہ گنجان بھاری دار جنگلوں مین ہماری کرتا تھا جس پر ہمارے جنسے خنچاق کی حد بندی ہوتی ہے چارہ ہے تھے خوفناک پہاڑوں کے اتار چڑھاؤ کے راستے اور ڈھلوان راہیں ایسی تھیں کہ مجھ جیسے نوجوان مسافر کو ڈرائیں۔ لیکن میرے ساتھی اپنے گھوڑوں کی مضبوطی کے بھر دوسرے پر وائی سے باگین اٹھائے ہوئے برابر چلے جا رہے تھے۔

پہاڑوں پر سے اتر کے ہم فارس کے خشک میدانوں مین داخل ہوئے اور یہاں میرے قتل کا علم ملک پر نہایاں ہو اور جو چوٹی قلعہ وغیرہ اس لمحہ اُسے دکھائی دیتا تھا اسکو وہ جان لیتا تھا جیسے ایک تجربہ کار فرسیسی کشتیان اس زمین کی دوری کو سمندر کی طرف پہچان لیتا ہو اسے بیرون کے نشان اور جانور کے قدموں کے کوچ کے نہایت ہی دانائی سے نتائج نکالنے شروع کیے وہ کہہ سکتا تھا کہ ان راہوں سے مسافر آئے گئے ہیں۔ کس طرف سے آئے اور کہاں چلے گئے آیا دشمن تھے یا دوست تھے انکے ساتھ مال و اسباب تھا یا خالی تھے اور ان کی تعداد کیا تھی۔

ہم نے فارس کے حصص تک بہت ہی احتیاط اور ہوشیاری سے سفر کیا۔ دن کو قیام کرتے اور شب بھر اپنی راہ طے کرتے۔ ہمارا چارہ گھاس اور خوراک ان خانہ بدوش قوموں کے قیام گاہ سے ہم نملی جنگلوں مین پہونچنے سے پہلے ملاتی ہوئے تھے از سر نو فرما ہم ہو گئی تھی اور جب ہم ان جھاڑی دار جنگلوں مین داخل ہوئے تو ہم نے اس زور سے اپنے گھوڑوں کو ہٹایا

گو یا بس گھوڑے جواب دیدینگے۔ آخر کار ایک سو بیس فرسنگ رساڑھے تین میل کا ایک ٹکڑا
 ہوتا ہے۔ راستے طے کر کے ہم حوالی اصفہان میں پہنچے وہ وقت آگیا۔ جہین میری جرات معلوم
 اور اس دور و دراز سفر کا کوئی نتیجہ نکلے۔ جو وقت میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ چھاپہ
 مارنے کی تدبیر کر رہے ہیں اس وقت میرے دل نے بالکل دھوکا دیا۔
 انکی یہ تجویز ہوئی کہ شہر میں ان راستوں سے جہکے دو طرفہ درخت ہوں اور کسی قسم کی لہان
 کوئی حفاظت نہ ہو گھس چلیں۔ اور انکو میں سنجو بی جانتا تھا اور جو وقت کہ آدھی رات ہو تو
 سیدھے شاہی کاروان سر کو چلے جائیں جہاں ہمیں لقین تھا کہ کثرت سے تاجر موجود ہوں گے
 اس وقت یہ تاجر موسمی اشیاء خریدنے کے لیے روپیہ جمع کرتے ہیں تو ہم تمام روپیہ جھدر
 ہمیں لیگا سمیٹ لینگے اور اگر ممکن ہو تو ہر ایک تاجر کو بانڈھ بھی لینگے اور یہ سارا معاملہ
 اس پھرتی سے ہو کہ شہر کے خزانہ ہونیسے پہلے ہم اپنی قیامگاہوں کی طرف جاتے ہوئے
 سڑکوں پر معلوم ہوں لیکن میں نے اس تدبیر کو ایسا پڑخوٹ دیکھا اور مجھے ایسی مشتبہ معلوم ہوئی
 کہ مجھے کامیابی کی اس جاتی رہی اور میں نے اٹھویرے دی کہ میں طرح سے ہرگز نہیں کرانگا
 لیکن میرے مالک نے میری طرف ایک براہ و تیز نظر سے دیکھا اور کہا۔ حاجی اپنی آنکھیں
 کھولو۔ یہ بازی طفلان نہیں ہے۔ میں آنحضرت کی ریش مبارک کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر تو نے
 ٹھیک ٹھیک کارروائی نہ کی اور راستہ سے نہ چلا تو یاد رکھو کہ تیرے باپ کو بھوک دوں گا۔ ہم
 کامیاب ہو چکے ہیں۔ پھر ہم اب کیوں نہ کامیاب ہونگے؟ پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ تو میرے
 ساتھ سوار ہو کے چل و دو سرے ہلا تو قزاق کو میری دوسری طرف متعین کیا اور دونوں نے
 دینی عہد کیا کہ اگر تو ذرا بھی جھپٹکا اور کھسکے کا ارادہ کیا تو خوب سمجھ لے جو کہ جان سے ہاتھ دھوے
 پڑینگے، پھر ہم روانہ ہوئے اور میں اپنی واقفیت سے ویران حصص اصفہان میں انھیں لے
 گذرا۔ یہاں سے ہم اصفہان کی آباد شاہراہوں میں آئے مگر بسبب رات کے بالکل سناٹا تھا
 جب ہم عین داروات پر پہنچے تو ہم ایک کھنڈر کی آڑ میں سب ٹھہر گئے جو کھنڈر آباد حصہ

شہر میں بھی ہر جگہ پائے جاتے تھے ہم سب گھوڑوں پر سے اتر آئے اور اپنے گھوڑوں کو باگ
دوڑوں سے باندھ دیا۔ دو آدمی ہم میں سے انکی حفاظت کے لیے رکھے۔ دورانیشی سے
ہم نے پہلے ہی صغمان سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک مقام تعین کر لیا تھا کہ اگر کوئی دور
صورت پیش آئے تو ہم وہاں جا کے قیام کریں اب ہم چلے چکے چلے اور جہاں تک ہمے ملن
ان بازاروں سے بچتے ہوئے جہاں پولیس کے فسرنگبانی کیا کرتے ہیں۔ غرض گلیوں میں ہو کر
ہم کاروانسرا کے دروازے تک پہنچے یہاں تک وہ مقام تھا جسکو میں بخوبی جانتا تھا یعنی میرے
باپ کی وکان تھی جہاں وہ بیٹھ کر حجامت بنایا کرتا تھا اب ہم نے دیکھا کہ دروازہ بند ہو تو
میں نے اپنے سب ساتھیوں کو وہیں ٹھہرا دیا اور ایک تپھر سے لیکر دروازہ کھٹکھٹایا اور
دربان کو علیٰ غصہ کے نام سے پکارا کہ دروازہ کھولو دروازہ کھولو ایک کاروان آکر پہنچا ہے۔
دربان۔ اور کجری نیند میں اور کھولنے کی دھند میں کونسا کاروان ہے۔

میں۔ بغداد سے کاروان آیا ہے۔

دربان۔ بغداد سے واہ وہ توکل پہنچ بھی چکا کیا تم مجھ سے سفارک کرتے ہو۔

اس کو دھوکا دینے کے لیے آخر مجھے مجبوراً اپنا نام بتانا پڑا۔ کاروان میں حسین حاجی بابا
قرب علی حسین حجام کا بیٹا ہوں میں ہی عثمان آغا تاجر بغداد کے ساتھ گیا تھا میں وہاں سے
خبریں لے کے آیا ہوں اور مجھے یہ خبر ہو کہ دروازہ کھول دو گے۔

دربان۔ آگیا حاجی بابا آیا ہوا ہے کبھی تمھاری دوکان تو مدت سے خالی پڑی رہتی
تھی تم نے میری بھی خوب حجامت بنائی تھی آؤ مجھ آؤ۔

اس بنا پر اس نے دروازہ کھولے جنہیں ہو کر کاروان میں گئے اخل ہو تے تھے جب وہ اپنی
چونوں پر چرچر کے کھلے تو ایک ضعیف شخص لاشعین لیے ہوئے معلوم ہوا جس سے معلوم ہوا
کہ کاروان سڑے سوداگردن اور انکے مال سے پر ہے

ہم میں سے ایک شخص نے تو اسے گرفتار کر لیا اور ہم سب اندر چل پڑے اور اپنا کام کرنا شروع کیا

چونکہ میرے ساتھی اس قسم کے چھاپوں اور تاخت و تاراج میں منجے ہوئے تھے اس لیے انھیں بخوبی واقفیت تھی کہ کس مقام پر ٹوٹ چانی جا پیے جب قدر رسوا چاندی انھیں ملا سب کو انھوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن انکا پہلا کام یہ تھا کہ دو تین دو تین تاجروں کو بکڑیلین تاکہ اُن سے بھرپور زرقہ ہاتھ لگے سب میں ایک ہتکھ گچ گیا۔ ہنسنے تین تاجر گرفتار کیے جو نفیس بستروں پر دُشالے کی تو شکون پر خواب نوشین میں آرام کر رہے تھے اُسی سے معلوم ہوا کہ وہ دو تین ہونگے۔

جب ہم سب اپنا مطلب کر چکے اور لوٹ کھسوٹ کروا پس آئے تو ہنسنے ان تاجروں کو گھوڑوں پر بٹھایا لیکن اپنے قاعدے کے موافق انکے ہاتھ پیر باندھ دیے گئے تھے۔

کاروان سر اور اسکے سب کمرے میری نگہ میں تھے میں خوب جانتا تھا کہ یہاں بڑے بڑے تاجر اگر قیام کرتے ہیں۔ مجھے اس سے بھی پوری آگاہی تھی کہ نہ نقد کمان ہاتھ لگے گا میں اس کمرے میں گیا جہاں میرا آقا آغا عثمان قیام پذیر رہا تھا اور میں نے وہاں سے ایک چھوٹا سا کیس اٹھایا جس میں تاجر اکثر روپیہ رکھا کرتے ہیں اور میں نے اُسکو اپنے پاس کھلیا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس میں ایک دزنی تھیلی ہے تو مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ میں نے اپنی چھاتی سے لگایا اور جہاننگ مجھ سے ممکن ہوا اُسکو پاس سے چلی وہ نہ ہونے دیا گواندھیرے میں میں یہ تو دیکھ نہیں سکتا تھا اس تھیلی میں کیا بھرا ہوا ہے شہر میں خبر ہوتے ہوتے ہم اپنا کام پورا کر چکے تھے۔

تقریباً کاروان سر کے کل آدمی مثلاً ملازم رسائیس خچر رکھانوالے اول ہی شور و غوغا میں جھٹ پر جا کھڑے ہوئے۔ پڑوسی غول کے غول چلے آئے لیکن ابھی تک انھیں یہ نہ معلوم تھا کہ اصل واقعہ کیا ہوا ہے پھر پولیس بھی آئی اُسکے فسر بھی آئے۔ مجسٹریٹ صاحب بھی برا جے اور یہ دیواروں پر جلدی جلدی چڑھ آئے تھے انھوں نے شور مچانا شروع کیا لینا بکڑیا قتل کرنا گمر سب محض بے سود تھا دشمن کا کچھ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ ان لوگوں نے چند اُنکل بچو فیر بھی کیے لیکن چونکہ ایک تو اندھیل تھا اور دوسرے پریشانی اور اتبری پھیل رہی تھی ہمیں کچھ بھی صدمہ نہیں پہونچا۔ اس اندھا دھند میں چاہتا تھا کہ میں ان لوگوں سے جدا ہو جاؤں اور کسی پوشیدہ مقام پر

چھپ رہوں اور جب وہ چلے جائیں تو اپنے گھر کا راستہ ہوں لیکن پھر مجھے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ اگر میں بھاگنے میں کامیاب ہوا اور ان قزاقوں کے ہاتھ سے نکل گیا تو میری پوشاک مجھے خود ظاہر کر دے گی اور پہلے اسکے کہ میں یہ بیان کر دینا کہ میں اصل میں وہ شخص ہوں اور میرا یہ نام ہر عوام الناس کا خشنہ تو مجھ پر ختم ہو گا میرا تو وہ سب ملکر بھرتا بنا دینگے لیجیے یہ نتیجہ ہو گا۔ میرے باپ کی دکان میری نظر دن کے آگے تھی وہ شادان اور خوش خرم دین جو میں نے اس دکان میں گزارے تھے وہ بھی مجھے یاد تھے۔ اب میں خود اپنے دل میں اس حصہ میں تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں لیکن جب میں دیکھتا تھا کہ میں ان لوگوں کے قبضہ میں ہوں اور پہلی شے جو پھر کر معلوم ہوتی تھی وہ اسلطان کا خوفناک چہرہ تھا جو دھمکی دے چکا تھا کہ اگر ذرا بھی میں نے تیری نظر میں پھرٹی ہوئی دیکھیں اور تو نے کہیں بھی کسی کام میں کوتاہی کی تو اسی جگہ پر اپنا سر خاک و خون میں بٹھرا ہوا دیکھے گا۔ میں نے ذرا اپنی بہادری کی بانگئی دکھانے کے لیے ایک فارسی کو کہ ہمارے ساتھ ساتھ تھا اور جس پر یہ آفت ناکہانی ٹوٹی تھی نیچے ڈال دیا اور اسے کہا کہ اگر تو خاموشی سے اپنے کو قیدی تسلیم کر کے میرے ساتھ نہ چلے گا تو میں تجھ کو ابھی ہمیں پتہ نہیں کرو دینا کہ اس نے وہی معمولی فقرے رد کر اور منت و سماجت کر کے اسے حضرت امام حسینؑ کا واسطہ بٹھا کر والد کی روح مقدس کا واسطہ حضرت عمرؓ کی ریش مبارک کا واسطہ میں عاجزی سے منت کر کے کہتا ہوں کہ تم مجھے رہائی دیدو۔ فوراً میں نے ایک وار پچانی جو میرے باپ کی معلوم ہوتی تھی لالٹین سے میں نے اسکا معزز چہرہ دیکھا۔ معلوم ہوا کہ جب یہ غل غباڑہ اور طوفان بے تمیزی کی آوازیں سنیں یہ اپنے بستر پر سے اٹھنے لگی دکان میں گیا تھا تاکہ اپنی چیزوں کو سنبھالے اور وہ مال کیا تھا صرف چھ تو لے ہو گئے۔ ایک بکس ہتروں کا صابون اور ایک چادر بس میں نے پہچانتے ہی اسکی داڑھی پر ادب سے ہاتھ پھر کیونکہ ہم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ جب والدین کے سامنے کتے ہیں یہ تعظیم کرتے ہیں پھر میں نے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور سوت بستہ اسکے آگے کھڑا ہوا میری زندگی خود خطرے میں پڑی ہوئی تھی اگر میں کچھ بھی جھجکتا تو گویا ایک جھگڑا اسکے ساتھ

مول لینا تھا لیکن میں نے صرف ظاہر داری کے لیے ذرا اسپر بھی زجر و توبہ کی اور ایک دھڑکنا
خجر کے پالان پر رسید کر دیا جہاں وہ پڑا ہوا تھا۔ لیکن جب میں نے اپنے باپ کے یہ پڑاؤ الفاظ سنے
کہ اگر حاجی ہوتا تو میری یہ گت کا ہر کوئی مجھ پر سکا وہ اثر ہوا کہ میں نے اسے فوراً چھوڑ دیا اور ترکی
زبان میں ترکمانوں سے کہا جو گھرے ہوئے کھڑے تھے کہ یہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا صرف ایک غیب
نالی ہی غرض خیر ہوئی کہ کوئی بات نہیں پیش آئی وہ فوراً میرے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف لپکا

چھٹا باب

تین قیدیوں اور لوٹ کے مال کی کیفیت

جب ہم اپنی قیامگاہ پر پہنچے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور وہاں جانوروں کو آرام
دینے اور رات کی محنت سختی سے تازہ دم ہونیکے لیے بھنے قیام کیا۔ ہم میں سے ایک شخص نے
کہیں سے بھیڑ بھی اڑائی تھی یہ فوراً دین فوج کی گئی اور جنگل کی ادھر ادھر سے لکڑیاں چن کر
اسکے کباب ہوئے اور کس مزے سے ہم نے ملکر اس کو نوش جان کر لیا۔

ہماری دوسری ہوشیاری یہ تھی کہ ہم اپنے قیدیوں کی جانچ کریں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں
ایک شخص نو دراز قد چھریا جسم تیز نکھیں۔ تقریباً پچاس برس کی عمر۔ سوتوان چہرہ تھوڑی
تھوڑی دائرہ ریشمی شلوار پہنے ہوئے اور ایک شال کوٹ کے نیچے زیب تن کیے ہوئے۔
دوسرا شخص میاں قد اور متوسط عمر کا تھا سرخ چہرہ۔ سیاہ جامہ پہنے ہوئے۔ سینہ پر ٹین لگے
ہوئے۔ گویا بالکل ایک حج یا کہین کا منصف معلوم ہوتا تھا تیسرا شخص ایک نہایت مضبوط۔
اکثت صورت اور کردار یہ لہنظر تھا۔

اسکی سب سے زیادہ گویائی ہوتی تھی کیونکہ اسے بہت بڑا مقابلہ کیا تھا جب ہم کھانا کھا چکے
اور باقی ماندہ قیدیوں کو دیدیا ہم نے پھر انھیں اپنے آگے بلایا تاکہ اُنکا نام اُنکا پیشہ اور انکی جگہ قیام
در یافت کریں۔ اسے قذرا چھریا شخص کی صورت میری برستی تھی اور جبکی بہت ترکمانوں کا
مردار ہوئے کا خیال تھا اول ہی اُس سے سوال کیا گیا۔ چونکہ اس گروہ میں صرف میں ہی تھا

جو فارسی بول سکتا تھا اس لیے میں ترجمان بنا۔

اسلام سلطان - تم کون ہو۔

لانبا شخص بڑی دبی اور اطاعت بھری آواز سے حضرت میں یہ عرض کرتا ہوں خدا آپ کو سلامت رکھے میں کچھ بھی نہیں ایک غریب شخص ہوں۔

اسلام سلطان - تم کام کیا کرتے ہو۔

لانبا شخص - حضور میں ایک شاعر ہوں۔ اور میں کیا کر سکتا ہوں۔

ایک وحشی ترکمان - پھر تو کس مدین کھپانے کے قابل ہو۔

اسلام سلطان - کسی میں بھی نہیں (مگر غصہ میں) یہ دس تو مان فارسی کا سونے کا سکہ اشتنگ کے برابر ہوتا ہو) بھی تو نہیں لا سکتا شاعر ہمیشہ مفلس ہوتا ہو ان لوگوں کی زندگی صرف دوسروں پر منحصر ہو۔ پھر شاعر کا زرفد یہ کون ادا کرے گا۔ اگر تم ایسے غریب ہو تو تباد قیمتی کپڑے کیسے پہنے ہوئے ہو۔

شاعر - یہ جناب ایک عزت کی پوشاک ہو شہزادہ فارس کی تعریف میں میں نے ایک قصیدہ کہا تھا اُس نے میری ان کپڑوں سے عزت افزائی کی۔ کل کپڑے اُس سے اُتر دیا یہ گئے صرف ایک بھیڑ کے چپڑے کا کوٹ اُسے دے دیا۔

اب وہاں سے اُس کو علیحدہ کر کے دوسرے کو بلایا۔

اسلام سلطان - تم کون ہو اور کیا پیشہ کرتے ہو۔

چھوٹے قد والا - میں حضور ایک غریب قاضی ہوں۔

اسلام سلطان - ایسے نفیس و قیمتی بستر آپ کو آرام کر نیکی لیے کہاں سے لگے تم تو غریب بچہ سگ اگر تو نے جھوٹ بولا تو سر نذر سمجھو یہ تو یقینی امر ہے اس لیے جتنے قاضی ہوتے ہیں سب امیر ہی ہوتے ہیں۔

چھوٹے قد والا حضور میں گاؤں کا قاضی ہوں گورنر نے مجھے گاؤں کا زرنگان قائم کرنے

کے لیے یہاں بھیجا تھا میں اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

اسلان سلطان۔ تجھارے زرنگان کا قدر وہ یہ کہاں ہو۔

چھوٹے قد والا حضور میں نے عرض کیا نا کہ وہ پہ تو رو پہ میرے پاس یکسا کوڑی بھیجی ہے
اگلے سال ٹڈیاں آئی تھیں میرے تمام گاؤں کو برباد کر گئیں اور پانی کی بھی اس میں
حد سے زیادہ ضرورت تھی۔

ترکمانوں میں سے ایک شخص بولا۔ اچھا اس تمام رام کہانی کے بعد میں شخص کی قیمت کیا ہو
اسلان سلطان۔ یہ ایک بیش قیمت شخص ہو اگر یہ ایک نیک قاضی ہو گا کسان اسے پھر زبرد
ادا کر کے واپس کر لینگے اور اگر یہ امر نہ ہو گا تو واقعی ایک دنیا رہی اُسکے لیے بہت ہو۔ ہمیں
اُسے ضرور رکھنا چاہیے۔ شاید یہ سوداگر ہی نکال آئے۔ آؤ اب تیسرے شخص کی جانچ پڑتال کریں
وہ کتنا بھر سکتا ہو۔

اسلان سلطان۔ تم کون ہو۔

کریمہ المنظر شخص۔ میں حضور ایک فراش ہوں (مگر ترش روئی سے)
یہ سنے سب غل مچانے لگے۔ ایک فراش۔ فراش۔ انہیں سے ایک بولا) ایسے نفیس بستر
کیونکر آرام کرنا نصیب ہوا۔

فراش۔ یہ بستر میرا تھوڑا ہی تھا۔ میرے آقا کا تھا۔

یہ سنے سب غل مچایا کہ یہ چھوٹا ہو۔ چھوٹا ہو۔ بیچ بول در نہ تیری گردن اڑادی جائے گی
وہ یہی کہے گیا کہ میں فراش ہوں۔ لیکن کسی نے بھی یقین نہیں کیا اور ہر طرف سے اُس پر گھونٹے
بازی ہونے لگی۔ آخر جب بہت بوچھاڑ ہوئی تو بول اٹھا کہ میں سوداگر ہی ہوں۔

میں نے اسکی شاہت سے پہچان لیا تھا کہ یہ سوداگر ہرگز نہیں ہو اگر ہو تو وہی رہی جس کا
خود یہ مقرر ہو۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس سے کچھ اُنھیں حسب دلخواہ حاصل نہیں
ہو رہا کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ یہ کہنا تھا کہ مجھے اُس کے بدلے میں چاروں طرف سے لعن طعن

پڑے اور بھوکے پیاسے ہو کر رہ گئے۔ جس کو وطنی کے جوش میں کچھ بھی رعایت برتی تو یاد رکھو کہ پھر تیری بھی ہی تقدیر ہوگی۔

اور پھر تو ایک غلام نجائی کا خیر یہ سنکے میں خاموش ہو رہا اور ان ہلا کو دن کو ان کے طریقہ پر عمل درآمد کرنے دیا۔ آدمیوں کی چوری کا منصوبہ انہیں بہت ہی بد قسمت ثابت ہوا تھا کیونکہ اس یورش میں انہیں کچھ منفعت نہیں ہوئی تھی اور وہ اس بارے میں باہم مختلف رائے بھی تھے کہ ان بد قسمت اور بے قیمت قیدیوں کے ساتھ آخر الامر کیا کرنا چاہیے بعض کی تو یہ رائے تھی قاضی کو رکھلو شاعر اور فراراش کو قتل کر ڈالو بعض یہ کہتے تھے کہ قاضی کو توفد لینے کے لیے رکھا جائے اور فراراش کو غلام بنایا جائے۔ مگر شاعر کو قتل کر دیا جائے غرض سب کی رائے شاعر کے قتل پر تلی ہوئی تھی۔

مجھ کو اس مظلوم شاعر پر بہت رحم آیا۔ مگر میں کچھ مدد نہ کر سکا۔ اس شخص کی چال ڈھال سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک لائق اور فاضل شخص ہو گا مفسی اس کا اڈر ہنا بھونا ہی ہو اور صرف درازا ہر داری کرنے کے لیے کہ یہ اس شاعر کے ساتھ سختی برتا ہو۔ میں نے کہا کہ ہم کیا یہ قوفانہ کام کر رہے ہو کہ شاعر کو قتل کر ڈالو۔ کیا یہ حد سے زیادہ بُرا نہ ہو گا کہ ہم ایک ستم کی انڈے دینے والی لٹ کو قتل کر ڈالیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ شاعر بعض وقت بہت دوتمن ہو جاتے ہیں اور بعض وقت کیا اگر وہ چاہیں تو ہر وقت دوتمن بن سکتے ہیں کہ تم نے نہیں دیکھا کہ شاہ نے ایک شاعر کو ایک ایک قطعہ کا معاوضہ ایک ایک مقالہ دیا تھا اور پھر شاہ حال نے یہی کہا کہ یہ کچھ پورا صلہ نہیں ہوا کون جان سکتا ہو کہ شاید یہی ملک الشعرا ہو۔

گروہ میں سے ایک شخص بولا۔ اچھا ایسا ہو تو ہنس سے کہو کہ ہمارے لیے چند قطعہ تصنیف لے لے اگر کچھ نام میں مغالطہ اگر واقع ہوا تو مارا جائے گا۔

اشعار بناؤ۔ شعرا بناؤ سارے گروہ نے آواز سے کہا۔ ایسی فہوم دھام سے کہو کہ جس سے ہماری بہادری اس حصول فتح میں کھلے اور جو ہماری پسند کے موافق نہ ہوئے تو زبان

کاٹ لی جائیگی۔

آخر یہ امر طے پایا کہ تینوں محفوظ رکھے جائیں۔ جون ہی اُنھوں نے لوٹ کی تقسیم کرنی چاہی تو وہ میدان خفّاق میں واپس چلے آئے۔

اسلان نے وہاں ہمیں جمع کیا سب نے جو کچھ انکے پاس تھا لالاکر پیش کیا بعض تو بیگ چاندی کے ڈاے بعض سونے کے روپیہ نقد کسی کے پاس نہیں تھا۔ سونے کی تھنالیں رجاندی کے آفتابے سیاہ ریشمی زنانے پانچاے۔ دوشالے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں تھیں جو ہمارے سامنے لائی گئی تھیں جب میری باری آئی میں نے وہ بھاری دہائی بیگ توازن کا پیش کیا پس پیش کرتے ہی سب نے مجھے مر جاو صد مر جا کے نعرے مارے۔

کیا کہنے حاجی کیا کہنے۔ اب تو تم ایک خاصہ چھٹے ہوئے ترکمان ہو گئے، ہم سے تو کچھ بھی ہو سکا خصوصاً میرا لکسا میری وح سرائی میں تلو ہوا تھا۔

اسلان سلطان میرے بیٹے حاجی مجھے اپنی جان اور اپنے باپ کے سر کی قسم کہنے بہت ہی مردانہ وار کام کیا ہو۔ میں تھیں ایک نوڈی دو نکاتم اُسے اپنی بیوی بنا لینا اور پھر تم ہمارے ساتھ خوب مل جل کر زندگی بسر کرنا تھیں ایک خیمہ میں بھڑدن کے ساتھ بیٹگا ہمیں کتنی خوشی ہوگی کہ جب ہم اپنے سب رفقا کی ضیانت کر گئے۔

یہ الفاظ میرے دماغ میں جھل جھل ہو گئے اور میں نے یہ پہلا ہی موقع اپنی رہائی کا نہایت ہی استوار پایا لیکن ہوقت بہت شوق سے میری نظریں اس تقسیم پر پڑی ہوئی تھیں کہ جو لوٹ کی ہو رہی تھی کیونکہ مجھے امید تھی کہ میرے ہاتھ اور بھی ایک ستارہ زر نکالے گی لیکن میری اس محنت شاقہ پر اُنھوں نے مجھے ایک دنیا رکھی نہیں دیا۔ آخر بعد افسردگی میں نے کہا کہ جو کچھ جانکا ہے اس کی بقیہ وہ سب بیکار گئی ہے وہ سب بولے اگر تو نے ایک لفظ بھی نکالا تو میں تیرا سر کاٹ ڈالینگے میں چپکا ہو رہا اور اُن ہی پچاس ڈیو کیٹ کو جو میرے پاس تھے جان کے برابر رکھنے کو مجبور ہوا اور میرے ساتھی حصوں کے لیے چھینچھین کر رہے تھے۔ ان کا یہ تفسیہ بغیر خون کی

ایک بوند گرے فیصلہ ہو گیا تو ایک جھگڑالو کے دل میں یہ خیال نہ پیدا ہوتا کہ جب ہمارے پاس ایک قاضی ہو پھر ہم کیوں جھگڑا کریں وہ سب کا فیصلہ کر دیکتا تو بیشک انہیں قس جنگ بھرتی فوراً وہ مظلوم قاضی اُن کے بیچ میں لا کے بٹھایا گیا۔ اب وہ اسباب قلعے کے موافق تقسیم کرنے لگا۔ آہین سے بہت سا اسباب ہٹکا بھی تھا۔ اگر وہ اُسے فیصلہ کنندہ کے موافق فیصدی بھی کچھ نہ دیتے جب بھی اپنے مال کے لینے کا اتھاق رکھتا تھا۔

ساتواں باب

حاجی بابا۔ اور شاعر عسکرانے کی کیفیت

جس راہ سے کہ ہم آئے تھے اُسی راستہ سے واپس پھرے راہ میں قیدیوں کو گھوڑوں پر سوار کر لیتے تھے اور کبھی وہ بھاری پیدل چلتے تھے۔ شاعر کی موجودگی نے مجھے اپنی مصیبتوں میں پہلے ہی لمحہ سے ایک لچبی دی تھی میری سرسری نظر اس بات پر تھی کہ میں اس سے کچھ تعلیم حاصل کر دوں گا۔ میری خود ستائی اور خیال باطل شاید اس تصور سے کہ میں نے اسے مصیبت میں خون سے رہائی دلوائی ہو مجھے اور بھی زیادہ پھلاتا تھا اس شاعر کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خاص حمایت ظاہر کیے میں اسکا گناہ بننے میں کامیاب ہوا تاکہ میں اُسے شاعر کہنے پر ہر وقت مجبور کرتا رہوں چونکہ ہم اپنی زبان فارسی میں باتیں کرتے تھے اسلئے جو کچھ ہمارا حلی چاہتا بہت آزادی سے باہم باتیں کرتے کیونکہ یہ تو خون تھا ہی نہیں کہ کوئی ہمارا مفہوم سمجھ سکے گا میں نے اسے اپنے رہنے کے مقام سے مطلع کیا اور اسکو اس امر سے بھی خبردار کیا کہ میرا ارادہ اس مصیبت سے رہائی پانیکا ہو۔ اور اسکو خوب یقین دلا دیا کہ جہاننگ مجھے ہو سیکے گا۔ میں تیرے لئے بہت سہی کروں گا۔ وہ ایسے مقام پر جہاں اُسے سوائے بُری طرح کے پیش آنیکے اور کچھ بھی نہ دکھائی دیتا تھا میرے اُن مہربان الفاظ کو سنکے بہت ہی خوش ہوا اور جیسا نے دیکھا کہ یہ میرا خیر خواہ ہو تو پھر اُسے بھی اپنی اصلی حالت کو نہ چھپایا اور مجھ سے صاف صاف آزادی سے اظہار کر دیا۔

جو کچھ مجھے اس پر مشہد ہوا تھا وہی درست نکلا کر کیا تو یہ ضرور ایک لائق شخص ہو یا ملک اشعرا ہو۔
وہ شیراز سے طہران جاتا تھا جہاں شاہ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ اُسی دن وہ صہبان
ہو بچا تھا جہاں سے ہمارے ہاتھ لگ گیا اپنی راہ کی تکان اور آفت پر جو اس سفر میں مجھے حاصل
ہوئی تھی میں نے اپنا دل بہلانے کے لیے اُس سے درخواست کی کہ کچھ اپنی رام کہانی سناؤ۔
یہ سنکر وہ مظلوم مفصلہ ذیل لفاظی میں بیان کرنے لگا۔

میں کرمان میں پیدا ہوا تھا میرا نام عسکر ہے۔ مدت تک میرا باپ صوبہ کرمان کا گورنر بھی رہا اور
آغا محمد شاہ خواجہ ہر اکے عہد سلطنت میں اُسکے دشمنوں نے بہت فن فریب کھیلے کہ کسی طرح سے
یہ حکومت سے محروم کر دیا جائے لیکن اسکی قابلیت اور لیاقت کے آگے کسی دشمن کی کچھ نہ چلی گوانے
فریب تھے بہت ہی مضرت وہ مگر سب دہشت انگوس کرنا کام رہ گئے ہر وقت اُسے خوفناک موقعوں کا
سامنا رہتا تھا مگر اسکی تیزی عقل ان موقعوں سے اُسے بچاتی تھی۔ اور آخر وہ اپنی خوش قسمتی سے
شاہ حال کے دور سلطنت میں عزت کے ساتھ انتقال کر گیا مجھے اپنے باپ کی ملکیت پر جو اس ہزار
توان تھے قبضہ کرنے کی اجازت ملی کچھ عرصہ میں میں اپنی تعلیم حاصل کرنے میں بہت ہی مشغول رہا
جب میری سولہ برس کی عمر ہوئی تو میری فن خوشنویسی میں بہت ہی شہرت ہوئی۔ حافظ کا
دیوان کا دیوان مجھے حفظ یاد ہو اور مجھے شعر گوئی میں خود بھی وہ ملکہ حاصل ہو کر میں صد اشعار بے تکا
کہہ سکتا ہوں۔ کوئی ایسا مضمون نہیں ہو جو چیریں نے طبع آزمائی نہ کی ہو میں نے میلی مجنون کے
چرچہ اور عشق آمیز قصہ پر بھی قلم فرسائی کی ہے۔ میں نے کبھی بلبل کے عشقی کہانی اسکی زبان سے
نہیں سنی لیکن پھر بھی اُسکے محبوب گلاب کے پھول کے عشق کا فنا کا صاف کچھ نہج سکتا ہوں۔
جہاں میں آگیا ایسا کہیں نہیں ہوا کہ میں نے اپنے شہار میش کیے ہوں اور وہ بھری مجلس میں
ایک ایک کر نہ پڑھے گئے ہوں۔ اُس وقت شاہ کی جنگ صدیقی خان سے ہو رہی تھی یہ شخص
تخت سلطنت کا کاذب مدعی بن گیا تھا۔ ایک بڑا سیران ہوا خود شاہ نفس فقیرانہ مادہ پر کار تھے
آخر باغیوں کو شکست ہوئی۔ میں نے اس فتح کی خوشنودی میں شاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا۔

اور ہمیں یہ بیان کیا گیا کہ میدان جنگ میں ایک ابرجھار ہا ہر اور یکا یک رستم اسی میں نمودار
 ہوا اور شاہ کو دیکھتے ہی اسکے پیروں پر گر پڑا کہ یہی خیر ہوتی کہ میں حاضر خدمت ہو کر سرنگون ہوا
 ورنہ آپ کے تیر جگر شکان سے میری ہرگز خیر ہوتی۔ اور میں نے صدیق خان اور سکی فوج کی نسبت
 یہ کہا کہ انھیں غم و فوس نہ کرنا چاہیے یہ مانا کہ انکو شکست لگئی ہے لیکن پھر بھی شاہ اپنی اولو علی
 اور عالی جہتی سے انکی عزت ہی کرتا ہوا اور انکے سروں کو آسمان تک بلند کرتا ہوا اس نظم میں میں نے
 اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا جو شاہ نے ان مفتوح اشخاص کا کاسہ سروں کا ایک مینارہ بنایا تھا۔
 میرے ان اشعار کی رپوٹ شاہ کی خدمت میں پیش ہوئی شاہ اس سے بہت ہی خوش ہوئے۔
 اور میری انی عزت کی جتنی کہ ایک شاعر کی ہو سکتی ہو عام دربار میں بڑی عزت مجھے سونے کی
 اشرفیان مرحمت ہوئیں۔ گویا یہاں سے میری ترقی کی لین ڈوری آگے بڑھی مجھے دربار میں
 حاضر باشی کی اجازت ہو گئی اور حکم ہوا کہ ہر موقع محل پر شاعر موزون کیا کر ایک دن میں اپنا
 شوق اور جوش ظاہر کرنے کے لیے پادشاہ کی خدمت میں یہ التماس کیا کہ ہمارے شاعر غرا
 فردوسی نے شاہنامہ تصنیف کیا ہے۔ یہ اُسی کے شایان شان تھا کیونکہ فارس کا وہ ایک ہی
 سلطان ہوا جو جبکو خوش قسمتی سے ایسا شاعر ہوا تھا لگ گیا تھا جس نے اسکا نام وہ روشن کیا جو
 صفحہ عالم سے ہرگز نہیں مٹے گا اگر حضور مجھے اجازت عطا کریں تو میں ایک شہنشاہ نامہ تحریر
 کروں۔ شاہ نے نہایت ہی شفقت اور مہربانی سے مجھے اسکے لکھنے کی اجازت دی۔

دربار میں ایک شخص حاکم خزانہ میرا تاحق دشمن ہو گیا تھا اور بلا سبب سے مجھے بارہ ہزار
 تومان جرمانہ کر دیے تھے جسپر شاہ نے یہ کہا کہ چونکہ یہ اپنے زمانے کا لاثانی شاعر ہے اس سے یہ جرمانہ
 نہ لیا جائے۔

ایک دن دربار میں محمود غزنوی کی اس فیاضی کا ذکر ہو رہا تھا جو اسنے فردوسی کو اسکے ایک
 ایک شعر کی ایک ایک ہشتر فی قیمت دی تھی میں نے کہا کہ ہمارے شاہ کی فیاضی محمود شاہ غزنوی
 کے سادی ہی سادی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو کیونکہ اول صورت میں تو اسکا عمل مشہور

و معروف شاعر بارس پڑا اور دوسری صورت میں مجھ ایسے غریبے کو اپر ہوا جو حضور کے سامنے حاضر
تمام اہل دربار نے جو یہ سنا کہ سپر قدر نوازشات سلطانی ہوئی ہیں تو وہ بہت ہی متروک ہوئے
کہ کمان اور کس وقت ہوئیں۔

پھر میں نے پتہ وار ظاہر کیا کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے دس ہزار
تومان چھوڑے شاہ عالیجاہ نے مجھے سپر قبضہ کرینکی اجازت دی وہ دس ہزار تومان کو خود بھی
لے سکتا تھا دوبارہ خزانوں کے حاکم نے مجھے بارہ ہزار تومان جرمانہ کیا لیکن اسکے وصول کرنے
کی شاہ نے اُسے اجازت نہیں دی۔ تو گویا بارہ ہزار درجہ بھی اس میں زیادہ ہو گئے جبکہ میں چھوٹے
پرنس کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں خبر نہیں کہ کس قدر لے چکا ہوں اب میری زبان اور دل سے
بسیا ختم یہ نکلتا ہے کہ خدا شاہ کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے۔ اور اسکا سایہ رحمت تمام عالم پر
برقرار رہے۔ تمام اسکے دشمن مغتوج ہو جائیں۔ جو شمار کہ میں فخریہ کہتا تھا وہ بھی گوش گزار سلطان
ہو جاتے تھے۔ چند روز کے بعد مجھے ایک خلعت ملی جس میں ایک زر لفت کا کوٹ کر پڑھنے کیلئے
ایک دو شالہ۔ اور شالی روال سر پر باندھنے کے واسطے۔ اور ایک زر لفت کا چغہ جس میں لہن
بھی پیوست کیا گیا تھا ساتھ تھا اسکے علاوہ مجھے خطاب ملک شعلے سے بھی سرفراز کیا گیا جب میں
اپنا خلعت پہنتا تھا تو مجھے میرے دوست بہت بہت مبارکباد دیتے تھے اور جقدر کہ انکی عنایت
ونوازشات پہلے مجھے ہوئی تھیں اس سے بھی وہ زیادہ فرماتے تھے میں نے ایک نظم لکھی جس سے
مجھے اُس بدسلوکی سے جو حاکم خزانہ میرے ساتھ کرتا تھا دکنی نوازش اُسے میرے حال پر کی
اور اسکا باعث یہ تھا کہ میں نے اسکی جو بیچ کی تھی وہ اپنی غلطی سے اُسے اپنی تعریف سمجھ گیا وہ
اشعار عربی زبان میں تھے چونکہ آپ عربی نہیں سمجھنے کے واسطے میں نہیں سنا تا۔ میرے اشعار
وہ ادا کرتے اور ان میں وہ مثنوی میں نے معمر رکھے تھے کہ ممکن نہیں تھا کہ بغیر میری مدد کے اُسے کوئی
سمجھ جائے اور جب تک کہ میں اسکی تشریح نہ بیان کروں ذرا بھی کوئی سمجھے۔ تو بہ تو بہ مجھے علم
بہت کم میں بھی کمال مہارت حاصل ہو میں نے کئی دیباچہ دیں بھی لیکن جنکی دربار میں بہت ہی کم

تعریف ہوئی۔ میں نے کہا کہ کاجاک ایسا بنایا ہو جو ذرا سی حرکت میں تمام عمر چکر لگایا کرے اس حرکت کی تحریک کا آلہ اس میں شامل ہو۔ میں نے قسم قسم کے رنگین کاغذ بنائے ہیں میں نے ایک نئی قسم کا قلمدان بنایا ہو۔ میں بلند شاہراہ پر کپڑے بیوار ہاتھ اکھاڑا شاہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ مٹھر گئے اور مجھ سے یہ کہا۔ عسکر تیرے شعار طبیعت کو بہت ہی چھپتے ہیں، جب میں کپڑوں کی خوشبو کرتا تھا میرے تاجر یورپ سے میرے لیے جا کے لاتے تھے میں نے شاہ کے ارشاد کی تعمیل کی جب نوروز ہوا تو وہاں یہ دستور ہو کہ جب قدر اعلیٰ ملازم ہوتے ہیں سب بادشاہ کی خدمت میں نذرین گنڈا لاتے ہیں میں بھی شاہ کی مسواک کی تعریف میں ایک خوش نظم کہی اور میں ایک صحن بکس میں رکھ کر پیش کیا۔ جب قدر اہل دربار اس روز ہمارے دربار میں موجود تھے سب حکم ہوا کہ وہ میرے مندر پر بوسہ دیں جس سے یہ قیمتی اشعار برآمد ہوئے تھے۔ میں نے اپنی نظم میں شاہ کے دانتوں کو موتیوں سے تشبیہ دی اور مسواک کو موتیوں کا غوغا قرار دیا اس کے مسطورہ کو کنارہ مر جان بنایا جہاں کثرت سے گوہر آشوب پیدا ہوتے ہیں یعنی ڈارہی اور گھیر دار مومچھین جھنوں نے تمام چہرے کا احاطہ کر رکھا ہو گیا بھر بے پایاں میں ایک تنوچ ہو تمام اہل دربار نے میرے خیال کی موزونیت اور عمدگی پر مجھے مبارکباد دی۔ مجھے یقین تھا کہ جب فردوسی کے اشعار سے میرا مقابلہ ہوگا تو وہ میرے آگے لاشے محض ثابت ہوگا۔

غرض طرح سے شاہ مجھ پر ناگوں نوازشات کرتا رہا۔ شاہ کو ہل مرکا بہت خیال تھا کہ کوئی ایسا موقع ہو جس سے اسے دولت ہاتھ لگ جائے اور عزت بھی پوری حاصل ہو تو کچھ شائے نے اس خدمت کے لیے مقرر فرمایا کہ میں شہزادہ کے لیے جو گورنر فرس تھا سالانہ خلعت فاتحہ بجا یا کروں۔ شیراز میں میری بہت ہی آؤ بھگت کی گئی اور لوگوں نے کثرت سے مجھے بطور نذرانہ کے بہت کچھ دیا۔ جو کچھ مجھے یہاں سے ملا ایک خاصی مقدار روپیہ کی میرے پاس مل گئی لیکن شب گذشتہ کے جانکاہ واقعہ نے وہ تمام روپیہ اور عزت خاک میں ملا دی جو کچھ میرے پاس تھا سب مجھ سے لے لیا گیا۔ اور اس میں مصیبت کی حالت میں تم مجھے دیکھ رہے ہو اس کے

بیان کر تکی کچھ حاجت نہیں ہو۔ اگر آپ میری مدد نہ کریں گے اور مجھے رہائی نہ دلاؤ گے تو میری حالت
میں میری جان بچا محال ہو۔ شاید شاہ کو میری رہائی کا کچھ خیال ہو لیکن تحقیق وہ میرے لیے
ایک تانبہ کا پیسہ بھی بطور فدیہ کے نہ ادا کرے گا۔ حاکم خزانہ وہ میرا دوست نہیں ہو کہ مجھے اس سے
کسی قسم امید ہوئی تو زیر اعظم ہو اسکی عقل یہاں تک ہو کہ وہ یہی نہیں جانتا کہ جیسی گھڑی کو کیوں
پھیل کر دے تین اور اس سے تو وہ محض بلدی ہو کہ یہ بنتی کیوں کر ہو۔ بھلا پھر وہ کیا خاک میری
اس حالت پر دم کرے گا اور زرخند یہ ادا کرے مجھے کیوں رہائی دلا دینا گوارہ رو پیہ جو میں بطور فدیہ
ادا کر کے رہائی حاصل کرتا وہ ان کنجش وحشیوں نے مجھے لے لیا اور جہان سے ہر قدر رو پیہ
مل سکتا ہو میں جانتا ہوں یہ میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ میں اس وقت ناگہانی میں کھنس
جاؤں اس لیے مجھے بھی کچھ غم نہیں ہو۔ اب تم میرے مسلمان ساتھی ہو آ یا تمہیں حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے محبت ہو تاکہ میں آپ سے ملتی ہوں کہ آپ مصیبت میں میری مدد کریں۔

آکھوان باب

حاجی بابا کا ترکمانوں سے بچنا

جب وہ شاعر اپنی رام کہانی ختم کر چکا تو میں نے اُسے یقین دلایا کہ جہان تک مجھے ہوسکے
تیری خدمت گزاری میں کمی نہیں کرنے کا لیکن اُس وقت تک حال مجھے بکریا چاہیے میرے
اس وقت ان تدابیر پر بھی عمل نہ کیا جو میری آزادی حاصل ہونے کے لیے تھیں اور اس لیے
اس وقت شاعر کے بچانے میں بھی بڑی دقت خیال کی یہ محض ناممکن تھا کہ جب تک ہم کھلے
ہوئے میدانوں میں رہے میرے ملک کی نظریں مجھ پر پڑی ہوں اور میں ذرا دیر بھی اسکی
نظروں سے بچا ہوں۔ اُن کے گھوڑے ایسے عمدہ تھے جیسا میرا گھوڑا تھا اور ان راہوں سے
مجھے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ ان حالتوں میں ان سے بچنے کی کوشش کرنی اس سے
زیادہ دیوانہ پن کیا ہوتا۔

اب ہم اُن ہی دیران جنگلوں کی حدود میں پہنچے۔ اور ہم وہ بلند راہ جو طہران سے

مشہد کو جاتی ہے جو رکنیکو تھے اور یہاں ہم میں مسافروں نے مکان کے مشرقی طرف سے سلطان
سلطان قیام کیا تھا یہاں سلطان سلطان نے تجویز کیا کہ ہم ان برانوں کے درمیان میں ایک دن پویشی
شاید ہماری تقدیر سے کوئی کاروان نکلے تو ہمیں اس کے غارت کرنے اور لوٹنے کا چھامو
ہاتھ لگے گا۔ بہت فخر کے طرے ایک سپاہی جو متصل کی پہاڑی میں قیام پذیر تھا بھاگا ہوا
آیا اور اسے اگر خبر دی کہ میں نے دمنان کی سیدھ میں مٹی کے دل بادل اڑتے ہوئے دیکھے
ہیں اور وہ اس طرح پر جو مشہد کو جاتی ہے ہمارے قریب ہوتے جاتے ہیں۔
ہم یہ سنتے ہی سب چوکس ہو گئے۔ تو کمانوں نے اپنے قیدیوں کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر
اسی مقام پر ڈال دیا۔ جہاں پہنچے آرام کیا تھا اس خیال سے کہ جب ہم کاروان کو لوٹاں گے
آئین گے ان کو اٹھا لینگے۔ اب ہم گویا خون اور غارت کے لیے مستعد ہو گئے۔
سلطان سلطان سب سے آگے ہوا تاکہ حریت کی جمعیت کو جانچے اور ملاحظہ کرے پھر مجھے
اپنے پاس بلایا اور کہا حاجی یہی وقت اپنے کو سب میں ممتاز کرنے کا ہے۔

بیاتاجہ داری زمر دی و زور

تم میرے ساتھ ساتھ رہو دیکھو میں کیا کیا کرتا ہوں اور کیسے کیسے کرتا ہوں مجھ سے ظہور پذیر ہوتے
ہیں۔ تم کو یہ ساری باتیں مجھ سے سیکھنی چاہئیں تاکہ تم آئندہ مواقع پر بڑی بڑی ہموں میں
کام کر سکو۔ میں نے تمہیں اپنے ساتھ اس لیے بھی لیا ہے کہ تم میرے ایک ترجمان بنو کیونکہ اکثر ان
کاروانوں میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوتا جو ہماری زبان سمجھ سکے۔ ہم دونوں آج کے بہت ہی
قریب پہنچ جائینگے شاید ان کے رہبر سے ہماری مصالحت ہو جائے اور اگر ہمارے موافق
کام نہ بنا تو ہم مع انہی کل جماعت کے کاروان پر گر پڑینگے۔

جب دو مسافر قریب آگئے تو میں نے دیکھا کہ سلطان سلطان کے منہ پر ہوا بیان اڑنے لگیں
سلطان سلطان مجھے ڈر ہے کہ یہ کاروان نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک جماعت کے ساتھ سفر کرتے
ہیں۔ گو میں نے گھٹنہ کی آواز نہیں سنی ہو لیکن خاک ایک رخ سے کچھ بلند معلوم ہوتی ہے یہ ایک

بے قدر و سواروں کا پراہی پانچ گھوڑے سوار رہنا معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کچھ منہ کا نواز نہیں ہے۔ جب وہ بہت قریب آئے تو یہ پوری طرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ کاروان نہیں ہیں۔ لیکن بہت بڑی شناسائی اور جانچ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ گورنر صوبہ ہر جو دورے میں تھا اس کے ساتھ کنزلیس اُس کے نوکر چاکر اور سپاہی ہر کاب تھے اور ان لوگوں کی شان و شوکت اور نوک بٹھرک ویسی ہی تھی جو ہمیشہ ان موقعوں پر ہوا کرتی ہے۔

جب میں نے یہ دیکھا تو میرا دل بہت ہی خوش ہوا کیونکہ یہاں مجھے ترکمانوں سے بچنے کا بہت ہی اچھا موقع تھا۔ اور میں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی ان کے قریب ہوں تو مجھے قیدی بنالینے اور پھر سلطان سلطان کو بھی کچھ شہہ ہوگا اور میں ضرور بیچ جاؤنگا یا مالوہ گورنر پہلے مجھے بڑی طرح پیش آئیگا لیکن میری ملاقات سانی میری سبب بیستون کو کھو دیگی اور جو وقت میں اپنی رام کہانی بیان کروں گا ممکن ہو کہ پھر گورنر مجھے مہربانی کرے۔ یہ صبح کے میں نے سلطان سلطان سے کہا اور جلوانکے قریب ہو جائیں اور اس کی اجازت کے انتظار کے بغیر میں نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ وہ فوراً مجھے پھرنے کے ارادے سے میرے پیچھے لپکا۔ جو غریب زمین کے چھوٹے بند ٹکڑے کو ملے کیا کہ ہمیں صاف ایک تیر کی زد پر ایک عظیم شان جات نظر پڑی فوراً ہی ان کی نظر میں ہم سے دو چار موہٹیں چھریاں سات عمدہ سوار ہیں دیکھتے ہی گھوڑوں کو دوڑا کر ہماری طرف لپکے اور ہمارے قریب آئے۔ ہم نے انھیں دیکھتے ہی بھاگنے کے لیے باگین پھیریں سلطان سلطان تو ایسا اندھا دھند بھاگا کہ اسے پھر خبر نہ ہوئی لیکن میں نے صرف اپنے پکڑوانے کے لیے اپنے کو ذرا ٹھککادیا فوراً میں گرفتار ہو گیا۔ گھوڑے پر سے مجھے اتار لیا گیا میرے ہتھیار چھین لیے گئے میرے پچاس ڈاکٹ بھی انھوں نے لوٹ لیے میرے استرے چھین لیے غرض جو کچھ میرے پاس تھا کچھ نہ چھوڑا۔ یہ سارا کام چند لمحے میں تمام ہو گیا گو میں اپنے ان نئے مالکوں کو لفین دلایا کہ میں ہرگز آپ کے پاس سے نہیں جانے کا لیکن جب بھی انھوں نے میرے اُس دوشالہ سے میری مشکیں کس لین جو دوشالہ میری کمرے انھوں نے

کھولا تھا مجھ پر چاروں طرف سے گھونے کے پھلے پڑ گئے چائے پڑتے تھے کیونکہ میں جلدی نہ چلتا تھا وہ جگو گھسیٹتے ہوئے کشان کشان ۔

پادست دگرے دست بدست دگرے

اپنے سردار لے پاس لائے جو مع اپنے لواحقین کے دورہ کر رہا تھا۔ جس قسم سے کہ اسکے ساتھ برتاؤ ہوتا تھا اور اسکے آگے خمیدہ قامت ہونا صاف ظاہر کرتا تھا کہ یہ کوئی شاہی خاندان میں سے ہو جو نہ ہی میں آگے گیا میں نے اپنی حالت کا نقشہ اسکے آگے کھینچا کہ میرے سر پر کپڑے گھونے رسید ہوئے ہیں۔ یہ ایسا تھا گویا میں حضور شہزادہ کے قدموں پر گرتا ہوں۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ایک گھیر کر لیا اُس نے میری رہائی کا حکم دیا۔ جب میں نے اپنے کور ہایا تو ان لوگوں کی حد سے میں نے اپنے کو علیحدہ کیا جو وہاں کھڑے ہوئے تھے اور دوڑ کر شہزادے کے چہرے کا دامن پکڑ لیا جو گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے یہ کہا دو پناہ یا شہزادہ! باڈی گاڑو کا ایک سوار مجھے اس گستاخی کی سزا دینے کے لیے لیکا لیکن شہزادے نے یہ منظور نہ کیا کہ وہ مجھ سے کچھ آنکھ ملا سکتا شہزادے نے مجھے اپنی حفاظت میں رکھنے کا مجھے وعدہ کیا اور اپنے ملازمین سے حکم کر دیا کہ کوئی اسے تکلیف نہ دے پھر مجھے حکم ہوا کہ اپنی رام کہانی بیان کر کہ تو اس موقع اس مقام میں باہر صورت کیونکر نمودار ہوا۔

گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر اور زمین خدمت کو بوسہ دیکر جہاں تک مجھے ممکن ہو سکا میں نے اپنی مختصر رام کہانی عرض کر دی۔ اور جو کچھ میں نے بیان کیا اُس کو خوب مضبوطی سے بیان کیا اور اُس کے ضمن میں میں نے یہ بھی کہا کہ اگر حضور اپنے سواروں کو ان قزاقوں پر حملہ کرنے کا حکم دیں تو ملک لشعر عسکرانے جو دواہرائیوں کے ساتھ گرفتار پیچھے بلا ہوں نجات پا جائیگا اور وہ جو کچھ کہ میں نے گزارش کیا ہو سب کی تصدیق کر دیں گے۔ میں یہ کہہ ہی چکا تھا کہ اتنے میں نہ سوار جو سلطان کے تعاقب میں گئے تھے واپس آئے انکے چہروں سے ہر اس چمکتا تھا۔ انھوں نے حضرت علیؑ اور شاہ کے سر کی قسم کھا کر بیان کیا کہ کثرت سے ڈاکو جمع ہیں۔ ایک نہ بار

ہونگے جو ہم پر حملہ آور ہونے کو ہیں اب شہزادہ صاحب آپ ان سے جنگ کر نیکی لیے تیار ہو جائیں
 میں نے اُن سے کہا کہ جناب وہ صرف بیس ہیں مگر کسی نے بھی میری بات کا یقین نہیں کیا مجھے لوگوں
 نے سنا ہی اور سخت کذاب تصور کیا اور ہر شخص نے مجھ سے کہا کہ یاد رکھو اگر ترکمانوں نے حملہ کیا تو ہم
 تجکو دین قتل کر ڈالیں گے۔ یہ گروہ ایک عمدہ موقع پر پہنچا تا کہ اپنے دشمن کو پورے طور سے ملاحظہ
 کر سکے اور اُن کے سب نشانات وہ ظاہر کرتے تھے جسے کہ ترکمان فارس میں شناخت ہوتے ہیں۔
 میرا گھوڑا تو مجھ سے لے لیا گیا اور مجھے ایک اسباب والے لداؤنچ پر چڑھنے کا حکم دے دیا جہاں
 مجھے اپنی بد قسمتی اور اس کجست حالت پر تفکر کرنے کا بہت اچھا موقع ہاتھ لگا تھا۔

اور دواچہ گو میت کہ جہاں دروزگار | بابا ہر رانچہ کرد جہاں دروزگار
 نہ گروہ میں ایک پسینہ کوئی رفیق اگر میری نظروں کے سامنے کچھ تھا تو صرف ذائقہ کشی کی میت کا
 اور ڈراؤنی صورت نظر آتی تھی میرے دل میں ابھی دین اسلام کے نور کا وہ چمکارہ تو پوری
 طرح سے جلوہ نما تھا کہ میں نوشتہ قضا و قدر پر تکیہ کر کے کچھ رنج و الم نہ کرتا۔ اپنی حماقت اور
 اہلی پر خون کے آنسو روتا تھا کہ اس میں میں نے خود اپنے کو دیدہ و دانستہ پہنسا یا تھا۔
 ”خود کردہ راعلا جے نیست“

اپنے وطنی لوگوں کی حمیت و اخوت کے وہ شعلے اور اُن کی محبت کی بھڑکتی ہوئی آگ
 جو قید میں بھی میری چھاتی میں مشتعل ہوتی تھی کیا اب نہ ہو گی پھر مجھے اس مصیبت و آفت سے
 کیوں نہیں رہائی دیتے بہت زور زور سے اُسی پریشانی کی حالت میں ان کو گالیان دے رہا تھا
 میں ان لوگوں سے جو میرے گرد تھے، تم اپنے کو اچھا کہتے ہو۔ تم میں دشمنوں کی سی بھی
 طبیعت نہیں ہے، وحشی کیا تم تو جانوروں سے بھی تو بدتر ہو۔ بس تمہارا مقابلہ ترکمانوں سے
 ٹھیک ہو۔ بعینہ تم اُن ہی جیسے ہو۔

جب میں نے دیکھا کہ میری گالیان دینے سے وہ لوگ قہقہہ لگاتے ہیں تو پھر میں نے یہ کہنا
 شروع کیا۔ حضرت امام حسینؑ کے واسطے سے۔ بنی آخر الزماں کے طفیل سے۔ اپنے بچوں کی دھول

کے صدقہ سے مجھ سے تم غیر شخص کی طرح کیوں پیش آتے ہو۔ کیا میں تمھاری طرح مومن نہیں ہوں
میں نے کیا کیا ہے کہ مجھ پر یہ ناگمانی آفت ٹوٹ پڑی ہے۔

خدا کے رانظرے کن بجاجی میکسن | کہ این تم زدہ جیف است بیشیت افتادہ

میں نے تمھیں اپنا دوست سمجھا تھا کہ اسے پاس پناہ لی ہے اور تم مجھے اس طرح ڈھکیل م ڈھکیل
سے پیش آنے کی کوشش نہیں کرتے۔

رحم کردن بر ضعیفان رحم بر خود کردن است | واے بشیرے کہ آتش فریستان بگسند

اتنی جھج بھج بکارت بھی کسی نے میری ڈھارس نہیں بندھا لی صرف ایک خچر والا جس کا نام علی
تھا خچر پر سے قلبان لے کر آتا اور مجھے پیئے کو دیا۔ اور کہا کہ اے میرے بیٹے ہر شے میں نیا
میں خدا کے دست قدرت میں ہے۔

خچر والا۔ اپنے خچر کی طرف اشارہ کرتے جس پر وہ سوار تھا جب خدا نے اس خچر کو سیاہ
بنایا ہے تو کیا علی قیصر اسے سفید کر سکتا ہے۔ تو بہ تو بہ۔ دیکھو ایک دن تو اسے اناج کھانے کو
لےتا ہے اور دوسرے دن اسے خاردار درخت وغیرہ چرنے پڑتے ہیں کیا ہم قسمت سے کچھ بچ کر سکتے ہیں

جو چاہتا ہے کہ تاراج ہو چاہے گا کرے گا | یہ بات حکومت کی تھی کو ہی سن رہا ہے

تو قلبان پیو اور خوش ہو۔ اور خدا کا شکر کرو کہ تمھارے ساتھ کچھ برائی نہ ہوگی دیکھو حافظے
کیا خوب کہا ہے کہ تجھے جب قدر خوشی کا وقت ملے اسکو تو غنیمت جان تو کیا جانے کہ مال کا کیا ہوگا
(فارسی میں عموماً یہ امر دکھایا) دیکھا کہ درجہ کے کمینہ شخص بھی موقع موقع سے اپنے شعر کے اشعار
استعمال کرینگے گویا فارسی سرائی شاعرانہ دماغ رکھتے ہیں خچر والے کی اس تقریر نے مجھے کچھ
تسکین دی۔ اور جب اُسے دیکھا کہ یہ بھی حافظ کے اُسی طرح سے اشعار پڑھتا ہے جو طرح میں
پڑھتا ہوں اور اسکو ذرا بھی تکلف نہیں کرنا پڑتا بلکہ مجھ سے دو قدم آگے ہے تو اُس نے اور بھی
مجھ پر عنایت کی۔ اور تمام رستہ سفر میں اُس نے مجھے اپنے طعام میں شریک رکھا۔ اس طرح اُس نے
مجھ سے کہا کہ جس شہزادہ کے قبضہ میں تم آئے ہو یہ شاہ ایران کا پانچواں بیٹا ہے جسکو شاہ

نے حکومت خراسان پر در کی تھی اب یہ شہر میں جاتا ہے جو اس کی قلم رو میں داخل ہے اس نے صرف ترکمانوں کے سرحدی خون سے کثرت سے یہ ہیر و نگاہ اپنے ہر کاب لے لیا ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ اس کو ترکمانوں سے جنگ کرنے میں خوب ہی مشاقی ہے۔ یہ بہت سے سر ترکمانوں کے طہران بھیج چکا ہے تاکہ شاہی محل کے دروازے پر آویزان کیے جائیں۔ اور تم اپنے کو بہت ہی خوش قسمت خیال کرو کہ تم نہ مار گئے اگر تم گورے ہو تے تمھاری چھوٹی چھوٹی آنکھیں ہوتیں اور تمھارے کثرت سے بال ہوتے اور تمھارا یہ سیاہ رنگ جیسے تم ہونہ ہو تا بچہ تم کبھی کے قتل کر دیے جاتے اور تمھارے سر کی ترکمان کے سر کی سی گت بنتی۔

جب ہم رات کو اپنی آرام کی جگہ میں پہنچے۔ یہ ایک جنگل کے پاس صرف تنہا ایک مکان تھا جہاں چو نصف دیران پڑی تھی میں نے چاہا کہ شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بچاؤ کیس کے لئے بتی ہوں کہ آپ کے سواروں نے لے لیے ہیں آپ مجھے دلو اور بھیجیے۔ اور میرا گھوڑا ہتھیار سب مجھے مل جائیں جنکی نسبت دعویٰ کرنے میں میں نے کچھ لپٹ پیش نہیں کیا باوجودیکہ میرے دل میں خود یہ خیال پیدا ہوا کہ جس شخص نے کہ میری چیز دن کو لیا ہے وہ بھی میری ہی طرح سے ان چیزوں کا استحقاق ثابت کرے گا۔ اب میں وقت کی تاک میں رہا شام کی نماز نے مجھ کو خود اسکے پاس پہنچایا شہزادہ اس غالیچہ پر کادٹیکہ لگائے بیٹھا ہوا تھا جو کارو نہر کے بالا خانہ پر بکھا ہوا تھا وہ لوگ جو حاضرین دربار تھے مجھے علیحدہ کرتے تھے لیکن جب میں نے یہ کہا کہ عرض دارم۔ تو شہزادہ نے مجھے قریب آنے کی اجازت دی اور مجھے دریافت کیا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے ان ملازموں جنھوں نے مجھے پہلے پکڑا تھا اور مجھے بری طرح پیش آئے تھے شکایت کی اور کہا کہ حضور مجھ سے جبراً پاس ڈیو کیٹ چھین لیے اور خداوند کی عنایت سے مجھے میرا گھوڑا اور ہتھیار بھی ملے چاہی میں۔ اُس نے ان لوگوں سے جو اسکے گرد جمع تھے دریافت کیا کہ وہ کونسا شخص ہے جسکی شکایت کرتا ہے جب ان کے نام لیے گئے تو شہزادے نے اپنے ایک خاص ملازم سے کہا کہ انھیں فوراً خدمت میں حاضر کر۔ جب یہ لوگ آئے تو یہ دو شخص تھے میں نے ان بانیاں فرما دیں جو بیان کیا

اور شہزادے سے متمس ہوا کہ حضور یہی ہیں کہ جنھوں نے مجھ پر ظلم نوڑا ہے۔

شہزادہ۔ کبھو وہ رویہ کہاں ہے جو تم نے اس شخص سے اٹھا ہے۔

دو شخص۔ ہمنے کچھ بھی نہیں لیا ہے۔

شہزادہ۔ اچھا ہم ابھی دیکھ لیتے (اپنے افسردہ من سے ایک کی طرف اشارہ کر کے)
فراشوں کو بلاؤ۔ اور ان بد معاشوں و غباروں پر کوڑے بازی کرواؤ کہ یہ نکالیں دو چھک
ڈیو کیٹ کہاں ہیں۔

حکم کا ہونا تھا کہ ان پر کوڑے بازی شروع ہوئی جب خوب کھال دھڑی تو آخر کو قبول
کہ ہاں اسنے ڈیو کیٹ لیے ہیں اور لیجیے یہ موجود بھی ہیں یہ زر نقد شہزادے کے پاس
پہونچا یا گیا۔ شہزادے نے اسے ایک ایک کر کے گنا اور پھر اسے گاؤں کے نیچے رکھ لیا جس
سہارا لگا ہے وہ بیٹھا ہوا تھا ان شریر بد معاشوں کو بھڑو دیا۔ اور ایک زور کی آواز میں
کہا کہ تو خارج کرو یا گیا۔ میں منہ کھولے ہوئے اس میدان سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا
کہ نہ زر نقد مجھے ملے گا کہ ایک شخص نے میرے شانے کو پکڑ کر مجھے دھکے دیکر باہر نکال دیا۔
میں نے کہا ارے بابا میرا رویہ تو دیدو۔

شہزادہ۔ کیا کہتا ہے۔ اگر کچھ بھی بولے تو جوتے رسید کرو۔

یہ سنتے ہی اسنے اپنی بھاری پزار سبز رنگ کی اٹھالی اور میرے منہ پر رسید کی اس
نعل نے مجھے بہت ہی تکلیف دی۔ کیون اب بھی تو شاہ کے صاحبزادے سے اس طرح کہے گا۔
حاجپ چپا تے چلا جا اور اپنی آنکھیں کھول ورنہ کان ندرد ہو جائینگے۔ بس مجھے زور سے
دھکے دیدلا کرواٹے ہٹا دیا میں ایک نہایت ہی مایوسانہ حالت میں واپس پھر کر آیا اور
اپنی یہ کل رام کہانی خیر و اے کے آگے بیان کی اسنے سنکے ذرا تعجب نہ کیا بلکہ مجھ سے یہ کہا
اب اس سے زیادہ تم کیا امید کر سکتے ہو۔ کیا وہ شہزادہ نہیں ہے۔

جب وہ یا کوئی حاکم اپنے قبضہ میں کوئی چیز لے لیتے ہیں تو پھر یہ کیا ممکن سمجھتے ہو کہ وہ اس

کر دینگے۔ استغفر اللہ بس تم بالکل خچر کو دیکھ لو ایک دفعہ ایک مٹھایا بکٹا سبز گھاس کا تم اس کے
مٹھ میں دید و ممکن ہو کہ مٹھ میں جانے کے بعد اُس سے ایک تنکا بھی لے لو یہی حال شہزادہ
کا ہو کہ جہان کوئی چیز قبضہ میں آگئی پھر کیا جاتی ہو۔

نوان باب

حاجی بابا کا اپنی مصیبت میں سقا بننا

ہم مشہد ایک معقول وقت میں پہنچے۔ شہزادہ مع اپنی تمام ہیر و نگاہ شان و شکست
وغیرہ کے نہایت ہی سنجیدگی کی صورت میں داخل ہوا۔
اپنے کو میں نے ایک غیر شہر میں کھڑے ہوئے پایا نہ کوئی بار نہ ٹنگسار اور نہ کوئی ایسا شخص جس سے
مجھے مدد مل سکتی نہ ایک جڑا ستر و تنکا جس سے کوئی صورت نسی نمودار ہوتی جب میں نے اپنے حال کے
نظر ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی پانچ تومان باقی ہیں جن کو میں نے کاروانسرا سے سین چکر
بھانٹت تمام رکھ لیا تھا۔ اور ان کو اپنی ٹوپی کے استر میں سی لیا تھا۔ میرے پاس ایک بھوری
اون کا کوٹ تھا بھیر کے چڑکی جاکٹ۔ ایک کرا۔ دو پانچا سے اور ایک جوڑا بھاری بوٹوں کا خچر
جب تک مجھے روزانہ خوراک تیار رہا میں اس پر ایک سیبیانہ علیحدہ کر دیا تو اب میں کیونکر میسر کر سکتا کہ
مجھے دراز بھانے کا بوجھ تھا۔ کیا کیا کہ جب تک وہ اور اسکا خچر شہزادے کی نوکری میں تھے اُسے رسد
ملا کرتی تھی اب دونوں اپنی نوکری سے علیحدہ کر دیے گئے میں نے چاہا کہ پھر اپنا پیشہ جاری
کا کرنے لگوں۔ مگر بھلا مجھ پر کسکو اعتبار تھا کہ وہ اپنا کلا آگے کر دیتا کیونکہ میری شہرت
ترکمان سپاہی کے نام سے ہو گئی تھی اور علاوہ اُس کے میں اگرچہ استرے بھی خرید سکتا تھا
لیکن مجھ میں استدار و وسعت نہیں تھی کہ ایک دکان کرایہ کی لیکر اس میں اپنا کام چلاتا مگر
اُس کے مقابل میں یہ منظور نہوا کہ نعل میں اُستر او بائے گھر گھر حجامت بناتا پھر دن میرے
خچر و اسے دوست نے جو مشہد کے طریق اور عادات سے بخوبی واقف تھا مجھے مشورہ
دیا کہ تو سقا بنجا۔ تم ایک نوجوان اور مضبوط شخص ہو۔ بھاری آواز میں بھی بہت کر دکھ ہے

تم لوگوں کو ذرا لہراتی ہوئی آواز میں سبیل پلا سکتے ہو۔ تم میں ذرا چرب زبانی اور چالپوسی اور سحران بہت ہو ایسے موقع کی یہ قابلیت بھی جان ہو۔

زائرین کا گروہ مقبرہ امام کی زیارت کر نیکی لیے آتا ہو۔ اُوقت خیرت کرنا گویا وہ اپنا سبب نجات تصور کرتے ہیں اور ان لوگوں کو وہ آزادانہ دیتے ہیں جو ان سے ثواب بخشوانے کا وعدہ کرتے ہیں۔

تم ان کے ہاتھ حضرت امام حسین کا طفیل کہہ کر کے ایک ایک جرم بھی ہمیشہ پہلے تو کھڑا آگے کر کے مفت ہی کی درخواست کرو مگر تم خوب یقین کر لو کہ وہ بغیر قیمت دیے نہیں ہندیں رہیں گے جب تمہارا گاہک پانی پی لے تو تم ذرا زور ڈال کے کہو۔ خدا کرے تمہارا یہ جرم حسب دلخواہ ہو۔ خدا کرے حضرت امام حسین تمہیں اپنی حفاظت میں لے لیں۔ خدا کرے تم کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو بس اس قسم کی باتیں تم اس زور سے کہو کہ سب کے کانوں میں یہ آواز گونجے غرض کہ ان زائرین کے آگے جو سیکڑوں میں یہاں عبادت گزاری کے لیے آتے ہیں یقین ہو کہ جو کچھ تم کہو گے وہ اُسے باور کر نیگے اور تم چاہو جو کچھ کہ سکتے ہو۔ دیکھو میں خود مشہد میں سقا بناتا ہوں کیونکہ یہاں کی تجارت کو بخوبی جانتا ہوں صرف اسی سقائے سے میں نے خیر بھی خریدیے ہیں اور جو کچھ میری حالت ہو تم دیکھتے ہی ہو۔

میں نے اپنے دوست کی نصیحت پر عمل کیا۔ میں نے ان تومان کی مشک اور ایک بونجی ٹوٹی خریدی۔ اور پانی پلانے کا ایک روشن پیالہ مول لیا اپنی مشک میں پانی بھر کر میں نے کچھ دیر اُسے یونہی رکھ دیا تاکہ بدبو چڑھے کی جاتی رہے۔ جب بوجاتی رہی میں اُسے بھر کے مقبرہ پہنچا اور فوراً ہی کام شروع کیا۔ جو صد کہ پانی پلانے میں لگتا تھا یہ بھی۔ سبیل ہی شہیدوں کے نام کی پیاسا سجا۔ یہ آواز بہانہ تک مجھ میں قوت تھی خوب ہی زور سے زخمی پھلا کر لگاتا تھا اور اپنے رفیق خچر والے کی نصیحت سے دو دن پہلے سے اسکی مشق بڑھالی تھی۔ مجھے بہت کا تو یقین تھا کہ بڑے تجربہ کار شاخص سے ہرگز ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹاؤں گا

جون ہی میں جا کر وہاں مشک لیکر کھڑا ہوا ان سقون کی نلکہ بھجپڑی جو وہاں قدیم سے پانی پلاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ شاید مجھے استحقاق کی بابت سوال کر نیکی کہ تیرا کونسا حق ہے جو تو یہاں پانی پلانے چلا آیا جب میں حوض میں پانی بھر نیکی لیے گیا سب سقے میرے ساتھ جھگڑنے لگے اور ایک سقے نے تو یہی چاہا کہ مجھے اندر ہی دھکا دیدے کہ حوض میں پڑا خ سے جا پڑوں۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہ ایک مضبوط اور قوی شخص ہے اور میری مضبوطی میرے بازوؤں سے ہوید اٹھی۔ تو اب کر ہی کیا سکتے تھے۔ بس اور تو کچھ نہو سکا برا بھلا ہی کہنے پر قناعت کی اور جس کے وہ مالک ہی تھے۔ زبان اپنے قبضہ میں ہو چاہے جو کچھ ہانک دیا۔ میں فوراً پانی بھر کے اُن کے آگے بڑھا اور انھیں سکتے ہوئے فطرت ہی کو یہ منظور تھا کہ میں شک بھی کندھے پر رکھوں اور سقا بنوں۔ ایک ہی لمحہ گزرا تھا کہ میں غلیظ اور ناپاک حوض میں سے پانی بھر کے لایا تھا لیکن میں نے اُس کی مدح سرائی یوں شروع کی: یہ پانی اُس دریا کا ہے جس کی ایک شاخ جنت میں جا کر گرتی ہے:

یہ امر ایک بعید الفہم ہے کہ یہ خوش ذائقہ کس قدر تھا اور یہ بھی دور از قیاس ہے کہ میں نے کس قدر روپیہ اُس کی سبیل پلانے میں حاصل کیا۔ میں ہر وقت اس تاک میں رہتا تھا کہ کوئی نیا گروہ زائرین کا آئے اور جب وقت کہ وہ اپنے خجروں پر سے اترتے تھے تمام رہتہ کی خاک میں لت پت اور ترکمانوں سے جان بچنے میں خوش۔ وہ اپنا حفاظت سے پہونچنا ایسا مبارک سمجھتے تھے کہ بہت کشادہ دلی سے وہ میرے پانی پلانیکا معاوضہ ادا کرتے تھے اور میرا زور زور سے تنبیہ آمیز الفاظ میں کہنا شاید ہی ہو کہ خالی گیا ہو۔

ماتم حسین جو فارس میں مذہبی ارکان سمجھے بہت دھوم دھام سے کیا جاتا ہے اور ختم ہونے کو تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ محرم الحرام کی دہم تا بیچ کو بھی اپنی مشک سے سبیل پلاؤں۔ کیونکہ کہ بس ہی روز نمایان غم دالم کا ہوتا ہے اور ہر شخص ماتم حسین میں سینہ دکا دکھائی دیتا ہے۔

بہر گامے کہ سخی حوریان را موسیگر سخی

بہر سوسے کہ مینی قدریان را نوہ خان مینی

شہر کے ایک عظیم الشان وسیع میدان میں یہ ساری کیفیت اور مرتبہ خوانی۔ ماتم وغیرہ
 ہوتا ہو مجھے مینہ ہوئی کہ میں صرف اپنی قوت کے بل پر بہت کچھ فائدہ اٹھاؤنگا۔ اور میری شہر
 بھی پوری ہوگی میں نے پانی کی مشک بھر کر کندھے پر رکھی اور استقلال اور رحمت کو اپنے ساتھ
 ایک شخص میرا حریف بھی تھا جس سے گذشتہ تقویٰ میں مقابلہ ہوا تھا لیکن جب میں نے پانی
 کی بھری ہوئی ایسی مشک اٹھائی جو ٹھیک مشک سے کہیں بڑی تھی پھر لامحالہ وہ مجھے کمر
 میں جھکڑا کر سکتا تھا میں اُس سے ہرجائیں قوی تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے لوگوں نے یہ سمجھا کہ
 بھئی ذرا اس سے بچتے رہو کیونکہ یہ ایک حاسدانہ طبیعت رکھتا ہے۔ اور یہ اُسکے آگے کوئی ایسی
 نہیں ہو کہ بھٹ یمن فوجدار کی کر بیٹھے۔ غرض جب وہ دن آیا شہزادہ اپنے اُس کمرے پر جلوہ
 ہوا کہ جو محل کے دروازے پر بنا ہوا تھا۔ تمام مخلوق اپنے مذہبی ارکان ادا کرنے کے لیے جمع ہوئی
 میں بھی بدن سے لکڑی پر ہنہ جس میں خون دوڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا ہو بچا اپنی بو بھلا
 وزنی مشک کے باعث سے آہستہ آہستہ قدم اٹھائے جب میں اُس کھڑکی کے نیچے ہو بچا
 جہان شہزادے صاحب بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے میں نے زور زور سے اُن کو دعائیں
 دینی شروع کیں اُنھوں نے اوپر سے ایک اشرفی بھینکی وہ میں نے لپک کے اٹھائی۔ علاوہ
 اشرفی دینے کے وہ میرے کام سے بھی بہت خوش رہے اسی نشا نشا اور خوشی کے عالم میں
 میں نے چند لڑکوں سے جو مشکیں لیے قریب ہی کھڑے تھے کہا کہ تم میری پیٹھ پر بیٹھ جاؤ چنانچہ
 اُنھوں نے ویسا ہی کیا لوگوں کو سخت آجھب ہوا اور ایک غل شور میری تعریف کا جج کیا پھر
 میں نے دوسرے لڑکے کو بلایا وہ بھی میری پیٹھ پر چڑھ بیٹھا میرا حریف موقع کی تاک میں تھا
 وہ یہ دیکھتے ہی جلدی سے ایک بلند مقام پر جا کر کھڑا ہوا تاکہ وہاں سے مجھے صدر پر ہونچا
 لیکن صرف اپنی قوت کے بل پر میں اُس وزن کو بھی بھٹیر میں ادھر ادھر لیے پھر اور بچے
 تکلف نہیں کرنا پڑا۔ گو اس وقت جوش میں تو مجھے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوئی لیکن جب گھڑا
 تو دیکھا کہ پیٹھ تو ایسی پکا پھوڑا ہو گئی کہ مزید نہ بھٹے ہرگز مشک کندھے پر نہ اٹھائی جاسکتی

ناچار مین نے اپنی مشک اور جتنی چٹنوں اُسکے متعلق خریدی تھیں سب بیچ ڈالیں اور وہ رُود
جو مجھے سبیل بلانے میں ہاتھ لگا تھا اُسکے سبب یہ حالت میری اُن فوس ناک حالت سے
بہتر تھی کہ جب مین اپنے سخت اور مصیبت زدہ سفر سے مشہد میں داخل ہوا تھا۔ میرا دوست نچا
چندر دز کے بعد ایک قافلہ کی ہمراہی میں طہران روانہ ہو گیا۔ مین نے اپنے حریف پر جس سے
میری فوجداری ہو گئی تھی قاضی کے جلاس میں دعویٰ دائر کیا لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ
قانون ملکی میں کوئی بھی سزا ایسے جرم کی نہیں ہے۔ اس میں تو یہ مرقوم ہے کہ دانت کے بدلے
دانت آنکھ کے بدلے آنکھ۔ لیکن کسی کو کچھ کچوک دینے کے بدلے کچوک دنیا مرقوم نہیں ہے۔
کاش میرا کوئی قوی دوست ہوتا تو ضرور میری اس قوت بخشی کرتا اور پھر شاہدین دادری کو
پہونچتا۔ لیکن مجھ جیسا مصیبت زدہ شخص نہ جس کو کوئی جانے نہ جکا کوئی رفیق پھر مجھے کیا حاصل
ہو سکتا تھا ہاں صرف روپیہ ایسے موقع پر کھونا تھا کھو دیتا کچھ حاصل ہونا خیر صلاح تھا۔

دسوان باب

حاجی بابا کا اپنے دل میں شورہ کر کے پھیری پھر کر تبا کو فروخت کرنا
مین نے اپنے دل میں یہ شورہ کیا کہ اب مجھے آئندہ زندگی بسر کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے
زندگی کے بہت سے راستے میرے لیے کشادہ تھے۔ مشہد میں گداگری کی راہ بہت ہی کھلی ہوئی ہے
جو سقائے کی کامیابی پر شاہد تھی۔ جو مین نے کس پھرتی سے نبھایا تھا۔ پہلے مین نے ایک ریچھ
نچانیوالا بننا چاہا۔ لیکن اس فن میں کچھ شاگردی بھی کرنی پڑتی تھی۔ اس میں اول تو ڈھبند
سیکھنی پڑتی تھی اور پھر تعلیم لینا پڑتا تھا کہ ریچھ کو کیونکہ سدا یا کرتے ہیں۔ لیکن مین نے خیال کو
ترک کر دیا پھر مین نے ایک دکان کرایہ پر لیکے اپنا پیشہ شروع کیا۔ مگر میرا ہرگز نیشا تو تھا نہیں
کہ مین ایسے دور دورا د شہر میں اپنی ریاست کروں گا اور مین رہ پڑونگا۔ آخر کار مین نے
اپنی طبیعت کا رجحان اس طرف دیکھا اور جبکا خود بھی مجھے بہت شوق تھا کہ مین گلی درگلی
تبا کو بیچتا پھر ورن۔ اس ارادے پر مین نے مختلف قدر کے حقے خریدے۔ ایک لٹری کی

کشتی لی جس میں مہنہ لین بھی تھیں۔ جسکو قسم سے مین نے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ مین نے ایک طرف اگ رکھنے کے لیے مول لیا۔ یہ میرے ہاتھ میں رہتا تھا۔ ایک جوڑا دست پناہ کا۔ ایک صراحی پانی کی۔ ایک آنکڑا پیچھے میری پشت پر ان سبکو بٹھالے رکھتا تھا۔ کئی بڑے بڑے تھیلے لیے جنہیں ہر وقت تمباکو بھرا رہتا تھا۔ جب میں ان سب چیزوں سے اپنے کو لادتا تھا اور ظاہر ہو کہ یہ سب چیزیں میرے ہی جسم کی سواری کرتی تھیں اُس وقت میں بالکل خالی پشت معلوم ہوتا تھا جو اپنے خار کھڑے کیے ہوئے چلا آتا ہوں میرے پاس تمباکو کئی قسم کا رہتا تھا۔ تبا س خیراز۔ سوسا۔ دمشق کا۔ یہ واقعی درست ہو کہ میں صاف اور خالص تمباکو نہیں رکھ سکتا تھا۔ تمباکو کی تھوڑی اصلی بیتوں میں مین کثرت سے ادھر ادھر کی خراب تبا پاک چیزیں کوڑا کرکٹ۔ ملا کر لوگوں کو پلاتا تھا مجھے اس بات میں بہت ہی ملکہ ہو گیا تھا کہ مین کا کون مین اس کو بہت زور دے کر اصلی ثابت کر دیتا تھا غرض میرا کل نفع صرف میرے مختلف طریق منہر تھا جو تنہا خاص کہ متوسط درجہ کے مجھے لیتے تھے تھیں مین نصف میل کا تمباکو دیتا تھا اور جو کم درجہ کے لیتے تھے تھیں ایک حصہ تمباکو اور تین حصے کوڑا کرکٹ ملا ہوا ملتا تھا اور جو بہت ہی کم درجہ کے ہوتے تھے اُنکو صرف فضلہ ہی پکڑا دیتا تھا۔ لیکن جہان میں نے دیکھا کہ مجھ پر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ اسکا تمباکو اچھا نہیں ہوتا تو یہ وقت مین نے اپنے اچھے تمباکو کی شہادت کے لیے اصلی اور خالص پیش کر دیا مین عمدہ عمدہ نمونے دکھاتا اُسکے بڑے بڑے فوائد بیان کرتا اور اُس باغبان کی تالیف بیان کرتا جس نے اُس تمباکو کو بویا تھا اور اسی کی کچھ شہادت مین اُسکے پودے پرورش ہوئے تھے اور پھر اُس زمین کا پتا دیتا جہاں یہ بویا جاتا ہو۔

غرض مشہد مین میں اپنے حقون کی عمدگی میں مشہور ہو گیا۔ میرا خاص کام ایک دردش تھا جو ایسا پینے والا اور پڑا کھتا تھا کہ مین اُسے ہمیشہ صاف و خالص تمباکو دیا کرتا تھا۔ اور اگرچہ اُس کی گاہکی سے مجھے کچھ نفع نہ ہوتا تھا کیونکہ داگلی مین وہ کھرانہ تھا لیکن وہ ایسا چرب زبان تھا اور اپنے اکثر دوستوں سے کہا کرتا تھا کہ بھئی اُس نوجوان سے تمباکو لیا کرو۔ مین ہرگز

نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بات اس کے خلاف مرضی ہو۔ یہ درویش جس کا نام درویش سفر تھا ایک خاص مہنت کا شخص تھا۔ اس کی لہی پکڑوان ناک۔ تیز تیز سیاہ آنکھیں۔ ایک گنجائی اڑھی دو طرفہ شانوں پر بڑی بڑی زلفیں چھوٹی ہوئیں۔ اس کی مخدومی ٹوپی پر چاروں طرف قرآن شریف کی آیتیں اور پاک پاک دعائیں مناجاتیں کڑھی ہوئی تھیں۔ ایک سرخ ہرن کا چمڑا اس کی پشت پر پڑا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ میں ایک فولاد کا ڈنڈا ہر وقت رکھتا تھا۔ اور اکثر جب چلتا تو کندھے پر رکھ لیتا۔ دوسرے ہاتھ میں ایک فلاںش رہتی تھی جس میں تین زنجیریں پڑی رہتی تھیں جب کسی مسافر سے سوال کرتا تو اس زنجیر کو ہلا دیا کرتا۔ کہ میں ایک ہارنگ سلیمان کا جسمین کثرت سے وزنی تسبیح کے دانے تھے لگتا رہتا تھا۔ اور جو بوقت یہ فقیر بازاروں شاہراہوں میں چکر لگاتا تھا ایک وحشت اور دیوانہ پن اس کی باتوں اور کاموں میں ہوتا تھا جس سے خود بخود ناظرین کی طبیعت پر ایک فسر دگی چھا جاتی تھی مجھے پھر معلوم ہوا کہ اس پر ایک استغاثہ ایک عورت کیطرح سے دائر ہوا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی یہ حالت بنائی تھی۔ کیونکہ جب یہ میرے حق پر پیتا اور وہاں اُس وقت کوئی نہ ہوتا اور نہ کسی فرد بشر کے آنے کا گمان ہوتا یہ خاصہ جون کا تون آدمی نجاتا اور وہ باتیں کرتا جو آدمی کیا کرتے ہیں غرض ان فقیہ سے بہت جلد میں وہاں کی صورت نکل آئی۔ آخر درویشوں کے چھوٹے سے دائرے میں مجھے بھی لے گیا جو لوگ کہ انسی نیم اور اسی پیشہ کے تھے یہ فقیران درویشوں کے ساتھ بلا شرکت غیر سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اپنی کئی مجلسوں میں اُس نے مجھے بھی مدعو کیا۔ یہ درست ہے کہ مجھے یہ نہ اچھا معلوم ہوا کہ میں انکی شرکت تمباکو پلانے میں کروں کیونکہ وہ میرا تمباکو پی کر اس قدر منع کر دیتے تھے جو تمام میرے گاہک بھی اس قدر نہ پیتے مگر ان کی صحبت اس قدر پسندیدہ تھی کہ میں ان کی خواہش انھیں باز نہ رکھ سکتا تھا۔

درویش سفر نے ایک دن شام کو جب ہم سب بیٹھے ہوئے معمول سے زیادہ تمباکو پی رہے تھے مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ماہی بابا تم بڑے ہی تمباکو پیچنے والے ہو تم ہماری طرح درویش

کیون نہیں ہو جاتے۔ ہمیں آدمی کو آو بنالینا کچھ بات ہی نہیں ہے۔ گو ہماری زندگی دوسری نہ
مختصر ہو تا ہم ہم بہت ہی آزادی سے بسر کرتے ہیں۔

اصل پوچھو تو ہماری زندگی صرف ان کی کمزوری طبیعت اور سریع الاعتقادی پر منحصر ہے۔
اور جو بات میں نے تم میں دیکھی ہے مجھے اُمید ہے کہ تم ہمارے فن کو ترقی دو گے۔ اور ایک وقت
میں تم شیخ سعدی کی طرح مشہور زمانہ ہو جاؤ گے جب درویش سفر یہ کہ چکا تو اور لوگوں نے
جو مجھے فقیر ہو جانے پر آمادہ کرتے تھے بہت ہی آفرین کی اور اُسکی اس تلقین کی دل سے
تعریف کی۔ میں نے اس سے کچھ انحراف نہیں کیا۔ لیکن میں نے ان ضروریات باتوں سے اپنی
ہمالت بیان کی جو اس فقیری حالت میں ضرور ہونی چاہئیں۔

میں بھلا آپ خیال تو فرمائیے۔ یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ مجھ ایسا جاہل نا تجربہ کار شخص
کیون کر فقیر بن سکتا ہو اور اس میں فقیر کی کل صفیتیں کیون کر آسکتی ہیں۔ یہ حق ہے کہ میں کچھ
لکھنا پڑھنا جانتا ہوں۔ میں نے قرآن شریف بھی پڑھا ہے اور سعدی حافظ کی تصنیفات مجھے
حفظ بھی یاد ہیں اور اسکے علاوہ میں نے شاہنامہ کا ایک بہت بڑا حصہ دیکھا ہے لیکن اسکے
سوائے میں محض جاہل کنہہ نا تراش ہوں۔

درویش سفر۔ فوس اسے میرے دوست تم کچھ درویشی میں بھی جانتے ہو اور پھر بھی
مخلوق اللہ سے کم ہو درویشی کے لیے کچھ بہت علم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اول مقام
درویشی ہے۔ جس قدر واقفیت تم نے بیان کی ہے اس کا حصہ اور کچھ سجائی درکار ہے چکا
میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نہ صرف تھیلوں پر بلکہ لوگوں کے دنوں کے مختار نہو جاؤ
تو مجھ سے آئی۔ دیکھو صرف اسی غیرہ جشی کے طفیل سے مجھے بڑے بڑے آرام اور عیش حاصل ہوئے
ہیں اور مجھ سے تم جیسے لوگ جو یہی نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہو ڈرتے بھی ہیں اور سری
عزت کرتے ہیں مجھے آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔

جب درویش سفر یہ باتیں بنا چکا تو اسکے ساتھیوں نے بہت ہی تعریف کی اور اس کے قول

آفرین کی۔ نہیں اس قسم کے کرب آتے تھے جو وہ لوگوں کو کر کے دکھاتے تھے کہ میں ایسا حیران ہوا
اور مجھے ہسکا ایسا خیال ہوا کہ یہ باتیں ضرور کھینچی جاہدیں کہ یہ کس طرح عملدار آند کرتے ہیں انھوں نے
اقرار کیا کہ ہم آئندہ جلسہ میں انہی تاریخ پوری بیان کریں گے اور انھوں نے مجھے خوب زور دیا
تنبیہ کی کہ تو اپنے خیالات اس آسائش اور آرام کے موقع کی طرف بدل دے اور تیری یہ حالت
اُس سے بہتر ہوگی کہ تو بتا کو بچتا پھرے اور گلی گلی جو تیان چٹھا دے۔

گیا رھوان باب

درویش سفر کی معہ دو اور درویشوں کے تاریخی حالت

جب ہم سب ملے ایک جگہ جمع ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں حقے تھے اور سب دیواروں سے
بٹھیں لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کمرے میں جب کی کھڑکی ایک چھوٹی مربع زمین کی طرح
کھلی ہوئی تھی اور جہاں پودہ گلہ سستہ وغیرہ لگے ہوئے تھے ہمارا سب کا سرخچ اور سردار گرد و پیش
سفر بیٹھا ہوا تھا اُس نے اپنی تاریخ ان مفصلہ ذیل الفاظ میں بیان کی۔

میں لوتی باشی کا بیٹا ہوں۔ جو شہزادہ شیراز کے دربار میں سخون کا فسر تھا۔ اور دربار میں
وہ طاؤس کے نام سے مشہور تھا۔ ایسے والدین کے سائے عاطفت میں تم خیال کر لو کہ میں نے کیا
تعلیم پائی ہوگی بچپن میں میرے دوست اور میرے ساتھی بندر اور ریچھ تھے جو میرے باب
اور اُس کے دوستوں نے پالے تھے۔ ان ریچھوں اور بندروں کو صد ہا قسم کے فن فریب تعلیم کیے گئے
تھے۔ ان کو تیزی اور ہوشیاری کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔ ان ہی کی دیکھ دیکھ مجھے نقالی ایسی آئی
تھی کہ جبکہ استعمال مجھے اپنی تھم زندگی کرنا پڑا۔ پندرہ برس کی عمر میں میں ایک فاضل لوتی
(ایران میں ریچھ بچانے والے کو کہتے ہیں) بن گیا۔ مجھے خود بھی آگ پھانسی آتی تھی بانی کا فوہ
منہ سے نکال سکتا تھا اور ہاتھ کی صفائی کے بہتے تمام کے کھیل مجھے آتے تھے۔ میرا شہر
استقرار بلند ہوا کہ روز بروز کے جشن کے جلسہ میں اہل دربار کے سامنے میں ایک مضبوط
کھڑا ہونا چاہتا تھا کہ مجھے دیکھ کے اُس شہزادے کی لڑکی جو اونٹوں کے تو بچانہ کا جزل تھا

فریفتہ ہو گئی ایک نوجوان اونٹ بانکنے والا جو میرا بہت ہی گہرا دوست تھا اور جسکی بہن جبریل کے گھر میں نوکر تھی ایک دن انکی بہن نے اپنے بھائی سے کہا کہ ہماری بیگم صاحبہ رستے پر ناچنے والے شخص پر عاشق ہوئی ہیں۔ جون ہی مجھے اطلاع ہوئی میں فوراً مزارعہ نویس کے پاس گیا جو ایک گوشہ بازار میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور اُس سے کہا کہ تم مجھے ایک خط عشق و محبت کا لکھ دو۔

سُرخ روشنائی سے ہوا اور جقدر چلے آئیں سب سے فراق کی بیکلی اور شب وصل کی آرزو اور دل کی سچینی اور طبیعت کی بیتابی ٹپکتی ہو۔ اس مضمون سے بہتر اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ میں بالکل مر گیا۔ اور مجھے یہ مرگ ناگمانی صرف تمھاری اُن آنکھوں سے ہوئی کہ جنہیں دو شعلے آتشیں مشتعل رہتے ہیں۔ اسی آگ نے میرے جگر اور دل کو بھون کر کباب کر دیا۔ باوجود اس بیان کے آخر میں میں نے یہ بھی تحریر کر دیا کہ چونکہ اب تک میں تمھارے دہرا نور سے نہیں مل سکا ہوا۔ تم خود کوئی تدبیر ایسی نکالو جس سے مجھ پیاسے کو شربت دیدار پینے کا موقع ملے۔ بڑی خوشی کی حالت میں مجھے کچھ سمجھائی تو دیا نہیں مطلب تو یہ تھا کہ کسی طرح جٹھی ہاتھ آئے میں نے مزارعہ نویس کو اپنی معشوقہ کا بھی نام بتا دیا۔ نام کا بتانا تھا کہ اُس نے یہ بھی راستہ نہیں دیکھا کہ میں اُس سے کچھ شکا معاوضہ تو لے لوں۔ بدھا اٹھا ہوا جبریل کے پاس چلا گیا اور اُس سے جا کر کہا کہ لوتی باشی کا بیٹا آپکی صاحبزادی پر نظر رکھتا ہے یہ ایسا گناہ ہے جو جہان ہی نہیں ہو سکتا جبریل کی دربار میں بہت رسائی تھی اور اُس کا خوب کنا سننا تھا اُس نے دربار سے حکم لے لیا کہ لوتی باشی کا بیٹا شیراز چھوڑ کر چلا جائے۔ میرے والد نے شہزادے کی ناخوشی نہ چاہی اور میرے باپ کا ساتھ ہی اُسکے یہ خیال تھا کہ اسکی شہرت بہت ہوتی جاتی ہے اور یہ بڑا ہونا جاتا ہے یہاں پر کہ میرا رقبہ بن جائے غرض ان صورت تو ہمہ کی وجہ سے مجھے شہر چھوڑنے پر آمادہ کیا صبح کے وقت جب میں شیراز سے روانہ ہونیکو تھا اور اپنے دوستوں بندروں کے چھون اور اسی قسم کے دوسرے جانوروں کو رخصتی سلام کر رہا تھا کہ میرے باپ نے مجھے کہا۔ ”اے میرے بیٹے سفر تیری مفارقت کا مجھے بہت ہی صدمہ ہے۔ وہ تعلیم جو تم نے یہاں پائی ہے اور وہ خاص

منافع جو تھیں ہماری اور تمہارے جانوروں کی سوسائٹی (انجمن) میں رہنے سے حاصل ہوئے ہیں واقعی تھیں ان میں کامیابی ہوگی۔ میں تمہیں اس وقت وہ شے وقف کرتا ہوں جو کس تیزی سے دنیا کی دولت تمہارے پاس گھسیٹ کر لائے گی۔ میں تمہیں اپنا خاص بندر دیتا ہوں جو اپنی قوم میں سب سے کامل ہو۔ اسے تم اپنا سجادہ دست بچھنا اور اسے مجھے سمجھ کر رکھنا اور مجھے مہید ہو کہ تم ایک وقت میں وہ ناموری اور شہرت، عزت پیدا کر دے جیسی میں نے کی ہے اس کے بعد میرے باپ نے اس بندر کو میرے کندھے پر بٹھا دیا اور باپن ہیئت مجموعی میں اپنے محبت بھرے باپ سے رخصت ہوا میں یہاں سے سیدھا صافان کی طرف روانہ ہوا اور میری یہ روانگی کچھ دل پسند طریقے پر نہیں تھی کیونکہ میں یہ مشکل سے جانتا تھا کہ آیا طبیعت کی ان تغیری حالتوں میں خوش ہوں یا غمزدہ ہوں۔ بندر اور خود سری یہ دو چیزیں بیشک خوشنما اور شادمانی کی جان تھیں لیکن اپنے جلیسون اور ان مقاموں کو چھوڑنا کہ جسے بچپن سے مجھے محبت ہو گئی تھی اور اس شیریں مثال کی نعت والفت و عشق کی تصویر جو وقت کہ میری آنکھوں کے آگے کھینچی تھی اس وقت میرے دل کا حال کچھ نہ بوجھو، اسی غم والہ کی صورت میں ایک درویش کے جھوپڑے پر پہنچا جو اللہ کر اس قدر رنگ تھا کہ توبہ۔ میرا دماغ سنجہ والہ میں ڈبا ہوا تھا اور مجھ پر ایسی اور ہر اس طاری تھا میں اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا۔

کمان ہم اور کمان غم ہم کو غم سے کچھ غرض طلب
دے اے حضرت دل تم نے ہم پر مہربانی کی

میں جھوپڑے کے قریب ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ ایک طرف بندر کو بٹھالیا۔ میری آنکھوں نے اس غم کے چرکے سے جو میرے دل پر بیٹھا تھا برابر آنسو بھرے تھے اور میں اس حالت رقت میں کس زور زور سے یہ کہہ رہا تھا آہ داسے آہ۔ داسے۔ یہ وہ الفاظ تھے اور اس درد سے کلیجہ سے نکلتے تھے کہ سننے والے کو بھی رجم آئے۔ میری یہ دردناک آواز سنکر درویش باہر نکلا۔ اور میری ساری کیفیت سنکر مجھے اندر لے گیا جھوپڑے میں میں نے ایک اور فقیر کو دیکھا کہ جو سابق الذکر

بھی زیادہ رعب والا تھا۔ وہ ایسے ہی کیڑے پتے ہوئے تھا جیسے مین ہوقت پہن رہا ہوں بلکہ یہ ٹوپی جو میرے سر پر ہے اسی کی جو لکین ہکے دیکھنے سے وحشت ہکتی تھی۔ مگر بالکل وہاں قریب وہ معلوم ہوتی تھیں یعنی یہ وحشت بناوٹ کی تھی۔

میرے اور میرے ساتھی بندر کے پہلو میں یکایک وہ کسی خیال سے چونکا دو نون فقیر نے باہم خ کے طور پر باتیں کر کے مجھے کہا کہ میں تجھ کو اپنے ساتھ صفیان لچلون گا۔ اور میں تجھ پر نظر شفقت سے دیکھتا ہوں۔ ایسے رستہ پر تجھے ڈال دوں گا کہ تو خوب دولت کمانے لگے گا۔ میں نے بہت خوشی سے یہ منظور کر لیا۔ پھر چھوڑے ولے درویش نے ہمیں حقہ پیسے کو دیا میں اور یہ فقیر جسے مجھے صفیان لچلنے کا وعدہ کیا تھا باہر اٹھ کر ایک اچھی جگہ میں چلے آئے اور جب تک کہ جگہ مقصود پر نہ آگئے کچھ باتیں نہ ہوئیں اس درویش کا نام درویش بیدین تھا۔ اُسے وہاں بھیکر مجھ سے یہ سوال کرنا شروع کیا کہ تمھاری گذشتہ زندگی کیوں کر گذری اور تم نے کیا تعلیم حاصل کی۔ جب میں نے اپنے کمال کا حال کہا کہ مجھے اس اس امیرین بہت ملے جو تو وہ بہت ہی خوش ہوا پھر اس فقیر نے وہ وہ منافع جو درویشی میں حاصل ہوتے ہیں بیان کرنے شروع کیے اور کہا اس کجخت ریچہ بندر سچانے میں جو بہت ہی کمینہ پشیہ ہو کیا رکھا ہو۔ اور آخر مجھے بیان تک آما وہ کیا کہ میں نے اُسکے ہاتھ پر بیت کر لی۔ اُس نے مجھ سے نصیحت یہ کہا کہ بھئی اگر تو نے مجھ کو اپنا آقا اپنا استاد سمجھا تو جو کچھ مجھے آتا ہو میں سب کی تجھے تلقین کروں گا اور اُس نے مجھے تلقین دلایا کہ مجھے کچھ علم نہیں آتا استاد آتا ہو کہ فارس میں ایک کامل فقیر مشہور ہوں پھر اُس نے مجھے جادو اور نجوم کا ذکر کیا اور مجھے یہ بیان کیا کہ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے جادو ٹونے کیے ہیں یہ بڑی کا صدقہ ہو کہ ایک دولت کثیر میرے ہاتھ لگ گئی۔ ایک خرگوش کی دم کو ایک بچے کے پاسنے میں رکھ دو پھر تم یقیناً سمجھ لو کہ اُس کو نیند آجائگی۔ اگر خرگوش ہی کا خون تم ایک گھوڑے کو پلا دو تو پھر دیکھو اُسے کس قدر تیز اور چابک قدم بنا دیگا آنکھ اور بھٹیرے کی انگلی کا جوڑ لڑکے کے جسم سے چٹو او وہ جڑی اور عالی ہم بن جائیگا

اور بھڑپے کی چربی کسی عورت کے جسم سے مل دو اسکی تاثیر یہ ہوگی کہ اُس کا ختم خود بخود
 محبت کریگا اور اس قدر اُس سے بالفت پیش آئیگا کہ جسکی کوئی حد نہیں۔ اگر ہکا پتا بھی
 اسی طرح عورت سے مل دیا جائے تو اُس کے ہاں اولاد پیدا ہووے۔ چیخ کی مادہ کا چمڑا اگر
 تمام جسم پر لپیٹ لیا جائے تو اُس شخص سے تمام عالم محبت کرے اور خود بخود ہر ایک کا دل اسکو
 طرف کھینچے اسی قسم کی اُسے اور باتیں بیان کرنی شروع کیں یہاں تک کہ اسکی باتوں سے
 میرے دل میں ایک دلچسپی کی آگ بھڑکی جبکہ اُسے ظاہر دولت کی ایک صورت مجھے دکھائی
 اور اُسے مجھ سے خود ہی کہا کہ میں تم سے یہ بات کہتا تو ہوں لیکن شاید تمہیں پسندیدہ نہ ہو۔
 فقیر بیدین۔ سفر تم نہیں جانتے کہ کس قدر خزانہ اس بندر میں ہے جس کے نام مالک ہو لیکن
 یہ میرا مطلب نہیں ہے کہ جب تک یہ زندہ رہے اس میں سے یہ خزانہ نکال آئے بلکہ میری یہ غرض ہے
 کہ جب یہ مرجائے گا تو وہ خزانہ اس میں سے نکال آئیگا۔ اگر یہ مرجائے پھر میں اس میں سے ایک مصلحہ
 نکالوں کہ جس سے پھر پورا جادو ہو سکتا ہے۔ شاہ کی حرموں میں وہ سونے کے برابر وزن کے
 بیچا جائیگا۔ تم واقف ہو کہ صرف بندر کا کلیجہ اور خاص کر اس قسم کے بندر کا کلیجہ جو بھارے
 پاس ہے ہر قدر مفید ہے کہ بھارا مطلوب تم پر خود عاشق ہو جائے اور اپنی جان نثار کرنے لگے۔
 اسکی ناک کا چمڑا اگر ناک کے گرد آدمی لپیٹے تو پھر ممکن ہے کہ زہر اثر کرے اگر اس بندر کو
 دھیمی دھیمی آگ میں جلایا جائے اور اندر ہی اندر اس میں جلتی چلی جائے اور پھر یہ راکھ بچائے
 اس کی راکھ اسی قسم کے بندروں کو فائدہ دیتی ہے۔ انھیں چالاک عیار۔ اور تقلد بنا دیتی ہے
 یعنی قوت تمنع ایسی آجاتی ہے کہ جو کچھ اُن کے سامنے کرودہ اُسی وقت سیکھ لیں۔ اُس نے
 پھر یہ تجویز کیا کہ ہم اس جانور کو ضرور ہی قتل کریں گے۔

میں واقعی اس تجویز سے بہت گھبرایا۔ میں اور یہ دونوں گویا گھر سے ساتھ نکلے تھے
 جو کچھ نامساعد بخت سے ہم پر گذرتی وہ ہم مل کر سہتے اور جو کچھ ہمیں فراخی اور کشادگی ملتی
 ہوتی ہم دونوں پر زرا بگذرتی اور پھر ایسی صورت میں اُسے اس وحشیانہ طریقہ سے کھانا نہیں

جان سکتا ہو کہ میرا دل کیا اکتا ہوگا۔ میں عنقریب درویش کو جواب خشک دینے کو تھا جب
 میں نے دیکھا کہ کیا تو فقیر کا چہرہ ہنس کھٹھتا اور بخندہ پیشانی باتیں کر رہا تھا یا یکایک اُسے غصہ
 کے سُرخ ہو گیا اور اُس کے رنگ گرگٹ کی طرح بدنے لگے مجھے یہ ڈر معلوم ہوا کہ کمین یہ اُسے
 زبردستی نہ چھین لے کیوں کہ اس وقت میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا میں آخر بہت ہی بیدار
 اُس کے تعمیل حکم پر راضی ہوا۔ ہم پھر ٹرک سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اس بندر کو ایک تنہا پاٹ
 کے درہ میں لے گئے۔ ہم نے کیوں کے درخت کے سولے ٹھنڈ اور چڑین وغیرہ جمع کیں اور
 ایک آگ مشتعل کی جو فو لاد کو بھی کھلا دے۔ جب وہ آگ خوشمتل کی گئی میرا ساتھی اُس میں
 بیجا گیا۔ اُس نے میرے مظلوم بندر کو پکڑ لیا اور آٹا فافا میں اُسے ہلاک کر ڈالا۔ پھر اُس درویش
 بیدار نے اُسکی نعش کی قطع دُور کی اُس کا جگر نکال لیا۔ اس کی ناک کا چھڑا لے لیا اور پھر
 اُسی آگ میں اُسے جلا دیا۔ جب یہ جل بھج کر راکھ ہو گیا پھر بڑی ہوشیاری سے اُس کی کل
 راکھ کو جمع کیا۔ اور یہ راکھ اُس فقیر نے اپنے روال کے کونہ میں باندھ لی۔ پھر ہم دونوں
 مل کر سفر کی راہ پر روانہ ہوئے۔

ہم ایک ٹھیک اور درست وقت میں صغمان پہونچے وہاں میں نے بھانٹی کے
 کپڑے اتار ڈالے اور فقیری پوشاک پہن لی اور پھر ہم سیدھے طہران کی طرف بڑھے یہاں
 میرے آقا پیر کی بہت ہی آؤ بھگت ہوئی۔ جون ہی لوگوں نے سنا کہ یہ آگیا ہو حق جو
 اُس کی زیارت کے لیے آنے لگے۔ اور اُس سے تعویذ گنڈے لینے شروع کیے۔ ماؤں نے
 اپنے بچوں کو نظر بد سے بچنے کے لیے تعویذ مانگے۔ بہتوں نے کہا شاہجی کچھ ایسا کرو جس سے
 میرا خداوند تاج طر ہو جائے۔ جنگ اور سیاہی بھی برا ہے کہ کچھ ایسی غصے محافظ دیجے کہ
 جنگ میں ہمیں تنگ جگر دوز اور گولہ قلعہ شکن مطلق اذیت نہ پہونچ سکے۔ لیکن شاہی
 محاسر کی بگمیں اس فقیر کی حاصل خواص کا ہون میں سے تھیں۔ اُن کا مدعا دلی یہ تھا
 جس کے لیے وہ جان و تہ تیغ تھیں کہ کسی طرح شاہ کی توجہ ہم پر پائل ہو۔ ان مطالب کے لیے

ماوی اشیا جو اس درویش بیدین نے فراہم کیں واقعی بہت ہی بڑی بات تھی اُسکے پاس سیاہ گوش کے بال تھے الو کی پٹھ کی ہڈی۔ اور مختلف تیار یون کے لیے ریچھ کی چربی بھی رکھتا تھا۔ ایک بیگم کے ہاتھ جو سبب اپنی زیادہ عمر ہونے کے نظروں سے گری ہوئی تھی اور بیگم کی نسبت اس پر التفات شاہی نہ ہوتا تھا میرے اسی بندر کا کلیجہ بیجا اور اس بیگم کو یقین دلایا کہ جو قوت تم اس کلیجہ کو اپنے جسم کے کسی حصہ میں باندھ کر شاہ کے کنگے جاؤ گی شاہ تمہاری اور رقیب بیگم سے تم ہی کو ممتاز کرے گا اور نگاہ شاہی کی تم ہی مطلع ہو گی۔ ایک بیگم نے یہ شکایت کی کہ مجھ پر شاہ کبھی نظر ہی نہیں ڈالتے ہر چند میں بنی سنوری رہتی ہوں کہ ان کی توجہ اپنی طرف پھیر دن لیکن وہاں تہہ ہی نہیں۔ درویش بیدین نے اس بندر کی را کھ اُسے دی کہ اس کا جو شانہ کر کے بی جا نا۔ تیسری بیگم نے یہ کہا کہ میرے جھڑیان پر کسی ہن کوئی ایسا جاؤ کہ وہ جھڑیان مٹ جائیں درویش نے ایک تیل سے اسے کر لیا کہ اگر اُسی طریقہ سے ملا گیا جس طرح سے میں نے رکھا ہو اور بیگم صاحبہ جب تک آئینہ میں بھی نہیں تو جقدر جھڑیان پڑی ہوئی ہن وہ ست کلخت دور ہو جائیگی اور چہرے کی کھال تن جائیگی۔

مجھے ان تمام پوشیدہ باتوں سے واقف کیا۔ جب کبھی میرا مرشد اپنا اعتقاد لوگوں میں جانے کے لیے جو اس کے دام فریب میں پھنس جاتے تھے ایسی فوق العادت باتیں کیا کرتا تھا کہ تو یعنی جقدر اُسکی باتیں ہوتی تھیں سب بہت ہی بے سود جھکا سر پر۔ غرض جو کچھ نفع ان باتوں سے وہ حاصل کرتا تھا اور یا میرے رفیق بندر کے ضائع ہوئیے اُسے ہوا وہ ب اُنیکا حصہ تھا مجھے ایک تابنے کا پیسہ تک بھی نہیں ملا۔

میں درویش بے دین کے ساتھ مختلف شہروں میں پھرا کہیں ہم دلیوں کی طرح سے چلتے تھے اور کہیں صرف ہرزہ گرد بھکاریوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ہمارا سفر ضرر پر دن ہی سے تھا یعنی بیدل ہی چلتے تھے۔ اس لیے میں نے ہر مقام کو بصراحت تمام

ملاحظہ کیا ہم طہران سے قسطنطنیہ چلے گئے اور قسطنطنیہ سے الیپو۔ اور دمشق میں ہو کر قاہرہ چلے گئے پھر قاہرہ سے ہم کہہ مدینہ آئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر جدہ پہنچے۔ جدے سے سورت میں اور سورت سے گجرات۔ اور گجرات سے کشمیر۔ ولاہور ملاحظہ کیا کشمیر میں درویش نے جاہا کہ لوگوں کو اپنے جل میں پھنساؤں لیکن وہ لوگ کچھ ہمیں تاڑ گئے تھے آخر ہم بہت ہی بی عزتی سے وہاں سے چھوٹاں کھٹکے۔ یہاں سے ہم ہرات چلے آئے یہاں ہم نے اپنی آرزوؤں پر پوری کامیابی حاصل کی کیونکہ افغان ایسے سریلے الاعتقاد تھے کہ جو کچھ ہم کہتے تھے وہ سب پر ہی تو امتنا صدقہ کرتے تھے۔ لیکن یہاں درویش نے عجیب جل کھلا کہ دلی بنتے کی تدبیر کی جب معجزات تیار کرنے کے لیے ہمارے کرب اور جزر پورے ہو گئے درویش نے جاہا کہ جو کچھ وعدہ کیا تھا اٹکا جلوہ بھین دکھاؤں۔ درویش نے اپنے کو ایک جھوٹے میں جو ایک پہاڑ پر بنا ہوا تھا اور جواہرات کے بہت ہی قریب تھا چھپایا میں نے ان سریلے الاعتقاد لوگوں کو ہل مرکا۔ یقین دلایا کہ یہ فقیر وہی کھانا کھاتا ہے جو فرشتے یا جنات اس کے لیے لاتے ہیں۔ لیکن یہ درویش بیدین سوئی تھی سے وہیں مکر رہ گیا فرشتے کھانا دینے کیا آتے تھے اور ساتھ ہی گھسیٹ کرے گئے اُسے بھیڑ کے کباب اور ٹھائی بہت سی کھالی تھی نہ ہضم کر سکا۔

فوس کہ دنیا سے سفر کر گئے درویش
انھیں تو کھلی رنگین پر مر گئے درویش

میں نے ان سادہ لوحوں میں صرف اپنا اعتقاد جانے کے لیے یہ کہا کہ حضرت اہل مرید
کہ یہ جن ہماری صحبت کے ایسے کہو کے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں چھوڑتے بھلا انکو ایسے ولی اللہ
کی صحبت کہاں نصیب ہو۔ انھوں نے تہائی کھانا انھیں ہتھ رکھلا یا کہ روح کی آمد و رفت
کی جگہ بھی نہیں رہی وہ ان کے جسم کو چھوڑ گئے اور پانچوین آسمان میں انھیں اس تیر جھکڑ
میں اڑا لے گئے کہ جوا جکل چل رہا ہے۔ یہ آندھی بابا و موم کے جھکڑ موسم گرما میں بین تک

برابر چلا کرتے ہیں اگر یہ ہوانہ چلے واقعی باشندے گرمیوں میں مرجالین۔ میں نے اس مرکی بھی فکر کی کہ ان کو اس بات کا یقین ہو جاوے کہ درویش کا یہ معجزہ صرف تمہارے ہی فائے کے لیے ظہور پذیر ہوا ہے۔ مگر ان بڑھے شخصوں نے جو اپنے بچپن سے اس ہوا کیون ہی جلتا ہوا دیکھتے تھے ہرگز یقین نہیں کیا اور میرے کہنے پر وہ معقد نہ ہوئے لیکن انکی بے اعتدالی کچھ بھی نہ چلی کیونکہ وہ ایسے تھے جیسے آٹے میں نمکٹن کی چل ہی کیا سکتی تھی۔ درویش بہت بڑی عزت سے دفن کیا گیا۔ شاہزادہ ہرات اسحاق مرزا نے خود کندھا دے کر اس کے تابوت کو قبر میں اتارا۔ افغانوں نے ایک بہت بڑا مقبرہ بنوا دیا اور اب یہ ایک بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ ہرات کے ارد گرد کے حصص سے لوگ زیارت کرنے آتے ہیں۔

اپنے رفیق گرو کے مرنیکے بعد میں کچھ مدت ہرات میں رہا۔ اسلئے کہ جو کچھ منافع اور عظیم ذکریم میری ہوئیں کا لطف اٹھاؤں کیونکہ ایک تو میں ایسے نامی گرامی درویش کا دوست دوسرے شاگرد۔ باوجود اسے کہ فقیر یکا یک مر گیا۔ لیکن میں نے اپنے ارادے اور عندیہ سے توبہ نہیں کی اسی طرح ثابت قدم رہا۔ میں نے اپنے افسوں کی بہت ہی قیمت اٹھائی اور میرے پاس ایک زر خیر اپنے متوفی دوست کا کنگھا۔ اور ناخن فروخت کر نیسے جمع ہو گیا میں نے خریداروں کو یہ یقین دلایا کہ جب میں چلا جاؤنگا اور تم بہاروں میں پھرو گے تھیں کس طرح کا آسب نہیں تا سکتا گو بہ وقت وہ میرے ہی سبب یہاں جمع ہیں جب میں کنگھا اور ناخن فروخت کر چکا اور کنگھا معزز معزز ڈالڑھوں میں کیا جانے لگا تو میں نے یہ سوچا کہ ایسا نہ کوئی میری اس تجارت پر حجت کرے باوجودیکہ ان کو صرف اچھی سیلحہ الاعتقاد ہی کے صدقہ میں بیٹے فریب سے اپنا گردیدہ بنالیا تھا لیکن مصلحتاً میں نے ہرات کو چھوڑ دیا اور فارس کے مختلف حصص میں ہوتا ہوا ہزارہ کے میدان میں آیا یہاں لوگوں کو صرف ڈیرے ہی میں رہتے ہوئے پایا۔ کابل در قندھار کے بیچ میں یہ ایک کھلے ہونے کے محیط اگر واقع ہوا ہے۔ یہاں میری کامیابی ہقد رہی کہ اس کی ہرگز مجھے امید ہی نہیں تھی ہرات میں جو کچھ

درویش سیدین نے کیا تھا یعنی اُسے ولی بننے کی تدبیر کی تھی وہی میں نے یہاں کی حاجی بابا
 کہتا ہے۔ پھر درویش سفر نے اپنا ہاتھ اُس فقیر کے کندھے پر رکھا جو اُس سے ددم نمبر پر بٹھا ہوا
 تھا اور کہا کہ اس موقع پر یہ بھی میرا ساتھی تھا۔ اور اُسے یاد ہو گا کہ ہم نے ایک ایسی تدبیر کی تھی
 کہ جس سے ہزاروں کے باشندوں کو تین سال ہو گیا تھا کہ ان کے پاس ایک ایک ایسی دیگ ہے
 جو ہر وقت بکے ہوئے چاندون سے بڑھتی ہو یہ وہ معجزہ ہے کہ جو لوگ ان باتوں کا عقائد
 نہیں کرتے وہ بھی ہر وقت تک سر تسلیم خم ہی کرینگے کہ جب تک اُن پر اس کی صلیبت نہ کوئی جائے گی
 فی الجملہ میں یہاں حضرت اسحاق کے نام سے مشہور ہوں جس کی نسبت تم پہلے ہی خبر سنا
 بہت کچھ سن چکے ہو گے باوجودیکہ شاہ نے میری کرامتوں پر بہت حاکم کیا لیکن پھر بھی میری
 کرامتیں ویسی کی ویسی بنی رہیں۔ میں نے صرف اپنے معتقدین کی سرگرمی اور مبلغ الاعتقاد
 سے ہتھ دھرا کر لیا ہے کہ اپنی زندگی آرام گزاروں۔ کچھ مدت سے میں یہاں مشہور
 رہتا ہوں ایک ہفتہ گذرا ہو گا کہ جتنے ایک عجیب کرامت دکھائی یعنی ایک اندھے لڑکے کی
 آنکھوں کو روشن کر دیا اسیلے اب ہماری اور بھی زیادہ پرستش ہوتی ہے۔
 یہاں درویش سفر نے اپنی تاریخ ختم کی اور اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ اب تو اپنی تاریخ
 بیان کر۔

یہ وہ فقیر تھا جو ہزاروں میں اسکا ساتھی رہ چکا ہے اُس نے اپنی تاریخ حسب ذیل بیان کی وہ ہونڈ
 شہر قہم میں میرا پڑا قانونی مشہور تھا اسکی ناموری زیادہ تر اسکی عبادت گزاری
 اسکی صفائی اور اس کے صوم الدوامی کے سبب تھی جو فارس میں اول نمبر کی گنی جاتی تھی
 میرے باپ کے بہت سے لڑکے تھے ہم سب کو ہمارے مذہب کے اندرونی نصوص کی بہت ہی
 مضبوطی سے مشق کرائی جاتی تھی جس سختی اور تشدد سے کہ ہم کو مشق کرائی جاتی تھی وہ صرف
 ہمارے ہی نفس پر بسبب عیاری اور فیلسوفی کے مخالف تھی۔ یہ خاصیتیں رفتہ رفتہ ہماری
 طبیعت میں بیٹھتی چلی گئیں اور ہمارے طرق میں خوب ہی گنہ گین۔ ہماری حالتوں پر

کسی دوسرے خیال کے بغیر ہم پہلے ہی گویا فریب اور دغاؤں کے چھتہ کا داغ لگا گیا
گویا ہم بہت بڑے جھوٹے اور جنمی فریبی جنگھے۔ مین بجائے خود تو ایسا فریبی اور دغا باز بنا کہ
آخر کو درویش بن بیٹھا اور جو کچھ ناموری اور شہرت میں نے حاصل کی وہ این خوش قسمت
حالتوں میں حاصل کی ہو جو میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

مین طہران میں پہونچا ہی تھا اور میں ایک عطاری کی دوکان کے سامنے ہی اپنی جگہ قیام
تجویز کر کے بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت دوڑی ہوئی میرے پاس آئی اور کہا کہ
میرے آقا عطاری کو ابھی معمول سے زیادہ کھانے کے باعث سے مرض لاحق ہو گیا ہو۔ جو دوا کہ
اسنے کھائی ہو اسنے کچھ بھی فائدہ نہیں کیا اسکے لوجھتیں چاہتے ہیں کہ اسکے لیے کچھ تعویذ لکھا
کر میں۔ شاید اس سے فائدہ ہو اس عورت نے مجھے تعویذ لکھنے کے لیے کہا۔ چونکہ وہ ان میرے
پاس نہ کاغذ تھا نہ قلم تھا۔ نہ دوات تھی میں نے اسی بات پر زور دیا کہ وہ بڑھیا مجھے اپنے گھر
لیجائے اور میں نے وہیں تعویذ لکھنے کا وعدہ کیا۔ وہ عورت رضا مند ہو گئی۔ اور پہلے مجھے
ایک چھوٹے سے مربع احاطہ میں لے گئی۔ پھر میں وہاں سے کمرے میں گیا جہاں میں نے دیکھا کہ
وہ مریض بنگ پر سے نیچے اتار لیا گیا ہو اس کو کثرت سے عورتیں گھیرے ہوئے ہیں اور جانتے
کہ اس جگہ کی وسعت تھی عورتیں ہی عورتیں نظر آتی تھیں جو دایلا بجا رہی تھیں
اور نکایہ رونا تھا دوائے۔ دوائے۔ یہ چلا یہ چلا۔ دوائی کا سامان ادھر ادھر بھیلایا ہوا تھا جس سے
معلوم ہوتا تھا کہ اسکے تندرست کرنے خواہ مار ڈالنے کی سب تدابیر ہو چکی ہیں۔ ایک بڑا ظرف
جس میں کثرت سے لٹپٹا کے نسخے رکھے تھے ایک الماری میں رکھا ہوا تھا ایک کونہ میں ایک بیتی
کی نلی جو ایک جانتی کا اوزار تھا پڑی تھی۔ اور دوسرے سائبان میں حضرت ڈاکٹر بھی ایک جگہ
بیٹھے ہوئے نہایت ہی بے پردائی سے اپنا پائپ پی رہے تھے اور صبح یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اپنی
تدابیر غیر مفید ہیں اور وہ بیان کر چکا تھا کہ طلسم سے اچھا کرنا یہ اسکا آخری علاج چہرے۔ اور وہ
میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ میں لکھ کر اسے دون۔ یہ ایک قاعدہ ہو کہ نیا فقیر زیادہ مہین

دلاتا ہے جو نہ ہی میں مریض کے کمرے میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ وہاں بہت ہی گھوڑ
 چنے لگی۔ میں نے بطور حکومت ایک ڈاکٹر کا غذا مانگا گویا یہ معلوم ہوا کہ اسے اپنے تعویذوں پر
 بہت ہی بھروسہ ہو گا تو پہلے میں نے کبھی تعویذ نہیں لکھا تھا ایک بڑا لٹیا چوڑا کاغذ لایا گیا جو
 نسخہ لکھنے کا بیٹھن ہو۔ قلم اور روشنائی بھی مجھے دی گئی۔ میں اپنے پورے جذبہ میں بھرتا ہوا
 اور میں نے کاغذ پر بہت بدخط ذرا لے طریقے سے لکھنا شروع کیا۔ اور اس کاغذ پر اللہ تعالیٰ نے
 کے اور اور امون کے نام لکھے۔ اور ان کو مختلف صورتوں میں رکھا اور کاغذ پر بجائے حروف کے
 نقش کارٹھنے لگا۔ اور مختلف شکلیں بنائیں پھر میں نے اسے بڑی عظیم اور وسیع ڈاکٹر کو دیا
 اُسے اُسی وقت پانی اور ظروف مانگا اور ان تعویذوں کو پانی سے اس طرف میں گھولا۔ پھر
 وہ لوگ جو پاس کھڑے ہوئے تھے انھیں نے ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا مانگیں تاہم کہ یا امام حسین
 ان تعویذوں میں اثر دینا کہ مریض کو شفا حاصل ہو جائے پھر ڈاکٹر نے یہ کہا کہ لو اس مریض کو
 یہ جا کر بلا دو۔ اگر اسکی قسمت میں جینا ہے یہ مبارک نام جو وہ اب نکل جائیگا اسے جینا کر دینگے
 اور اگر اسکی زندگی نہیں ہے تو پھر میری ڈاکٹری اور نہ کسی شخص کا کوئی اثر کرتا ہے فائدہ بخش ہوگا
 ایک گھونٹ اسیکا پایا گیا اور ہر ایک کی نگاہ اس کے کجنت چہرے پر پڑنے لگی کہ شاید اسے دیے
 سے کچھ افات کی صورت نظر آتی ہو۔ کچھ دیر تک یہی طرح سے پڑا ہوا سہمن زندگی کی کوئی علا
 ہی نہیں ہے۔ نہ صرف میں اور ڈاکٹر بلکہ اور لوگ بھی اچنبھے میں رہے لیکن پھر اُسے ایک پیچہ دی
 اور آکھیں گھول دین یہاں سے اٹھا کر اپنے بازو پر رکھا اور ایک طرف منگایا اور سہمن قے کر دی
 اور اچھا ہو گیا۔ میں فوراً اپنی طبیعت میں خوش ہوا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ صرف اُس نسخہ کا
 اثر ہے جو میں نے اُسے گھول کر ملا یا تھا اور یہی بتلی اور اسکا بی صرف روشنائی کا اثر تھا جس نے
 اُسے تندرست کر دیا۔ اب میں نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ صحت صرف
 میرے تعویذ کی برکت سے ہوئی ہے۔ ورنہ اُس کا جینا ہرگز ممکن نہ تھا۔ اُس کے مقابل میں
 ڈاکٹر نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ تندرستی صرف میری ہی دوائی سے حاصل ہوئی ہے کیوں کہ

جون ہی اسکے مریض نے آنکھیں کھولیں اُس نے یہ کہا۔ مین نے تھین ایسا نہیں کہنا تھا۔
یہ صدف میرے ہی نسخہ کا اثر تھا کہ یہ چھپا ہو گیا ورنہ اس کا جینا محض ناممکن تھا۔
مین نے بھی گھر میں کوئی دوا نہ چلنے دیا۔ مین نے کہا کہ جب لے ڈاکٹر صاحب آپ اپنے مریض
کو اچھا کر سکتے تھے پھر یہ تو فرمائیے کہ مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔

شرط انصاف ہے ہر بات میں لے بندہ نواز

بس آپ اپنی حکمت لپیٹ رکھیے اور جس کا آپ سے تعلق ہی نہیں ہو اُس میں دخل
در معقولات نہ دیجیئے۔

ڈاکٹر مسٹر درویش مجھے اس میں شک نہیں ہے کہ تم پُر تاثیر تعویذ لکھ سکتے ہو اور اس کے
معاوضہ میں تم بڑی قیمت لے سکتے ہو۔ لیکن ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ درویش کون
ہیں اور کیسے ہوتے ہیں اگر ہمیشہ ان کے تعویذوں میں اثر ہی ہو اور کبھی خطا ہی نہ کریں
تب بھی اُس میں کچھ ان کی بزرگی نہیں ہے کہ جو تعویذوں کو پُر تاثیر بنا دیتا ہے۔

مین تو ہر کون کتا۔ اور مجھ خادم بغیر سے تو یہ کیا بکتا ہے۔ ڈاکٹروں کی جہالت کو نہیں
جانتا کہ ضرب لاش نہیں ہے۔ تم اپنی جہالت کو تقدیر ڈال کر چھپاتے ہو اگر اتفاقاً اوجھانا باشد
مریض اچھا ہو گیا پھر تو تم ہی کہتے ہو کہ یہ صرف ہمارے ہی نسخہ سے اچھا ہوا ہے اور
اگر وہ مر جائے تو کہتے ہو خدا کے بھیڑوں میں کون دخل دلیکتا ہے اسکی تقدیر ہی میں مرنا
لکھا ہوا تھا آدمی کی کوششوں سے کیونکر معید ہو سکتی ہے۔ اب تو آپ مہربانی فرما کر تشریف
لیجائیے جب کسی دوسرے مریض کو تم قریب مرگ کر دو گے اور پھر تم سے اسکا کچھ نہو سیکنا مجھے
بلا بھیجنا اسوقت میں تمھاری ڈھیٹھ جہالت کی اصلاح کر کے سید طرح اُس مریض کو بھی
کو بھی اچھا کر دوں گا جیسا مین نے اس عطا کر کو کیا ہے۔

ڈاکٹر قیتری اور اپنی جان ایک کر دوں گا مین وہ شخص نہیں ہوں کہ مین نے آج تک
کسی سے بھی یہ کلام ناشائستہ سنے ہوں کہ آج مین فقیر کے کتے سے بھی کمتر نہایا گیا ہوتا ہے

وہ فوراً اٹھا اور کپکپاتی ہوئی صورت میں میرے پاس آیا اور جانتا کہ اس سے ممکن ہو مجھے خوب ہی برا بھلا کہا۔ میں نے بھی اس کے جواب میں اسکی اہانت میں کوئی کسر نہیں رکھی یہاں تک کہ گھونے بازی ہونے لگی۔ اسنے اس زور سے میرے سر کے بال پکڑ کر کھینچے اور میں نے اسکی ڈاڑھی اسی طاقت سے انچی کہ میں نے مٹھی بھر کر اسکی ڈاڑھی اٹھیر لی اور اسنے میرے سر کے بال صاف کیئے۔ ہم نے ایک دوسرے کے منہ پر تھوک دیا۔ اور کاٹ بھی کھایا۔ غرض ہر قدر تیزی سے لڑائی ہوئی کہ تو بہ مریض بیہوش ہو گیا۔ اور عورتوں نے غل مچانا شروع کیا۔ بڑا زبردست دایلا بچنے لگا اور شاید اس فساد اور غل و شور کا انجام بخیر نہ ہوتا اور یہ معاملہ بہت ہی طویل کھینچ جاتا کہ ایک عورت ہماری طرف دوڑی اور اسنے کہا کہ ارے غضب کرتے ہو پولیس میں دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اور دریافت کر رہے ہیں کہ یہ جھگڑا کہاں ہوا ہے۔

بس یہ سنتے ہی ہم علیحدہ ہو گئے اور ہر وقت میں یہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا کہ پاس کھڑے ہوئے اشخاص میری طرف تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے ڈاکٹر کی دوائی اور ہنر کی ٹیپن کی کہ طبیب ہمیشہ ہی خیال میں رہتا ہے کہ مریض اچھا ہو یا نہ ہو اس کو روپیہ دیدوان لوگوں نے ہر وقت میری طرف اس طرح سے دیکھا کہ گویا میں ان کو دلی اللہ معلوم ہو رہا ہوں کہ جس خدا نے میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں وہ تاثیر بخشی ہو گویا میں سب مریضوں کو چھپا کر سکتا ہوں۔

جب ڈاکٹر نے دیکھا کہ یہ معاملہ پیش آیا جہاں تک اس سے جلدی ہو سکا وہاں سے سٹکا کر کے چھوڑنے سے پہلے اسنے جھک کر حقدار کہ اس کی ڈاڑھی کے بال گرے تھے اور جن کو میں نے نوچ کر کھینکا تھا سب چُن لیئے اور کچھ بال میے سر کے بھی اس میں شامل کر لیئے اور ان کو ہاتھ میں لیکر میرے منہ کے آگے بچایا اور یہ کہار ہر وقت ہم دیکھنے کے قابل قاضی کے پاس شینے کس کی طرف غصہ زنی ہوتی ہو اسلئے کہ طہر نہیں ڈاڑھی کا ایک ایک بال کیل کیل کر پکڑ

کی قیمت رکھتا ہو اور مجھے آپ کے طلسم پر شبہ ہو کہ جب قدر میرے ہاتھ میں یہ بال ہیں آیا آپ انھیں خرید لیتے ہیں یا نہیں یہ ایک صریح امر تھا کہ جب اسکا حصہ ٹھنڈا ہو جائیگا یہ ہرگز صرف اپنی ہی کے سبب قاضی کے جلاس میں مقدمہ دائر نہیں کرنے کا کیونکہ اس سے اس کی ناموری میں بڑھ آتا ہو۔ اس لیے مجھے اسکا بھی ڈر نہ ہوا کہ میں عدالت میں گھسٹوں گا۔ اس کا تردد ہی میرے دل سے جاتا رہا۔ اور میں نے صرف یہ خیال کیا کہ کیسا خوش قسمت موقع پڑا ہو کہ یہ

اسٹورین بادیرین ہمت مردانہ من

اب یہ شہرت سارے میں ہوئی کہ عطار (جس کا طہران میں اول نمبر تھا)۔ جان بلب تھا ایک فقیر نے کہ جو نو وارد تھا اس کو اچھا کر دیا ورنہ اس کے مرنے میں باقی ہی کیا رہ گیا تھا اس شہرت سے میری طرف عوام الناس کا رجحان ہونیکا صبح سے شام تک بیٹھا ہوا میں تعویذ لکھا کرتا تھا جس قسم کا کوئی شخص مانگنا اسی قسم کا دیتا چند ہی روز میں میرے پاس سیکڑوں روپیہ ہو گیا۔ لیکن میں اپنے کو بدمست خیال کرتا ہوں کہ روزانہ اس عطار سے میری ملاقات نہوتی تھی صرف اس کی کرامت سے جو اس کے زندہ کرنے میں ظہور پذیر ہوئی تھی میں نے ناموری پوری حاصل کر لی تھی جس سے میرے تفکرات دن بدن کم ہوتے جاتے تھے۔ اب میرا ارادہ ہوا کہ فارس کا سفر کرنا چاہیے میں نے فوراً طہران چھوڑ دیا۔ جہاں کہیں میرا منہ اٹھا اور جس شہر کی طرف چاہتا میں چل دیتا لیکن کسی شہر میں پہونچنے سے پہلے میں اپنی چالاک سے یہ تدبیر کرتا کہ اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے میری ناموری اور ولایت کی شہرت ہو جائے عطار نے مجھے اپنی ہر لگا کر ایک تصدیق دی تھی اور اس میں یہ مرقوم تھا کہ صرف شاہ صاحب کے تعویذ کے صدقہ میں میری دوبارہ زندگی ہو گئی ورنہ میرا بچنا محال تھا۔ تو جس مقام اور حکم پر کہ میرا گذر ہوتا تھا اسی تصدیق کو میں پیش کرتا تھا تاکہ ان رپورٹوں کو اور بھی مضبوطی ہو جو میری تعریف اور توصیف میں شہر ہو رہی تھیں۔ ہر وقت اسی ناموری اور نیکنامی کا منتہی بنے ہوئے میں کس عہدگی سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اور اسی ناموری کے صدقہ میں روزمرہ کی کاروباری

کے قابل مجھے حاصل ہو جاتا ہو۔ لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ آمدین کچھ فرق آیا اس جہان
 کہیں میرا دل چاہا میں چلا گیا۔ بس یہ کہہ کے اُس فقیر نے بھی اپنی مٹی ختم کی۔
 جب تیسرا درویش موجود ہوا اور اپنی رام کہانی کہنے لگا تو اس نے یہ کہنا شروع کیا۔
 ”اب نئی رنگ کی ہوتی ہیں دلیل و برہان“

بھائیو۔ میری کہانی تو بہت ہی چھوٹی ہے۔ اگرچہ قصہ گوئی میرے پیشہ میں داخل ہے
 میں ایک اسکول ماسٹر کا بیٹا ہوں۔ اُس نے صرف اس خیال سے کہ میری قوت حافظہ
 بہت ہی بڑھی ہوئی ہے مجھے صد اقسیم کی کہانیاں بزرگان حفظ کرانی شروع کیں اور جب
 میرے باپ نے ملاحظہ کیا کہ اب میرے بیٹے کا دماغ کافی تربیت سے پورا ہو گیا اور اُسے
 قصص کا پورا علم ہو گیا تو اسے فقیری کی پوشاک میں مجھے دنیا میں جانے کی اجازت دی
 اور کہا کہ تو لوگوں میں جا کے ان کہانیوں اور قصص کو سنا کہ تیری قابلیت اور لیاقتوں کا
 جہان میں ڈنکا بجے۔

اول ہی اول تو مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ میرے سامعین میری رام کہانی سنتے تھے اور
 سن سن کر یوں ہی چلے جاتے تھے مگر اس کا معاوضہ وغیرہ کچھ بھی نہیں ملتا تھا رفتہ رفتہ مجھے
 تجربہ بھی ہو گیا اور اب میں نے اپنے پہلے طریقہ کو بدل دیا کہ لذت میں قصہ کہنے چلے گئے اور
 جب ختم ہو گیا تو سامعین اپنے اپنے گھر کو لینے ہوئے اور کابھی کسی نے ہاتھ پر نہیں کھایا
 اب میں نے یہ کیا کہ جب سب جمع ہو گئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ بھائیو جو کچھ میں کہتا ہوں آؤ
 ذرا مجھ سے کی عرض کو فیض بخش تو جسے گوشت زعفرانین گے چنانچہ پھر مجھے ایسا کبھی
 بھی اتفاق نہیں ہوا کہ میں نے مٹھی بھر پیسے ہر ایک قیام میں نہ کما لئے ہوں مثلاً جیسے
 شہزادہ ختا اور شہزادی سمرقند کا قصہ ہے کہ جب عفریت اہرمن نے شہزادہ ختا کو پکڑا ہوا
 اور اسے ننگے کو ہوا جب شہزادہ عفریت کے منہ میں لٹکا اور اُسے اسکو اپنے اوپر اور نیچے کے
 جبرے میں دیا یا اور شہزادی موہن پاشا یا یوسا نے اُسکے پیروں پر گر پڑی اور کہا خدا کے لیے

لے دیوؤں کے بادشاہ تو اسے بخندے اور اسکی جان بخشی کر۔ اور جب اسکے تمام نوکر چاکر
سپاہی و پائی اپنے بچھون کو دیکھا کر اسے ہراس کے سائے میں رہ گئے اور سواروں نے
اس خوفناک آفت سے پہلے ہی روگردانی کی تھی۔ اور جوقوت کہ دیوانہ پنی و ہشت ناک و از سے
غل مچا تھا تو رعد و برق کی گرج کو بھی پرے بٹھاتا تھا۔ یہ کہانی یہاں تک کہ مکرمین ٹھہر گیا۔
اور میں نے اپنے معزز سامعین کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ حضرات اب آپ ذرا اپنی تھیلیوں اور
کیسوں کے منہ کھولیے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کس کرامت سے شہزادہ فقٹانے اٹا اس دیو ست کا
سر تار لیا۔ بس ان کرتبوں اور ترکیبوں سے لوگوں کی تعجبانہ طلب سے میں نے بہت کچھ کہا لیا اور
جہاں میں نے دیکھا کہ میری کہانیوں کا سرمایہ ختم ہو گیا اس جگہ کو چھوڑ دیا اور آگے روانہ
ہو گیا۔ اور پھر وہاں نیا دانہ نیا پانی نئے سننے والے اور ہمارا ان کے کانوں میں نیا بیان۔

بارھواں باب

حاجی بابا نے فریب و دغل کو ناسب سمجھ کر دھری

تازہ تدا بیر کین

جب تینوں فقیر اپنی اپنی بیٹی کہ چکے میں نے ان کا شکر یہ ادا کیا کہ صرف آپ کے صدقہ
میں مجھے کس قدر باتوں کا علم ہو گیا ہو۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو میں نے اُن سے ہر قسم کی تعلیم
پائی اور صرن اُس خیال سے کہ میری یہ حالت بدل جائے اور اپنا حال کا کام میں ترک کر دوں
اور پھر خود بھی ایک فقیر بجاؤں درویش سفر نے جس قدر کہ اُسے فریب اور دھوکے باز یاں آتی
تھیں سب مجھے تعلیم کین اور یہ وہ فریب تھے جنکی خود اُس نے مشق کی تھی۔ تاکہ لوگ مجھے
ایک مقدس شخص خیال کرنے لگیں۔

دوسرے درویش سے میں نے تعویذوں کے لکھنے کی ترکیب بھی اور قصہ گو درویش نے
چند کہانیاں مجھے حفظ کرا دیں جو اُس کے دماغ میں ٹھساٹھس بھری ہوئی تھیں عاریتا اُس نے
مجھے اپنی کتاب میں دیدین اور مجھے چند قواعد کی تعلیم کی کہ کس روش و کس ترکیب سے سامع کا

دل نے اپنے اوپر انسان مائل کر سکتا ہو یہاں تک کہ ہنگامہ گریہ سے نکل آئے۔
 اُس وقت میں نے پھر اپنا تاکو بچنا اور حقہ پلانا شروع کیا۔ لیکن جب سبب ارتباط اور
 میل جول کے یہ درویش میرا سارا نفع پی جاتے تھے اور میں یوں بے ٹوٹیاں مار کر رہ جاتا
 تھا میں نے آخر کار یہ کرنا شروع کیا کہ اپنے ہمیشہ کے گاہکوں سے جس قسم کا تاکو دیتا تھا
 اس میں اور بھی میل زیادہ کرنے لگا تو اب ان کو پچوس خشک پیون اور خشک غلیظ کے
 دھوئیں میں کیا خاک مزا آتا۔

ایک دن شام کا وقت تھا آفتاب رخصت ہو چکا تھا گھٹا ٹوپ اندرھیاری کی چادر عالم پر
 پھیل چکی تھی۔ بازار بند ہونے کو تھی کہ ایک جھکی ہوئی کمر کی بڑھیا گڈری پہنے ہوئے
 میرے سامنے آئی اور مجھے ٹھہرا کر کہا کہ میرے پینے کے لیے ذرا اپنا حقہ بھر دے۔ اس عورت
 چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی اور اس کے منہ سے بلا ضرورت ایک لفظ بھی نہیں نکلتا تھا میں
 اس کو اپنے سب سے بُرے تاکو دُن میں سے بھر کر دیا۔ جون ہی اُسے حقہ کی مہنال لے کے
 ایک گھونٹ پیا۔ بس پینا تھا کہ اُسے اُخ اُخ تھو تھو کرنا اور بُرا بھلا کہنا سننا شروع کیا کہ فوراً
 چھ آدمی جمع ہو گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں رسیاں تھیں مجھے گرفتار کر لیا۔ وہ عورت
 جس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی جب اُسے اپنی نقاب اٹھائی تو معلوم ہوا کہ حضرت کوٹوال
 ہیں نقاب اٹھاتے ہی کوٹوال نے مجھ سے یہ کہا اے بد بخت صفہانی آج میں نے تجھے گرفتار
 کر لیا ہے تو نے مشہد کے آدمیوں کو ہزار ہر کو دلوں پلا پلا کے بہت دنوں سے تہ دبالا کر رکھا
 تھا اب جقدر آپ نے کیا یا جو سب دیکھے ناکون کے راستے سے نکلوا لیتا ہوں ایسے زیر بند
 بچہ تھا کہ پیر وں پر پڑن کہ تم بھی یاد کرو سب جھٹی کا کھایا بھول جاؤ۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے
 ماتحت افسروں سے کہا کہ لاؤ بہت جلد اس کا کاٹھ میں پیر دیدو۔ اُسی وقت میرے دونوں
 پیر کاٹھ میں دیدیے گئے اور پھر میرے پیر وں پر زیر بند اڑنے شروع ہوئے۔ اُس وقت کی
 بھی عجیب حالت تھی۔ دس ہزار محتسبون کی صورتیں مع دس ہزار نقاب پوش عورتوں کے

میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے پھرتی ہوئی اور ناجیتی ہوئی ہنستی ہوئی دیکھیں کہ وہ میرے
اُس بیچ و تاب پر خندہ زن ہیں۔

میں نے اپنے عذاب کرنے والے سے اُسکے باپ کی روح کے صدقہ میں۔ اُسکی مان اور
دادا کے طفیل سے اُسکے بال بچوں۔ اُس کے شہزادہ۔ پیغمبر علیؑ۔ اور سب اماموں کے دستے
سے رحم کی استدعا کی اور میں نے اپنے تاکو کو بہت ہی بُرا بھلا کہا۔ میں نے حقہ پلانے سے
انکار کیا میں نے اپنے ان ناظرین سے اپیل کی جو میرے ارد گرد کھڑے ہوئے تھے۔ اور
نیز اپنے ان تین درویشوں سے کہ وہ بھی موجود تھے شاید ان کے دلوں میں کچھ رحم پیدا
ہو اور یہ میری نجات کی شفاعت کریں جنھوں نے میری اس خفاک حالت کو دیکھ کے نہ تو اپنے
بازو اور نہ اپنی زبان کو حرکت دی۔ غرض میں نے ہی اس قدر زور زور سے چلانا اور
چھیٹا داؤا کرنا شروع کیا کہ آخر کار میں بیہوش ہو گیا اور پھر مجھ میں کچھ حس حرکت
باقی نہ رہی۔

جب مجھے ہوش آیا۔ میں نے دیکھا کہ میں رستہ کے کنارے پر ایک دیوار کی طرف ٹھکے
بیٹھا ہوا ہوں اور لوگ مجھے گھیرے ہوئے میری مصیبت ناک حالت کو ہکا بکا دیکھ رہے ہیں
لیکن اُس غول میں کوئی شخص ایسا نہیں دکھائی دیا کہ جو مجھ پر رحم کرتا۔ میرے حقہ وغیرہ جو کچھ
میرے پاس سامان تھا وہ سب مجھے لے لیا گیا تھا آخر حطرح سے کہ مجھ سے ممکن ہوا میں
گھسٹتا ہوا اور رگڑتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا۔ خوش قسمتی سے میرا گھر بہت دور نہیں تھا
گھنٹوں گھنٹوں میں روتا ہوا اور اس پر زور دانا سے نالہ ہائے جگر دور نکالتا ہوا کہ جنبہ
خواہ خواہ رحم ہی آئے اپنے گھر میں آیا۔

جب اس مصیبت زدہ حالت میں لیک دن تک بڑا رہا میرے تمام پیروں گئے تھے
اور اُن کا گوشت پوست سب اوپر بھرا گیا تھا اور بہت ہی جانکشی کی حالت تھی تو اُن تین
درویشوں میں سے ایک درویش سے میری ملاقات ہوئی وہ بہت ہی جرات کر کے میرے

قریب آیا لیکن بہت ہی خوف زدہ تھا۔ درویش نے کہا کہ تم میرے رفیق ہو اس لیے اتنی جلدی میں بھاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ چونکہ اول اول یہ درویش بھی اسی سختی سے پٹرنگ مار کھا چکا تھا اس لیے یہ بخوبی واقف تھا کہ کس کس علاج سے پیرا چھپے ہوئے ہیں اور ان زخموں کو کونسی دوائوش وارد کا حکم رکھتی ہے۔ تھوڑی ہی مدت میں اس درویش نے میرے پیروں کو اپنی اصلی حالت پر کر دیا۔

اپنی گرفتاری کے زمانہ میں میں اس حالت پر خیال کرتا تھا۔ میرا قصد ہوا کہ میں مشہد کو چھوڑ دوں کیونکہ مجھے یہ خیال ہوا کہ تو یہاں ایک کجوت ساعت میں داخل ہوا تھا۔ ایک دفعہ تو میری پشت کا چورا ہوا اور ایک بامیر الکرطی سے بکلڑا گیا میں نے پہلے ہی کچھ زرقند جمع کر لیا تھا اور میں نے بڑی ہوشیاری سے اپنے کمرے کے ایک کونہ میں جس میں کہ میں رہتا تھا اس زرقند کو دفن کر دیا تھا۔ بس صرف اتنی روپیہ سے میں نے ارادہ کر لیا کہ جو کاروان جاسے بس اسی کے ساتھ طہران روانہ ہوں۔ میں نے اپنی اسے کا درویشوں سے اظہار کیا انھوں نے میری اس تدبیر پر بخین کی اور اس کے علاوہ درویش سفر نے کہا کہ میں تمہارے ہی ساتھ طہران چلتا ہوں۔ کیونکہ جتھرا درویشوں میں ان کو میری اس حالت پر کہ لوگ میرا اعتقاد رکھتے ہیں بہت ہی حسد ہو گیا ہے اور رات دن ان کی یہی خواہش ہو کہ وہ مجھے برباد کر دیں۔ چونکہ یہ ناممکن ہے کہ میں ان کی تاب مقاومت لاسکوں پھر کیا ضرور ہے کہ میں یہیں پڑا رہوں اور کہیں اپنی قسمت آزمائی کروں گا۔

جہان کو رست چاہے۔ میتوان کسند

یہ امر طے پایا اور ہم اس بات کا سمجھوتہ بھی ہو گیا کہ میں بھی فقیری کپڑے زیب تن کون بازار سے ایک فقیرانہ ٹوپی۔ تسبیح اور ایک کبرے کی کھال جس کو میں نے اپنے کندھوں پر ڈال لیا خرید اور اب تیار ہو ہوا کہ میں سفر پر ایک ہی لمحہ کی کوشش میں مستعد ہو گیا۔ جب ہم سب طرح سے تیار ہو گئے تو کچھ ہمارے دلوں میں ایسا بے صبرانہ سما یا اور

طبعیتیں ایسی اُچاٹ ہوئیں کہ ہم نے باہم ہی ارادہ کیا کہ اکیلے ہی چلو، چلو چلو تو سہی جو بچہ کرے میرا مولے کرے“

ہماری ابھی تقدیر خود ہمیں راہ کے خطروں سے محفوظ رکھے گی لیکن ہم نے یہ صلاح کی کہ سفر کا ارادہ کرنے سے پہلے سعدی کی کتاب میں فال نکالو کیونکہ کیا صلاح دیتے ہیں درود سفر نے کچھ اپنی معمولی پڑھنت پڑھ کر کتاب کو کھولا۔ اُس نے ہمارے مدعاے دلی کے خلاف اسے زنی کی۔ اُس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

کہ ”بغیر ہوسہ اور اعتبار کے دوائی پینا خلافتِ نیجہ پیدا کرتا ہے۔“ بغیر کاروان کی تہی کے سفر کرنا بھی وہی مصیبت برپا کرتا ہے“

بس جون ہی ہم نے یہ دیکھا ہمارے دل میں یہ نصیحت نقش کا بھر ہو گئی اور ہم نے اُسی پر سر تسلیم خم کیا۔

میں یہ دریافت کرتا تھا کہ طہران کا روان کب روانہ ہوگا کہ میں نے اپنے دوست خچروا نے کو دیکھا کہ جو ابھی مشہد پہنچا ہی تھا۔ اس کا ایک سوداگر سے معاملہ ہو گیا تھا کہ تجارتی شیا کو جس میں بھڑکا چڑا بھی شامل تھا دارا خلافت تک پہنچا دے جون ہی میرے دوست خچروا نے کی نگہ مجھ پر پڑی اُس نے بہت ہی خوشی ظاہر کی اور فوراً اپنا ناریل مجھے اتار کر پیئے کو دیا جب سے کہ اُس سے جلدی ہوئی تھی اور مجھ پر جو کچھ گذرا۔ تھا سب حرف بحرف کہتا اور اسی طرح سے جو کچھ اس پر بتاتا تھا اُس نے مجھ سے اپنی رام کہانی بیان کی ایک کاروان کے ساتھ مشہد سے ہم صفہان روانہ ہوئے اس کے خچر پر کچھ تو چاندی کے ظروف لدے ہوئے تھے اور کچھ بیٹرون کی کھالیں تھیں۔ راہ میں ترکمانوں کے خوف سے دم خشک ہوا جاتا تھا اگر خدا کرے کہ ہم منزل مقصود پر امن سے پہنچ گئے۔

شہر صفہان میں اب تک ترکمانوں کے گزشتہ حملہ سے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں بڑا بڑا شہج رہی تھی اور تمام صفہانوں کو یہ یقین تھا کہ جس لوگوں نے لکڑیاہ کیا تھا وہ ایک ہزار سے

ہرگز بھی کم نہیں تھے۔ اور صرف اپنی جمعیت کے گھنڈ پر وہ بہت ہی جرات سے یہاں حملہ آور ہوئے تھے اور قرب علی حسین حجام خود ایک سردار کو اپنے ہاتھ سے بہت ہی سختی سے زخمی کر کے اپنی جان بچا کر بھاگا تھا۔

ہمیشہ میں نے اپنی سرگذشت کا راز چھپایا اور کسی پر صفا ظاہر نہ کیا اور یہاں تک کہ خچر دانے سے بھی تو کسی بات کا کبھی ذکر تک نہیں آیا۔ صفہاں سے میرا دوست ردلی کا ہاں ساگوا۔ تاجے کا سامان یزد کو لے گیا اور وہاں چند روز قیام کیا۔ اُس وقت ایک کاروان مشہد جانے کے لیے جمع ہو رہا تھا اور یہ اپنے خچر دن کو یزد کی اشیاء سے لا اور ہاتھ خیر جب چیزیں خیر تو ہم تینوں طہران روانہ ہوئے یعنی میں درویش سفر اور خچر والا جب ہم دونوں چلتے چلتے ٹھک جاتے تھے تو خچر والا اپنے خچر دن پر ہمیں بٹھانے کی اجازت دے دیتا۔

میرھوان باب

حاجی بابا کا مشہد سے روانہ ہونا

جب میں اس دروازے سے بچ کر نکلا جس میں سے راستہ سیدھا مشہد سے طہران جاتا تھا تو ایک شخص نے زائرین میں سے میری طرف مخاطب ہو کر یہ کہا کہ آکرے تجھ پر مصیبت پر مصیبت برپا ہو۔ میرا رفیق درویش سفر جسکو میں اپنا بازو سمجھتا تھا میری دل سوزی کرنے لگا اور ہم دونوں نے ملکر شہر یوں کی مخالفت میں گلے کی رگین پھلا پھلا کر باتیں مکنی شروع کیں۔ جو کچھ اُنھوں نے میرے ساتھ کیا تھا اور مجھ سے پیش آئے تھے اُسکا میں نے پھر دانا رویا اور جو کچھ مشہد کے ملاؤں سے اُسے ایذا پہنچی تھی اُسے بھی ایک ایک حرف کہہ ڈالا۔

درویش سفر۔ میں تمھاری نسبت کہتا ہوں کہ تم بھی نوجوان ہو ابھی جب تک کہ تمھیں برا پورا تجربہ نہ حاصل ہو جائیگا اسی قسم کی بہت بہت تکالیف تمھیں سننی پڑیں گی۔ پھر تم کہیں جا کر سمجھو گے کہ زندگی کیوں کر گزارا کرتے ہیں اپنی اس پہلی مار پر نہ کرو کیونکہ یہ ایک ہی دنیا کی مار تھیں اور بہت سی مار دن سے بچاؤ کی دوسرے وقت تمھیں متسبب کو دکھائی دیگی۔ اگرچہ

اُسکے منہ پر نقاب بھی پڑی ہوئی معلوم ہوگی۔ مگر تم صرف اس مار کے صدقہ میں اسے تاڑ لو گے کہ ہاں یہ نقاب پوش محتسب صاحب ہیں (اپنی دائرہ ٹھہری میں لے کے) مجھ جیسے مسن آدمی کی طرف خیال کرو جنہ بہت کچھ دنیا کا حال دیکھا ہو دیکھو پھر سفر پر آمادہ ہو اور حق میرے لیے ایک بہت ہی مصیبت ہو۔

میں (یعنی حاجی بابا) تو پھر آپ کے لیے یہ بہتر ہوگا اور آپ کو اسی میں آرام ملے گا کہ آپ یہیں مشہد ہی میں رہیں۔ اگر آپ اپنی عبادتوں اور طہارت و طیفہ و ظالغ میں بختہ ہو سکتے تو بلا شک ملاؤں گا کچھ بھی فسون نہ چل سکے گا۔ اور وہ آپ کا بال بھی بیکانہ کر سکیں گے۔ درویش سفر۔ یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ مگر سبب یہ ہو کہ حضرت رمضان تشریف لے آئے ہیں اور ان روزوں کے زمانہ میں ملانے بہت ہی میری تاک جھانک میں لگے رہتے ہیں اور جب تک کہ میں حقہ نہ پیوں کہ جو ایسا ہی میرے لیے ہو کہ جیسے ایک جاندار کے لیے ہوا کا کھانا اور شراب میرے لیے روٹی ہو کہ بغیر اُسکے میں زندہ نہیں رہ سکتا تو اب لا محالہ مجھے سفر کرنا لازم آیا کیونکہ مذہباً حالت سفر میں روزہ رکھنے کی رخصت نہیں دی گئی ہو اور چار شب دروزیہ عالم ہو۔

ماہنامہ نسیم و سیمہ مستی ہر روزہ بہان	نہ شب جمعہ نہ شام نہ ماہ رمضان
---------------------------------------	--------------------------------

گو میں انھیں اب بھی دھوکا دے سکتا ہوں کہ جیسے میں نے پہلے لکھی بار کیا تھا کہ چھپو ان سب کچھ کر لیا اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی لیکن مجھ جیسا مشہور و معروف شخص جسکی نسبت لوگوں کا پاکی اور تقدس کا خیال ہو اور وہ چھپو ان بھی دیکھا جائے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ کیونکر اپنی آزادی پوری طرح سے برت سکتا ہو۔

غرض ہم دونوں شخص سمنان پہنچنے کوئی مشہور واقعہ طور پر نہ ہوا ہاں ہاں سمنان پہنچنے سے دو ایک دن پہلے یہ تو ہوا تھا کہ راہ میں میں نے اپنے علی قلیپر دست خجروا لے کے خجروں پر سہا ب لدوانے میں مدد کی تھی اور اپنی مکر پر سہا ب رکھ رکھ کے لاوا تھا

کہ پھر کمرین سخت دور ہوئی لگا۔ تکلیف ایسی سخت ہوئی کہ اب میرے لیے یہ محض ناممکن ہو گیا
میں کاروان کے ساتھ راہ طے کر سکوں اور میں نے یہی ارادہ کر لیا کہ جب تک چھانہو جاؤں
یہاں سے نہ سرکوں۔ ترکمانوں کی دہشت دونوں میں سارہی تھی کاروان روانہ ہو گیا دروش
جسکو شراب کی دھت اور دارا خلافت کی خوشیوں اور عیش آرام کا چسکا لگا ہوا تھا وہ بھی کاروان
کے ساتھ روانہ ہوا فیصلہ شد۔

میں نے ایک قبر جو شہر کے کنارے پر تھی رہنا شروع کیا۔ ایک کونہ میں برے کی کھال کو
بچھا لیا۔ اور میں نے اپنا گذرشل سیاحی درویشوں کے بیان کیا۔ اپنا نرسنگھا بجا یا اور
صد اہاے حق۔ اللہ اکبر انت حبیبی نکالین۔ میں بالکل ایک وحشیانہ صورت بن گیا۔
اور میں نے اپنی شیخی بگھارنی شروع کی کہ میں یوں کر سکتا ہوں اور یوں کر سکتا ہوں اور
جس قدر لوگوں کو دکھ کا وہی اور فریب کی مجھے تعلیم دیکھی تھی سب میں نے وہاں خرچ کی
چند عورات میرے پاس آئیں ان کو میں نے تعویذ لکھ کے دیے انھوں نے اس کے عوض
میں مجھے کچھ میوہ۔ دودھ۔ شہد۔ اور کچھ پکوان دیا۔ میری کمرین ہتھکڑیاں شروع
ہو کہ ناچار میں نے یہ دریافت کیا کہ سمنان میں کوئی بھی ایسا شخص ہے کہ جو میرے اس دوس
کو چھاکر دے معلوم ہوا کہ سمنان میں صرف ایک بیٹا ہے اور ایک حجام ہے جنہیں طبی قابلیتیں
ہیں۔ حجام کا کام تو فصد کھولنا دانتوں کا نکالنا اور کسی اترے ہوئے عضو کا موقع سے بٹھانا۔
اور بیٹا جو بچہ وہ گھوڑوں کے امراض کا علاج کرتا ہے اور کبھی کبھی انسانی امراض میں بھی شوق
دیتا ہے۔ اور ان دو شخصوں کے علاوہ ایک اور بڑھیا بھی ہے جس کی عمر امان حوا سے کسی طرح
کم نہیں ہے۔ سر سے پاؤں تک کھنکڑ ہے اور وہ یہاں گویا غیب دان اور بہت ہی دلی مشہور
اگر یہ دونوں شخص کہیں ناکامیاب ہوتے ہیں تو پھر یہ عورت صدقہ کی چیل کی طرح سے بلائی
جاتی ہے اور اس بڑھیا کے پاس قسم قسم کے مفردات اور مرکبات دوائیاں ہر طرح کے
درد کی ہیں۔ باری باری سے انہیں سے ہر ایک شخص میرے پاس آ رہے ہیں شخص کیا

کہ میری مکر کا یہ درد صحت ٹھنڈک کے سبب ہونے لگا ہے۔ چونکہ آگ ٹھنڈک کو دور کرنے کا حکم رکھتی ہے تو انھوں نے بالاتفاق یہ بات قرار دی کہ جس حصہ میں درد ہوتا ہو وہاں داغ لگایا جائے۔ بیطار کو چونکہ اس قسم کے کام بار بار پڑ چکے تھے اور اسے ٹھنڈے اور گرم لمبے میں اکثر تجربہ کیا تھا تو گویا وہ داغ لگانے والا مقرر ہوا وہ اپنا کام انجام دینے کی غرض سے ایک کونٹے کی کڑا ہی۔ ایک جوڑا دھونکی۔ اور چند چھوٹی چھوٹی سیخیں لایا۔ ایک کونہ میں بیطار نے بیٹھ کے آگ سلگائی اور اپنی سیخیں آگ میں دھنکانی شروع کیں۔ جب یہ خوب دھک گئیں۔ تو جھکوز میں پراوندھاٹایا اور بہت ہی بخیرگی اور تسکینی سے ان جلتی ہوئی سیخوں سے میری مکر جلائی اور سپرداغ دیا گیا اس وقت جب قدر لوگ کھڑے ہوئے تھے بہت روز دور کہ رہے تھے خدا شفا میدہ۔ میرے معالجوں نے میری بیٹھ پر تیر داغ پیغمبر زادہ اماموں کے نام لے کر لگائے۔ اب گویا بھیر نصف عمل ہوا تھا اس کو تو میں نے بہت ہی سختی سے برداشت کیا لیکن جب میری بیٹھ بھنے لگی۔ اور بڑا حال ہوا تو میں مارے تکلیف کے غل مجانے لگا کہ ہاے مار ڈالا اسے مر گیا۔ سچا ناتوبہ ہو۔

عجب تو نے چہرے کے بٹھائے ہن ظالم
رہی جان ذرا بھی نہ رفع روان میں

مگر وہ معالج صاحب کیا چھوڑنے والے تھے تو بہ تو بہ ہرگز نہ اٹھنے دیا اور جب تک کہ اپنا پورا علاج نہ کر لیا جھکوز میں پر سے نہ مسکنے دیا۔ یہ کہہ کرے زخم مدت کے بعد اچھے ہوئے۔ اور ابھی تک یہ بالکل اچھے نہ ہوئے تھے اور نہ ہکا اند مال ہوا تھا کہ میں خاکوشش ہو رہا اور میں نے لپٹے کو ایک کوٹھڑی میں گوشہ نشین کیا اور یہاں ایک وقت بعد تک مراقبہ کیا۔ اس کوٹھڑی میں سے جب تک کہ میرے زخم اچھے نہ ہو گئے اور مجھ میں پوری قوت نہ آگئی۔ اور مکر کا درد مطلق نہ جانا رہا میں نہ نکلا۔ البتہ میری صحت صرف تیرہ بزرگ ناموں سے ہوئی جو عمل کے وقت لیے گئے تھے۔ یہ حال تمام شہر کا ہوتا ہے کہ جہاں مکر میں درد ہوا اور

بیٹھ داغی گئی لیکن ہاں ایک بات تو ہو اور اسکا مجھے ضرور ہی خیال ہوا کہ میرا سب سے اچھا طبیب ایک پالیسی سے بہت ہی آرام میں تھا اور اسکی قیمتی راسے کو میں نے اپنی گرہ میں باندھ لیا۔ مجھے سپر کوئی اعتراض نہیں ہو کہ تمام عالم خیال کرے کہ حاجی بابا پاکل امون کی حفاظت میں تمام عمر رہا ہو۔

اب میں نے ارادہ کیا کہ ٹھہران کا سفر کروں لیکن جب میں نے فقیرانہ صورت بنائی تو اب مجھے لازم ہوا کہ سمنان کے لوگوں کے سامنے کہانی کہوں جس سے کچھ مدد ملے دلی حاصل ہو۔ میں ایک جھوٹی سی کھلی ہوئی جگہ میں چلا گیا یہ مقام بازار دن میں داخل ہونے کی راہ پر واقع تھا جہاں شہر کے بہت سے کابل آوارہ گرد لوگ غول کے غول دوپہر گوشت لگایا کرتے ہیں اور اپنی ادھر ادھر کی گیشیں پھینک دیتے ہیں۔ میں نے جلدی سے بہت سے آدمی اپنے پاس جمع کر لیے وہ سب زمین پر بیٹھ گئے اور میں نے کھڑے ہو کر قصہ کہنا شروع کیا۔ ایک جھوٹی سی کہانی بغدادی حجام کی مجھے یاد آگئی جو میں نے درویش سے سنی تھی ان سب کے بیچ میں میں نے قیام کیا جنھوں نے آنکھیں اٹھا کر اور بھاڑ سامنے کھول کے میرا مفصلہ ذیل قصہ یوں سننا شروع کیا۔

بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کے سرسبز اور قابل یادگار زمانہ میں ایک حجام علی کل نامی رہتا تھا۔ یہ حجام اپنی پھرتی اور کارگر لے حجامت میں ہتھنڈہ شور تھا کہ اگر اسکی آنکھوں کی پٹی بھی باندھ دو جب بھی یہ سر کو نوٹ دیکھا۔ ڈارھی اور رخساروں کے بالوں کو درست کر دینا مگر کیا مقدور ہو کہ کہیں اُسٹر لگ جائے اور ایک قطرہ بھی خون کا نکل آے۔ بغداد میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جو اس سے حجامت نہ بنواتا ہو۔ ہتھنڈہ اس کے پاس کام ہر وقت رہتا تھا کہ یہ آخر مغرور اور سرکش ہو گیا اور اب اس نے ایسے شخص کے سر کو مس ہی کرنا چھوڑ دیا جسکا مالک میرزا اور آخانہ۔ بغداد میں انید من کی ذرا کمی ہو اس لیے ہر کسی کچھ قدر ہوتی ہو چونکہ اسکی دکان میں لکڑیوں کا بہت ہی خرچ رہتا تھا تو لکڑی والے اپنی لکڑیوں کے

گئے اسی کی دکان میں زیادہ لاتے تھے کہ یہ ذرا ہاتھ کے ہاتھ خرید کر مانتھا۔ ایک دن ایک بوڑھا شخص جسے نیا نیا ہی یہ پیشہ ہمزم فروشی شروع کیا تھا اور جو علی سکل کی عادت سے بھی محض نابلد تھا ایک لکڑیوں کا گٹھا اسکے پاس بیچنے لایا جو وہ ابھی اپنے گدھے پر بہت دور سے لیے چلا آتا تھا علی سکل نے اس سے یہ لفظ کہ کر قیمت کہی کہ بھئی یہ تمام لکڑیوں کی قیمت ہو کہ جو گدھے پر ہے۔ یہ لکڑی والا بوڑھا رضی ہو گیا۔ اپنے گدھے پر سے بوجھ اتار لیا اور اسکی دکان پر ڈال کر نو ہنگار قیمت ہوا جب اسے قیمت مانگی تو حجام نے یہ کہا کہ ابھی پورے لکڑیاں تو نے نہیں ڈالیں۔ کیونکہ میرا در تیرا یہ اقرار ہو گیا ہو پھر تو سب لکڑیاں کیوں نہیں ڈال دیتا۔ یہ پالان بھی لا۔ اسکو کیوں گدھے پر بھجھوڑا ہو کیا یہ لکڑی کا نہیں ہے۔ لکڑی والا۔ ذرا سراسیمہ ہو کر۔ ایسا سودا تو آج تک کسی نے بھی نہ سنا ہوگا۔

چہ خوش چرا نہ باشد

یہ محض ناممکن ہو جب بہت تو تو میں میں ہوئی حجام نے جو بہت غریب ہو تھا اس غریب بوڑھے لکڑی والے کا پالان جبر اچھین لیا اور اسکا وہ ناگ میں دم کیا کہ وہ دوڑا قاضی کے پاس گیا اور جو کچھ گزری تھی اور حجام نے ظلم کیا تھا سب کہ سنایا۔ قاضی صاحب خود بھی حجام کے گاہکوں میں سے تھے انھوں نے اپنی عدالت میں مقدمہ لینے سے انکار کیا لکڑی والے نے اعلیٰ فسر کو عرضی دی۔ یہ بھی علی سکل سے حجامت بنوایا کرتا تھا اسے بھی اس بوڑھے کو وہی خشک جواب دیا جو قاضی جی نے دیا تھا پھر اس مظلوم ہمزم فروشی نے مفتی سے جا کے شکایت کی اور اپنی عرضی گزرائی۔ اسے اس مقدمہ کو اپنی عدالت میں لے تو لیا لیکن پھر اسے یہ کہا کہ میں اسکا ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتا اسلئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جرم میں سزا کیا دی جائے یہاں سے بھی صاف جواب ملا مگر اب بھی بوڑھا لکڑی والا شکستہ خاطر نہوا اور ایک عرضی لکھ کے جمعہ کے دن جامع مسجد میں خلیفہ کی خدمت میں پیش کی یہ ایک مشہور امر ہے کہ خلیفہ نہایت توبہ سے ہر شخص کی عرض کو غور فرماتا تھا اور اگر کوئی

عرضی دینا تھا خود آپ ایک ایک حرن بڑھ لیا کرتا تھا جو نبی اسنے عرضی دی اسی وقت خلیفہ کے سامنے بلایا گیا۔ جب بوڑھا ہنرم فروش خلیفہ کے سامنے گیا جھک کے زمین کو بوسے دئے اور اپنے دونوں ہاتھ سیدھے خلیفہ کے آگے پھیلا دیئے اُسکے دونوں ہاتھ اُسکے چہرے کی آستینوں سے ڈھکے ہوئے تھے اور اسی سے اُسکے پیر بھی پنہان تھے۔ اب یہ منظر ہوا کہ دیکھیے یہ آخری منزل ہے میرے مقدمہ میں کیا تجویز ہوتا ہے۔

خلیفہ۔ میرے بوڑھے دوست۔ حجام بھی اپنی جگہ سچا ہو اور تو بھی اپنی جگہ حق پر ہو قانون میں صحت الفاظ دیکھے جاتے ہیں اور اقرار بھی الفاظ ہی سے ہوتے ہیں۔ حجام جو کچھ دعویٰ کرتا ہے وہ صحیح ہے اور جس امر کا وہ دعویٰ کرتا ہے اسکا قرائم دونوں میں ہو چکا ہے پھر اب اسکا علاج کیا۔ بس اگر قانون گواہی دیتا ہے تو یہی دیتا ہے کہ حجام اپنے پاس لکڑیاں رکھے۔ لیکن یہ کہتے ہی خلیفہ نے اُسے آگے بلایا اور اس کے کان میں کچھ دیر تک چپکے سے کہا جو سوائے ہنرم فروش کے کسی نے بھی نہ سنا۔ سن سنا کر خوشی خوشی باطمینان یہ بوڑھا چلا گیا۔

یہاں تک کہ کر میں خاموش ہو رہا اور میں نے ہنچھوٹا سا ٹین کا پیالہ پھیلا کر کہا کہ میرے معزز سامعین اگر تم مجھے کچھ دلاؤ گے تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ خلیفہ نے اس بوڑھے ہنرم فروش کے کان میں کیا کہا دیتا تھا چونکہ میں نے تعجب کی آگ سب میں بھڑکا دی تھی شاید شکل سے کوئی شخص ایسا بچا ہو گا کہ جسے مجھے کچھ نہ دیا ہو جب روپیہ لے چکا تو میں نے کہا بہت اچھا کہتا ہوں۔ خلیفہ نے لکڑی وانے کے کان میں پھسرسے کہا تھا کہ یہ کرنا چاہیے اور اب تو جا کر پہلے حجام کا اطمینان کر آ۔ اب جو کچھ خلیفہ نے ترکیب بتائی تھی اسکو میں آگے بیان کرتا ہوں۔ غرض لکڑی والا آداب کر کے اپنے گدھے کے پاس آیا اور اسکو ساتھ لے کر گھر پر گیا چند روز کا بھلا وادے کر اسی حجام کے پاس گیا اور اس سے یہ کہا کہ میں اور ایک میرا ساتھی ایک ملک سے آیا ہے جو تیری چاکری کی بالائی دیکھنا چاہتا ہے اور اسی طرح سے باتیں کہیں گویا کبھی کچھ اس سے چپقلش ہی نہ ہوئی تھی۔ غرض دونوں کی حجامت ہوائی ٹھہر گئی

جب یہ بوڑھا حجامت بنوا چکا علی اسکل حجام نے پوچھا کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے۔
 بوڑھا وہ ابھی یہیں کھڑا ہوا تھا۔ ابھی آتا ہے۔ بوڑھا یہ کہہ کے دکان پر سے اُتر آیا اور جان
 اپنا لگا دھا کھڑا کیا تھا اسکا کان پکڑے ہوئے ایسے چلا آیا۔ یہ میرا ساتھی ہے اسکی آپ حجامت
 بنا دیجیے۔

حجام۔ نہایت حیرت زدہ ہو کر۔ اسکی حجامت۔ لا حول ولاقوة۔ کیا تم یہ کافی نہیں سمجھتے
 کہ میں نے تمہاری بھی حجامت بنا دی ورنہ میں کبھی پاس تو ایسے شخصوں کو کھڑا نہیں بناتا
 اور سب پر یہ ہو کہ مجھ سے اس قسم کی درخواست کیجاتی ہو کہ گدھے کی حجامت بناؤ۔ بس خیر ہی
 میں ہے کہ آپ شرافت سے سیدھے تشریف لیجائیے ورنہ تم دونوں کو جہنم واصل کر دوں گا۔
 یہ کہہ کے دونوں کو اپنی دکان کے باہر نکال آیا۔

بوڑھا ہنرمند فروش بھاگا ہوا خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ساری کیفیت
 بیان کی۔ یہ سنتے ہی حامی دین بسین اور سالک عدنان نصاف نے کہا بس کام بن گیا
 اسوقت حکم دیا کہ علی اسکل مع اپنے اوزار وغیرہ کے ابھی دربار میں حاضر ہو حکم ہوتے ہی
 چوہدر دوڑا ہوا گیا دس منٹ میں حجام صاحب خلیفہ کے آگے کھڑے ہوئے
 دکھائی دیئے۔

خلیفہ۔ اے حجام تو اس بوڑھے کے گدھے ساتھی کی کیوں نہیں حجامت بناتا کیا تم
 دونوں میں باہم یہ قرار نہیں ہوا تھا۔

علی اسکل۔ زمین خدمت ہو سیدو گفت۔ ہاں قرار ہوا تھا مگر حضور آج تک پہلے
 کبھی کسی نے ساتھی سے مطلب گدھا بھی رکھا ہے اور بھلا کس نے پہلے اس گدھے کو سچا
 معتقد خیال کیا ہے۔

خلیفہ واقعی تمہارا کہنا یہ بہت ہی اچھا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ آج تک کسی نے بھی گدھوں کے
 گٹھے کے ساتھ پالان کو بھی شمار کیا ہے۔ نہیں نہیں بس بس اس بوڑھے ہنرمند فروش کو

جس لدی گدھے کی حجامت بناؤ ورنہ جو کچھ اسکی حجامت نہ بنائے کے نتائج ہونگے وہ تھین
سننے پڑیں گے۔

آخر کو حجام مجبور ہوا اور اسنے کثرت سے صابون جمع کیا گدھے کے تمام جسم پر سر سے
ہوم تک اور پیروں تک صابون کو خوب رگڑا۔ اور گدھے کی خلیفہ اور تمام دربار کے سامنے
حجامت بنائی اپنی حجامت بنانے میں پاس کھڑے ہوئے شخص سے طعن سننا جاتا تھا سب
ملاست کر کے ہنس رہے تھے اس غریب لکڑی والے کو بہت کچھ روپیہ لوگوں نے رحم کھا کر دیا
وہ خلیفہ کے اس عدل انصاف کا شہرہ تمام شہر بغداد میں ہوا۔

چودھوان باب

حاجی بابا کا ایک شخص سے ملنا اور اسکی ملاقات کے نتائج کا ظہار
میں نے خوشی خوشی سے سمنان کو الوداع کہا۔ جو کچھ درد وغیرہ تھا وہ سب اچھا ہو گیا
تھا۔ اور ہوقت میں نوجوان چاق و چست تھا۔ میں تمن جو شہد ہی میں میرے پاس
جمع ہو گئے تھے میری حیب میں کھٹکھٹا رہے تھے۔ مجھے اب دنیا میں کچھ تجربہ بھی
حاصل ہو گیا تھا۔ یہ میرا ارادہ ہوا کہ میں جون ہی طہران پہونچوں فقیری کپڑے تو علیحدہ
آٹار کے رکھوں اور نفیس عمدہ شریفون کے سے پہن کر اعلیٰ اعلیٰ وسائل سے کچھ روپیہ حاصل کروں

خضر اگر نیست قدم میزن و میکوش کہ من

نستم جز بحرم از رہ خدلان رستم

طہران ایک دن کی راہ پر گیا تھا کہ میں اپنے رستہ چلنے میں ایلیٰ مجنون کے عشقی
اشعار گارہا تھا۔ مجھے اسی ثنائین ایک ہر کار سے ملاقات ہوئی وہ مجھے باتیں کرنے لگا
اور میرے کھانے کی صلاح کی۔ یہ کھانا وہ ہر کارہ کسی منزل پر سے اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔
چونکہ گرمی کی بہت ہی شدت تھی میں نے اسکی دعوت منظور کر لی۔ ہم دونوں ایک نہر کے
کنارے پر جواہر آہستہ آہستہ انج کے کھیت کے قریب بہ رہے تھے بیٹھ گئے ہوقت ہر کار سے

نے اپنے گھوڑے کا زین اتار لیا اور اُسے گھوڑے کے سر پر بکھیت میں چرنے چھوڑ دیا ہر کارے نے اپنی خرچی کو ادھر ادھر سے ٹھولا۔ ایک رومال نکالا جو دستی رومال کے برابر تھا۔ اس میں کچھ لونڈے ٹھنڈے بکے ہوئے چائوں کے لپٹے ہوئے تھے۔ اور اس میں تین چار کڑے روٹی کے بھی جلوہ دے رہے تھے۔ یہ رومال اُسے آگے پھیلا دیا۔ اُسی خرچی میں سے حسین اُسکے جوتے بھی بلج رہے تھے کٹورا پانی پیئے گا اور تاکو نکالا اور اُسکے علاوہ کئی چیزیں اسی خرچی میں سے برآمد ہوئیں اُسکے ساتھ اُسے چھ پیاز کی گٹھیاں نکالیں۔ ہم دونوں نے اس خواہش سے اس کھانے کو کھایا کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا جقدر کہ سفر کی ماندگی اور کھجک کی آفت تھی گویا ہم نے اپنی انگلیاں چوستے ہی دفع کر دی۔ ہم نے نہر میں سے جھک جھک کر ہاتھ منھ دھویا۔ اور پھر ہم باہم دریافت کرنے لگے کہ تمہارا اس سفر سے کیا تعلق ہو کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاتے ہو۔ میری پوشاک سے تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ ایک درویش ہو گا گویا میری کیفیت سفر ختم ہو گئی۔ مگر یہ شخص گورنر آبد کا ہر کارہ تھا۔ اس امر کی خوشخبری لیے جاتا تھا کہ عسکر ملک اشعر شاہ کی ترکمانوں کی قید سے رہائی ہو گئی تھی یہ سنتے ہی ہتھ خوشی اور شادمانی حاصل ہوئی کہ میرا ہی دل جانتا ہو۔

نثار محمد ہرآن چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پر دہ تقدیر پر پدید

میں نے ہر کارے کو اس راز سے آگاہ نہونے دیا کہ مجھے حاصل اس معاملہ سے کقدر چسپی ہو کیونکہ گونا گوں تجارب نے مجھے سکھا دیا تھا کہ اپنا راز اپنے ہی تک رکھنا کقدر عمدہ نتائج دیتا ہو۔ میں نے اس سے یہاں تک لاعلمی ظاہر کی کہ میں عسکر ہی سے واقف نہیں ہوں۔

ہر کارے نے کہا کہ عسکر ملک اشعر آبد بخفاطت تمام پہونچ گیا چونکہ اس وقت وہ ہر طرح سے تہی دست ہو اس لیے میں اُسکے کنبہ کو خبر پہونچانے جاتا ہوں۔ جو چھپیان اُسکے

پاس تھیں وہ سب اُسے مجھے دکھائیں۔ یہ چٹھیاں ایک رسالہ میں لپیٹی ہوئی اُسے اپنی چھاتی سے نکالیں گو یہ شخص کچھ بڑھا ہوا نہیں تھا لیکن اسے اس امر کا بہت شوق تھا کہ معاملے کا فاش ہو جائے۔ وہ بہت خوش ہوا جب اسے دیکھا کہ مجھے ایسا شخص ملا ہے جو خط کو بڑھ سکتا ہے اور مجھے اسکے مضامین سے اطلاع دے سکتا ہے۔ اول ہی جس چٹھی کو میں نے ملاحظہ کیا وہ چٹھی شاہ شاہان کے نام تھی۔ اس میں اُسے اپنے شاعرانہ پہلو سے تمام اُن مصائب اور تکالیف کو بیان کیا تھا جو سب ترکمانوں کا قیدی بن کر گذری تھیں۔ بھوک پیاس و تشنہ برتاؤ جو اُس کے ساتھ کیا گیا تھا اُس نے ان سب کا خاکا کھینچ کر لکھا ہے۔ وہ ہوندا۔

عالیجاہا۔ اگر میں تکالیف اور شدید مصائب کا اُن نوازشات سے مقابلہ کروں جن سے میں اتنی مدت تک محروم رہا اور مجھے شاہ عالیقدر کے گہر تابان کی زیارت نہ ہوئی جاہ و جلال کے جھم جھم کرتے ہوئے جو اہر تکمیل زمین کا اصلی جوہر یعنی شاہ شاہان تو واقعی وہ مصیبت کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے کہ سب حقیر و حقیر ایک کپڑے کو چلتے ہوئے آفتاب کی روشنی میں آنے کی اجازت ہو کہ وہ اس سے فیضیاب ہو وہی طرح سے میں بھی آپ کی عیت میں سے ایک نہایت ہی با چیز ہوں کیا عجب ہے جو مجھے بھی جلال شاہی سے منور ہونے کے لیے اجازت دیجائے۔

گرچہ خردیم نسبت بزرگ	ذوہ آفتاب تابانیم
<p>کس عاجزی اور ادب سے مجھے امید ہو کہ میری اتنی مدت کی غیر حاضری پایہ بوی تخت فلک رفعت سے ہرگز باز نہ رکھے گی۔ اور جو کچھ خداوند بندگان پہچو باکی حضور میں مجھے پہلے خدمت عطا ہوئی تھی۔ اُسی پر میں اب پھر محال کیا جاؤں اور بلبل شیدا کی طرح ایک دفعہ اور بھی اجازت ہو کہ اپنے دلر باگل کے آگے دل بھانے والے گیت لگائے۔ دوسری چٹھی وزیر عظم کے نام تھی۔ جس میں اُس مشہور و معروف وزیر کو جو بادشاہ کا بھولی اور سخت فسادی اور بد باطن شخص تھا بارے سے تعبیر کیا ہے یعنی آپ تار و زمین</p>	

رجو اور امر اسے مطلب ہی) سیارے ہیں اور ریاست کے سب سے بڑے اور عظیم نشان لنگر
ہیں اور پھر اس شاعر نے وزیرِ عظم سے استدعا کی ہو کہ میری پھر بارہابی درگاہِ معلیٰ میں
ہو جائے۔

دوسری چٹھیاں جو میں نے دیکھیں انہیں ایک تو اسکی بیوی کے نام تھی اور ایک لڑکے
کے تالیق کے نام۔ اور ایک داروغہ کے نام لکھی تھی۔ اپنی بیوی کو کچھ خانہ داری کے
معاملات کی نسبت تحریر کیا تھا۔ کہ مجھے امید ہو کہ تم اپنی خانہ داری کے معاملات میں
جزوئیں ہوگی اور تم نے لونڈی غلاموں کو بہت خوبی سے رکھا ہوگا۔ تم بہت جلد نوڈیون
مغلانیوں سے میرے پہننے کے کپڑے تیار کرادو۔ اسلئے میرے پاس ایک دھجی بھی نہیں ہے۔
اب میں بالکل بے سروسامان ہوں۔

جو چٹھی تالیق کے نام تھی اس میں بڑی تاکید لکھی تھی کہ آپ میرے بیٹے کی تعلیم میں ہی
توجہ کیجئے گا مجھے امید ہو کہ اسے نشست و برخاست کے طریقے اور آداب مجلسی اچھی طرح سے
آگئے ہونگے۔ اور یقین ہو کہ وہ اپنی نماز پنجگانہ سے کبھی پہلو ہتی نہ کرتا ہوگا۔ ہوقت امید
ہو کہ وہ گھوڑے پر بھی خوب بیٹھنے لگا ہوگا۔ اور اسے بھالہ مارنے کی شوق بھی بخوبی ہوگی
ہوگی اور بندوق بھی نشانہ پر لگا سکتا ہوگا۔

اور جو چٹھی کہ داروغہ کے نام ہے اس میں شاعر نے کاروبار کی بابت اچھے تعلیم کیا ہو کہ ہمیشہ
کفایت شعاری اپنے کاموں میں رکھنا۔ اور تمہیں چاہیے کہ روزانہ وزیرِ عظم کی خدمت میں
حاضر ہو کرو۔ اور ذرا انکی چالپوسی اور تعریف کرو یا کرو کہ وہ ہر محبتی کی خدمت میں ہماری
طرف سے کچھ لگاوے بچھاوے نہیں۔ اور کمولازم ہو کہ تم میری بیگم اور غلاموں کی کامل
ننگدشت کیا کرنا۔ اور جب بیگم یا اس کے لونڈی غلام ہوا غوری کے لیے جایا کریں
تو تم ضرور اس کے ساتھ جایا کرو۔ مجھے امید ہو کہ دغا باز فریبی ضعیفہ عورتیں اور خصوصاً
یہودین، ہرگز ہرگز گھر میں نہ آتی ہونگی اور دیکھو ہسکا تم بہت خیال رکھنا کہ بیگم کے

کمرے کی دیوارین برابر مرمت ہوتی رہیں کہ ہمسایہ کی عورتیں نہ چڑھ سکیں۔ اور خبردار میرا جتنی غلام ہرگز ہرگز حرم میں قدم نہ رکھے۔ اور اگر کسی کام کو جائے تو زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے اگر تم اسے کسی لوٹری سے بات کرتا ہوا دیکھو تو خوب کوڑے بازی کرنا اور یہ ہرکارہ جو خطلاتا ہی اسکو تم معقول معاوضہ دینا اسلئے کہ یہ تھیں اور میرے کبتہ کو کسی خوشی آئینہ خبرین پہنچائیں گے۔ میں نے ان چھٹیوں کو جنہر ہر دن پر مہرین لگی ہوئی تھیں بھر سی طرح سے نہ کر کے اس ہرکارے کو دیدیا۔ ہرکارہ اس بات کو کمرسہ کر رہا کہ بیان کرتا رہا کہ مجھے اس کے بدلہ میں بہت بڑا معاوضہ ملے گا کیونکہ میں اس کے بال بچوں میں اسکی حفاظت کی خبر پہنچاؤں گا۔ اور اس ہرکارے نے یہ بھی مجھ سے کہا کہ مجھے خوف ہے ایسا کہ کوئی اور خبر نہ لے اڑے اسلئے میں دن رات چلتا ہوں اور یہ گھوڑا جو تم میرے پاس دیکھتے ہو یہ میں نے راہ میں ایک کسان کا چھینا ہے اور اپنا گھوڑا جس کو صد مہ پہنچا تھا پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ میرے بعد وہ بھی آجائے گا۔

جب ہم دونوں کچھ دیر باتیں چہنیں کر چکے تو اس پر مکان دانگی راہ بہت ہی غالب آگئی اور وہ دین گھاس پر لیٹ گیا اور ایک گہری نیند میں سو گیا۔ چون ہی وہ زمین پر لیٹا مجھے اسکا خیال اڑا رہا اور میں یہ فکر کرنے لگا کہ کس ترکیب سے میں اس پر سبقت لیجاؤں کیونکہ شاعر کی پوری پوری تاریخ مجھے معلوم تھی۔ اور میں اس راز سے بخوبی آگاہ تھا۔ میں نے خود اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اصل میں پہلا استحقاق اسکا مجھے حاصل ہے اور جب اس گھوڑے پر خیال کرتا ہوں تو یہ بالکل میرے گھوڑے کی طرح ہے اور خصوصاً وہ کسان بھی جس کا اس نے گھوڑا چھینا ہے غریب پہنچ جائیگا۔ میں نے اس روال کو کھولا جو اس کے زانو پر رکھا ہوا تھا اور جو چھٹی کہ داروغہ کے نام کی تھی وہ میں نے نکال لی اور میں گھوڑے پر سوار ہوا موقع سے رکابین لگالین اور ذرا مہینرین لگا کر اس کو تیز کیا۔ اور تھوڑی دیر میں اس سونے والے کو بہت دور چھوڑ دیا اور بہت جلدی

بھرتی سے دارالخلافہ کی سڑک پر ہولیا۔

جب میں گھوڑے پر سوار جاتا تھا میں نے دل میں خیال کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس طریقے سے شاعر کے ہاں بچے میرے ساتھ بعزت پیش آئیں۔ میں نے اپنی طبیعت میں خوب گڑھ لی کہ انکی حالت یوں یوں بیان کر دینا گا اور جو معاوضہ کہ ہر کارہ کو ملتا اب وہ مجھے ملے گا یہ تو مجھے یقین ہی تھا کہ میں اس سے زیادہ راہ طے کر دینگا اور جب کہیں جاگے گا اور دیکھیں گے کہ درویش صاحب گھوڑے اڑے تو لا محالہ سب تک ویرا گھوڑا اُسکے ہاتھ نہ لگ جائے گا پیدل ہی چلے گا اور شاید یہ بھی ہو کہ اُس کو پنا گھوڑا بھی نہ ملے گا اسلئے کہ یہ ایک شتہ امیر تھا۔ اور جب وہ پیدل بیان تک پہنچے گا تو یہ ایک امر محال ہے کہ وہ اپنی رام کہانی بیان کرے اور کوئی اُس کو یقین بھی کرے۔

این خیال است و محال است و جنون

میرزا محمد اسماعیل ارادہ ہو گیا کہ میں جہان پر چلتے ہی گھوڑے اور اُس کے سارے ساندہ سامان کو فروخت کر ڈالوں کیونکہ اگر یہ رہ گئے تو نہ درگرفتار کرادینگے اور نیز درویشی کیلئے اُتار کے ملک کے عوام الناس اشخاص کے سے کپڑے زیب تن کیوں اور شاعر کے دروازے پر اس صورت میں پہنچوں گویا وہ یہ سمجھیں کہ یہ ہرکارہ بہت ہی دور سے آ رہا ہے اور اُسے اس عمدگی اور بہتہ سے تمام کیفیت بیان کر دینا کہ وہ بھی سمجھیں کہ یہ رقی رقی بات سے کیسا واقعہ ہے۔

پندرہواں باب

حاجی بابا کا طہران پہنچنا اور شاعر کے مکان پر جانا

شاہ عبدالعزیز کے دروازے سے جواب بھی کھد ہی تھا میں صلیٰ صبح طہران میں داخل ہوا۔ اور فوراً گھوڑے کو اس بازار میں لے کے پہنچا جہاں گھوڑے فروخت کی غرض سے روزمرہ آکر کرتے تھے میں نے وہاں جا کر کہ یہ گھوڑا نہایت ہی

اور قدم باز ہو۔ اور اسی طرح کی دو چار تعریفیں اور کہیں کہ یہ کتنی راہ طے کرتا ہو اور ہوا کی طرح اڑتا ہو اور پھر کبھی مکان نہیں مانتا کیونکہ میں خود ہر کارے کے پاس سے لیکر آتا فانا میں منزل میں طے کرتا ہوا یہاں آہو بچا تھا اور جب میں نے اس گھوڑے کو ذرا دال کو دکھایا تو اس نے جو کچھ اس کے معائب تھے وہ سب آئینہ کر کے دکھا دیے اب مجھے یہ سچ ہوا کہ یہ میری بہت بڑی خوش قسمتی ہے اگر کچھ کچھ بھی مجھے مل جائے۔ اول تو یہ گھوڑا جب تھا دوسرے حضرت بلقہ بھی تھے تیسرے بڈھا ایسا تھا کہ دانت سب زحمت ہو چکے تھے گو یا گھوڑوں کا باوا آدم معلوم ہوتا تھا۔ غرض جو باتیں کہ ایک گھوڑے میں ہونی چاہئیں جس سے کہ اسے گھوڑا کہہ سکیں وہ اس میں عفا صفت تھیں اسے پانچ تمن کی قیمت مجھے بھی مجھے سخت تعجب ہوا کہ گھوڑے کی پانچ تمن قیمت خیر میں نے ہی سمجھا کہ کچھ تو ملتا ہو۔ لیکن میں نے بے چون و چرا منظور کر لیا تو اسے بڑا خیال ہوا کہ پانچ تمن کہتے ہی یہ راضی کیونکر ہو گیا۔

اڑھائی تمن غرض اسے مجھے دیے اور اڑھائی باقی ماندہ کے بدلے ایک گدھا دیتا تھا میں نے کہا کہ بھائی یہ گدھا تو میں نہ لوں گا۔ اس نے کہا اچھا اب کی اگر آپ لینے تو اڑھائی تمن بھی دیدوں گا اس وقت میرے پاس نہیں ہیں۔ مجھے تو جلدی بہت تھی میں وہی اڑھائی تمن بازار میں لیکر آیا ایک کالی ٹوپی خریدی اور درویشی ناج اٹار کر اس ٹوپی کو ریب سر کیا اور میں نے اس طرح پراپنے کو بنایا گو یا دیکھنے والا یہ سمجھ جائے کہ یہ بہت ہی دور دراز سے آ رہا ہے یہ شکل و صورت بنا کر میں نے شاعر کے گھر کا راستہ لیا۔

شاعر کا گھر شہر کے نہایت ہی خوشنما اور نفیس حصہ میں بنا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف باغات لگے ہوئے تھے جن بانوں میں چار اور اتار کے درخت بہت ہی کثرت سے تھے اور ایک باغ میں جہان نہر ہو کر نکلی ہوا اسکے بھی کناروں پر چار ہی چار نظر آنے لگے لیکن بیشک مکان کی صورت حال گویا تھی کہ اس کا لکیر کہیں چلا گیا ہو۔ پھر ایک نصف بند تھا۔ ذرا بھی کسی قسم کی

ہٹیل نہیں معلوم ہوتی تھی جب اول ہی مین نے امین قدم رکھا مجھے آدمیوں کی علامتیں معلوم ہوئیں اس سے مجھے اس معاوضہ سے کچھ ناامیدی سی ہو گئی جسکے لیے مین نے ہتھکڑیاں لٹائی تھیں آخر کار مین اوپر کے کمرے میں گیارہ مین نے وہاں ایک شخص جسکی عمر پچاس کی ہو گئی تھیں پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ یہ قلیان پی رہا تھا۔ مین اسکی صورت دیکھتے ہی تاڑ گیا کہ ضرور وہی شخص ہو جسکی مجھے تلاش ہو مین نے جاتے ہی یہ خوشخبری سنائی کہ خان آرہے ہیں۔ بڑھا شخص۔ یعنی چوکون سا خان۔ کہاں سے آتا ہو۔ اور کب آئے گا۔ مین نے اس کے نام کا خط دیا اور کہا کہ مین ہر کارہ ہوں۔ یہ سنتے ہی اسے خوشی بھی ہوئی اور غم بھی ہوا۔ سر ایمہ بھی ہوا اور اسے اندیشہ بھی زیادہ ہوا۔

بڑھا۔ واقعی یہ درست ہو کہ خان زندہ ہو۔

مین۔ ہاں جناب یقیناً یہ امر ہو کہ وہ زندہ و سلامت ہیں اور پرسوں آپکے پاس دوسرا قاصد بھی آجائے گا جو آپکو اسکی حفاظت کی پوسٹ کنندہ کیفیت بیان کر دے گا۔ اور اس کے پاس شاہ وزیر۔ اور شخص خاص کے نام کے خط ہیں جو وہ لیے آ رہا ہے یہ سن کے وہ کچھ بے چارے گفتگو کرنے لگا کہ یہ ایک بہت بڑی تعجب انگیز بات ہو۔ دیکھیں اب ہمارے مرنے کی کیا بلانازل ہوگی۔ اب مین کہاں چلا جاؤں۔ اب مین کیا کروں۔

جب اس کے اوسان کچھ درست ہوئے تو مین نے کوشش کی کہ اس سے مین اس امر کو دریافت کروں کہ یہ معاملہ کیا ہو کہ ایسی خوشی کے موقع پر یہ گھبراہٹ کیوں گئی۔ اور اس نے ہتھکڑیاں لٹائی۔ جو کچھ مین نے اس سے سنا وہ یہ تھا۔

”وہ ضرور مر گیا ہو۔ ہر شخص کا یہی مقولہ ہو کہ وہ مر گیا ہو اسکی بیوی نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرا سب مین بڑا دانت ٹوٹ گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اب زندہ نہیں ہو علاوہ اسکے شاہ نے اس امر کو اور بھی یقین دلوا دیا۔ وہ اب کبھی بھی زندہ نہیں ہو۔ ہرگز زندہ نہیں ہو۔“

میں بہت خوب اگر آپ ہی سمجھتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے خیر یوں ہی سہی جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ امر ہے کہ میں ہزار باد میں بہت ہی صادق القول ہوں۔ پھر روز ہی نہ گزرنے پائینگے کہ وہ یہاں داخل ہو جائینگے اس وقت آپ بخوبی یقین کرینگے۔
 بوڑھا ناظر ذرا غور و تامل کر کے۔ تم ہرگز میری اس شرط پر تعجب نہ کر دو گے۔
 جب میں تمہیں جو کچھ یہاں ہوا ہو سب کہہ دوں گا کہ میرے مالک کی موت کی خبر آتے ہی کیا غضب برپا ہو گیا۔

اول۔ یہ کہ شاہ نے اسکا تمام مال و سبب تفرق کر لیا۔ اسکا مکان۔ اسکا سبب اور سارا سامان مع جارجیا کے غلاموں کے شاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے خود علی مرزا کو دیدیا۔ اسکا گادون وزیر اعظم دیا بیٹھے اور اسکی جگہ مرزا فضول کو اب مرحمت ہو جائیگی۔ اسکی بیوی نے اپنے بیٹے کے اتالیقی سے نکاح کر لیا ہے۔ اچھا اب میں تم سے ہی دریافت کرتا ہوں کیا یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ مجھے تعجب نہ آئے۔

میں نے دل میں خیال کیا کہ میرے معاوضہ میں تو کچھ جھگڑا نہیں آکر واقع ہو گا میں نے اسوقت اس سے کہا کہ حضرت یہ تو سب کچھ ہو چکا اب بتائیے کہ میرا معاوضہ کہاں ہے۔
 ناظر اہو۔ بس آپ اسے رہنے دین بابا مجھے کسی چیز کے لینے کی ہرگز امید نہ رکھنا اسلئے تم میرے لیے کچھ خوشخبری کی باتیں نہیں لیکر آئے ہو۔ ہاں یہ بات ہے کہ اسکا دستہ تم میرے مالک سے کر سکتے ہو جب وہ یہاں آجائیں ان سے تم قطعی اپنا معاوضہ بخوبی لے سکتے ہو کچھ نہیں دیکھتا میں نے یہ سنکر ناظر سے کہا بہت اچھا جناب اسی دن آؤں گا جب شاعر صاحب یہاں تشریف لے آئینگے۔ یہ کہہ کر میں پھر اپنی اسی دھن میں چل دیا کہ اپنے گھوڑے کی باتیمندہ قیمت جا کر وصول کروں۔

سوٹھوان باب

حاجی بابا کا جھگڑے میں پھنسا اور آئندہ کے لیے تداریک پوچھا

اب میرا ارادہ ہوا کہ شاعر کے آنے کا رستہ دیکھوں اور اُس کے آنے تک کسی ایسے مقام پر رہنا چاہیے کہ جہاں باعزت مجھے روٹی کھانے کو ملے اور مجھے بغیر ریاد و مکر و دغل کے نہ موقع ملے کہ میں اپنی زندگی میں ترقی کر سکوں میں کہیں اور بیچ قوم سے گھر گیا تھا۔ کہ اُن کے ساتھ اُدھر کا اُدھر مارا مارا پھر رہا ہوں میں نے اس قسم کی بہت سی مثالیں دیکھی تھیں کہ لوگوں نے میرے آگے آگے ترقی کر کے بڑے بڑے مدارج حاصل کر لیے تھے۔ اور اپنی سچی ہارے نمایاں سے دولت و عزت و دنوں انھیں حاصل ہوئی تھی اور میں یہ بھی سوچتا تھا کہ اور کون شخص مجھ جیسے کمبخت اور زبون زشت حالت سے ترقی پا کر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا ہو؟ ہنوز میرے دماغ سے یہ خیال نہیں گیا تھا کہ اگر میں وزیر اعظم ہو جاؤں تو انتظامی حالات کو کیونکر بھگتاؤں اور کس طریقہ سے کام کروں۔

میں خود ہی یہ کہتا تھا کہ شاہ کا سب سے پیارا کون شخص ہو؟ ہاں اعلیٰ بیگ طلبائی ہو جو اہل میں ایک فرزند ہو۔ نہ وہ ایسا خوبصورت ہو اور نہ میری طرح سے عمدہ گفتگو کر سکتا ہو اگر وہاں بھی ایسا موقع آجائے کہ ہماری چابک سواری کا مقابلہ ہو تو میں خیال کرتا ہوں کہ جس شخص نے کہ ترکمانوں میں تعلیم پائی ہو وہ موقع پر دکھا دے گا کہ سواری گھوڑے پر کیونکر کیا کرتے ہیں۔

اچھا اسکو بھی جانے دو شاہ کے خزانے کے وزیر ہی کو خیال کیا جائے کہ اہل میں وہ کون ہو صرف ایک حجام کا بیٹا ہو۔ اور جب اپنی نسبت خیال کرتا ہوں تو میں لکھا پڑھا بھی ہوں اور ہر اس سنسی تو الف کے نام بے بھی نہیں جانتے۔ اسکو سو اسے میخواری اور نفیس نفیس کھانوں کے ہوش ہی نہیں ہو۔ روز دیکھ لیجیے نئی پوشاک زیب تن کرتا ہو اور شاد کے بعد ہی کا حسن پرستی میں نمبر ہو۔ اور علاوہ اسکے ہر بات میں مجھ سے سب قابلیتوں میں نصف ہونے کے اسکی نسبت لوگوں کی یہ رائے ہو کہ جہاں کہیں اس کا ذکر ہوتا ہو اور انھوں نے کہا کہ وزیر خزانہ خربے تشدید ہے۔

ان خیالات کی ہانڈی میں اپنے دل میں بیٹھا ایک راستہ میں جس کے دو طرفہ درخت تھے دیوار سے بیٹھ لگائے ہوئے پکار رہا تھا۔ جس مقام پر میں بیٹھا ہوا تھا اس کا رستہ سیدھا شاہی محلات کے دروازہ میں جاتا تھا۔ یہ خیال کرتے کرتے آئندہ شوکت و عظمت کا خیال کچھ میری طبیعت پر ایسا غالب آیا کہ میں یکایک اٹھ کھڑا ہوا اور آگے کی طرف روانہ ہوا میں نے اس غول کو جو میرے آگے کھڑا ہوا تھا زور سے ڈھکیں دیا جیسے ایک بہت بڑے زعم والا بھیڑیا چیرتا ہوا چلتا ہو۔ بعض اشخاص میری طرف دوڑے بعض نے مجھے گالیوں والیاں دیں اور بعض نے کہا کہ یہ دیوانہ ہو۔ واقعی جب میں اپنے آپے میں آیا اور میں نے اپنے فقیری کپڑے اور گڈڑی کو خیال کیا اور اپنی شکل کو دیکھا تو سو اس کے اور کیا کر سکتا تھا کہ خود اپنی حالت پر خندہ زن ہوں اور اپنی حماقت پر ہنسوں میں سیدھا اس بازار کی طرف چلا گیا جہاں کپڑا فروخت ہوتا تھا تاکہ شائستہ پوشاک لیکر اپنی ہیئت تبدیل کروں جب میں غول میں سے اپنا رستہ کیا تو یکایک بجکوا ایک جھگڑے کے باعث سے ٹھہرنا پڑا کہ جو تین آدمیوں میں ایسی سختی سے ہو رہا تھا کہ توبہ میں بھی اس گھبرے کو ڈھکیں ڈھک کر عین موقع واردات پر پہنچا اور دیکھا کہ تین شخص باہم گھبر رہے ہیں ایک دلال ہے جس کے ہاتھ میں نے گھوڑا فروخت کیا تھا ایک وہی ہرکارہ ہے اور ایک وہ کسان ہے جس کا گھوڑا ہرکارہ چھینکر لایا تھا۔ ادھر سے وہ گھوڑے کو اپنی طرف گھسیٹتا ہے اور ادھر سے وہ کھینچتا ہے۔

کسان۔ یہ میرا گھوڑا ہے۔

ہرکارہ۔ یہ میرا بالان ہے۔

دلال۔ دیوانہ تو نہیں ہوئے یہ سب میرا ہے۔

جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو میرے اوسان باختہ ہوئے میں چاہتا تھا کہ وہاں سے شک جائون کہ دلال نے مجھے دیکھ لیا ایک کر میرا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ دیکھو یہ شخص ہے جس سے میں نے گھوڑا خریدا ہے جو اب ہی ہرکارہ نے مجھے بچا ہوا ہے پھر کیا تھا ایک غضب جی

مجھے سڑا کر جتے ہوئے باد لون کی طرح سے سب مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میرے اور سان باختر ہنگے
شیطان چور۔ دغا باز۔ بس یہ آوازیں تھیں جو میرے کانوں میں زور سے آ رہی تھیں۔
کسان۔ کو کچھ میرا گھوڑا کہاں ہے۔

ہرکارہ۔ میرا زین تو مجھے دیدو۔

دلال لائیے میرے متن دائیں ہاتھ سے رکھ دیجئے۔

لوگ۔ ارے میان اسے قاضی کے پاس کیوں نہیں لیجاتے۔

جب یہ نوبت ہوئی تو پہلے مین نے غل مچایا۔ تھیں کھائیں اور کچھ بھکی بھی بتائی۔
مگر بیوہ پھر مین بہت بلا کم اور نرم ہو گیا۔ ہر قدر شور و غل مچا کہ دس منٹ تک یہ بھی
ممکن نہیں تھا کہ ایک شخص کی صاف آواز سنائی دیتی۔ ہر شخص اپنی اپنی ہانکتا تھا۔
ہرکارہ کے غصہ و غضب کا کچھ عالم نہ پوچھو۔ کسان کہہ رہا تھا کہ دیکھو اس ہرکارہ نے میرے
ساتھ بے نصافی کی۔ اور دلال صاحب جو تھے وہ اپنے ڈیڑھ چانول الگ ہی پکار رہے
تھے جو ہکا جی چاہتا تھا لام کان مجھے کہہ رہا تھا اور کہتا تھا کہ دیکھو حرامزادہ نے میرا
ٹھگ لیا۔ مین اس وقت سہ گھارہ رہا تھا کسی کو تھپکتا کسی کو دلاسا دیتا اور کسی سے کچھ کہتا
ہرکارہ سے تو مین نے یہ کہا تم ہر قدر خفا کیوں ہوتے ہو آپ کا زین وغیرہ محفوظ ہے۔
لے لو۔ فیصلہ ہوا کسان سے مین یہ گویا تھا۔ مرد آدمی سن تو سہی تم بہت بھی کچھ نہ کہتے
تھے اگر کھارا جانور راستہ ہی مین مرجاتا خدا کا شکر کر دکھائی ساتھ پیش نہیں آیا لو اپنے
گھوڑے کو تھا مواد چلتے ہو۔ اس کے بعد دلال سے مین یوں مخاطب ہوا۔

کس حق کے بچہ آؤ کے ٹھٹھے نے تیرے دام ٹھٹھے ہیں۔ تم جو کہتے ہو کہ صاحب مجھے فریاد
مجھے دغا کی یہ سمجھ مین نہیں سمجھتا اگر اب بھی خیال کر دو گے تو تھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ
تم نے مجھے صرف گھوڑے کی آدمی قیمت دی ہے اور آدمی کے بدلے آپ چاہتے تھے کہ ایک
ہوا گدھا دیدون کیا یہ فریب نہیں ہے۔

لو تم اپنا روپیہ لے لو۔ مگر دلال نے روپیہ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو گھوڑا دلوائے۔
نیا جھگڑا اور بیچ میں کھڑا ہو گیا۔ اور دھڑا دھڑا بچتم بچتا ہونے لگی آخر نوبت بانجھ رسید
کہ ہم سب مجسٹریٹ کے پاس گئے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے گا۔

ہم نے مجسٹریٹ کو انکی عدالت میں مٹھا ہوا دیکھا۔ چاروں طرف سے اسکے ماتحت
فرسے گھیرے ہوئے تھے رجب ہاتھ میں لکڑیاں تھیں انکی صورتوں سے معلوم ہوتا تھا
گویا یہ کسی مجرم کو سزا دینے کے لیے مستعد ہیں۔ میں نے تمام مقدمہ کی شرح کیفیت بیان کی
اور میں نے اسپرہٹ زور دیا کہ مجھے اس دلال نے بے واسطہ قریبی اور چور کہا ہے۔ اسپر
دلال نے جواب دیا کہ جب یہ گھوڑا اسکا تھا ہی نہیں اور یہ دوسرے کا چڑایا ہوا تھا پھر
اس کا استحقاق اسے کیا پہنچ سکتا تھا اور یہ سکور کھنے والا کون تھا۔

اس سوال و جواب نے داروغہ پولیس کو کچھ ایسا تنگ کیا کہ اُس نے اس مقدمہ سے
دست برداری کرنی چاہی اور وہ غریب حکم ہی دینے کو تھا کہ یہ مقدمہ قاضی صاحب
فیصلہ کرینگے انکے پاس لے جاؤ کہ ایک ضعیف شخص نے جو دہن کھڑا ہوا تھا یہ کہا۔ تم ہی
صاف مقدمہ میں الجھیرا کیوں ڈالتے ہو۔ جو وقت دلال حاجی کو باقی ماندہ روپیہ ادا کرینگا
ہو وقت حاجی بھی دلال کو جو کچھ گھوڑے کے دانے دانے میں خرچ ہوا ہو دیدینگا۔
یہ سنتے ہی چاروں طرف سے بارگاہ اللہ بارگاہ اللہ کی آوازیں گوش زد ہونے لگیں۔
چاہے یہ صحیح تھا یا غلط وہاں اس مشتبہ فیصلہ سے باہم پھر زور و شور سے جھگڑنے لگے۔
لیکن داروغہ نے ہم سے کہا کہ تم باہم صلح کر لو۔ تو بہتر ہو۔

اب کیا تھا میں نے فوراً ہی دلال کو اس کے متن واپس کر کے رسید لے لی جب سیر
ساتھ اسکا فیصلہ ہو چکا ہو وقت وہ اس روئے مقدمہ پر خیال کرنے لگا کہ یہ کیونکر
فیصلہ ہو گیا اور وہ سخت متحیر تھا کہ یہ معاملہ یکایک کیسے ہو گیا کیونکہ اگر میں یہ سمجھوں
کہ گھوڑے کی حفاظت حاجی بابا پر صادق آتی تھی اگر وہ مجھے نصف یا ساری قیمت بھی

والس دیریتا جب بھی اُسکو یہ حق نہیں پہونچتا تھا معلوم ہوتا تھا گویا اُسکو دفعۃً دھوکا دیا گیا کہ خوش قسمتی سے اسکا غصہ وار دھم پولیس پر پڑ پڑا اور اُسکو دلائل نے بہت آزادی سے یہ کہا عجب خیرا شخص اور اندھا دھند دماغ کا شخص ہے فیصلہ کرنے بیٹھا ہے بڑا کہین کا ایسا نڈر بنکر نکلا ہے۔

سترھواں باب

حاجی بابا کا جون بدلتا

اب میں خود اپنی اس حماقت پر خیال کر رہا تھا کہ مجھ سے یہ ناموزون کام کیوں ہو رہا ہو اور پھر میں خود اپنے کو مبارکباد دیتا تھا چلو سے بھوٹے نہیں دھریے جاتے جان کی لاکھون پائے اب پھر میں بزاز سے میں چلا اور اول ہی دکان پر جو دروازہ کے قریب واقع تھی جا کر سرخ کپڑے کی قیمت چٹکانی میرا ارادہ تھا کہ اسکا ایک چنم بنواؤنگا۔ کیونکہ مجھے خیال تھا کہ یہ پوشاک مجھے بھی ویسا ہی معزز بناو گی جیسا اُن لوگوں کو بنا دیتی ہے جو اسے پہنتے ہیں بزاز نے بغور اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھا اور کہا۔ چنم آپ کس کے لیے لیتے ہیں اور کس کی قیمت کون ادا کرے گا۔

میں۔ یقیناً میں اپنے ہی لیے لیتا ہوں۔

بزاز تم جیسا نامعقول شخص ایسے کپڑے پہن کر کیا کر سکا رہے حق اُسکو تو سب مرزا اور خان عزیز تن کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ تم اُس قسم کی شخصیت کے نہیں ہو۔ میں ایک خشنماک جواب دینے کو تھا کہ اتنے میں ایک دلال پاس ہو کر گزر رہا جو اسماعلی کپڑے لادے ہوئے آواز لگاتا پھرتا تھا۔ میں نے یہی کو آواز دی باوجودیکہ یہ بزاز تڑپ تڑپ رہا گیا کہ میان صاحب مجھے ہی لین اور انہی اُس لالکا پر جو مجھے دکان سے پرے چلے جانے کو کہی تھی بہت ہی پشیمان ہوا ہم دونوں ایک متصل کی مسجد کے کونہ میں جا بیٹھے دلال نے اپنے کپڑوں کی گٹھری اتاری اور جو کچھ اس کے پاس تجارتی سامان تھا سب میرے آگے پھیلا دیا۔ میں نے

ایک نہایت ہی نفیس ریختی جامہ بند کیا جسکے آگے کی طرف ٹھہری لیس ٹکی ہوئی تھی اور سونے کے ٹن جگ جگ کر رہے تھے۔ ہسکونڈ کر کے مین نے اس سے قیمت دریافت کی دلال نے اسکی صفت اور میرے پسند کی تعریف کرنی شروع کی اور کہا بجا یہ شاہ کی ایک پیاری چٹائی کا ہوا ہے اسے صرف دو ہی بار الگ سے پہنا ہوا اور پھر اسے فروخت کرنے کے لیے مجھے دیا ہوا میرے چاروں طرف پھرتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا ماشاء اللہ ماشاء اللہ کیا ہی تھیں بھلا معلوم ہوتا ہو۔ مین اس سے بہت ہی خوش ہوا مین نے پھر ایک شال کمر پر لپٹنے کے لیے اس سے مانگی۔ اس نے ایک پُرانی کشمیری شال جس میں چھید ہی چھید ہو رہی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید باد آدم اسے اوڑھتے ہوئے مجھے دکھائی اور یہ مجھے یقین دلایا کہ یہ شال شاہ کی ایک بیگم کی ہوا ہے مجھے یہ فروخت کرنے کو دی ہو کہ ہسکونڈ معقول قیمت پر بیچ ڈالنا۔ میری خود بینی اور حماقت نے کرمانی شال کو سہ ترز جج دی کیونکہ مین نے یہ سوچا کہ جس قیمت میں پُرانا شال کشمیری آئے گا اسی قیمت میں کرمانی نیا آجائے گا۔ اور یہ مین اسلے لیتا تھا کہ وہ زخم جو میری پیٹھ پر پڑے ہوئے تھے بالکل چھپ جائیں دوسرے کمر میں کٹار اڑس سکون جس سے میری درد دی پوری ہو جائے جب مین نے یہ خواہش کی دلال نے اشیاء مطلوبہ بھی حاضر کیں اور جب مین ان کو زیب تن کئے ساز و سامان سے درست ہو گیا تو خواہ مخواہ مجھے اس سے اپنا اطمینان ظاہر کرنا پڑا کیونکہ وہ مجھے اس امر کے یقین دلوانے میں قاصر نہیں تھا کہ آپ جیسا جامہ زیب شخص ظہران میں بھی نہیں دیکھا جب مین نے یہ سب پسند کر لیا اور قیمت دریافت کی تو اس میں بڑی ہی رد و کد ہوئی دلال صاحب اول تو اپنی ایمانداری کا مجھے یقین دلوانے لگے کہ حضرت مین ان دلالوں میں سے نہیں ہوں کہ قتل مانگتے ہیں اور پچائش پر راضی ہو جاتے ہیں۔ مین آپ سے ایک ہی بات کہو نکاح جس پھر آپ اس سے کم بدلتا کر نہ کہیے گا دلال نے غرض پانچ تین کوٹ کی قیمت مانگی اور پندرہ تین شال کی اور چار تین کٹار کی کل مل کر چوبیس تین تین ہوئے۔

یہ سنتے ہی میری تمام اشتیاق کی بھرپور ہوتی آگ دھیمی پڑ گئی اسلئے کہ کل میں ہی تمن ہو وقت میری گروہ میں تھے میں وہ کپڑے اتارنے ہی کو تھا کہ بھرا بچی وہی پرانی درویشانہ گڈری زیب تن کر دن اور یہ کپڑے دلال صاحب کے واپس یوں کہ ہو وقت دلال نے مجھے ٹھہرایا اور یہ کہا شاید آپ نے یہ خیال فرمایا کہ قیمت کچھ بہت زیادہ ہو آپ کی جان اور مجھے سر کی قسم کہ میں نے کچھ انھیں داسوں خریدتا ہوں آخر آپ بھی تو فرامین کہ آپ کیا قیمت دلانے میں آجی حضرت کیا عرض کروں اتنی قیمت کے آگے میرا تو منقطع نہیں رہتا تاخیر کہے دیتا ہوں گر آپ مائن مائن نہ مائن آپکا مال ہر مین صرف پانچ تمن میں سب چیزیں لیتا ہوں کیا خوب سودا نقد ہو جس ہاتھ سے اس ہاتھ سے

پنکڑے کچھ حقارت آمیز صورت سے ہنکار کیا۔ میں نے اس کے کپڑے اتار کر اس کے حوالہ کیے۔ مابخر شاہ سلامت۔ جب اس نے کپڑے تہ کیے اور ہماری باہم سب باتیں طے پا گئیں اس نے پھر دوبارہ نصیحتیں کہا۔ میں تمھارے ساتھ دوستانہ برتاؤ ہوں اور دوستی کی نظر سے تمہیں دیکھتا ہوں جو کچھ تمھارے ساتھ بھلائی کروں گا اپنے بھائی کے ساتھ میں نہیں کرنے کا اچھا میں صرف آپ کو دس تمن میں دید ونگا میں نے پھر بھی ہنکار کیا اب ہم دونوں میں جھک جھک ہو نیلگی خیر میں نے کہا کہ اچھا چھ تمن سہی بھئی اس سے زیادہ اور میں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا۔ یہ سنتے ہی اس نے منظور کر لیا اور میں نے وہ کپڑے لے لیے۔

وہ قیمت لے لیا کر روانہ ہوا میں نے کپڑے اٹھالیے اور یہ ارادہ کیا کہ حمام میں جھکر غسل کیجیے اور وہاں ان کپڑوں کو بھر زیب تن کر دوں میں نے ایک سبز بانائی جوتا ایک نیلے ریشم کی قمیص اور ایک جوڑا قرمزی رنگ کے ریشمی پاجاموں کا لیا یہ سب ان میں باندھ کر حمام کی طرف بڑھا۔

میں حمام میں اندر تک چلا گیا کسی نے بھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھا کہ یہ کون شخص ہو کیونکہ

میری صورت ہی ایسی زرغل بنی ہوئی تھی کہ جنے اُن مین کوئی حزن حرکت نہیں پیدا کی
مین نے یہ دیکھ کر اپنے دل کو آزر دہ نہونے دیا اور خوب اطمینان دلایا کہ جون ہی کپڑے
پہنون گا یہ سب حالت بدل جائیگی اور پھر ان حقارت آمیز نظروں سے دیکھا جاؤنگا مین نے
ایک کونہ مین رکھ دیے اور مین بہرہ س ہو گیا۔ اور ایک تو لیے کی تہ بند باندھ کر حمام مین گیا
یعنی یہاں اس خاص نہانے کے مقام مین سب بایں ہدیت آتے تھے مین نے خود اپنے
دل مین ذرا دون کی نی کہ میری اچھی صورت۔ میرا چڑا سینہ۔ میری تیلی کمر خود بخود مجھے
قابل ملح بنائے گی۔ مین نے جاتے ہی ایک حمام دلے کو آواز دی اور اُس سے کہا کہ تم مجھے
اچھی طرح سے نہلاؤ۔ ہاتھ سے ملنا۔ کیسے سے جسم کو رگڑنا حجامت بنانا اور مین نے اسکو یہ بھی
حکم دیا کہ تو میری داڑھی۔ کچھون اور زلفون کو کھلی مین وغیرہ سے صاف کر غرض سطح
سے مین نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ مین کمال طہارت اور پاکی سے نہانا چاہتا ہوں جون ہی
وہ حمام والا مجھے مل کر نہلانے لگا سو قت اُس نے بار بار میرے چوڑے سینہ کی تعریف
کی۔ اور اپنے خیال مین سے کپڑون کی تاثیرات نیک سمجھ کر جو غالباً نئی پوشاک پہنکر پیدا
ہوتی ہو مجھے بھی اُسی تعریف و مدح کا مستحق کیا کہ جو ایک شخص کوئی پوشاک پہنکر ہوئی تھی
اُسے کہا کہ آپ کیا ہی خوش قسمت وقت مین تشریف لائے ہن ابھی مین ایک خان کونہلا
آیا ہوں جبکہ شاہ نے فصل کے پہلے سردے صفہاں سے لانے پر خلعت عطا کی ہو۔
بخومیون نے اسے ہی وقت مبارک غسل کرنے کا بتایا تھا اور یہی وقت نئی پوشاک
پہننے کے لیے بھی بہت ہی مبارک ہو۔

جون ہی مین غسل کر کر کے فارغ ہوا حامی نے میرا جسم کتانی کپڑے سے پوچھا اور
مجھے اُس مقام پر لے آیا جہاں میرے کپڑے رکھے ہوئے تھے کس خوشی اور شادمانی سے
مین نے اپنے کپڑون کے بندل کو کھولا ہو اور کس خرمی سے مین نے اپنی ٹیپ ٹاپ کو حطم
کیا ہو جب مین نے ہر شے کو زیر بن کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ گویا اب مین از سر نو آدمی

بنائیں نے ریشمی کپڑے کبھی نہ پہنے تھے۔ جب مین نے ذرا پاجامہ پہنا دیکھا اور اوپر سے جامہ کو زیب تن کیا اور اسکی کچھ کھر کھر دھڑکھڑاہٹ ہوئی تو اب میرا دل غ آسمان پر پہونچا اور مین چاروں طرف نظر بازی کرنے لگا کہ بھلا اب میری طرف نظر پھر کون دیکھ سکتا ہے۔ مین نے ایک نئے طریقے سے اپنی مثال کو کمر سے لپٹا ایک سر اسکا آگے چھوٹا ہوا اور اس سے زیادہ دوسرا سر پیچھے چھوٹا ہوا اور جب مین نے کٹار کو کمر میں اڑسا بس ہر وقت کا عالم کچھ نہ بوجھئے مین نے خیال کر لیا کہ ہر کسی چیز کی کسراتی نہیں رہی۔ مین نے اپنی ٹوپی کی نوک کو کاجاری یا اصلی طریقہ شاہی پر پچکایا۔ اور اسکو سر پر کی طرف زرباش دی جب اس حتمی نے مجھے آئینہ لا کر دکھایا جس سے یہ غرض تھی کہ مین اسکا معاوضہ دوں۔ مین نے پہلے اس سے اپنی زلفیں سنوارنے کو کہا کہ وہ پھینٹ کر دونوں کانوں کے نیچے شانہ و زوال دے اور میری موچوں کو گھیرا دیکر یا انکا حلقہ بنا کر رخساروں کے ارد گرد کر دے جب وہ میرے حکم کی تعمیل کر چکا مین نے اسکو معقول معاوضہ دیا اور اپنے درویشانہ کپڑے یا گڈری بھی اسکی نگہبانی میں سوئی۔ اور پھر مین وہاں سے ذرا اگڑتا ہوا روانہ ہوا۔

اٹھارہواں باب

شاعر کا اپنی قید سے دلپس آنا اور حاجی بابا کا اس سے ملنا

مین سیدھا اس امید پر شاعر کے گھر کی طرف روانہ ہوا کہ اس کی کچھ وہاں سے جا کر خبر لوں جب مین نے راہ کو ختم کیا تو دروازہ کے گرد دیکھا کہ ایک غول آدمیوں کا اس کو گھیرے ہوئے کھڑا ہے معلوم ہوا کہ شاعر ابھی داخل مکان ہوا ہے اور یہ چھت پر سے ہو کر مکان میں داخل ہوا ہے بجائے اس کے کہ دروازہ میں ہو کر جاتا یا ایران کا یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کی یہ خبر اڑ جائے کہ وہ مر گیا اور پھر وہ واپس آجائے تو دروازہ میں ہو کر گھر میں نہیں گھستا بلکہ چھت پر سے ہو کر داخل مکان ہوتا ہے۔

مین فوراً بھڑکھڑا ہوا اس کمرے میں پہونچا جہاں شاعر بیٹھا ہوا تھا اور مین نے جاتے ہی

اُسکے آنے پر بہت بہت مبارکباد دی اُس نے مجھے ہلانین پہچانا۔ لیکن جب میں نے اُس سے یہ کہا کہ میں فلان شخص ہوں تو اُس نے مجھے جب بھی مشکل سے پہچان کر دیا یہ وہی پہلا کچیلانقری ہو جسکو میں نے دیکھا اور جواب کس راہنگی اور شان و شوکت سے نمودار ہوا۔

شاعر کا کہ ہر قسم کے آدمیوں سے پڑھا اُنہیں بعض وہ بھی شخص تھے جو اُسکے آنے سے خوش تھے اور وہ بھی تھے کہ جو اُسکے صحیح و سالم آنے پر بہت ہی مایوس معلوم ہوتے تھے۔

مؤخر الذکر لوگوں میں سے جو ظاہر تعلق اور چاہوسی کر رہے تھے اور جنہوں نے اوپر ہی رل سے اُسکے آنے پر مبارکباد دی تھی ایک مرزا فضول بھی تھے کہ جو اس شاعر کے عہد پر

نامزد کیے گئے تھے۔ مرزا فضول یہ کہہ رہے تھے کہ آپ کی جگہ خالی تھی ہماری آنکھیں

آپ نے اپنے روشن دیدار سے نور کین اور یہ بات جب ہی تک تھی جب تک وہ کسے

میں بیٹھا رہا۔ آخر کار شور و غل کی آوازیں سنائی دین۔ دروازے کھول دئے گئے شاہ

نے ایک انس کو بھیجا کہ شاعر کو یاد فرمایا تھا۔ شاعر اُسی حالت میں سفری کپڑے سفری ٹوٹ

پہنے ہوئے تمام گرد آلود شاہ کے پاس روانہ ہوا۔

ہو وقت بھڑکھڑ گئی تھی۔ میں بھی وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا کہ اب کل کر ملاقات کر

میں اجاہد ہی میں تھا کہ مجھے اُسی ناظر سے ملاقات ہوئی کہ جس سے پہلے گفتگو ہوئی تھی

مجھے یہ شخص بھی کچھ خوش و خرم نہ معلوم ہوا اُدھی کے آثار اُسکے چہرہ سے ہو رہے تھے

میں۔ اللہ کا نام لیکر۔ دیکھا حضرت میں نے جو کہا تھا کہ خان زندہ ہیں۔ صحیح نکلا آپ

ناظر۔ ایک آہ بھر کر۔ بان واقعی سچ نکلا بیشک وہ زندہ ہو اور خدا اُسکو ہمیشہ ہمیش

زندہ و سلامت رکھے۔ لیکن ان اللہ علی کل شیء عظیم اللہ سب سے بزرگتر ہو۔ سہیل کی

دو تین باتیں بنا کر چلتا بنا صورت سے اُسکی مصیبت اور آفت نمایان تھی۔

میں باقیما زندہ دن گشت لگاتا ہوا اور اپنی ہوا باندھتا ہوا پڑا پھر باز روئی

سیر کی مسجدوں کی زیارت کی۔ اور سست اور کاہل انخاص کے پاس بھی ہرگز گری

پہونچا کہ جو غول کے غول کثرت سے شاہی دروازہ کے ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ یہاں شاہ
 کے آنے اور شاہ کا اسکا استقبال کرنے کی خبریں اڑ رہی تھیں۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ جب شاہ
 عالیجاہ نے یہ سنا ہوگا کہ شاہ آگیا اُنھیں ہرگز یقین نہ آیا کیونکہ اُنھوں نے یہ حکم لگا رکھا تھا کہ
 وہ مر گیا اور پھر کچھ صحیح و سالم پہونچنا یعنی چہ۔ بعض کا بیان تھا کہ جب وقت شاہ بکھلاہ کو
 خبر پہونچی ہو کہ عسکر آگیا اُس وقت اُنھوں نے بہت ہی خوشی ظاہر فرمائی اور فوراً دس تین فقرا
 کو خیرات دیے۔ مگر حق اس یہ تھا کہ شاہ عالیجاہ شاعر کی اس بعثت و نشر سے بہت مایوس اور
 آزرده خاطر ہوئے تھے کیونکہ شاعر نے شاہ کے اس انتظام کو برا بدکردیا کہ جو اُنھوں نے اُس کے
 گھر اور سامان کی نسبت کیا تھا اس لیے شاہ نے اس بیچارہ شاعر کی کچھ آؤ بھگت تواضع و رات
 بھی نہیں کرنی چاہی تھی۔ مگر عسکر جو بخوبی واقف تھا کہ شاہ کی طبیعت نظم کی طرف بہت
 مائل ہو اور خاص کر کے ایسی نظم کی طرف جہین انکی مدح سرائی ہو وہ اس بات کو پہلے ہی
 جانتا تھا اُس نے ایک فی البدیہ قصیدہ اپنے مدوح کی شان میں اُسی وقت سے موزون
 کر کے تیار کر رکھا تھا کہ جب وہ ترکمانوں کی قید میں تھا۔ یہ ایک مناسب موقع پر اُسے بڑھکر
 سنایا۔ اس مدح سرائی سے عسکر نے شاہ کی اس نامہربانی اور ناز و رضی کے خیال کو بدلا کہ جو پہلے
 ہوا تھا اور اُس سے منفعت حاصل کی راتریش شاہ نے اسکو تکالیف کے صلہ میں اُسکا کٹھنہ
 کھنے سے بھر دیا اور ایک خلعت فاخرہ سے ممتاز فرمایا۔ اور جقدر چیزیں اور سامان بغیرہ فرق
 کر کے دوسروں کو دیدیا تھا وہ بھی اُسکا واپس پھیرا اور نیز اُس کے قدیمی ہمدہ کا بھی شرف بخشا
 مین نے اپنے پسندیدہ مرنی کو پھیر جا کر مبارکباد دی اور اُس کے علی الصباحی دربار میں
 بغیر پس و پیش کے جا دھکا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ پھیر بہت ہی عنایت و نوازش کرتا ہو تو
 مین نے پہلے اپنی جگہ قیام سے اطلاع دی اور پھر یہ عرض کیا کہ اول تو آپ اپنے ہی سکا مین
 مجھے رہنے کی جگہ بتائیے اور دوسرے اپنے کسی وائفکار سے سفارش کر دیجئے کہ مجھے کوئی
 ملازمت مل جائے۔ مجھے اس مرے اطلاع ہوئی کہ ناظر جو اپنے آقا کے آنے پر مایوس و غمگین تھا

دیتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُس کے مال میں کچھ ہاتھ چھانٹنی کی تھی اب اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں اس کا منشا ہو جائے اس سے مجھے اُمید ہوئی کہ شاید میں اسکی جگہ پر تعین ہو جاؤں میں نے بہت شوق سے شاعر کی خدمت میں یہ عرض کیا اور نیز ساتھی اس کے میں نے اس کے خادم کے تصور وغیرہ کی نسبت جس سے میں واقف تھا اسکی آگاہ کیا۔ مگر میں اپنی آرزو کا سیاب نہیں ہوا۔ یا تو یہ امر تھا کہ ناظر کی طرف اسکا بڑا گمان نہیں تھا اور اس کے عادات اور طریقوں کو وہ بڑا نہیں سمجھتا تھا یا یہ امر ہو گا کہ اس نے اپنی نیکنامی اپنے آقا کے کئے ظاہر کی تھی اور شاید اس نے مجھے مشتبہ شخص گردانا تھا۔ غرض یہ کہ وہ تو اپنی ہی جگہ پر قائم رہا اور میں اُس کے صبح کے دربار کا حاضر باش بنا۔

ایک دن بوقت فجر عسکر نے مجھے اپنے پاس بلایا اور یہ کہا۔ اے میرے دوست حاجی تم جانتے ہو کہ میں تمھاری اُن عنایات اور حساسندیوں کا کس درجہ کامنوں ہوں جو تم نے موت مجھ پر کی تھیں کہ جب ہم دونوں ترکمانوں کی قید میں تھے۔ اب ہر وقت میں اپنی شکر گزاری کا ثبوت دوں گا۔ میں نے بہت زور دیکر تمھاری سفارش مرزا احمد جو شاہ عالیجاہ کا حکیم اور فسر الاطبا ہو کر دی ہو اُسے ایک ملازم کی ضرورت ہو۔ مجھے اس ملازم میں کچھ بھی خشک نہیں ہو اگر تم نے اسکی خدمت کو بخوبی انجام دیا اور وہ تمھاری طرف سے مطمئن خاطر ہو تو تمھیں اپنا فتنہ طبابت تعلیم کرنے میں دریغ نہ کریگا۔ اور تمھیں ایسے راستے پر ڈال دینگا کہ تم بخوبی دولت کماؤ گے تم اُس کے پاس چلے جاؤ اور اُس سے یہ جا کر کہو کہ مجھے عسکر نے بھیجا ہے میں وہ تمھیں ملازمیت سونپ دینگا۔ علم حکمت سیکھنے کا میرا ہر گزارا وہ نہیں تھا کیونکہ اُس درویش کی مجھے کما یا د تھی کہ اسکی اور طبیب کی لپاؤ لگی ہوئی تھی اس نظر سے میں اس پیشہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ لیکن میری حالت بہت ہی بایوسانہ تھی۔ میری گرہ میں کچھ بھی نہ رہا تھا سیلے خود بخود خیمہ طبیب کی ملازمت منظور ہی کرنی پڑی۔ آخر میں صبح کو طبیب کے مکان کی طرف چلا۔ جو محلات کے پڑوس میں واقع تھا۔ میں ایک فسر وہ اور بے مرست باگڑ

میں داخل ہوا میں نے وہاں جاکر چند مریض دیکھے بعض تو اکتی پالتی مارے ہوئے پشت
 ہر یوار بیٹھے ہوئے تھے اور بعض مریضوں کے دوست وغیرہ انکی تیمارداری میں مشغول تھے
 اور بعض ہاتھوں میں بوتلیں لیے بیٹھے تھے کہ طبیب صاحب عورتوں کے دالان سے نکلیں تو
 ہمیں بھی پوچھنے بچھنے کا موقع ملے۔ میں ایک کھلے ہوئے دروازہ کی طرف چلا جہاں وہ
 اشخاص جو اندر نہ جاسکتے تھے کھڑے ہوئے تھے میں بھی وہیں کھڑا ہو گیا کہ جب تک
 کوئی اندر نہ ملے میں قیام رکھنے لگا۔ کمرے میں چند وہ اشخاص بیٹھے ہوئے تھے کہ جو دروازے
 کی دربارداری کرنے آئے تھے کیونکہ ایران میں یہ قاعدہ ہے کہ ہر مہمان اپنے ہاں فخر کا دربار
 کرتا ہے۔ ڈاکٹر دروازہ کی طرف بیٹھا ہوا بنا دین کا کام کر رہا تھا۔
 یہ حکیم ایک ضعیف کھوسٹ شخص تھا۔ ایک نگہ دہ بھی کڑھے بین گھسی ہوئی خراؤ کی
 ذرا اٹھی ہوئی ہڈیاں۔ کمرے کی سی قلیس ڈاڑھی۔ خمیدہ پشتی کی صفت حضرت میں
 بد طوئے رکھتی تھی۔ اور آپ کی مدنی وضع یہ تھی جب بیٹھتے تھے تو زرخدان کو آگے کی طرف
 اٹھا رہے ہوئے بیٹھتے تھے۔ جناب کے سر مبارک نے دو شانوں کے بیچ میں پشت کی طرف
 تکیہ لگالیا تھا۔ اشارہ انداز آپ کے دونوں ہاتھ ہر وقت دو طرفہ مکرر کرتے ہوئے ہوتے
 تھے ہر وقت حکیم صاحب کی دونوں کتیاں جسم کے ہر طرف ایک مثلث بناتی تھیں
 راقبہ میں سیکھنے والوں کے بڑھے حکیم مطلب کے تھے یہ بہت ہی تنک مزاجی سے
 مختصر چھوٹے چھوٹے سوال کرتا تھا اور اگر جواب دینے کا موقع آتا تھا تو بہت گننا گننا
 دیتا تھا جب حکیم صاحب ان لوگوں کے امراض کی کیفیت سن چکے کہ جو حکیم صاحب سے
 نسخہ وغیرہ تجویز کرانے آئے تھے۔ اور اپنے چھوٹے سے خوشامدیوں اور غمور بہ چٹوں
 کے دائرہ سے چند الفاظ کہہ کر انھوں نے میری طرف دیکھا۔ تو میں نے یہ کہا کہ میں انھیں
 ہوں اور مجھے شاعر نے بھیجا ہے تو وہ بڑھاپا اپنی تیز نظروں سے منٹ دو منٹ میری طرف
 دیکھتا رہا اور چاہا کہ کچھ دیر میں تامل کر دین کی خواہش تھی کہ مجھ سے علیحدہ

مقام میں گفتگو کر نیے غرض حکیم صاحب وہاں سے اٹھ بیٹھے اور اس کمرے سے باہر نکل آئے اور پھر مجھے ایک علیحدہ چھوٹے سے قصر میں بلایا۔ اسکے سب طرف پاس پاس دیوار میں محیط نقین مگر جہاں کمرہ خلوت تھا وہ دیواروں سے معز تھا اور یہیں ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے تھے۔

انیسواں باب

حاجی بابا کا حکیم کا ملازم ہونا

جون ہی میں برا جا ڈاکٹر نے مجھے بلایا اور بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا میں اس نکساری اور اطاعت کی صورت بنا کر بیٹھا کہ جیسے کم درجہ کا آدمی کسی بڑے عالی قدر اور شان و شوکت والے کی ظاہر تعظیم و تکریم کرتا ہو۔ اُس نے مجھے کہا کہ ہمارے دوست عسکر نے تمہاری بہت ہی تعریف کی ہو اور کہا ہے کہ یہ شخص قابل اعتبار ہے اور بھر دوسہ کر سکتے ہیں خصوصاً اس مہرین تمکو بہت ہی محتاط کہا ہے جسکی میں نے تجویز کی ہے۔ اسلئے کہ تم نے زمانہ کا بہت کچھ گرم و سرد دیکھا ہے اور ہمیشہ اپنی تدابیر لایقہ اور چارہ گیری میں تم کامیاب اور بار آور رہے ہو اگر کوئی مال اندیشی اور لڑواری کا کام تمہیں سپرد کیا جائے گا اس کو تم بڑی قابلیت اور اس لیاقت سے انجام دو گے جس لیاقت اور قابلیت کی اس میں حجت ہوگی۔ جون جون وہ میری تعریف بیان کرتا تھا میں بار بار اپنی کمر کو خم کر کر کے سر اُسکے آگے جھکا دیتا تھا اور اُسکے آگے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھتے ہوئے اس طرح سے باادب بیٹھا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ استیون کے کناروں سے ڈھکے ہوئے تھے نہ صرف ہاتھ ہی بلکہ میرے پر بھی جامہ سے پوشیدہ تھے اسکے بعد وہ بوڑھا حکیم یہ گویا ہوا کہ مجھے تم جیسے شخص کی ٹھیک اس موقع کے لیے حاجت ہوئی ہے اور جب مجھے اپنے دوست عسکر کی سفارش پر بہت بھر دوسہ اور اطمینان ہو تو میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تمہارے کاموں میں ایک لائق اور قابل شخص بنا دوں رجہ قدر کہ میری آرزو میں اور مسدین میں اگر اُنکے موافق تم کامیاب ہو گے تو تم اس بات کا یقین رکھو

کرو کہ یہ تمہارے لیے اچھا بہتر ہوگا اور پھر میں بھی تمہاری خدمات لائقہ سے پہنچتی نہیں
 کرنے کا اور انکا مجھے برابر خیال رہے گا پھر مجھے حکیم نے اور بھی اپنے پاس بلایا اور ایک
 نہایت ہی دینی اور رازداری کی آواز میں مجھے کہا۔ حاجی تھیں اس امر سے واقف
 ہونا چاہیے کہ ایک فرانسیسی ایچی کچھ عرصہ گزرا اور بارہن آیا ہوا اسکے ساتھ ایک
 ڈاکٹر بھی وہیں کا ہے۔ اس کا فریڈاکٹر نے یہاں بہت کچھ ناموری اور شہرت پیدا کر لی
 ہے۔ یہ اپنے مریضوں کا اس طریقہ سے علاج کرتا ہے کہ جو ہمارے آگے بالکل نیا ہے اور
 وہ اپنے ہمراہ ایک صندوق دوائیات کا رکھتا ہے جنکا نام بھی ہم نہیں جانتے۔
 یہ ڈاکٹر بہت سی ایسی اشیاء کے علم کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جنکو سننے تو کبھی فارس
 میں نہیں سنا۔ یہ فرانسیسی گرم دوسرا مرض میں کوئی فرق ہی نہیں کرتا اور نہ ٹھنڈے
 اور گرم معالجہ میں غیریت تصور کرتا ہے۔ جیسا کہ جالینوس اور ابن سینا نے برابر اپنی
 کتابوں اور تجارب میں کیا ہے۔ پڑھتا ہے اپنا تیز آگے بھونکتا ہے کہ معدے میں ہوا
 پونچھے اور یہ بھی دعوے کرتا ہے کہ میں چھپک کا مرض برابر اچھا کر سکتا ہوں اور یہ سب
 ہی بڑا اور بدنام ہے کہ ہماری سرشت میں خاص ایک خلاصہ اور جو ہر کسی فتنے کا منسلک
 کر دیتا ہے جسکا عمل احوال انکے فلسفہ نہیں سے ایک فلسفی نے کیا ہے۔ مگر اب یہ کبھی
 نہ ہوگا حاجی چھپک ہمیشہ میرے لیے ایک اطمینان بخش سلسلہ آمدنی کا ہے۔ بھلا تم ہی
 خیال کرو کہ میں اسے کیونکر ضائع کر دوں۔ ایک کافر تو یہ پسند کرتا ہے کہ یہاں آئے
 اور ہمیں مویشیوں کی طرح ہانکے بھلا ہم کیونکر اسے اجازت دے سکتے ہیں کہ ہمارے
 منہ میں سے وہ روٹی پھینک کر چلتا ہے۔ لیکن وہ سبب اور وجہ جسکے باعث سے میں
 تمہاری مدد کا طلبکار ہوا ہوں یہ ہے کہ دو دن ہوئے کہ وزیر اعظم اپنے معمول سے
 زیادہ خوراک کھانے کے سبب سے مریض ہو گیا تھا اور بہت بے آرام تھا۔ کنجش
 کچا کا ہوا اور کھیر اس کے میں ڈبو کر اور کھانڈ ملا کر چٹ کر گیا تھا۔ اس امر کی جھنک

فرانسیسی ایلمچی کے کان میں پہونچی کیونکہ اس کھانا کھانے کے وقت وہ بھی موجود تھا اسے فوراً اپنے ڈاکٹر کو وہاں بھیجا کہ وزیر صاحب کا جا کر علاج کرے اور اسے وزیر صاحب سے یہ درخواست کی ہو کہ آپ اس ڈاکٹر کو علاج کی اجازت دینگے یقین ہو کہ بہت جلد آپ صحت مکتی ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وزیر اعظم اور فرانسیسی ایلمچی کے باہم جھگڑ گئی تھی۔ موصوفہ الذکر اپنے ایلمچی نے یہ چاہا تھا کہ چند تجویز ملکی معاملات میں میرے لیے جائز اور ردوار بھی جائیں مگر وزیر اعظم نے بغیر کسی خیال کے صرف منفعت فارس کیلئے اس سے انکار کر دیا تھا۔ چونکہ یہ موقع وزیر نے ایلمچی سے ملناری کرنے کا خلاصہ دیکھ لیا ہو کیونکہ اس سے مصالحت باہمی بھی ہو جائے گی اسلئے اس نے مجبوراً ڈاکٹر کی خدمات کو قبول کیا یعنی اسکو اپنا معالج بنایا کاش اگر مجھے پہلے سے خبر ہو جاتی تو میں ضرور اس معاملہ میں قدم آگے بڑھاتا لیکن ڈاکٹر نے دوائی کے استعمال کرنے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا۔ میں نے سنا ہو کہ اسکو دوائی کیادی ہو صرف بد مزہ ایک سفید چھوٹی گولی دی ہو۔ اگر کل پہلوؤں سے خیال کیا جائے تو سوا بد قسمتی کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ گولی نے کیسا اچھبے کا اثر کیا ہو اور یہ گولی بجائے خود ایک نادر الوجود ثابت ہوئی۔ وزیر اعظم کو ایسی شفا و مکتی میسر ہوئی کہ وہ سوا اسکے کچھ کہتا ہی نہیں۔ کہ ”مجھے یہ گولی ایسی معلوم ہوئی گویا میری انگلیوں کی نوکوں سے نئی کھینچ لی“ اور اب وہ کچھ ایسا تندرست اور قوی ہو گیا ہو کہ وہ خود اپنے بڑھاپے پر ہنستا ہو اور یہ کہتا ہو کہ میری بیویوں کو میری ہمت اور طاقت و صحت جسمانی کی مبارکباد دو لیکن یہ نقصان یہیں تک محدود نہیں رہا بلکہ اسے اور بھی آگے بڑھ کر سانس لیا ہو۔ یعنی اس گولی اور اس فرانسیسی ڈاکٹر کی شہرت تمام دربار میں پھیل گئی اور پہلی بات یہ ہو کہ خود شاہ نے ڈاکٹر کو اسی صبح کو سلام کھلا بھیجا ہو اسکو گویا گولی کی کرامت و عجاز تصور کرنا چاہیے شاہ نے وزیر اعظم کو بلا یا کہ تمام کیفیت مرض و علاج کی بیان کرے جب اس نے بیان کی تو تمام دربار میں غلبہ و خوب

آفرین ہوئی۔ پھر شاہ میری طرف متوجہ ہوا اور ارشاد کیا۔ حکیم صاحب اسکا آپ سبب بیان کریں کہ کیا وجہ ہوئی جو اتنی سی شے نے ہٹا بڑا اثر کیا اور ایسی کارگر ہوئی ہو تو میں یہ جواب دینے کو مجبور ہوا۔ جھک کر اور زمین خدمت ہو سید کا مضمون ادا کر کے شاہ شاہان میں نے اب تک وہ دوائی نہیں ملاحظہ کی کہ جو کافر ڈاکٹر نے آپ کے وزیر اعظم کو دی ہو لیکن ہاں میں اسے دیکھتے ہی بتا دوں گا کہ اس میں کیا کیا چیز ملی ہوئی ہے۔ ہوتی آپ کا غلام اے مرکز مخلوق یہ التماس کرتا ہے کہ آپ اس امر کو بخوبی یاد فرمالیں کہ اس موقع پر اسلام کا خاص وہ شخص ہے کہ جو سلام کا دشمن ہے اور اس کے دماغ میں کفر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اسلئے وہ کافر کے ہاتھوں میں ایک آگ ہے اور ایسا شخص جو تمام معاملات قضا و قدر سے انکار کرے پھر بھلا اسکا کیا ٹھکانا۔ یہ کہہ کر اب میں نے یہ تردد کیا کہ یہ امر کیونکر معلوم ہو کہ وہ کافر اس گولی میں کیا کیا دوا ملا کر استعمال کرتا ہے کہ جو کرامت و اعجاز کا حکم رکھتی ہے کیونکہ مجھے اپنی ٹوپی بھی تو سنبھالنی ہوئی اور میں نے یہ خیال کیا کہ اگر یہ معاملہ نہیں تو بنی بنائی بات بگڑ جائے گی اور عزت کر کر ہی ہوئی کچھ بات ہی نہیں ہے۔ تم بڑے ہی موقع پر آئے ہو تمہیں مجھے مدد ملیگی۔ تم کو ابھی اس سے واقف ہو جانا چاہیے اور جرح طح سے ممکن ہو یہ ساری باتیں اُس کے دماغ سے نکال لاؤ۔ لیکن چونکہ مجھے ابھی اس گولی کا ایک نمونہ لینا ہے جو اسے وزیر اعظم کو دی تھی اسلئے کہ کل وہی گولی شاہ کی خدمت میں پیش کرنی ہے تو اب تم یہ کام کرو اور میری خدمات کی ابتدا سمجھو کہ تم بھی وہ کا ہو اور پھر دے وغیرہ کو سرکہ میں شکر ملا کر چٹ کر جاؤ اور اسی طرح سے مرلض ہو جاؤ کہ جیسے ہزارائیں وزیر ہوا تھا۔ تم یہ ساری کیفیت فراموشی ڈاکٹر سے کہنا یقیناً وہ تمہیں وہی ملی دیکھا جسے تم مجھے دیدینا۔

میں۔ (یعنی حاجی بابا پہلے ہی اس معاملہ میں خوف زدہ ہو کر۔ میں تو اسے جانتا نہیں اس کے آگے اپنے کو پیش کیونکر کر سکوں گا۔

ایسی ایسی نادرا وجود کما نیاں پور دہنیوں کی نسبت بیان ہوئی ہیں کہ میں خود چلن
ہوں کہ اسے کیونکر پیش آتے ہیں۔ خدا کے لیے آپ اسل مرین مجھے تعلیم کیجیے اور انکی ملاقات
ساری اونچ نیچ بتا دیجیے۔

میرزا احق۔ یہ بیشک درست ہو کہ انکی تمام عادتیں اور طریق ہم لوگوں سے بالکل نسبت
نہیں رکھتے۔ اچھا انکی نسبت میں چند باتیں بیان کرتا ہوں انکا تھیں خیال کر لینا چاہیے
ہم اپنے سروں کی حجامت ہواتے ہیں اور ڈاڑھیوں کو بڑھاتے ہیں پور وچہن انکے
بالکل خلاف کرتے ہیں۔ یعنی انکی ٹھوڑی پر باون کا کچھ یون ہی سا نشان باقی رہتا ہو
(داڑھی کیا گاجر کی پندی دکھائی دیتی ہو) اور انکے سر کے بال انکے سروں پر ایسے گنجان
کثرت سے ہوتے ہیں کہ گویا انکا یہ عہد دینی ہو کہ انھیں کبھی نہ ٹوائیں۔ وہ پلیٹ فارم
بیٹھتے ہیں۔ ہم زمین پر کلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہیں۔ وہ چھری کاٹنے سے کھانا کھاتے ہیں
ہم ہاتھوں سے تناول کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ادھر ادھر چہل قدمی کرتے پھرتے ہیں۔
ہم بیٹھے رہتے ہیں وہ بڑے مضبوط کپڑے پہنتے ہیں مگر ہم ایسے نہیں زیب تن کرتے
وہ بائیں جانب سے دائیں کی طرف لکھتے ہیں۔ ہم دائیں سے بائیں کی جانب وہ کبھی
نہیں خدا کی عبادت کرتے اور ہم دن میں پانچ وقت کرتے ہیں۔ غرض اسکی نہما ہی
نہیں ہو کہ انکے طرز معاشرت کے طرق کہاں تک ہیں۔ لیکن حق اور نفس الحق یہ امر تو
کہ یہ لوگ دنیا میں نہایت درجہ کے ناپاک ہیں۔ اسلیے کہ وہ کسی شے کو نجس اور حرام
ہی تصور نہیں کرتے۔ وہ سب قسم کے جانور کھاتے ہیں۔ سور سے لے کر کھجور تک
چھوڑتے ہی نہیں۔ اور بلا وسواس کے سب کو حکیم جانتے ہیں۔ ہر چہ آید دھڑھٹ
مضمون انکو بہت ہی روان ہو۔ یہ بھی تو نہیں کہتے کہ پہلے ہکا گلہ کاٹ ڈالیں نہیں بلکہ
مردہ جسم کو چٹ کرتے ہیں اور نہ انھیں انکی صفائی غیر صفائی سے غرض ہو غرض جو کچھ
انکی باتیں ہیں سب ناانسانیت اور لغو ہیں یہ بھی نہیں کہتے کہ گرم حمام میں جائیں اور کھلی

خوب مل ملکر نہائیں۔

مین۔ جناب حکیم صاحب کیا یہ امر سچ ہے کہ یہ لوگ بہت ہی مغلوب مغضوب ہوتے ہیں اگر انکی کسی بات میں شبہ نہ کے واقع ہوا اور انکو جھوٹا کہا جائے تو یہ اسقدر برا لگنے لگتا ہے کہ جنگ کرتے ہیں کہ جب تک اسے یا اپنے کو ہلاک نہیں کر ڈالتے ہرگز باز نہیں آتے۔

مرزا احمق۔ ہاں یہ بھی انکی نسبت بیان ہوتا ہے لیکن مجھے اب تک اس قسم کا کوئی معاملہ اگر نہیں واقع ہوا مگر ہاں ایک بات میں یقین بتائے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب وہ بیماری کسی چیز کی تعریف کریں تو ہم ہرگز انکو اس تعریف کا وہ جواب نہ دو جو ہم لوگ باہم دیتے ہیں جیسے یہ آپ ہی کی نذر ہے یہ آپ کا ہی مال ہے۔ اور اگر شاید انھوں نے وہ چیز لے لی تو پھر اسوقت بڑی دشواری ہوگی اور نئے تو صرف ایک جھوٹی صلاح کی تھی وہاں وہ چیز ہاتھ سے نکل گئی غرض نہایت ٹکی ہوئی باتیں ان سے اس قسم کی کرنی چاہئیں جنکو وہ پسند کریں۔ مین۔ اگر حضرت یہی بات ہے تو مجھے اور بھی زیادہ خدشہ ہوا۔ بھلا جب میں بناوٹی بیمار بنونگا اور اس سے جا کر کوئی ناکہ مین بیمار ہوں تو وہ کب اسے سچ سمجھے گا اور مجھے نصیحت سمجھ کر وہ کب اپنی دوائی دینے لگا اسے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ یہ دوسرے کے لیے لگائے بس یہی غرض ہے۔

مرزا احمق۔ نہیں نہیں تم بیمار ہو جاؤ اور واقعی بیمار ہو جاؤ بس پھر کیا جھوٹ ہو گا بلکہ میرے دوست حاجی اب تم جاؤ۔ میری گردن میں ہاتھ ڈال کے جاؤ اور بہت جلد کھیرے وغیرہ کا استعمال کرو اور اسی شام کو مجھے گولی لا دو۔

مجھے بہت کچھ دم دلا سا دیا اور مجھے روکا کہ بس اب میری اس غیر مرتبہ رخصت پر کوئی اعتراض نہ کرے اس نے نہایت ہی مہربانی سے مجھے کمرے کے باہر کیا۔ غرض میں اس کے پاس سے روانہ ہوا۔ مجھے ہل مرکا اصلاً علم نہیں تھا کہ آیا میری اس نئی وضع پر کچھ مذاق تو نہیں اڑیگا یا واقعی یہ بات کیا ہے۔ بغیر کسی قول قرار بغیر کسی وجہ کے مرخص نہ ہوا۔

اس کو مین کیوں کر قبول کرتا یہ بھی ایک عجیب بات تھی۔ مین پھر اپنے مربی سے معاملہ کر نیکے لئے اس کے کمرے میں واپس پھر کر آیا۔ لیکن اب یہاں ہرکا پتہ بھی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ انہی حرم سرا میں جلد یہ آخر میں مجبوراً واپس پھر اور اب مجھے یہ فکر ہوئی کہ اپنے مقصد کو کیا پون

بہشتوان باب

حاجی بابا کا اپنے مطلب کا میاب ہوتا

اب مجھے یہ دھن لگی کہ اچھی کے مکان پر چلنا چاہیے۔ مین یہ خیال کر کے پوچھتا پوچھتا روانہ ہوا۔ اب مین نے اپنے دل میں یہ خیال بکنا شروع کیا کہ حکیم کی بجا آوری حکم کی تعمیل ہو تو کیوں کر ہو۔ بھلا یہ امر ایک خیال کرنے کے قابل تھا کہ در و شکم کوئی فروختی یا خریدنی شے تو تھی نہیں کہ دم بھر مین بازار سے خرید لی جاتی۔ اگرچہ اس کا ہوا اور کھرے نے بوڑھے وزیر کے پیٹ میں درد کیا۔ اور اسے یہ بادی چیز بن ہضم نہ ہو مین تو یہ کیونکہ ممکن تھا کہ مجھ جیسے جوان کے پیٹ میں بھی وہ خلل کر تین۔ اور پھر یہ بھی ایک تعجب کی بات تھی کہ یکا یک پیٹ میں کھاتے ہی سڑک پر خلل کیونکر ہونے لگتا۔ یہاں بڑا ہی قاتلہنگ تھا مگر مین نے سوچ لیا کہ کسی عمدہ تدبیر سے گولی کو حاصل کرنا چاہیے۔ یہ ترکیب جو مرزا احمد نے بتائی ہو محض جھگانہ ہو۔ مجھے یہ خیال آیا کہ حاجی تو نے فریب کیا اور وہاں جا کر یہ کہا کہ مین بیمار ہوں اور واقعی بیماری دیکھاری کا پتہ بھی نہیں ہو اور وہ تشخیص سے پہچان لیگا تو ایسا نہ ہو کہ مجھے فمربہ سمجھ کے اپنے گھر سے نکال باہر کرے۔ خیر اس وقت یہ تدبیر ذہن نشین ہوئی کہ مین اس سے جا کر یہ کہوں کہ مین شاہی حرم سرا کا ملازم ہوں۔ میری بیگم صحت کو یہ مرض ہو گیا ہو۔ تو لا محالہ مین اپنے ارادہ پر کامیاب ہو جاؤنگا اور وہ مجھے گولی دیکر یہ منسوبہ دل میں گانٹھ کے مین بازار میں ایک پرانے کپڑے فروش کی کان پر گیا اور چغہ اپنے لئے کاہون کے پہنے کا کرایہ پر لیا اور بجائے کٹار کے کہ مین ایک بستہ کا غدون کا بیٹھا تاکہ معلوم ہو کہ مین کوئی عام خادمون مین سے نہیں ہوں۔

مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ ایلی فلان مقام پر رہتا ہے۔ جو کچھ مرزا احسن نے مجھے بتایا تھا اسکو اپنے داغ میں جاکر ڈرتا ڈرتا اور سوچتا سوچتا میں نے اکثر کی جگہ قیام پر گیا۔ میں نے دیکھا کہ دو طرفہ درخت والے راستہ پر صد ہا عورتیں اپنے معصوم پیارے پیارے بچوں کو آگودیوں میں لیے کھڑی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ یہ عورتیں صرف چھپک کی مجرب دوائی کی خبر سنکر یہاں اپنے بچوں کو لے کر آئی ہیں۔ کچھ ملکی معاملات کے باب سے فرانسیسی اس فکر میں تھے کہ کسی طرح سے کچھ ترقی ہو جو کچھ ڈاکٹر اپنا عمل مفت کرتا تھا اسلئے مرعیت بھی کمی نہ تھی خصوصاً فرقہ غراب کے جو ایک دینی طبیب کو بھی مہینہ بلا سکتے کیونکہ یا تو انھیں کچھ نذرانہ طبیب صاحب کے بھٹ چڑھانا پڑے اور یا فیس دینی پڑے۔ اور طبیب صاحبین کہ بغیر ان دونوں کے کہیں برا جتے ہی نہیں۔

جب میں اندر گیا تو میں نے ایک شخص کو کمرے کے بیچ میں بیٹھا ہوا پایا اس کے قریب ایک بلند لکڑی کی میز رکھی ہوئی تھی اس پر کس۔ کتابیں آئے۔ اوزار کثرت سے چنے ہوئے تھے جنکے استعمال سے میں محض نابالہ تھا۔ وہ شخص ایک عجیب غریب پوشاک میں جیسے کہ نصاریٰ پہنا کرتے ہیں اور جنکو میں ہمیشہ اسی وضع میں دیکھا ہے جلوہ فرما تھا۔ اسکی ٹھوڑی اور ہون پر بالوں کا نشان تک نہیں تھا۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں بالکل ایک ہیچرے کی صورت تھا۔ اسنے اپنے سر کو بے محابا کھول رکھا تھا۔ اسکی گردن میں ایک سخت و کڑخت لٹھی (کالر) لپٹی ہوئی تھی۔ اور اسی قسم کی دوسری جوڑ توڑ کی چیزیں اسکی گردن میں کلوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکو کوئی مرض ہے یا کوئی زخم لگا ہے جسکو یہ چھپاتا ہے اس کے کپڑے اس کے جسم پر ایسے پھنسے ہوئے تھے اور ہکا باہرالا کوٹ خصوصاً اسی زاد یہ نام شکل کا بنا ہوا تھا کہ یہ ایک مرید ہی تھا کہ اس قسم کے کپڑے نہایت ہی کیا اب اور عقاصفت ایران میں معلوم ہوتے تھے۔ اسکی پوشاک کا نیچے کا حصہ خصوصاً بہت ہی غیر واجب تھا۔ کیونکہ جو درمی یا چادر غایبچہ اس کے کمرے میں

بچھا ہوا تھا سپردہ لوٹ ہی پہنکر ٹپکھا ہوا تھا۔ لبرل سے اوسیت اور بھلمسی کا خون کر رکھا تھا مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہماری زبان بھی بولتا ہے کیونکہ جون ہی اسکی نگاہ بچھیر پڑی اُس نے مجھے پوچھا کہ کیا چاہیے۔ اور پھر اُس نے فوراً ہی یہ کہا اصلاح بخیر۔ یہ ایک ایسا صبر سچی مسئلہ تھا کہ میں نے اُسے بدل پسند کیا۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میں سے کچھ اچھی باتیں کرنی چاہئیں اور کچھ اسکی مدح سرائی بھی کرنی ضرور ہے کہ آپ کی قابلیتیں اور لیاقتیں ایسی ہیں۔ پہلے تو میں نے یہ کہا کہ فارس میں آپکی بڑی ناموری اور شہرت ہو رہی ہے بھلا نقمان کی آپ کے آگے کیا اصل ہے اگر آپ کی دانش و عقل کو میں سے مقابلہ کیا جائے تو تو بہ تو بہ بس ہی کمنا لازم آئیگا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور ویسی اطبا آپ کے ہم عصر یہ تو سب آپ کے آگے پانی بھرتے ہیں۔ ان سب باتوں کا اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے اُس سے یہ کہا کہ خود شاہ نے آپ کی دوا کے اثر کو سنا ہے جو آپ نے وزیر اعظم کو عطا فرمائی تھی اور اُس نے یہ امر منکر اپنے مورخوں کو حکم دیا کہ وہ واقعات کی سرگزشت میں اس عجیب و غریب واقعہ کو بھی قلمبند کریں کہ صرف ایک گولی نے آٹا خانائین مریض کو اچھا کر دیا۔ گویا اسکی سلطنت کے ایک نادور واقعوں میں سے یہ واقعہ ہے آپ کی اس زود اثر دوائی کا شہرہ شاہی مجلس میں بھی پہونچا ہے اور وہاں کئی بیگیں مریض ہو گئی ہیں اب وہ جاہتی ہیں کہ اس دوا کا استعمال کریں۔ شاہ کی بہت پیاری لونڈی جارحین اس وقت بہت ہی تکلیف میں ہے مجکو شاہ کے حکم سے خوجون کے سردار نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ وہی دوائی عنایت فرمائیں جو آپ نے وزیر اعظم کو دی تھی۔ خاص اسی دوا کے حصول کے لیے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

ڈاکٹر (سر بگریبان ہو کے اور کچھ دیر تامل کر کے) میرا یہ طریقہ نہیں ہے کہ میں اپنے

مریض کو بغیر ایک نگاہ دیکھے دوائی دیدن اسلئے اگر بغیر دیکھے مین دوائی دیدن تو اُس سے غالباً نقصان ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوگا کہ شاہی حرم مین میری مدد و معاونت کی خوشگاری ہو تو مین بہت خوشی سے چلنے کو موجود ہوں۔

مین۔ فارس مین یہ دستور نہیں ہو کہ حرم کا یا جارجین ٹونڈی کا چہرہ بغیر اُسکے خاوند کے کوئی دیکھ سکے۔ اگر بہت ہی ضرورت پڑتی ہو کہ بغیر حکم کے چار اہی نہ ہو سکے تو طبیب بلا یا جاتا ہو مگر اُس عورت کے ہاتھ پر کپڑا یا برقع پڑا رہتا ہو جب طبیب نبض دیکھتا ہو ڈاکٹر۔ لیکن مین جب علاج کرتا ہوں تو نہ صرف نبض ہی پر توجہ کرتا ہوں بلکہ نبض کی زبان بھی دیکھتا ہوں۔

مین۔ زبان کا دیکھنا فارس مین بالکل ایک نئی بات ہو اور مجھے اس کا یقین ہو کہ جب شاہ کا خاص حکم نہ ہو آپ حرم میں تو یہ نہیں کر سکتے کہ کسی حرم کی زبان کو دیکھیں۔ ڈاکٹر۔ بہت خوب اگر مین آپ کو اپنی دوائی دونوں تو اس امر مین ذمہ داری نہیں لیتا اگر اُسے صحت نہ کی اور مار ڈالا تو ہکا جواب وہ مین نہ ہوں گا۔

خیر جب مین نے اُسے یقین دلایا کہ آپ کو کوئی نقصان اور کسی قسم کی کوئی بات عاید نہ ہوگی تو اُس نے ایک بڑا صندوق کھولا جس مین دوائیاں بھری ہوئی تھیں۔ اُس مین سے اُس نے ایک سفید پاڈولی اور اسکو ایک روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ ملا کر ایک گولی کی صورت مین بنادی اور کاغذ مین لپیٹ کر مجھے دی اور ہکا استعمال تلوایا کہ یوں دنیا اور یوں کر ناجب مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے اپنے علم اور بصیرت کو پوشیدہ نہیں کیا تو مین نے اُس سے اس دوائی کی فطرت اور خاصیت اور اسکے عمل کی کیفیت غرض سب باتیں اُس سے دریافت کر لیں۔ اُس نے بغیر کسی حجاب اور دوراندیشی کے ساری کیفیت بیان کر دی۔ اُس نے ہمارے ایرانی اطباء کے موافق نہیں بیان کیا کہ جو بڑے لٹے چوڑے اور فوق البہر ملک الفاظ مین کسی بات کو بیان کرتے ہن۔

اور جو اپنے اس مریض کو جو ان کے آگے علاج کے لئے آتا ہو صرف ابو علی ابن سینا وغیرہ کی تحریر پر عملدرآمد کرتے ہیں۔

جب سب باتیں میں نے خوب سمجھ لیں اور جہاں تک ممکن ہوا انکی تحقیق تفتیش میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا تو میں اس ڈاکٹر کے پاس سے اسکا شکریہ ادا کرتا ہوا اپنے آقا سے تادیر مرزا احمق کے مکان کی طرف روانہ ہوا سبے شبہ مرزا احمق صاحب نہایت مضطرب میرے منتظر تھے میں نے اپنا وہ منشیانہ یا کتابانہ لٹکا ہوا چنہ اتار ڈالا اور اپنے اصلی کپڑے پہن لیے۔ اور اب میں مرزا احمق کے سامنے ایسی بری صورت بنا کے آیا جو اس موقع کے لئے زیادتی تھی۔ ایسے کہ میری یہ خواہش تھی کہ اسے اس امر کا یقین آجائے کہ اس نے کچا ہوا اور کھیر کھا کر واقعی اپنے کو مریض بنا لیا ہو اور صرف اسی مرض کے صدقہ میں یہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب ہوا ہو۔ میں اپنی ایک ایک بات میں پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کچھ ایسا بیچ و تاب کھاتا تھا گویا میرے پیٹ میں سخت درد ہو رہا ہو اور میں نے بالکل نئی صورت مریضوں کی سی بنائی تھی۔ میری اس حالت نے مرزا احمق کی کراخت اور نا ملائم طبیعت کو رحم کی طرف پھیرا۔

جون ہی میں نے اس کے کمرے میں قدم رکھا میں نے کہا لیجئے حضور آپ اپنی طلبہ شے کو تھا میے۔ اور پھر میں دوہرا ہو گیا اور چہرے کی کچھ ایسی کشیدگی سے ردیا کہ ایک تماکہ بیچ گیا۔ دیکھیے میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کر دی ہو اور اب میں نے صرف اپنے کو آپ کی فیاضی اور عالیٰ حمی پر ڈال دیا ہو۔ اس نے چاہا کہ مجھ سے اسکی کچھ کیفیت دریافت کرے کہ تو نے یہ کیوں کرنی اور کس طرح پہنچا۔ میں نے اصلی بات کو تو بالکل چھپایا جب میں نے اسے وہ گولی دی تو میں نے اس کے بہ ذہن نشین کر دیا کہ مجھے بہت بڑے صلہ کی ہمد ہو۔ میں نے اس قسم کا اشارہ کیا کہ گویا میں اس گولی کو درد کی شدت اور طرازی میں لگاتا ہوں تاکہ وہ کچھ تو اپنے ہاتھ کی تیز مجھے دے۔ مرزا احمق تیار

کے استفسار سوال سے جو اُسے گولی کے معاملے میں کیا تھا ایسا ڈرا ہوا تھا کہ میں نے اس گولی کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اُس نے فی الواقع مجھے ایک سونے کا ٹکڑا بھڑپایا۔ جو کچھ مرزا احمق نے اس گولی کے بدلے مجھے عنایت فرمایا انکی کبھی بھی کسی چیتتی بیوی کو کبھی حشر نصیب نہ ہوا تھا کہ یہ اپنے ہاتھ سے کچھ دیتا۔ میں نے اپنا یہ فریب کچھ دیر گانتھے رکھا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس سے اس مرض کے زائل ہونے کے لیے کچھ اسمین ہی سے دو لون۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ بوڑھا اپنی دوائی خود میرے لیے تیار کر رہا ہے مگر یہ دوائی بہت پر مین بنتی اور میں کہاں تک یہ فریب گانتھے رکھتا۔ اچانک میں تندرست ہو ہوا کہ اٹھ بیٹھا۔

فارغ البال تھے خوب فراغت پائی

جب مرزا احمق نے گولی کو اپنے قبضہ میں لے لیا تو پہلے اُسے بہت ہی شوق سے ملاحظہ کیا اور اپنی ہتھیلی پر رکھ کے اُسے خوب خوب چاروں طرف سے پھر پھر اس کے دیکھا۔ لیکن ذرا بھی لنگی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا بلا ہے اور کس کس چیز کی بنی ہوئی ہے جب اُس نے خوب سرٹیک لیا اور اسکی خاک سمجھ میں نہ آیا تو ناچار میں نے اُس سے یہ کہا کہ جناب! کرنے مجھے انکی کیفیت سے آگاہ کر دیا ہے یہ سیاب کی بنی ہوئی ہے۔

مرزا احمق۔ اہا سیاب کی ہے جب ہی مجھے نہیں معلوم ہوا تھا۔ تو یہ کافر یہ عیسوی کیا ہیں سیاب سے زہر دینا چاہتا ہے لیجئے میرا تمام دستور العمل و رسمت و ناموری مذاق ہی مذاق میں اڑ جاتی۔ کسے سنا ہے کہ سیاب بھی دوائی ہوتی ہے۔ سیاب ٹھنڈا ہوا اور کا ہو کھیر بھی ہو آپ کبھی برف و خشکی کے رفع کرنے کے لیے برف ہی استعمال نہیں کریں گے۔ گدھا اپنے فن کا پہلا اصول بھی تو نہیں جانتا۔

چہ داند بوز نہ لزات ادرک

نہیں حاجی یہ کبھی نہیں ہوگا ہم ہرگز ان طرق میں اپنی دوا صیون پر مبنی نہ اڑائیں گے

مرزا احمد اپنے رقیب کو بہت دیر تک بڑا بھلا کہتا رہا اور ہر سخت لعن طعن بھیجتا رہا اور اس میں شک نہیں کہ وہ بڑی دیر تک یوں اسکو گالیوں دیتا رہتا مگر تے میں شاہ کا چوہدار آگیا کہ شاہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے کہ بہت جلد حاضر خدمت ہو۔ یہ سنتے ہی مرزا نے درباری کپڑے پہنے اپنی سیاہ بھڑکے چمڑے والی ٹوپی کو شال کے عمامہ سے بدلا۔ اور فوراً اپنی سرخ جڑا میں پہنیں اور اپنا گھوڑا سواری کا منگایا۔ گولی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بہت تیزی اور جلدی سے چلا۔ بڑا ہی خوفزدہ تھا کہ دیکھے وہاں جا کے کیا نتیجہ پیدا ہوئے گا۔

اکیسواں باب

طیب اور شاہ فارس

آخر شام کو طیب کی ملاقات شاہ سے ہوئی جب میرزا احمد وہاں سے واپس آئے آتے ہی مجھے بلایا۔ میں نے اسے بڑی گھبراہٹ اور تشویش میں دیکھا جون ہی اسکی نگاہ مجھ پر پڑی مجھے اپنے بہت پاس بٹھایا اور ہر تنفس کو کمرے کے باہر نکال کر مجھ سے کانٹن یہ کہا کہ میں کافر ڈاکٹر کا کسی نہ کسی طرح سے بندوبست کرنا چاہیے۔ تم کیا خیال کرتے ہو کہ کیا واقع ہوا شاہ نے اس سے مشورہ لیا اور اس صبح کو کامل ایک گھنٹہ تک شاہ سے اس کے تخلیہ میں باتیں ہوتی رہیں۔ شاہ عالیجاہ نے اسکا نتیجہ یہ ہے بلا کر کہا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس فرامیسی نے شاہ کے دل پر اپنا بہت کچھ اثر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نے اپنی تمام شکایتیں اس کے آگے بیان کیں۔ اپنے ضعف کا حال کہا اپنے پرانے مرض ضیق نفس کی کیفیت بیان کی اور کمی ہاضمہ کی بھی شکایت کی۔ اس کا فرنے صرف نبض دیکھتے ہی زبان پر ایک نگاہ ڈالتے ہی سب بیان کر دیا کہ آیا شاہ گرم حمام میں اکثر غسل فرماتے ہیں۔ اور آیا جب شاہ حقہ پیتے ہیں تو شاہ کو فوراً کھانسی کا تورا عودہ نہیں ہوتا۔ یا شاہ اپنی خوراک میں گوشت کے مرتبہ۔ مٹھائی۔ اور کھن میں ترکتے ہوئے

چانول تو نہیں استعمال کرتے تھے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر کو تین دن کی جھلت دی ہو کہ وہ آمین
خوض و فکر کرے اور انہی کتابوں میں دیکھے اور عقلاے فرانس کی آراء کو اس معاملے
میں مجتمع کرے۔ کہہ لے وہ خاص اس مرض میں کیا حکم کرتے ہیں اور پھر ایسی دوا بنائی جائے کہ
جس سے مجھے صحت کلی ہو جائے اور پھر اصلی حالت از سر نو عادیہ کر آئے۔

اسکے بعد شاہ عالیجاہ نے میری رائے دریافت کی اور مجھے کہا کہ تم بہت دلیری اور
آزادی سے فرانسیسیوں کی فطرت خاصیت اور انکی دوائیات کی پوری پوری ہست
بیان کرو۔ یہ سنتے ہی میں نے ایک لمحہ بھی اپنی رائے دینے میں وقفہ نہیں کیا۔ میں نے
اپنی معمولی تمہید کے بعد یہ عرض کیا کہ اگر انکی فطرتوں کی نسبت حضور استغفار فرماتے
ہیں تو خداوند نعمت اپنی عقل غامض میں یہ تصور فرمائیں کہ یہ کافر منکر اور ناپاک قوم ہر
اسلئے کہ یہ بغیر و سوا اس کے سو رکاوٹ کھاتے ہیں اور شرابین اڑتے ہیں۔ صورت
دیکھئے تو بالکل عورتیں معلوم ہوتے ہیں اور اپنے طرق میں بالکل رکھتے ہیں۔ ہر وقت اپنے
بڑا ہی خیال رکھنا چاہیے کیونکہ آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ آخر انھوں نے ہند کے ساتھ
کیا کیا سلطنت پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے شاہوں اور نوابوں کو اپنا عاجز خادم بنایا۔
اب آپ اگر ان کی دوائیات کی بابت مجھ سے سنا چاہتے ہیں تو آپ گوش گزار فرمائیں
اللہ ان سے خداوند نعمت کو محفوظ ہی رکھے انکی دواؤں کے اثر ایسے ہی قریب وہ اور دغا باز
ہیں۔ جیسے فرانسیسی اپنے ملکی سماملات میں خائن اور دغا باز ہیں۔ وہ ہماری صحت ہی
کرنے میں رہا کرتے ہیں اور ہم نضت ہی ہو جاتے ہیں۔ انکا خاص مصالحہ یہاں ہے
دیکھئے یہ گولی موجود ہے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اپنے آئے اور چا تو ایسے آزادی سے استعمال
کرتے ہیں کہ دم بھر میں ایک شخص کی زندگی بچانے کے لیے عضو کے عضو کاڑھتے ہیں
جب قدر کہ بیرونی طریقہ معالجہ سے اموات ہوتی ہیں سب کی تصویریں شاہ کے آگے
کھینچ دی۔ اور شاہ سے خوب تاکید کہ دیا کہ جب تک کہ آمین خوب غور و خوض کر لیتے ہیں

ہرگز حضور ان لوگوں کی کوئی دوا بھی استعمال نہ کریں۔ اس امر کو شاہ نے پسند کر لیا۔ اب چون ہی ڈاکٹر شاہ کو وہ دوائی بھیجے گا جسکو وہ تیار کر رہا ہے تو میں ضرور اسکو دیکھنے کے لیے بلایا جاؤں گا۔

اب اسے حاجی (طیب کہتا ہے) شاہ کو ہرگز کافر کی حکمت سے تو مس ہی نہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی موقع ہوا اور اُسے دوائی کھائی اور اُس دوائے کچھ فائدہ بھی کیا تو میں تو گیا گذرا ہو گیا بھلا پھر کون مرزا احمد سے بار بار صلاح و مشورہ لے گا۔ نہیں کوئی نہیں ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے موقع ہی کو نہ اڑاویں۔

لگانہ رہنے دے جھگڑے کو یا تو باقی

ہم باہمی عہد کر کے کہ جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یہ کافر ڈاکٹر باطل ہو جائے و علیحدہ ہوئے۔

تین دن کے بعد پھر مرزا احمد کو شاہ نے اس دوائی کے ملاحظہ کرنے کے لیے بلایا دوائی میں صرف گولیوں کی ایک ڈبیا تھی۔ دیکھتے ہی مرزا احمد نے صد ہا شہادت اسکی تاثیر کے خلاف پیدا کیے۔ اور سیکڑوں اندھا دھند اشائے اور خون و دل غلبہ کے ایجنٹ کی دوائی کھانے میں شاہ کو دلائے۔ آخر الام شاہ سے یہ کہا کہ آپ اس معاملے میں اپنے ذرا سے مشورہ فرمائیں۔ یہ کہ مرزا احمد چلے آئے۔ دوسرے دن پہلے کا بارین جب شاہ تخت پر جلوہ افروز تھے اور اُنکے چاروں طرف اُنکے وزیر اعظم۔ وزیر خزانہ وزیر معاملات اندرونی۔ سکرٹری سلطنت لارڈ چیمبر لین۔ (ناظر) دار و قلم و صیقل وزیر تقریبات۔ طبیب خاص۔ اور اسی طرح کے شاہ کے اور اور بڑے بڑے فہر دست بستہ حاضر خدمت تھے۔ اس موقع پر شاہ نے اپنے وزیر اعظم سے مخاطب ہو کر تمام اس معاملہ کو جو دول خارجہ کے طبیب سے ہوا تھا کہ وہ مرض شاہ کو صحت پذیر کرے گا اور پھر شاہ کو صلی حالت پر لے آئے گا فرمایا۔ اور کہا کہ اول ہی مکالمہ اور مشورے میں

سابق الذکر طبیب نے بہت اچھی طرح سے مجھے دیکھ کر یہ تشخیص مرض کیا کہ مجھ میں علامت ضعف بہت ہے۔ دوسری دفعہ مجھے اُسے اس امر کا یقین دلایا کہ میں نے تین دن تک خوب غور و تامل کیا ہے۔ اور مختلف کتابوں میں سے دیکھ کر اور اس مرض میں اپنے ملک کے عقلی آلے کو جمع کر کے میں نے کئی کئی قسم و خاصیت کی دو ایات سے ایک مرکب دوائی بنائی ہے کہ اگر ہمسما استعمال کیا جائے تو یہ ایسے عجائب و غرائب اثر دکھائے گی کہ جن اثر دن کا کوئی تعویذ کنندہ وغیرہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اسکے بعد شاہ عالیجاہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے حکیم باشی یا فسر الاطبا کو اپنے دربار میں بلایا تھا جس کو سلطنت فارس کی ترقی اور رفاه کا بہت ہی تفکر رہتا ہے۔ اور وہ ایک رکن سلطنت ہے اُس نے دول خارجہ کے لوگوں پر بہت ہی گہرا غرض و فکر کر کے ان شہات پر جو اُسکے داغ میں آئے ہیں اُسے مخالفت کی ہے۔ اول یہ کہ آیا یہ ملکی معاملات ہیں تو اس سے کچھ برہمی نہیں پھیلے گی کہ دول خارجہ کے لوگ خاص شاہ کے اندر دینی معاملے میں دخل اندازی کریں یعنی شاہ کا علاج اُنکے ہاتھوں ہو۔ دوسرے وہ علاج اور اُنکی تدبیر کچھ خوفناک اثر تو شاہ پر نہیں کرے گی جسکو شاہ نے اپنی صحت کے لیے کبیر سمجھا ہو اور اُسے یہ بدتر ہی کی ہے۔

ان صورتوں میں مرکز مخلوق یعنی شاہ عالیجاہ نے یہ فرمایا۔ میں نے یہ مصلحت سمجھا ہے کہ بیشتر اسکے کہ میں اس کام کو شروع کروں اور انکو اپنا سعالج بناؤں تم بھی اس میں رائے طلب کروں کہ تم سب باہم مل کے اپنی جماعی عقول سے ایسی مستحکم رائے کا اظہار کرو کہ جو شاہوں کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوتی ہیں اور تم اس معاملے میں پورا پورا اپنے علم اور اپنی عقلوں سے کام لے کر مجھے بتاؤ کہ طریقہ جن کو نسا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اس معاملے کو اپنی اپنی ترازو سے عقل میں وزن کرے اور اس دوائی کے اثرات کو ملاحظہ کرے اس لیے کہ ہم سب یعنی تم اور میں پورے طور سے

اس دو اکی ماہیت و کیفیت کو جلیخ سکین اور اسکے مختلف اسباب تاج بہرہ جوہر دیکھ سکین جب زیرِ عظم اور اراکین سلطنت نے شاہ کی یہ شفقت آمیز اور مجتہدہ سیج سی تو سب زینِ مست ہو سید کا مضمون ادا کر کے دست بستہ یہ عرض کی خداوند تعالیٰ حضور کو ہمیشہ ہمیش زندہ و سلامت رکھے عہد اسے آباد و آباد از تو این بزمِ مگاہ۔

مباداتی عالم از نام تو
ہمان جنبش دور ز آراہ تو

خدا کرے شاہی پر تو یون ہی یون ہی بنا رہے اسین کی قسم کی کمی اگر نہ واقع ہو ہم نہ صرف اس علم حکمت کے حصول پر خوش ہیں جو ہمارے سینوں میں بکھرا ہوا ہو بلکہ ہماری غشی بہت بڑی یہ ہے کہ حضور انور کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتے ہیں۔ خدا حضور خداوند نعمت کو صحت کلی عطا فرمے اور عالیجاہ کے دشمن پا کمال ہوں۔

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہوا دج عالم میں
تجھے تخت خلافت پر اسے دارِ سیاحت

اور پھر سب یک زبان ہو کر یہ بولے۔

اے ہمدی آخر زمان با آن کفر یافتان
کھلت تباشر ہندادہ باہل بحر و بر
آب سلاطین جہان یا بروہ یا ریختہ
تیغ تباشر ظفر شرق و غرباً ریختہ
لطف بقدرت ضخم شدہ وزیرِ عالم شدہ
احراق دوزخ کھ شدہ اوراقِ طوبی ریختہ

قہر چو تباشر آختہ بر فرقِ حجاج اندختہ
سوزن زلف بگداختہ از جیبے ریختہ

خواجہ سراون کے سردار کو حکم ہوا کہ حرم سرا میں سے ڈاکٹر کی گولیوں کا بکس حاضر کرے اسے فوراً ایک سونے کی کشتی میں لاکر حضور انور کی خدمت میں پیش کیا۔ شاہ عالیجاہ نے حکم کیا کہ کو پاس لے گا حکم دیا اور کہا یہ گولیوں کا بکس لیکے وزیرِ عظم سے شروع کر اور چاروں طرف پھیر

ایک ایک شخص کو کھلا آکھانے کے بعد ہر تنفس کے اثر کو ظاہر کرے۔

حکم ہوتے ہی یہ عمل درآمد ہو گیا ہر درباری نے گولی کو نگل لیا اور سب گردنیں نیچی کیے ہوئے کچھ دیر تک سب دحرکت رہے۔ شاہ کی ہر ایک کے چہرے پر برابر نظرین نظر ہی تھیں کہ دیکھو ان گولیوں کا کیا اثر ہویدا ہوتا ہے۔ جب بیٹھی ہوئی اور کشیدہ صورتیں اور بنے ہوئے منھ ڈھیلے پڑ گئے تو اب معاملات یورپ پر گنگو شروع ہوئی۔ شاہ عالی جاہ نے ہر شخص سے سطح طرح کے سوالات کیے اور ان کے جواب بھی انہی نوع سے ہر شخص نے دیے جو وہاں حاضر تھا اور جس نے یہ گولی کھائی تھی۔

اب دروازے رفتہ رفتہ اپنا اثر طبع پر کرنا شروع کیا۔ وزیر خزانہ جو کہ ایک بیڈول شخص تھا اور جو اوقات ایک عالم سکتہ میں کھڑا ہوا تھا یہ کہنے لگا۔ بلے بلے۔ یعنی ہاں ہاں۔ اسے شاہ عالیجاہ جب میں اپنا منہ کھولتا ہوں تو مجھے کچھ بے آرامی سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ گولی نکلنے ہی میری تمام شکایتیں جو خوابیدہ تھیں بھر میدان ہو گئیں یعنی عود کر آئیں سب کی آنکھیں پھر لگی ہوئی تھیں جس سے اور بھی سلی مضطرب حالت کو زیادتی پڑتی تھی۔ چیٹ کر پڑی کا یہ عالم تھا کہ اسکے ہر ہر مسام سے دریا بہ رہے تھے۔ یہ عجیب لانا اور دہلا تہا شخص تھا بالکل سراپے کا بانس معلوم ہوتا تھا چہرے پر مدنی چھا لگی تھی بغیر غریب اس آواز کی صدا اسکے چہرے اور حالت سے آئینہ الی تھی کہ اناشد وانا المیرہ راجون۔ وزیر اعظم نے عالیجاہ شاہ کو کلاہ سے عرض کی کہ حضور ہکانا خوش اور مریض چہرہ بہت عاکرنا ہو کہ اس حالت میں حضور راجازت دین نو وہ اپنے گھر چلا جائے کیونکہ یہ حالت انکی بہت ہی خراب ہے۔ غرض سب لوگوں کی یہی حالت ہوئی۔ مگر وزیر اعظم نے جو اپنی فطرت میں بہت ہی سخت اور شدید مشہور تھا ذرا بھی گولی کے برے اثر کو نہ گردانا بلکہ ان لوگوں کی صورتیں دیکھ کر کہے جو اس تکلیف میں مبتلا تھے اور جکانا کون میں دم ہوتا تھا ہنس رہا تھا۔

جب شاہ بچکا وہ نے گولیوں کے اثر اور نتائج غور فرمائے تو دربار کو درخواست کیا اور
 مرزا محق سے کہا کہ جہاں تک تم سے جلدی ممکن ہو ہر گولی کی تالیف کی پوری پوری تنفیج کرو
 اور اس معاملے کی مجھے ایک خاص رپورٹ پیش کرو یہ کہ کر بھی اپنی حرم سرا میں چلا گیا۔
 یہ متفنی ہوڑھا ڈاکٹر ہوسٹ اپنے رقیب کو اپنے قبضہ میں کر چکا تھا۔ اس شخص نے
 بادشاہ کے آگے اس ودائی کے برے اثرات کو اس صفائی سے بیان کیا کہ آخر شاہ نے
 یہ قطعی ارادہ کر لیا کہ ہرگز دول خارجہ کے اطباء کی دوائیوں کا تجربہ نہ کیا جائے اور تمام
 معالجہ کے خیالات نسیان کیا کر دیے جائیں گے جب اسکی دوبارہ مجھ سے ملاقات ہوئی تو
 وہ مجھے ایسا خوش و خرم دکھائی دیتا تھا کہ تو یہ بھی بلی بشارت اُس کے چہرے سے غائب
 برس رہی تھی۔ اس ملاقات سے پہلے دن اُس نے اپنی تمام کارروائی سے مجھے آگاہ ہی کر دیا
 تھا۔ صورت دیکھتے ہی مجھ سے یہ کہنے لگا۔ اے میرے دوست حاجی محمد اپنے حریف پر فتح حاصل
 کر لی ہو کہ افرنے تو ہمیں بوقوف ہی گردانا تھا لیکن ہم اُسے بتائیں گے کہ فارسی کیا چیز ہیں۔
 وہ کون کتا ہے کہ شاہ شاہان اُس کی عزت اور عظمت کرے۔ نہیں یہ عزت و توقیر مجھے نہیں دے سکتا
 ہم نئی تحقیقات اور ایجاد کو لے کر کیا چولھے میں ڈالیں ہمارے باپ دادا اپنی اسی طلب پر عمل کرتے
 کرتے رہے ہیں۔ رجن نسخوں اور دوائیوں نے کہ ہمارے بزرگوں کو شفا بخشی ہو وہی ہیں
 شفا بخشینگی۔ جو کچھ اصول کہ ابو علی ابن سینا اور لقمان نے قائم کیے ہیں ہمیں اپنی مطلق
 ہو کر انکی تقلید کرنی چاہیے یہ کہہ کر اُس نے مجھے رخصت کیا اور کہا کہ اگر نیا ڈاکٹر دربار میں
 کچھ رسائی پیدا کرے تو تمہیں چاہیے کہ وہ تازہ تدابیر عمل میں لاؤ کہ اس کے تمام
 اثرات اور رسائی خاک میں مل جائے جس سے کہ میری ناموری اور نیکنامی
 دربار میں پوری پوری ہو۔

باب

حاجی بابا کا ڈاکٹر سے تنخواہ طلب کرنا اور اس میں ناکام ہونا

اب میں نے اس بوڑھے طبیب کے ساتھ مثل دوستوں کے رہنا شروع کیا۔ میں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمانڈر ہے۔ کیونکہ اُس نے مجھے اجازت دیدی تھی کہ ہر وقت میرے پاس بیٹھا رہا کر۔ میرے ساتھ کھانا کھا یا کر۔ میرا حقہ پیا کر۔ اور اسی وقت میں اُس کے ملازمین کے ساتھ بھی نشست و برخاست رکھتا تھا۔ اُن کے ہمراہ کھانا کھا نا حقہ پینا وغیرہ غرض سب کچھ ہوتا تھا۔ لیکن ایک دن میں نے خیال کیا کہ حاجی صرف روٹیوں پر رہتا ہے اور پہلوے مصاحبت گرم کرنا یہ تو کچھ عمدہ زندگی نہیں ہے۔ اب تک جو کچھ نقدی کی طرف سے جو طبیب نے مجھے دیا تھا وہی مذکورہ بالا شرفی تھی جسکو گولی کا صلہ کنا چاہیے پس یہی میری گروہ میں بندھی ہوئی تھی جسکو میں نے بہت احتیاط سے رکھا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس سے ضرور تنخواہ کی بابت کچھ ذکر کرنا چاہیے اور اپنی تکلیف کو جو اس گولی وغیرہ کی حصول میں پیش کی تھی اُسکو دہرا نا چاہیے میں نے اس کے لیے وہ موقع تاکا جب یورژن بفتح پانے سے چڑھے دمون یعنی خوش تھا اور پھولانہ سماتا تھا۔

دربار شاہی سے شاہ کجکلاہ کو دیکھ کر وہ آیا ہی تھا۔ اور اپنی قمندی کے سبب مجھے بہت ہی مہربان تھا۔ اُسی خوشی میں اپنے فوارہ کے پتھر کی طرف کامل دو گھٹنے پر ہنستا مجھے باتیں کرتا رہا۔ عموماً ہمیشہ یوں ہی ننگے پاؤں کھڑا رہتا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ ہمارا شاہ بھی کیا ہی اچھا شاہ ہے۔ کیسا قابل اور خوش خلق ہے۔ بھائی حاجی یہ تو محض نامکن ہے کہ میں اُسکی نوازشات کو بیان کر سکوں جو وہ مجھے کرتا ہے۔ وہ میری لیاقتوں اور قابلیتوں کے آگے ڈاکٹر کو محض مثل دبستان تسلیم کرتا ہے اور اُسے سخت بُرا بھلا کہتا ہے اور اُسے یہ کہا کہ وہ ڈاکٹر ہے میرے معزز طبیب تیری جوتیان اُٹھانے کے بھی لائق نہیں ہے۔ اُس نے پھر اپنے پیار سے دوڑتے ہوئے پیدل سے وہ تتر بتر وغیرہ منکا کر مجھے دیے جو شاہی بازار نے ٹکائے تھے۔

میں۔ (یعنی حاجی بابا) واقعی شاہ درست ارشاد کرتے ہیں بھلا آج فارس میں آپ کا

ثانی اور نظیر کون ہے۔

در صفحہ تصویر حلال است شالیت

در پردہ تقدیر محال است نظیرت

شاہ بہت ہی خوش قسمت ہے کہ آپ جیسا طبیب حافظ انکے ہاتھ لگا کر فریسی چیری کیا ہیں جو دوئیات کی بابت کچھ زبان سے نکال سکیں۔ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ۔ تو بہ تو بہ اگر انھیں علوم متعارفہ۔ فنون مروجہ۔ سائنس غرض جو کچھ سیکھنا ہو تو وہ مرزا احق صاحب کے آگے زانو سے شاگردی نہ کریں حضرت کیا یہ غلط ہو سکتا ہے۔

سالمہ غوطہ بخوناب جگر باید خورد

تاز دل یک نفس معتدلاید برین

یہ سنکر ذرا اپنے تعلق اور خوشامد سے مسکرایا۔ اور اسی خوشی میں جو قلیان پی رہا تھا اسے اپنے منہ میں سے مجھے نکال کر دی اور پھر اپنی ذرا مونچھوں کو تاؤ دیا اور ڈاڑھی بھی پھر کالی پھر میں نے یہ کہا۔ انشاء اللہ کاش وہ دن مجھے بھی نصیب ہو کہ میں بھی آپ کی ناموری اور شہرت میں سے کچھ حصہ لوں۔ لیکن میں تو ایک کتا ہوں۔ میری حقیقت یہی کیا ہو میں اس مٹی سے بھی تو ہمیری نہیں کر سکتا جو صرف گلاب کے پھول کی ہوا ہے خوشبودار اور معطر ہو جاتی ہے۔

انسان بنا کہ کیوں مری مٹی خرابی

طبیب کیوں کیوں نرم شکستہ دل کیوں ہوسکتے ہو۔

میں۔ ایک کمائی دہرا کے آپ ہی کو منصف بناؤنگا۔ اور پھر آپ ہی کو منصف کرینگے ایک زمانہ میں ایک کتا تھا جو اپنی شاہت اور صورت میں بھیڑیا معلوم ہوتا تھا اسلیے بھیڑیے اسے اپنی سوسائٹی میں شامل کرتے تھے۔ وہ انکے ساتھ کھاتا پیتا اور بھیڑ بھاڑ تو ان۔ غرض جو کام بھیڑیا کر سکتا ہے اور اس سے ممکن ہے وہ بلا تامل کرتا تھا۔

ای وقت میں وہ اپنے بھائی یار دوستوں ساتھیوں کتوں کے پاس بھی رہتا تھا اور ان کی جماعتوں میں شریک ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ کتوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھٹیڑیوں کے ساتھ مجلس گرم رکھتا ہے اور لطف یہ ہے کہ بھٹیڑیوں کو بھی یہ معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ کتا بھٹیڑیا نہیں ہے۔ پھر انھوں نے اپنے دو اڑیں اُسے شامل نہ ہونے دیا تو اب یہ غریب اور مظلوم کتا دونوں جماعتوں کا گویا باعث رنج و الم ہونے لگا جب اس پر یہ صورت گران گذرنے لگی اور وہ اس غیر شخص حالت کو برداشت نہ کر سکا تو اُس نے اس فیصلہ کیلئے جہد لیغ کی کہ کیا تو میں کتا ہی نہ جاؤں اور یا بھٹیڑیا ہو جاؤں کہیں پاپ تو کٹے میں نے طبیب سے کہا حضرت میں کتا ہوں آپ مجھ سے کہیں برتر اور بزرگ ہونے کے لئے ساتھ حق پینے۔ اور ٹھینے کی اجازت دیتے ہیں۔ آپ مجھ سے باتیں کرتے ہیں اور مجھے مشورہ دیتے ہیں اور میں آپ کے جواب کی جماعت میں بھی شریک ہوتا ہوں۔ لیکن اس سے مجھے کیا فائدہ ہے اور یہ ساری باتیں مجھے کیا مستفید ہیں۔ میں اب بھی بغیر کسی منفعت اٹھانے کے آپ کا خادم ہوں۔ مجھے کچھ بھی نہیں ملتا تو میں آپ سے بصد لجاجت عرض رسان ہوں کہ آپ مجھے میرے قابل خدمات پر معین فرما دیجئے اور میری تنخواہ مقرر کر دیجیئے۔

طبیب۔ تنخواہ واقعی میں نہیں دیا کرتا۔ میرے جقدر ملازم ہیں وہ سب میرے مرہضوں سے کچھ لے لیتے ہیں جو جسکی تقدیر کا ہے اُسے پہنچ جاتا ہے۔ تم بھی ایسا ہی کیا وہ سب میرے ہمراہ کھاتے ہیں اور مجھ سے نوروز کی تقریب میں ایک کوٹ لے لیتے ہیں پھر اس سے زیادہ اُنھیں کیا چاہیے۔ اتنے میں ایک پیادہ شاہ کے پاس سے ایک چاندی کے خوان میں دو تیر رکھے ہوئے آیا۔ طبیب اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے ادب سے اُس سے وہ سینی لی۔ اور یہ تین دعائیہ چلے گئے۔ اللہ کرے نوازشوں اور مہربانیوں میں کبھی بھی کمی آکر واقع نہ ہوئے۔ خدا اسکی دولت کو بڑھائے۔ اور آئی

وہ زمانہ غیر محدود تک زندہ و سلامت رہے۔

طیب نے پانچ روپیہ لانے والے کو نعام کے دیے اسے ندامت آمیز صورت میں
آنکھیں داپس کر دیا پھر طیب نے ایک تین بڑھایا وہ بھی اس نے نہیں لیا۔ دو تین دیے
وہ بھی داپس تین دیے وہ بھی نہیں قبول غرض بڑی جھک جھک اور تھکا تھکتی کے
بعد پانچ تین بر فیصلہ ہوا۔ اس ناپسندیدہ صورت سے جس قدر خوشی دشی تھی رکب فوراً
ہو گئی۔ شاہ نے تحفہ کیا بھیجا گویا حاجی کا جنجال بھیجا۔ طیب کو اس قدر غصہ اور غیظ آیا کہ
طیب آپے کے باہر ہو گیا اور شاہ کو وہ کلام ناشائستہ سے یاد کیا کہ اگر اسکی رپورٹ
شاہ سے کر دی جاتی تو میان طیب صاحب کی قلعی کھل جاتی اور پوری کان گونشی ہوتی
طیب کی وہ یہ باتیں ہن اجی بس خدا بچاے ایسے تحفوں سے یہ بھی کوئی بات ہر کہ تم
شاہ کے ملازمین کو مردوری بھی دین جو واقعی غارتگر شیطانوں کا ایک گروہ ہے نہ ٹھہرین
شرم پر نہ لحاظ ہو اور سب میں بڑی تو یہ بات ہو کہ جب ایسا کوئی موقع ہوتا ہو تو میں تو ٹھہرین
ابھی طرح سے بھر پور دیدیتا ہوں۔ لیکن وہ ہن کہ مجھ پر ظلم کیے جاتے ہن اور میری صورت پر
ذرا رحم نہیں کرتے واقعی سوری نے بہت درست فرمایا ہے۔

”وہ کہ تم شاہ کی دوستی پر ہرگز بھروسہ نہ کرو بلکہ اس کے مقابل میں بچہ کی آواز و فغانی
بھروسہ کرو کیونکہ سابق الذکر کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ذرا ذرا سی بات پر بدلتا رہتا ہے کچھ
بھی شبہ ہو اس مشتبہ کا فیصلہ ہر خواہ وہ کیسا ہی معبر کیوں نہ ہو۔ سمجھ اگر اپنا روٹا یا آواز
بدلے گا تو صرف شب ہی کو۔“

جب طیب یہ بکار چکا تو اسے بڑا خوف معلوم ہوا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے ایسا منہو کہ
بادشاہ تک اسکی خبر پہنچ جائے تو پھر غضب ہی برپا ہو جائے گا اور ایک آفت نازل ہوگی
پس وہ خاموش ہو کر پانچ تین دنوں پر بھی دم ساند گیا اور پھر کچھ نہ کہا۔
میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ وقت موزون نہیں ہے کہ میں اسے اپنی نحوہ کی بات

کچھ ذکر کر دیا اب اپنے اس معاملے کو کسی آئندہ وقت کیلئے چھوڑنا چاہیئے میں نے اپنے دماغ میں یہ خوب تہ نشین کر لیا تھا کہ جب کبھی کوئی موقع ہوگا فوراً اس لقمان زمان کو دہتا بتاؤں گا۔ مگر اس وقت میں نے اپنے کو نہ بھیڑیوں میں سمجھا نہ کتوں میں۔

تھیسیوان باب

حاجی بابا کی شکستہ خاطر اور اس کا ایک مہر کے عشق میں مبتلا ہونا

اپنی اس قسمت نارضماند اور شکستہ دل ہو کر اور آئندہ کی تقدیر سے بخیر میں نے اپنے دن سستی میں تیر کرنے شروع کر دیے۔ مجھے ذرا بھی علم حکمت کی طرف توجہ نہیں تھی اور نہ کبھی میل کرتا تھا۔ کیونکہ جن لوگوں نے کہ اسے سیکھا تھا وہ بھی کچھ سرسبز نہ معلوم ہوئے اسلئے میں نے ان باتوں کی بھی کچھ تفتیش نہیں کی جس میں مرزا حق شب و روز مشغول رہتا تھا۔ اور کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اگر میری اس حالت نے کچھ ترقی نہیں کی اور ذرا مجھے عروج نہوا تو بیشک میں اس جگہ کو فوراً چھوڑ دوں گا کیونکہ ایک ایسا سانہ حالت میں رہنا نہایت ہی نازیبا امر تھا۔ ان خیالات نے میرے دل میں کچھ ایسی ترقی پکڑی کہ گویا میں اپنے کو یہ سمجھنے لگا کہ مجھ کو تو انھوں نے بے غلام بنالیا۔ اس تصور نے اور بھی طبیعت کو بھڑکا۔ اور اب میں بالکل ایک جنون زدہ بن گیا کہ مجھ کو بھی ہرگز یہ دیوانہ پن نصیب نہ ہوا ہوگا اسکے بعد میرے خیال میں یہ بیان کرنا غیر ضرورت ہو کہ میں مبتلائے عشق رہ رہ کر چہرے میں ہو گیا تھا۔

موسم بہار گذر چکا تھا اور موسم گرما شروع ہو گیا تھا جسے تمام باشندہ و کو مجبور کیا تھا کہ اپنے اپنے بسترے لے لیکر چھتوں پر تاروں پھیری جاؤں گے شیخ آرام کریں۔ میں نے ایسی حالتیں فراشوں اور چوہوں وغیرہ کے ساتھ رہنا بہتر نہ سمجھا کہ جو نیچے کے کمرے میں اکٹھے ہو ہو کر پڑے رہتے تھے۔ میں نے اپنا بسترہ بلا غائی کھلی ہوئی چھت پر چھایا۔ اس بلا خانہ پر عورت کے کمرے بھی بنے ہوئے تھے۔ یہ کوٹھی یا مکان بصورت مربع بنا ہوا تھا اور جنہیں مختلف کمروں کی

کھڑکیاں معلوم ہوتی تھیں۔ جن کے گرد یا سمن اور چنبیلی وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے۔ اسکے بیچ میں ایک لکڑی کی مربع پلیٹ فارم بنی ہوئی تھی جس پر گرمیوں میں مکان کے رہنے والے سوتے تھے۔ میں نے اس بارگاہ کے مختلف حصص میں اکثر عورتیں بیٹھی ہوئی دیکھیں لیکن کبھی کسی کے نظارے نے میرے دل پر صلا اثر نہ کیا اور نہ کسی رقص سیاہ فام میں میرا دل اُلجھا۔ اور شاید انہیں سے کسی پر دل رکھ بھی جاتا لیکن میں نے نگاہ بھر کر انہیں سے کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ جہاں میں انکو معلوم ہوا اور انھوں نے آوازے توازے پھینکے اور مجھے کراہت آمیز ناموں سے پکارنا شروع کیا۔ غرض ہر عورت سخت برا بھلا کہتی تھی۔

ایک شب کو جون ہی آفتاب نے اپنے دکتے ہوئے اور متمتاتے ہوئے چہرہ پر سیاہی کا برقع پہنا تو میں اسوقت اپنا بستر بچھا رہا تھا میں نے ایک مہ جبین کو دیوار کے ایک کونے پر جو کچھ لٹھا ہوا بھی تھا ذرا اُبھرا ہوا دیکھا مہ جبین تاکو کے تپے چھت پر بھیل رہی تھی

ماہ سے زور بام نظری آید

نہ ہزاری نہ زور نہ ہزاری دید

اسکی شبلی نقاب بے حجابانہ بخیری لی حالت میں اسکے سر پر پڑی ہوئی تھی جون ہی وہ ذرا جھکی اسکی دونوں زلفیں اسکے فرق سے اسکے دکتے ہوئے رخساروں پر آ پڑیں گو انھوں نے اسکا تمام روشن چہرہ چھپا لیا تھا لیکن پھر بھی اسکی دمک ورجک نہیں گئی تھی اور وہ سطرچ سے روشن تھا جیسے شمع فانوس میں جب میں نے اسکا یہ دل لہجائے والا چہرہ دیکھا تو اب مجھے یہ خواہش ہوئی کہ اسکو سرتاپا دیکھنا چاہیے کہ یہ نازنین اپنے تناسب الاھنا میں دل عاشق کا کہاں تک خون کرتی ہو۔ جو چیز کہ اسکے حسن دل ویز میں میں نے ملاحظہ کی حق تو یہ ہو کہ وہ سب بات میں لاثانی تھی اسکے چھوٹے چھوٹے تیلے تیلے مصفا ہاتھ انہیں حنائی رنگ کا جلوہ۔ دل عاشق کا خون کیے ڈالتا تھا علی ہذا القیاس ہی

اسکے پیروں کا حال تھا جنہیں اُسی طرح سے حنائی رنگ نے اور بھی اُسکے حسن کو دوبا لاکر دیا تھا غرض ہسکارنگ دردِ غن اور اسکی صورت کی اجماعی ہئیت حسن و خوبی برس رہی تھی۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ فطرت نے بس سیکو بنایا ہو۔

خوبی کو ہنسی خوبی سے خوبی
ناز کو اُسکے ناز سے صد ناز

مین برابر ٹنگی باندھے ہوئے اسکی طرف نظارہ کرتا رہا اور جب تک میری طاقت اور شکیبائی نے مجھے سہارا دیا میری آنکھیں اس ماہر و کس حسن و جمال سے بہرہ مند اور مسرور ہوتی رہیں۔

پری رو و پری خود پری صورت پری پیر
پری ناز و پری انداز و مہر و مہر طلعت

مین نے بہت ہی آہستگی مین کچھ کہا جس سے اسکی نظر مین نوراً اور پکی طرف اٹھیں جب تک کہ وہ اپنی نیلی نقاب اپنے چپکے ہوئے چہرے پر ڈالے مین نے سرتاپا اُسکو بخوبی ملاحظہ کر لیا۔ ہم عشوہ ہم غمزمہ ہم ناز۔

لطافت جلوہ آراے برود و دوش
زلزل ناز کی در موج آغوش

مین برابر صورت آئینہ بنا رہا یہاں تک کہ اُسکے حسن نے اپنی محبت کے شعلے میری مجھڑوں مین پورے پورے مشتعل کر دیئے۔ اور مین اُسکی زلف و دلارام کا اچھی طرح سے فکار بن گیا۔ اُسکا تیرنگاہ ایسا نہ تھا کہ کلیمہ مین جھکتا اور جگر کے پار نہ جاتا۔

تجربہ تگر جان رفت با تیرش ز تن برین
کہ با دھان بردن از خانہ صاحبانہ می

اُسنے کچھ ظاہر عتاب آمیز صورت سے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی۔ لیکن

نقاب بھی اُس مہجبین نے اس حکمت سے ڈالی تھی کہ اُسکی دونوں آنکھیں شعلہ جوالہ کی طرح میری جان و دل پھوٹے دیتی تھیں اور برابر مجھ پر اپنی نگاہوں کے تیز تیز قاصد دوڑاتی تھیں اور میری جنبش و حیرانی نے انہیں گونا گونا گویا ایک خوشی آمیز اثر پیدا کر دیا تھا۔ میں ابھی اُسکی طرف دیکھ رہا تھا اور میری شوق کی نگاہیں سچی نہ ہوتی تھیں کہ اُس شعلہ رونے میری مخاطب ہو کر کہا۔ گو اس درمیان میں وہ اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ ”تم میری طرف کیوں نقارہ بازی کرتے ہو یہ سخت گناہ ہے۔“

میں۔ تھیں قسم ہے کہ مجھ سے روگردانی نہ کرو۔ محبت کچھ گناہ و جرم میں داخل نہیں ہے۔ تمھاری آنکھوں کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے میرے دل کو کباب کر دیا۔ تھیں قسم ہے اُس مہربان مان کی جس سے تم پیدا ہوئی ہو کہ ایک دفعہ اور بھی چہرے سے نقاب اٹھا لو کہ میں تمھارے پری چہرہ کی زیارت کروں۔ کیونکہ۔

برنگ غنچہ ام جزبوے تو در دل نبی گنجد
بود این خانہ را از تنگی خود قفس۔ در رہا

مہجبین۔ (ذرا شرمیلی اور کچھ اطاعت آمیز آواز سے) تم جانتے ہو کہ ایک عورت کی سخت گناہ ہے کہ اپنا چہرہ نامحرم کو دکھائے۔ نہ تم میرے بھائی ہو اور نہ باب ہونی چاہو ہو کہ تم مجھے دیکھنے کا استحقاق رکھتے ہو۔ میں تو اب تک یہ بھی نہیں جانتی کہ تم کون کیا تھیں کچھ شرم بھی نہیں آتی کہ تم ایسی مجنونانہ گفتگو کرتے ہو۔

اس وقت اس دلارام نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی تھی نقاب ڈالتے ڈالتے بھی مجھے اُسکی صورت کے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ واقعی جقدر کہ میں نے خیال کیا تھا اُس سے بھی زیادہ نکلا اُسکی نکیلی اور بڑی بڑی سیاہی مائل آنکھیں ناظر کے دل کو جلا بھٹا کر کباب کر رہی تھیں۔ جنہیں سُرُخِ سرخ و دُرے جو سرمہ سے پڑ گئے تھے گویا دل عاشق کے پھنسانے کے لیے کیننگاہ کا کام دے رہے تھے۔ اُسکی محرابی بھوین جنکو ناک کے خط مستقیم نے

علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا کیا ہی بھلی معلوم ہوتی تھیں اور فطرت نے انکو ناک پر طرح سے جمع کر کے
جدا کر دیا تھا کہ وہاں کسی حکمت کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ جو انھیں باہم ملا دے اسکی ناک تو ان
تھی۔ تنگ دہانی یہی ختم ہو گئی تھی۔ جنہیں شکر لبالب بھری ہوئی تھی۔

انرش نگین خطش گلچین لبش شیرین و برین شکر

کا مضمون تھا۔ اسکے چاہ نہ خندان میں نیلا گدا ہوا سورخ کا نمایان نشان تھا جو اسنے
کس ہوشیاری سے اُسے بنایا تھا۔ بالونکی خوبصورتی کو تو کوئی چیز بھی نہیں پہنچ سکتی تھی
اسکی سیاہی سنگ موسیٰ کو بھی مات دیتی تھی اور اسکے دونوں کاندھوں پر دو لالہ لانی لالہ زلفین
ناگن کی صورت بل کھا رہی تھیں غرض اسکے حسن و لہریہ کا میں ولی شیدا بن گیا۔ کیونکہ میرے
شعر نے جو کچھ خاکا کا ایک معشوق خوش اندام کا کھینچا ہو وہ سب اس میں موجود تھا یعنی شمشاد قلہ چشم
شکر خاد وغیرہ وغیرہ۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اگر اسے تمام عمر بھی پوہنی دیکھے چلا جاؤں گا
جب بھی ہرگز نہ تھکوں گا۔ دل کچھ ایسا بیتاب ہو گیا تھا کہ بس یہی چاہتا تھا کہ چلا نکلاں
اور اسکے پاس پہنچ جاؤں۔ میرے دل میں اسکی لہفت و مجھ کے سعلے بھڑکتے جاتے تھے
اور انکی ٹوہر بلند ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ میں نے یہ قصد کر لیا تھا کہ اُچک کر اسکے پاس
جا ہی پوہنچوں۔ میں نے یہ آواز کئی بار سنی۔ زریب زریب۔ تو میں اسوقت جلدی میں اپنے
بالا خانہ سے اٹھ کر بھاگا مگر میں نے اس مقام پر اپنے کو دیکھا جہاں وہ شعلہ رو کھڑی تھی۔
کچھ دیر میں نے توقع کیا کہ شاید وہ پھر واپس آئے نہیں اسکا پتہ بھی نہیں تھا۔ میں نے ہر آواز پر
بہت ہی کان لگاے لیکن سو اس منہوسے وار کے اور کچھ نہیں سنا لی دیتا تھا کہ جو ہر سنے اور
ہر شخص پر حملہ آور ہو رہی تھی۔ اور یہ آواز کسی کی بھی نہیں تھی صرف طبیب مرزا احق کی
بیوی کی تھی جو اپنے شوہر کو بھی محکوم رکھتی تھی۔

دن بالکل ختم ہو چکا تھا۔ رات کی سیاہ چادر بچھ گئی تھی۔ میں نہایت ہی ایلوہی
کی حالت میں وہاں سے اپنے بستر پر واپس پھرنا چاہتا تھا کہ میں نے پھر یہ آواز سنی۔

زنجبم کہان جاتی ہو کیون نہیں اپنے پلنگ پر آ کے سوتین۔ میں نے غلہ شیر اپنے دلربا کے جواب کو سنا لیکن میں بہت جلدی یہ تفکر کرنے لگا کہ اُس نے کیا جواب دیا کہ اتنے میں میں نے پھر بالا خانہ پر اُسے دیکھا۔ بس ہوتو تو میں ایسا بیتاب ہو گیا کہ میں نے یہ چاہا کہ میں یار کو بھلا کر جاؤں جو ہم دونوں میں حد فاصل تھی مگر وہ جلدی جلدی اپنے تاکو کے پتے سمیٹ کر چلی گئی مگر چلتے چلتے دلی آواز سے یہ کہہ گئی کہ کل رات کو پھر ہی جگہ پر آنا۔ اُس کے یہ لفظ میرے تمام جسم کے رونگٹے رونگٹے میں بیٹھ گئے اور ایسی سنسیان اُٹھنے لگیں کہ کبھی آج تک اُٹھی نقب میں اُنکو اپنی زبان سے دہراتا رہا اور اس وعدہ پر تصورات کے گھوڑے دوڑا کرتا رہا اور اسی حالت میں مجھے نیند آگئی اور جب تک آفتاب کی چمکتی ہوئی اور تیر کر تین میرے چہرے پر نہ پڑیں میں بیدار نہ ہوا۔

چوبیسواں باب

حاجی بابا کا زنجب سے ملنا

میں نے اپنے دل میں یہ خیال باندھنا شروع کیا کہ کبھی محبت تو میرے دل میں بالکل نہ نشین ہو گئی اب دیکھنا چاہیے کہ کبھی کیا نتیجہ ہوتا ہو۔

بہ بیغم تاکر دگار جان

بدین آتشکارا چہ وارد نہان

آج رات کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ عورت کون ہے۔ اور کبھی کیا تعلق ہے اور اگر یہ کوئی ایسی عورت ہے جس کا تعلق طبیب ہے تو بیشک طبیب کو بہت بڑی وقت کا سامنا کرنا پڑیگا اگر شادی پر خیال کروں کہ اس سے میری شادی ہو جائیگی تو یہ امر محض صورت ناممکنہ میں جلوہ دے رہا ہے۔ بھلا مجھ کو روکون دیگا۔ بھلا مجھ جیسا قلاتیخ اور غلس شخص کہ جو ایک جوڑا پانچواں نامہ کا بھی نہیں خرید سکتا جو شادی اور ازدواج کے اجرا جات سے بہت ہی کم ہر گز انشاء اللہ جب کبھی میرے پاس دہیہ ہوگا تو یہ المہ بخوبی انجام پذیر

ہو جائیگا۔ اب تو میں عشق ہی کے اوپری منے لوٹتا ہوں۔
 یہ خیال کرتے کرتے میں اٹھ بیٹھا اور میں نے کپڑے بدلے مگر ذرا اور دنوں سے ادھر ادھر
 سناک جھانک کر اور کچھ ہوشیاری کے ساتھ۔ میں نے اپنی زلفوں میں اور دنوں سے زیادہ خوب
 کنکھی دنگھی کی اور میں نے اپنی کٹار رکھنے کی بیٹی کو باندھا اور ایک طرف سر پر ٹوپی کو رکھا
 پھر بسترے کو لیٹا اور ملازمین کے کمرے میں لے آیا اب میں حمام میں نہانے کے ارادے
 سے گھر سے چلا کہ وہاں ذرا نہاؤں دھوؤں اور اپنے کو خوب بناؤں سنواروں کیونکہ وہ
 ملاقات دلبر سے بہرہ یاب ہونا ہو۔ میں حمام میں گیا اور وہاں میں نے اپنے وقت صبح کا
 بہت بڑا حصہ گانے وغیرہ میں صرف کیا۔ اور باقی ماندہ وقت ادھر ادھر گشت کرنے میں گذرا
 جو محض بے سود تھا یہاں تک کہ ملاقات کا وقت آنکھوں کے آگے پھرنے لگا۔
 آخر کار دن آخر ہونے لگا۔ اور۔

سیاہی آسمان کی کہ رہی ہو دن ہو آخر	اجازت ہو کہ جگ جگ کہتے نکلیں بہتر
وہ سناٹے نے باندھا ہوا سہارا کسا	کہ جس سے چھا گئی حیرت بلا کی چشم حیران پر
ادھر وہ ٹٹما ہٹ روز خیر کی کیفیت ہو	
کہ گڈ بائی (خداحفظ) بس لیٹا رکھل پر	

میری بے صبری انتہا کو پہنچ گئی تھی اب میں صرف یہ انتظار کر رہا تھا کہ کسی طرح سے
 شام ہو اور میں دردمس کا بہانہ کر کے اپنا بستر اسنبھا لوں۔ میری بد قسمتی نے یہاں بھی
 نہیں بخشا۔ کبھی طبیب کو دربار میں اور دنوں سے زیادہ دیر لگ گئی۔ یہاں اس
 انتظار میں کہ وہ آئے تو اُسکے ساتھ شام کا کھانا دانا کھا کے جا کے لیٹیں وہاں پتہ
 ندارد تو بہ آخر نوکروں نے تو مجبور ہو کر کھاپی لیا۔ تو پھر میں کیوں بند میں رہنے لگا مجھے
 اس پابندی سے نجات ہوئی۔ اب میں اپنے وقت معہود کا ہمہ تن چشم ہو کر منتظر رہا اور
 امید مہموم کا خار میری آنکھوں سے ہویدا تھا کہ اتنے میں مغزی آسمان پر ایک سُرخ چادر

بچھ گئی اور شفق نمایان ہونے لگی۔

شفق بنکے گردن پہ ہوتا ہوا نظر
یہ کشتہ بیگنہ کا ہو ہے

مہتاب بھی اپنا روشن چہرہ سیاہی کے برقع میں سے نکالتا جاتا تھا میں اس وقت بستر بغل میں دبا کر میں بالا خانہ کی چھت پر پہنچی جلدی جلدی میں نے تس بچایا اور لب شکستہ دلی سے میں ٹوٹی ہوئی دیواروں کی طرف ٹھٹھکی بازہ کر دیکھنے لگا لیکن میں نے صرف تھاکو کسے پتے پھیلے ہوؤں کے اور کچھ بھی نہیں دیکھا کس قدر ایوسی اور حرمان اس وقت مجھے ہوئی۔ ان تھاکو کے تبون سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا ہے پھر اسے کوئی اگر سنبھالے گا۔ چاروں طرف میں نے دیکھا لیکن کہیں پیاری زریب کا تہ نہیں پایا میں دو ایک بار کھانا کھنکارا بھی لیکن جواب نذر در صرف ایک آواز میرے کان میں پہنچی اور ڈاکٹر یا طبیب کی بیوی کی تھی کہ جو کسی پر خفا ہو رہی تھی اگرچہ اسکی آواز کی باریکی دیواروں میں بھی چھید کرتی تھی لیکن پھر بھی میں یہ دریافت نہیں کر سکا کہ اصل میں سبب کیا تھا اور کس پر کس وجہ سے یہ خفا ہو رہی تھی کہ اتنے میں جب وہ صحن میں آئے بہت خفا ہوئی اور غل مچایا تو معلوم ہوا کہ زریب سے یہ مخاطب ہو کے کہ رہی تھی۔

اب تو مجھ سے کام کو پوچھتی ہو چڑیل یہ تو بتا کہ تو حمام میں کسے حکم سے گئی تھی شیطانی بیچی۔ مقبرے میں تجھے کیا کام تھا۔ تو اب میں تیری لونڈی بنی کہ میں بیٹھی راستہ دیکھوں کہ دیکھے بیگم صاحب کب تشریف لاتی ہیں اور تو خوشیاں مناتی پھرے تو نے یہ کام اتنا کیوں نہ کیا۔ تجھے نہ کھانے پینے کو ملے گا نہ سونائے گا جب تک کہ تو پورا کام نہ کرے گی۔ پس تو ابھی جا اگر ادھر اور اچھوڑ کر لٹی آگئی تو واللہ باللہ ختم باللہ پیسہ پر رکھ کے تیری بوٹیاں اڑاؤنگی۔ یہاں تک کہ تیرے ناخنوں سے خون نکلاں یسکا۔ اسپر میں نے کچھ کھینچا کھینچی اور کشمکش کی آواز سنی کہ اتنے میں میں نے اسکی ناخوش اور کشیدہ صورت کو

<p>اُسی جگہ پر دیکھا جسکو ایک لمحہ سے زیادہ نہ گذرا ہو گا کہ میں مجھم انتظار دیکھ رہا تھا۔ عشق بھی کیا ہی عجیب و غریب چیز ہے۔ (میں نے اپنے دل میں خیال کیا) یہ کتنا زریکی اور تیز فہمی کو تیز کرتا ہے اور یہ چارہ گری میں کتنا بار آور ہے۔</p>	
<p>عشق کیا شے ہے کسی عاشق سے پوچھا جائیے</p>	<p>کس طرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا جائیے</p>
<p>کیا تڑپنے میں مڑا ہو قتل قاتل کے ہاتھ اسکی لذت کو کسی سہل سے پوچھا جائیے</p>	
<p>مجھے کن انکھیون ہی کن انکھیون میں معلوم ہوا کہ میری معشوقہ نے کس عقلمندی اور داناائی سے مٹنے کی تدبیر نکالی ہے کہ بڑی دیر تک بغیر کسی تعرض کے ملاقات ہوا کرے اور کوئی خلل انداز نہ ہو۔ زریب نے مجھے دیکھ تو لیا لیکن جب تک کہ نیچے کا طوفان بے تیزی نہ بند ہوا وہ مجھ سے کچھ خبر نہ ہوئی اور جب بالکل ساٹا ہوا اور ہر شے چپ چاپ ہوئی تو وہ میری طرف آئی اب اس کہانی اور سرگزشت کا پڑھنے والا خیال کر سکتا ہے کہ میں کس پھرتی سے آنا فانا میں اُسکے پاس پہنچا ہوں گا۔ جو لوگ کہ محبت کے کوچہ سے واقع ہیں جنھوں نے کہ شب وصل کی جانشی چکی ہے وہ خود ہی خیال فرمائیں کہ ہمارے جدا اور خوشی کا کیا عالم ہو گا کیونکہ اسی حالت کو بیان کرنا ناممکن ہے۔</p>	
<p>خوشا وقتے و خرم روزگارے کہ یارے بر خور داز وصل یارے</p>	
<p>زریب سے یہ امر معلوم ہوا کہ اصل میں وہ کر دیش کی بیٹی تھی کہ جو اپنی قوم میں سردار تھا۔ اور جو مع اپنے تمام کنبہ کے حسین مولشی اور گلہ وغیرہ بھی شریک تھا قیدی بنالیا گیا تھا جب یہ لڑکی بالکل معصوم بچہ تھی اور ان حالتوں سے جو کہ زریب نے مجھے بعد ازاں کہنے کا اقرار کیا طبیب کی لونڈی بنائی گئی چنانچہ اب غلامی کی حالت میں تھی اول ہی اول جب ہم ایک دوسرے کے نظارے سے خوش ہوئے تو زریب نے طبیب کی</p>	

جور کے غصہ کی کیفیت ٹوٹے ہوئے الفاظ میں بیان کرنی شروع کی۔
 زینب۔ فوس صد فوس۔ کیا تنے سنا کہ طبیب کی بیوی نے مجھ سے کیا کہا ہے ابرہان
 عورت لاندہ ب عورت کے سخت اور کر یہ الفاظ سے مجھے مخاطب بنایا۔ یہ ظالمہ عورت ہمیشہ
 یوں ہی مجھے پیش آتی ہے۔ اور ہمیشہ مجھے برا بھلا کہتی رہتی ہے۔ میرا تو یہاں کتے سے
 بھی تو کم درجہ ہو گیا ہے۔ ہر نفص مجھے بغیر گالی کے یاد ہی نہیں کرتا میرے پاس کوئی بھی
 نہیں آتا۔ میرا نہ ہر پانی پانی ہو گیا میری تازہ روح مرجھا گئی۔ میں شیطان کی بچی کیوں
 کہلائی جاؤں میں کر دہوں۔ یزیدی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ ہم شیطان سے ڈرتے ہیں بھلا
 بتاؤ تو سہی کون نہیں ڈرتا لیکن میں اُسکی بیٹی نہیں ہوں۔ کاش اگر یہ طبیب کی جورد
 ہمیں ہمارے پہاڑوں میں مل جاتی تو پھر اس عورت کو معلوم ہوتا کہ کر دوش کی بیٹی
 کیا کر سکتی ہے۔

میں نے اُسکی دھارس بندھانے کی بہت کوشش کی اور میں نے اُس کے ذہن
 نشین کیا کہ تو گھبرا نہیں وہ وقت آجائے گا کہ تو اُس سے اپنا بدلہ لے لی گی۔ اُس وقت کہ
 اپنا غصہ روک رکھ۔

وزرے کا بھی چکے کا ستارہ

قائم جو زمین و آسمان ہے

آئیے اس امر سے ناہمیری ظاہر کی کہ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ میرے کل کاموں
 کی بڑائی نگہداشت کی جاتی ہے کہ میں بغیر اپنی ہیکم کی واقفیت کے بہت ہی مشکل سے ایک
 کمرے سے دوسرے کمرے میں بھی جاسکتی ہوں۔

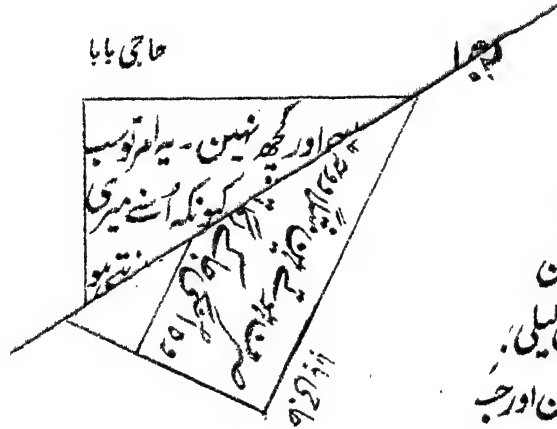
اصل یہ ہے کہ اس طبیب کا جو بیچ خاندان کا شخص پڑ بادشاہ کی ایک لونڈی سے
 نکاح ہو گیا جو بڑے پال چلن ہونے کے سبب حرم سے خارج کر دی گئی تھی۔ اُنھوں نے
 غرض شاہ کے حکم سے اس سے شادی کر لی۔ یہ لونڈی سوائے بد مزاجی اور غرور کے

اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لائی بس یہی جہیز گویا لے کر ڈاکٹر کے گھر میں براجی کیونکہ
 دماغ میں تو وہی شاہی حرم کی ہوا بھری ہو بھلا غور کیوں نہ ہوگا۔ اب نیا خاوند
 جو اُسے ملا سکو وہ اپنے پیر کی خاک سے بھی کم درجہ کا خیال کرتی ہو اور اسکو ایسی
 قابلِ رحم اطاعت میں رکھتی ہو کہ توبہ ہی بھلی رطیب کو اتنی دلیری نہیں ہو کہ بغیر
 اسکی اجازت کے اُسکے آگے بیٹھ جائے اور یہ عورت کا ہے ما ہے اجازت دیدیتی ہو
 ورنہ طیب صاحب دست بستہ حاضر ہی کھڑے رہتے ہیں۔ اور یہ کمبخت ایسی حاسدہ
 ہو کہ حرم میں کوئی بھی لونڈی ایسی نہیں ہو جسے اُسے بُرا شہ نہ جاتا ہو۔ اور اسکی
 نگاہ میں ہر ایک مشتبہ نہوا سکے مقابل میں اگر ڈاکٹر کو خیال کیا جائے تو وہ بھی
 بجائے خود بہت ہی مغرور ہو اور اپنی ثنا خوانی سے بہت ہی خوش ہوتا ہو وہ بھی
 تو اس غیر مستقل انسانی فطرت کا مطمع ہو اور کسی طرح سے بھی تو وہ اپنی حسین اور
 خوبصورت لونڈیوں کا خوش نظارہ نہیں کر سکتا۔ گو طیب کی میری طرف خاص
 نگاہ ہو مگر صرف اپنی بیوی کے حد سے وہ سرگردان ہو جسکی اجازت ہو کہ کوئی
 کوئی حجت بغیر اطلاع کے نہو۔ حرم میں بہت ہی فنِ فریب ہوتے ہیں اور
 جب بیکم خود حمام میں یا مسجد میں جاتی ہو تو بہت ہی پیشیندی اور عاقبت اندیشی
 سے لونڈیوں غلاموں میں اوقات کی تقسیم۔ جگہ اور موقع کا انقسام ہو جاتا ہو کہ
 ایسا نہو باہم کچھ ساز و بار ہو جائے۔

چونکہ کبھی اندرون کی حالت دیکھنے کا مجھے اتفاق نہ ہوا تھا تو میں اس سے
 بہت متعجب ہوا اور میرا تعجب اس درجہ کا بڑھا کہ مہ جبین زریب متضمن حالاتِ حرم
 کی حکایت بیان کرنے لگی۔ اور طیب کی حرم سرا میں اپنی زندگی کی تاریخ
 اُسے یوں دہرائی۔

حاجی بابا

بچہ



زنیب - ہم علاوہ ہماری بیگم
رہنے والی ہو - دوسری نور جہان
جو کھانا پکاتی ہو - پانچویں بڑھیل لیلی
گویا اپنی بیگم کی ٹہلنی یا خادمہ ہوں اور جب
حقہ بھر کے دیتی ہوں رکافی اسکے آگے لاتی ہو
حام مین جاتی ہوں - شکو کپڑے پنھاتی ہوں اور
کرتی ہوں - اسکا تالو کوٹتی ہوں اور اسکے آگے دست

بیرین

جو چار چار والی ہو یہ صندوق دار ہو - یعنی گل گھر کی خفا - اسے ذمہ ہو - اسکو میر
اسقا اور بیگم کے کپڑوں کی نگہداشت کرنی پڑتی ہو نہ صرف ایک ان ہی کی بلکہ تمام
گھر کی - جب قدر کہ کھانے والے پن خرچ ہوتا ہو سب کا انتظام اسی کے ذمہ ہے -
تمام چنبی چاندی اور دوسری قسم کے ظروف کی بھی یہی خبر داری کرتی ہو - غرض
کل اشیاء کی نگہداشت کرنا یہ اسی کے ذمہ ہو -

نور جہان جو جشن ہو یہ فراشی کا کام دیتی ہو اور غالیچے وغیرہ بچھاتی ہو اور تمام
دنا ملائم کام کرتی ہو - چاندنیوں غالیچوں کا بچھانا - کمروں میں جھاڑو دینی تمام صحن
میں چھڑکاؤ کرنا - باورچن کو مدد دینا - پارسلوں اور تاروں کا لیجانا - غرض جو کچھ
کا کام ہو شکو وہی انجام دیتی ہو -

اچھا اب بڑھیل لیلی کو خیال کیا جائے تو یہ گویا نوجوان عورتوں کی محافظ ہو
ذرا ذرا اسی بات جا کر یہ لگاتی ہو کہ آج اس نے یہ کیا اور اس نے فلاں حرم کے ساتھ
یہ باتیں کیں اور یہی بڑھیا ڈاکٹر یا طبیب کا بھی بخوبی پہرہ دیتی ہو ممکن ہو کہ وہ
انگٹھ بھر کر بھی کسی کو دیکھ لے - اسی طرح سے ہمارے دن بہودہ جھگڑا دن اور شٹوین

دوسری شب کو مین نے بالا خانہ کی چھت سے دیکھا کہ شاید نقاب لٹکی ہوئی معلوم ہو
لیکن فہوس نہ معلوم ہوئی۔ کس نا اسیدی اور ابوسی سے مین شکستہ دل ہو گیا۔ تمام
تھا کو وغیرہ کا پتہ ہی نہ تھا سب نیچے چلا گیا تھا۔ مطلع صاف تھا۔ مین نے طبیب کی جو رو
طرف خیال کیا اور اس کی طرف ایسا متوجہ ہوا جیسے کوئی دل بٹھانے والی آواز کو سنتا ہو
مگر بالکل پتہ ہی نہ تھا۔ جوتیوں کی کھڑکھڑکی آواز بھی نہ سنائی دیتی تھی جسکو مین نے
خیال کیا کہ یہ بڑھیا لیلیٰ کی رفتار کی آواز ہو مگر سنا تھا۔ مین نے اسی سلسلہ میں شاہی
بٹیر کی جھن جھناہٹ کی آواز سنی۔ طبس کی دھون دھون اور قرناکی تیز صدائیں
جو سب کو آفتاب ہونے کی خبر دیتی تھیں۔ مین نے موزونوں کی مختلف اذانیں سنیں جو
عشا کی نماز کے لیے نمازیوں کو بلا رہے تھے۔ پولیس کا طبل بھی بج رہا تھا جو دکاندر
سے گویا تھا کہ اپنی اپنی دکانیں بند کر کے گھروں میں جا کے آرام کرو۔ شاہی محل پر
سنتریوں کی آوازیں بہت دُور سے سنائی دیتی تھیں جو محل کے برج میں پرادے
رہے تھے۔ رات کی گھٹا ٹوپ چادر اب پورے طور سے تمام عالم پر چھا گئی۔ آفتاب سیاہی
کا برقع اپنے روشن چہرے پر کبھی کا اڈر مھچکا اور ڈاکٹر کی حرم سرا میں سناٹا اور چپ
چاپی معلوم ہوئی۔

مین نے اپنے دل میں کہا کہ اسکا سبب کیا ہو۔ اگر یہ لوگ سب حمام جاتے جب بھی
وہاں اتنی دیر تک قیام نہ رکھ سکتے تھے کیونکہ علاوہ برین حمام شگون کے باعث سے
فجر ہی کو کھولے جاتے ہیں۔ کیا تو کوئی بیمار ہوگا۔ یا انہیں شادی ہوگی یا کہیں بچ پیدا
ہوا ہوگا یا کوئی مر گیا ہوگا۔ یا ڈاکٹر پر خود کوئی آفت آئی ہوگی غرض مین اسی قسم کے
خیالوں کا خیال کر رہا تھا اور اپنے کو ہلاک کرتا تھا کہ یکایک مجھے یہ سنائی دیا کہ کوئی دروازہ
کو بہت دُور سے دستک دے رہا ہو۔ جون ہی کھلا مچانج جوتیوں کی آوازیں سنائی دین
اور اب بہت سی یکوان عورتوں کی آوازیں آنے لگیں ان آوازوں میں خانم کی آواز

الگ معلوم ہوتی تھی اس آواز کا لہجہ صاف کسے دیتا تھا کہ یہ آواز خانم ہی کی ہے۔ کتنی ہی لالینین آگے بچھے آتی جاتی تھیں اُن سے میں نے بہت سی عورات کی صورتیں دیکھ لی تھیں ان میں میری پیاری زینب بھی تھی جسے اپنا برقعہ منہ پر سے اٹھا دیا تھا اب میں انتظار کرنے لگا کہ شاید اسکی ملاقات کی زحمت مجھے نازل ہو غرض کہ کچھ دیر ہوئی کہ پیاری جلوہ فرا ہوئی۔

زینب نے بڑی ہوشیاری سے مجھے کہا کہ یہ حالتیں ایسی اگر واقع ہوئی ہیں کہ جسے ہم اس موقع پر نہیں مل سکتے۔ گو میں اُس سے بیخبر نہیں ہونگی اگر موقع ملا تو ضرور بالضرور میں اس امر کی کوشش کروں گی کہ ہم دونوں باہم شربت وصل سے مسرور ہوں۔ چند الفاظ میں زینب نے مجھے اس امر سے بھی اطلاع دی کہ ہماری خانم کی بہن کا انتقال ہو گیا تو اب انھیں بھی وہاں بکایا گیا تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہوا کہ اسے رقیب نے زہر دے دیا تھا۔ تو ہماری خانم سب عورتوں کو اپنے ہمراہ لے گئی تھیں کہ وہاں جا کر سب بہت زور و شور سے نالہ و زاری کریں جیسا کہ ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے سب نے جب تک کہ انکی آوازیں نہ بیٹھ لیں برابر نالہ و زاری کی ہماری بیگم نے اپنے کپڑے حالت غم میں کمال ہوشیاری اور زیرکی سے بھاڑ ڈالے کیونکہ انھیں یہ خیال تھا کہ میں ایک پیاری اور قیمتی جاگٹ پہن ہوں صرف ایک دو ہی کپڑے بھاڑے جو محض بے قیمت تھے اور جنگلی تہی پر وہ انہیں کیجاتی تھی۔ کل گویا تجنیز و تکفین ہو گئی۔ یہ ضرور تھا کہ سب لوگ آہ و زاری کرنے کے لیے وہاں جمع ہوں اور سب ایک ایک سیاہ رومال لیں اور مٹھائی کھائیں۔ میرے دلبر نے یہ وعدہ کر کے کہ مجھ سے جہاں تک ممکن ہو گا میں کل شام کو آنے کی کوشش کروں گی پھر مجکو تنہا چھوڑا اور چلتے وقت مجھ سے یہ کہ گئی کہ نشان کا خیال یاد رکھنا۔

جب صبح کو میں اُٹھا اس امر سے بہت ہی متعجب ہوا کہ زینب مجھے اشارہ کر کے

نیچے بلاتی ہے۔ میں دیکھتے ہی جھلانگ مار کر اور بہت پھرتی سے اُسکے اشارے کے ساتھ ہونچا اور اُسی راستہ سے اُتر کر وہاں گیا جہاں سے کہ وہ اُترتی تھی اب میں نے ہوقت اپنے کو حرم کے مرکز میں پایا۔ میرے جسم پر ایک رعشہ سا چھا گیا اور میں ایسے ڈر کے کانپ گیا کیونکہ جب میں نے یہ خیال کیا کہ میں اُس مقام میں ہوں کہ جہاں کسی کے آنے کی اجازت نہیں ہے اور کوئی پرنڈہ پرتک نہیں مار سکتا۔ لیکن اپنی حیدنہ کے لیے بڑا ڈاؤر مسکرانے سے میں آگے بڑھا۔

زنیب۔ آؤ حاجی آؤ۔ ڈر کو اپنے دل سے نکال ڈالو۔ یہاں سوائے میرے کوئی بھی نہیں ہے اگر ہماری قسمت اچھی ہو تو ہم تمام دن باہم مڑے اڑائینگے۔
میں تنے کس کراہت سے یہ سنا ٹاکیا۔ خاتم کمان ہے۔ اور عورتیں کمان چلی گئیں اگر وہ یہاں نہیں ہیں تو پھر ڈاکٹر سے کیونکر جان بچے گی۔

زنیب۔ ڈر نے کیوں ہو۔ میں نے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے اور اگر کوئی بھی جائے تو میرے کھولتے کھولتے تم بچ سکتے ہو۔ لیکن اب اسکا بھی کچھ ڈر نہیں ہے سب زمین اسکی تجنیز و تکھین کرنے لگی ہیں۔ اور اگر مرزا حق کی کہو تو خاتم اسکا پہلے ہی انتظام کر گئی ہے کہ اگر میں صحت اکیلی ہوں تو اسکی مجال نہیں ہے کہ وہ گھر میں قدم بھی رکھ سکے۔

اے حاجی تم خوب سمجھ لو کہ ہوقت ہمارے نصیب بلند ہیں اور بڑھ رہے ہیں اور وہ بہت ہی خوش قسمت سلوت تھی کہ ہم دونوں نے باہم ایک دوسرے کو دیکھا۔ خدا کی قدرت ہے ہر شے ہم دونوں کے موافق ہی ہوتی رہی۔ میری رقیب جابرین نے خاتم کے دماغ میں یہ بات نہ نشین کر دی کہ ایسی کو ایسے موقع کا بہت ہی علم ہے اور وہ اُسے بچنے سے حاصل کیا ہے اور اسے خوب دوا لیدہ دبا کر نا آتا ہے۔ تو اُسے وہ اپنے ساتھ لے گئی کیونکہ ایسے موقع پر اسکا ہونا ضرور تھا۔ میں وہ ایک کر دی قوم میں سے ہوں والی تو میں فارسیوں کے رسم و رواج سے بہت ہی کم واقف ہوں۔ دوسرے قوم کروڑ ہزار

اس صورت نے مجھے سیاہ و مال اور اور مغفات سے باز رکھا اسی لیے میں گھر میں چھوڑ گئی
ایک گھنٹہ گزرا کہ سب متوفی کے مکان پر چلے گئے جب ایللی میری جگہ پر مقرر ہوئی
تو میں ظاہر بہت ہی خفا ہوئی لیکن خدا کا شکر ہو کہ ہم دونوں اس وقت یہاں موجود تھیں
اور اپنا وقت یہاں یوں ہی خوشی اور خرمی میں گزار سکے۔ پھر میری پیاری مٹنچ میں
لیے کھانا تیار کرنے چلی گئی۔ اور مجھے ادھر ادھر دیکھتے بھالنے کے لیے چھوڑ گئی کہ میں تمام کم
کی پوشیدہ چیزوں کی خوب سیر کروں۔

میں پہلے خود خانم کے کمرے میں گیا۔ اس کمرے کی تمام کھڑکیاں جنہیں آئینے جڑے
ہوئے تھے باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں خانم کی خاص جاے نشست تھی
کہ جان ڈبل غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ اس غالیچہ پر ایک لمبی مسند بھی ہوئی تھی۔ جس پر ایک سونے کے
تاروں کا غلاف بڑا ہوا تھا۔ اسکے آچلوں میں ایک فیٹہ لگا ہوا تھا جس پر بہت ہی حسین
نمل کی ایک چادر خاک وغیرہ سے محفوظ کرنے کے لیے نقاب ناپڑی ہوئی تھی۔ اس بیٹھک
کی جگہ ایک آئینہ لگا ہوا تھا جس پر نہایت ہی خوبصورتی سے نقش و نگار ہو رہے تھے۔
اور وہیں ایک صندوقچہ رکھا ہوا تھا جس میں عجیب و غریب چیزیں تھیں تلے وانی جہین
سرمہ کی سلائی اور سرمہ وغیرہ تھا۔ کچھ چینی سرخ رنگ۔ ایک جوڑا بازو بندون کا جہین
تعویذ بھی شامل تھے یہ سب سامان اسی صندوقچہ میں موجود تھا ایک طرف جڑا و بھومر۔
چاقو پیچی۔ سروتا۔ یہ بھی چیزیں وہاں موجود تھیں۔ اور ایک ستار ایک دف۔
یہ بھی دونوں چیزیں وہیں قریب ہی زینت دی گئیں تھیں۔ خانم کا بستر الٹا ہوا
اور ایک سفید اور نیلے بقیہ میں بندھا ہوا ایک طرف الگ رکھا ہوا تھا چند تصاویر بے چوٹ
کی دیواروں میں لٹک رہی تھیں۔ الماری پر جو بہت اونچی تھی تمام بلوری اور قسم قسم کے
خارون چنے ہوئے تھے ایک گوشہ میں مے گلزنگ شیرازی کے شیشے زینت دے رہے تھے
جن میں شراب رغوالی جھلکتی ہوئی کیا ہی بہادے رہی تھی۔ بہت ہی نور کے تڑکے خانم

اٹھکرو ایک گلاس نوشجان فرماتی تھیں تاکہ اس الم و مصیبت کی تحفیف ہو جائے جو انکی بہن کے انتقال سے ہوا تھا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گھر چھپا ہوا ہو کیا تھا و پاک اور نفسی کا جلوہ میں دیکھ رہا ہوں۔ ہمارا طبیب جو اپنے کو بہت ہی پکا مسلمان کہتا ہوا اور پھر یہ ارغوانی شربت ٹھنڈے پانی میں ملا کر اڑاتا ہوا۔ اور جو وہ باہر صرف شربت کا نام کر کے پیتا ہو اسکا خزانہ تو یہ جمع ہو۔

اُس وقت میں نے اپنی تعجبانہ طبیعت کو مطمئن کیا اور دوسرے کمرون کو ملاحظہ کرنے لگا یہ کمرے ملازمین کے تھے زریب نے کھانا پکا کر تیار کر لیا۔ اور ہمارے آگے خانم ہی کے کمرے میں قابونین کھانا لاکے چن دیا۔ میں اسی جواہر نگار اور زرین سند پر بیٹھا جسکا میں نے پہلے ذکر کیا ہو زریب نے جو جو خوشگوار کھانا تیار کیا تھا اسکی لذت کو میں نہیں بیان کر سکتا۔ ایک قاب میں چانول رکھے ہوئے تھے جو برن کی طرح سفید تھے۔ اسی قاب کے پاس دوسری قاب میں کباب شامی مرادے رہے تھے۔ اور یہ شامی کباب پر اٹھونین پکائے گئے تھے۔ جنکی پرت پرت علیحدہ تھی۔ بالکل صفہائی سردے کے موافق جسکا خوشنما قاشین اور انکے علیحدہ علیحدہ پرت کیے ہوئے کیا ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بلوری طشتری میں چند ناشپاتیان اور خوبانی بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ایک رکابی میں کچھ اندونکا خالینہ۔ پیاز۔ اور ہر اودینہ۔ ایک میں ترش دہی بنا ہوا اور چٹا پھون قسم قسم کے شربت یہ سب دسترخوان پر چنے ہوئے تھے ان چیزوں کے ضمن میں کچھ طشتریوں لذیذ مٹھائی اور ایک ظرف تازہ شہد کا بھی موجود تھا۔

میں۔ ذرا مونچھون پر تاؤ دے کر تنے تو بہت ہی جلدیہ کھانا جو شاہون کے شایان ہو تیار کر لیا۔

زریب۔ بھلا آپ یہ کیا فرماتے ہیں یہ ہو ہی کیا۔ میری خانم نے حکم دیا تھا کہ یہ کھانا

فجر ہی کو تیار ہو جاے لیکن اور اور خیالوں سے اُنھوں نے یہاں وہ کیا کہ متوفی کے گھر ہی کھانا زیبائے سیلے وہ بے کھائے چلی گئیں اور جیسے کہ تم دیکھتے ہو مجھے گھر میں چھوڑ گئیں اور اُو جلدی کھانا کھالیں اور پھر خوشی منائیں۔

غرض ہم دونوں نے بیٹھ کر خوب خوب ہتھے مارے اور کچھ دسترخوان پر اپنے بعد ازان آنے والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ جب ہم اپنے ہاتھ دھو چکے بنے اپنے آگے شرابا رغوانی رکھی۔ اور اب دور چلنے شروع ہوئے۔ اب یہاں نہ نجات کا خیال تھا نہ غذا حشر کا۔ بنے باہم ایک دوسرے کو مل کر مبارکباد دی کہ ہوت کیسے وہ خوش اور بہت ہی شاد و تھکون کا باہم جلسہ ہوا ہے۔

اُس وقت میری خوشی کا کچھ عالم نہ پوچھو آئندہ وہاں کے تمام خیالات کو بالائے طاق رکھ کر میں نے تار اٹھا لیا اور حافظ جی کی یہ غزل الاپنے لگا۔ جو میں نے بچپن میں یاد کی تھی اور جس کو اکثر حمام میں سامعین کے سننے کا چاہ سے گایا کرتا تھا۔

غزل حافظ

کنار آبے پائے باد طبع شعر یاری خوش	معاشر دلی شیریں و ساقی گلزاری خوش
الائے دولت طالع کہ قدر وقت میدانی	گوارا بادت این عشرت کہ داری بونگاہے خوش
ہر آنکس کہ در خاطر عشق دلی باریت	سپندی گو بر آتش نہ کرداری کار باری خوش
شب صحبت غنیمت آن داد خوشدلی بتان	کہ مہتاب دل فردست طرف عجب باری خوش
عروس طبع راز یور ز فکر کرمی بندم	بود کہ نقش یا ہم بدست افتد نگاری خوش
مئے در کاسہ چشم ست ساقے را بیا میزد	کہ مستی میکند با عقل و می آرد خماری خوش

بغلت عمر شد حافظ بیا بابا بہ میخانہ
کہ شنگولان سر مست بیا منو ندکاری خوش

زینب ہوت بالکل وجد میں ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس بیچاری نے آج تک اپنی

زندگی میں یہ دل لہانے والا اور سرور کرنے والا گانا سنا ہی نہیں تھا اس وقت یہ خیال
اُس کے سرور اور وجد آمیز قلب سے بالکل نیا نیا ہو گیا تھا کہ ہم دونوں ایک کج نصیب
کیونکہ وہ ایک لونڈی تھی اور میں ایک تہیہ دست اور سچا رہ تھا اس وقت ہمارا باہم یہ خیال تھا
کہ جو کچھ ہمارے گرد رکھا ہوا ہے یہ سب ہمارا ہی ہے اور یہ شراب ارغوانی اور ہمارا عشق ہمیشہ
تک قائم رہے گا۔

میں نے اسی قسم کے اور بھی کئی گیت گائے لیکن جب میں نے دیکھا کہ جیسے ہماری شراب
ارغوانی کی بوتلیں خالی ہو گئی ہیں اس طرح مختلف غزلوں سے دماغ بھی خالی ہو گیا ہے۔
ابھی وقت بھی بہت کچھ صرف نہ ہوا تھا۔ زیادہ عرصہ باقی تھا جس میں ہم دونوں خوب
خوشی منائیں۔

میں۔ پیاری زینب تھنے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی زندگی کی کچھ رام کہانی دہراؤں گی۔
تو اب یہ بہت ہی موزوں وقت ہے۔ بہت دیر تک کوئی چیز ہماری اس خوش صحبت میں
خارج نہ ہوگی اور چونکہ ہماری یہ صحبت شب کو ایک بے تحقیق امر ہے خبر نہیں ہو یا نہیں تو
بہتر ہے کہ ان خوش ساعتوں میں اپنی سرگزشت بیان کریں۔ یہ سنکر زینب نے میری تجویز
کو بدل دیا قبول کر لیا اور اس طرح سے اپنی سرگزشت بیان کرنے لگی۔

چھبیسواں باب

زینب کی رام کہانی

میں ایک سردار کی لڑکی ہوں جو کروستان میں بہت ہی نامی گرامی ہے اور جو اس خاکے
نام سے مشہور ہے۔ میری ماں کون تھی اسکو میں ٹھیک ٹھیک نہیں جانتی میں نے سنا ہے کہ
میں کروستان میں ایک ضلع کا نام ہے کہ پوشیدہ جلیوں میں پیدا ہوئی تھی۔ چونکہ
اس قسم کے راز قوم کرو میں ہمیشہ چھپائے جاتے ہیں اس لیے میں اس امر کی دلیری نہیں کرتی
کہ کسی سے اپنا تعلق ظاہر کروں۔ اور اس لیے میں تحقیق بیان نہیں کر سکتی کہ آیا وہ رپورٹ جو

میری پیدائش کی بابت ہر سچ ہو یا نہیں۔ یہ بہت ہی سچ ہو کہ میں نے کبھی اپنی ماں کو ان آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ ایک مخاطبہ میں میں عورات میں لائی گئی تھی اور میرا ساتھ ایک گھوڑی کا بچہ تھا جس نے میرے ساتھ پرورش پائی تھی یہ بچہ بھی اُسی ڈیرہ میں پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ میں تولد ہوئی تھی اس بچہ کے کی ماں کا اصلی عرب کا خون تھا کہ جسکی آؤ بھگت اور چوبائے جانوروں سے زیادہ ہوتی تھی غرض کہ اس گھوڑی پر بہت ہی توجہ کی جاتی تھی اور یہ اور بیویوں سے زیادہ عزیز سمجھی جاتی تھی اور اسکی نگہداشت آدمیوں کے موافق ہوتی تھی۔ یہ ڈیرے میں ایک گرم مقام پر رہتی تھی اسکا بہت ہی خوبصورت ساز و سامان زمین وغیرہ تھا اور ہمارے کل سفروں میں بہ نسبت اور جانوروں کے اسکی نگہبانی بہت ہی اچھی طرح کی جاتی تھی۔

جب وہ گھوڑی مر گئی تو تمام کیمپ میں نالہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور میرے سخت ماتم کیا۔ بچہ گویا میرے باپ کا جنگی گھوڑا بنا۔ اور وہ اسوقت تک تمام کردستان کا فخر و تمجید ہو۔

آپ اپنی بات کو خیال فرمائیں کہ گوگرد اپنے کسی سلطنت کا مطیع نہیں خیال کرتے تاہم ہمارے باپ دادا اور خصوصاً میرا باپ اپنے گلہ کو کردستان کے پہاڑوں میں جو ترکی سلطنت میں ہیں اور جو پاشا بغداد کی حکومت میں واقع ہیں چراتا ہوا اپنے ڈیرے خیمے ان تمام کرتا ہوا جب کبھی کہ اسے جنگ کا موقع آتا ہوا تو وہ اپنی اور قوموں کو بلا لیتا ہوا کہ جو جنگ کے لیے کافی تعداد گھوڑوں کی مہیا کریں جو ایشیا میں بہت ہی مشہور ہیں کہ جنگ میں سب سے بالا تر رہتے ہیں اور بہت ہی خوب کام دیتے ہیں۔ میرا باپ صرف اپنی قوت۔ اپنی جرأت۔ اپنی شہسوار کی کے سبب پاشا کا بہت ہی پیارا تھا۔ اسکی صورت پر شکوہ تھی اور خوبت وہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور جب اسکا خود فولادی کالوا دونوں طرف اس کے کندھوں پر پڑتا تھا تو اسکی بہت ہی دہشتناک صورت دکھائی دیتی تھی اس نے بہت سے جوانان تیز

کو ہتھ تیغ کیا تھا اور وہ اپنے بھالے کی نوک پر بالوں کا طرہ لیجانے میں سب سے ممتاز گنا جاتا تھا۔ اور جب جنگی لباس پہن کر تیار ہوتا تھا تو لوگ بہت ہی تعریف کرتے تھے۔ میں اُنکی اس وقت کی شان و شوکت کبھی بھی نہ بھولوں گی جب اُنکی رائون کے نیچے گھوڑا ہوتا تھا

ستم دغا حاتم کرم جان جہان فرخ سیتم
در زور طاقت گستم در معرکہ مابقیہ

میں نے اُسے ہزاروں سواروں میں دیکھا ہی۔ جو تمام چار آئینہ لگائے ہوئے خود فولا دی پر مور کے پر لہر رہتے ہوئے اور اُنکے نیزے آفتاب کی روشنی سے چمکتے ہوئے جو ہتھ پھاری کر رہے تھے اور پاشا سے ملنے کے لیے تیار تھے۔ اس ہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا یہاں سے ہماری قہقہہ کی تاریخ شروع ہوئی۔

وہابی حدود بغداد میں حملہ آور ہوئے تھے اور تمام اطراف میں ایک تہلکہ مچایا تھا۔ پاشا نے اپنے لشکر سے مدد لینے کا وقت خیال کیا۔ وہ کثرت سے فوج لے کر میدان جنگ میں آیا اور فوراً دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔

ایک ہی شخص جو نہیں میرے باپ کا شیخ کے بیٹے سے مقابلہ ہو گیا جو فوج و رہبر کی کمان کر رہا تھا اُس نے اس عرب کو قتل کر ڈالا اُسکے تمام ہتھیار مع اُس گھوڑی کے جس پر وہ سوار تھا لے کر واپس پھر میرے باپ نے اس گھوڑی کو بہت ہی بیش قیمت تصور کیا اور چاہا کہ اسکو پاشا سے پوشیدہ کرے۔ اس خیال سے اُس نے وہ گھوڑی اپنی جگہ قیام میں بھجوا دی اور حکم دیدیا کہ اس کو بہت ہی نگہبانی اور ہوشیاری سے چھپایا جائے اور اسکو حرم سر کے دیرین میں بندھا جائے۔ لیکن اس کے یہ دور اندیشانہ خیالات شخص غیر مفید تھے۔ کیونکہ جس کے چھپانے کی اُس نے کوشش کی تھی اور جسکو یہ چاہتا تھا کہ کسی کو خبر نہ دے وہ سب میں ہیلگی تھی۔ چونکہ پاشا کو اس سے ایک الفت تھی اور بہت ہی اسکی توقیر کرتا تھا۔ اور اسکو یہ بھی خیال تھا کہ یہ ایک معمولی گھوڑی ہوگی اس لیے اُس نے کچھ نہ کہا۔ مگر جنگ کے کچھ ہی دن فرو

ہونے کے بعد وہابی جنگلوں میں نکال دیے گئے تھے اور سب کر داپنی اپنی قیام گاہیں بنیں
 واپس چلے گئے تھے۔ ایک دن ہین صبح کو تعجب ہوا جب ہینے دیکھا کہ چند پاشا کے افسر
 یعنی سواروں کا کپتان دس دسوں کی ہمراہی میں ہمارے خیموں میں آیا رجب سیوار
 اور ہتھیار بند تھے ہر شخص ہم میں سے انکی نظم و تکریم کے لیے جو کس ہوا اُسکے گھوڑوں کو
 قریب ہی کی سبز چراگاہ میں لے گئے اور انکے آگے ہری ہری گھانٹا ل دی بہت
 دھوم دھام اور تکریم سے سواروں کو ڈیروں میں بٹھایا وہاں انکو کافی اور سوتے پلائے اور پلا
 بکانے کے لیے چائوٹوں کی بڑی دیگ چولھے پر جڑھائی گئی۔ دو پھڑین فوراً سچ کی گئیں
 اور عورتوں نے انھیں فوراً پکار کر تیار کیا اور کچھ روٹیاں بھی اُسی کے ساتھ پکائیں۔ غرض
 جو کچھ ہم سے ہو سکا اور جہانتک کہ ہم تکلف کرنا جانتے تھے اور حسب قدر کہ ہم خاطر کر سکے ہینے
 اپنے ہمازن کی خاطر داری میں کوئی بھی دقیقہ باقی نہ رکھا۔

جون ہی میرے باپ نے دیکھا کہ پاشا کے آدمی چلے آتے ہیں اور ابھی وہ انکے خیموں
 دوسری تھے تو وہ اُسی وقت سمجھ گیا کہ ضرور کچھ دال میں کالا کالا ہر اُس نے فوراً اپنے بٹے
 بیٹے کو حکم دیا کہ اس گھوڑی کو کھول کر تو بڑوس کے خندق میں لے جا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔
 ہمارے ڈیرے خیمے ایک پہاڑی سیلاب کے کنارے پر ایسا وہ تھے تو ایسی حالت میں یہ
 بہت ہی آسان تھا کہ ہم کوئی چیز وہاں سے ہو کر چوری کر کے لیجائیں اور کسی کو کانٹا
 خبر نہ ہو وہ بلند اور سیدھا پہاڑ جو ہمارے ڈیرے میں واقع تھے ایسے سیدھے تھے اور ان
 اس قسم کا الجھاؤ تھا کہ اگر ہم پر کوئی آفت آئے واقع ہو تو وہ ہماری خاصی پناہ ہو سکتے تھے۔
 اس وقت مجھے وہ ساری باتیں اس طرح سے معلوم ہوئی ہیں گویا کل ہی گزری ہیں
 ہم عورت جہان مرد جمع تھے اُس مقام کو پورے طور سے جہان تک کر سکتی تھیں
 ہمارے فوج نے خود ہماری اسلحہ کی طرف رہنمائی کی کہ ہم سنیں کہ یہ لوگ باہم کیا باتیں
 چینی کرتے ہیں۔ افسر اور دو ترک تو ڈیرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور باقی اندر ہتھیار

ڈیرون کے باہر کھڑے تھے۔ میرا باپ نہایت ہی ادب سے کچھی ہوئی اور ممتاز چادر سے علیحدہ دونوں اپنے ہاتھ آگے کیے ہوئے گردن جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسکی نشست دوزانو تھی اور جو بہت ہی عاجزی ظاہر کر رہی تھی۔ مگر چاروں طرف اسیالت میں اپنے کو نظر کر رہا تھا اور ادھر ادھر دیکھتا جاتا تھا۔

میرا باپ۔ اسی آمدنت باعث آبادی ما!

آپ نے ہمیں سرفراز فرمایا اور جو کچھ ہمیں آپ کے آنے پر خوشی ہوئی ہو ہم بیان نہیں کر سکتے۔

افسر۔ خوشا وقتیکہ ہمیں ایک دوسرے کے دیدار سے شادمانی حاصل ہو آج پتہ کے بعد ہم باہم ملے ہیں۔

غرض اسی قسم کی تکلف آمیز باتیں کر کے وہ خاموش ہو رہے اور اپنے حقے پینے لگے جب انکے حقوں سے بچے کے بچے دھوئیں کے مکھن لگے اور وہ کافی طور سے اٹھین پی چکے تو فسر نے میرے باپ کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہا۔

ہمارے آقا پاشا نے تمھاری صحت اور امن کی خیر مانگی ہو وہ تم سے زیادہ محبت رکھتا ہو اور کہتا ہو کہ تم میرے گاڑھے دوستوں میں سے ہو۔ ماشاء اللہ آپ کیا ہی اچھے شخص ہیں تمام فرقہ گرد کے کیا کہنے۔ کیا خوب لوگ انھیں ہیں۔ تمھارے دوست ہمارے دوست ہیں اور تمھارے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔

یہ نہ کہ ایک بوڑھے ترک نے جو وہیں کھڑا ہوا تھا اسکی زور سے تائید کی اور اپنے افسر کا ہم زبان ہوا۔ سپر میرے باپ نے ذرا اپنے کاندھے سکیر کر اور اپنے دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھ کے نیچی نگاہوں سے یہ گزارش کیا۔

میں پاشا کا ادنیٰ غلام ہوں اور میں آپ کا بھی غلام ہوں۔ آپ میری یہ عزت افزائی کرتے ہیں اور آپ نے یہ قدر افزائی فرمائی جو میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا۔

وہ آئین گھر میں ہمارے خدا کی قدر ہے، کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
--

احمد شاہ کہ ہم پاشا کے ساریہ عاطفت میں امن سے گزارا کرتے ہیں اور اپنی ٹوپیوں کو بندھنے کے ایک طرف ہمارے رکھ دیتے ہیں۔ خدا اسے سرسبزی عطا کرے گو یا اب معاملہ کی گفتگو شروع ہوئی۔ افسر۔ اوس آغا ہمارے سردار کے پاس وہا ہوں نے ایک دلیل بھیجا ہے اور اس نے وہ گھوڑی مانگی ہے کہ جس پر انکا کمانیر سوار تھا اور عین معرکہ جنگ میں مارا گیا اگرچہ انکا یہ مقولہ ہے کہ ہکا خون ہم سب کی گردن پر ہے اور اس کے خون کی دیت کیا تو خود پاشا کی جان اور یا اس کے بیٹے کی جان کے ساتھ ہوگی تاہم ہوقت یہ خیال وہ چھوڑنے لگا۔ اگر وہ گھوڑی انھیں دی جائیگی جس پر کہ وہ بیچ کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ گھوڑی عرب کی عمدہ نسلوں میں سے ہے۔ اور اگر دیکھا جائے تو اس گھوڑی کا سلسلہ اس گھوڑی سے ملتا ہے کہ جس گھوڑی پر بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی۔ اسکے علاوہ وہ اس گھوڑی کے لینے کے لیے روپیہ دینے کو مجبور ہیں۔ یہاں تک کہ پاشا آخر ساکت ہوگا۔ ہوقت تمام عالم جانتا ہے کہ تم بہادر ہو اور صرف تمھارے نیزہ جاناں نے شیخ کے بیٹے یعنی عرب کے کمانیر کی جان جسم سے نکالی ہے ہمارے مالک نے تمام وزراء اور اُمراء شہر بغداد سے صلاح لے کے انکی اس درخواست پر توجہ مانگی اور چونکہ اب یہ ایک گورنمنٹ کا کام ہے اس لیے اس نے خاص مجھے تمھاری خدمت میں اسی لیے بھیجا ہے کہ تم وہ گھوڑی مجھے پکڑا دو بس یہی میری درخواست تھی جو میں نے گوش گزار کی۔

میرا باب۔ واللہ باللہ پاشا کے نمک کی قسم جسکو میں کھانا ہوں۔ تمھاری روح کی اور تمھاری اس مان کی قسم جسے تمکو جنا ہے۔ تمام ستاروں اور آسمانوں کی سوگند وہاں ہی محض جھوٹے ہیں۔ وہ گھوڑی کہاں ہے جسکو انھوں نے کم کر دی اور مصیبت زدہ

جانور کہاں ہے جو میری تقدیر میں آکے پڑا۔ یہ صحیح ہو کہ میرے ہاتھ ایک گھوڑی لگی تھی لیکن وہ کچھ ایسی عیبی اور کمبخت تھی کہ میں نے میدان جنگ کے ایک ہی دن بعد اسکو ایک سارے بکنے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ ہاں اسکا ساز و سامان زمین دلجام تو آپسے لے سکتے ہیں اور جو گھوڑی مانگے تو بندہ پر در اسکا تو پتہ بھی نہیں۔

فسر۔ اللہ اللہ۔ یہ ایک بہت ہی اہم اور بانیجہ کام ہو اوسکی غائم میری طرح سے ایک متدین شخص ہو۔ ہماری دائرہ صیون پر خندہ زنی نہ کرواؤ اور ہمیں برہمنہ سہا نہ بھیجو اگر ہم گھوڑی کو اپنے ہمراہ نہ لے گئے تو ہمیشہ کے لیے ہمارے منہ سیاہ ہو جائینگے اور تم میں اور پاشا میں دوستی کے دروازے بند ہو جائینگے تمہیں میری جان کی قسم ذرا مجھے بتا دو کہ وہ گھوڑی کہاں ہے۔

میرا بابا۔ اب میں کیا کہوں اور کیا کروں اسے میرے دوست۔ گھوڑی یہاں نہیں ہے وہابی جھوٹے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ یہ کہہ کے میرا بابا فسر کے قریب آیا اور بڑی تریک چھس چھس کچھ باتیں کان میں کرتا رہا جب باتیں ہو چکیں تو دونوں کچھ ضامند سے معلوم ہوئے۔

اسکے بعد فسر نے بہت زور سے بہ آواز بلند یہ کہا۔ اگر واقعی یہ امر ہو کہ وہ جانور تمہارے قبضہ میں نہیں ہے تو پھر قسمت سے تو کوئی جنگ وجدل نہیں ہے۔ اب ہمیں بخل واپس جانا چاہیئے۔

میرا بابا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر عورتوں کے کمرے میں آیا۔ اور اپنے ہمانوں کو کافی اور حتمہ پیتے ہوئے چھوڑا تاکہ اُس کھانے کو تیار کر ائے جو اُنکے لیے پک رہا تھا اسنے اپنی بیوی سے کہا کہ جو اسکی خزانچی تھی کہ شرفیون کی تھیلی لائے۔ یہ شرفیون کی تھیلی پر اسنے کپڑوں میں لپیٹی ہوئی رکھی تھی اور جو اسکے پاس امانتا رکھوا لی تھی۔ اور گھوڑی کا زمین زمین دلجام بھی اپنے پاس منگایا۔ اسنے بیس ڈیو کیٹ لیے اور

رومال کے ایک کونہ میں باندھ کر اپنی کمر سے کس لیا اور یہ حکم دیا کہ سب کھانا تیار کر کے
مہانوں کے ڈیر و زمین بھیجا جائے پھر آپ اپنے معزز مہانوں کے پاس اس چلا گیا تھا
کہ کھانا کھانے کا گھنٹہ آیا بہت ہی کم باتیں ہوئی تھیں اور جو چند باتیں بھی ہوئیں تو
وہ صرف گھوڑوں کتوں اور ہتھیاروں پر ہوئی تھیں۔

افسر نے اپنی خرچی سے ایک لہنا پستول نکالا۔ اس پستول کا دستہ چاندی کا تھا تمام
آرمیوں میں یہ پھلا اور ہر ایک نے اسے انگریزی پستول کہا۔

دوسرے شخص نے اپنا تیغ نکالا یہ پہلے ہی پانی کا خرا سانی تیغ تھا۔ اسکے بعد میرے
باپ نے ایک لہنی سیدھی دودھاری تلوار نکالی اور یہ کہا کہ یہ وہ شیر ہو جو میں نے عرب کو
قتل کر کے اسکی میدان جنگ میں لی تھی۔

کھانا تیار ہو گیا۔ افسر کے آگے دسترخوان بچھایا گیا۔ سپر روٹیان لاکے رکھی گئیں اور
سب کا دایان ہاتھ پانی سے دھلایا گیا۔ دسترخوان کے بچوں بیچ ایک لکڑی کی بڑی
رکابی میں شوربہ بھر کر رکھا۔ میرے باپ نے پھر آواز بلند کہا۔ بسم اللہ یہ سنتے ہی سب نے
کھانا شروع کیا۔ ایک افسر اس کے ساتھی ایک میرا باپ اور میں اس کے بیٹے وغیرہ دایان
بارو آگے کی طرف کر کے لکڑی کے چچوں سے شور باپنے بیٹھ گئے۔ ایک بھر پوری بھٹی
ہوئی آگ لائی گئی سب نے اسکو پارہ پارہ کر دیا اور جقدر جس سے کھایا گیا اور اسکا ٹکڑا
لیا گیا خوب ہی اڑایا۔ اس کے بعد بلاؤ کی رکابی پر ہتھے لگے جب سب کا پیٹ بھر گیا اور
انہوں نے مہانوں سے ہاتھ کھینچے تو سب بٹھ بیٹھے اور ہاتھ دھو کر شروع کئے ہاتھ دھو کر
یہ کہتے جاتے تھے شکر اللہ شکر اللہ شکر اللہ یعنی خدا تیرے ہاں برکت پیدا کرے۔ لوگوں نے
دسترخوان کو سمیٹ لیا اور ڈیرے کے باہر لے گئے اور میرے باپ کے گوالیوں نے جو کچھ
انکے آگے کا بچا بچا تھا سب کو صاف کر دیا۔

جب سب فراغت ہو گئے تو افسر بیان سے روانہ ہونے کے لیے متروک ہوا اور

اپنی خواہش بھی ظاہر کی اس کا دوسرا ساتھی گھوڑے تیار کرنے کے لیے چلا گیا۔ اور اب میرا باپ اور صرف افسر ڈیرے میں رہ گئے۔ میں ایک تنگ مقام سے اس ساری کارروائی کو دیکھ رہی تھی اب میں نے چاہا کہ یہ بھی دیکھ لوں کہ ان دونوں میں کیا ہوا ہے میں نے انکی گفتگو پر کان لگائے۔

میرا باپ۔ (فسرے) بیشک دس ہی ڈیویٹ ہیں جنکو میں دے سکتا ہوں ہم غریب ہیں بھلا ہمارے پاس زیادہ کہاں سے آئے۔

افسر۔ یہ محض ناممکن ہو تم جانتے ہو۔ اور تمہیں اسکا بخوبی علم ہے کہ اگر میں اس زر نقد کا ڈکٹا نہ لوں گا تو کیا اگر واقع ہو گا۔ جب پاشا کو یہ معلوم ہو گا کہ ہم گھوڑی لے کر نہیں آئے تو پھر وہ مجھے فوراً حکم دیگا کہ اوس آغا کو گرفتار کر لاؤ اور اسکا تمام مال واسباب ضبط کر لاؤ۔ اور اسکے علاوہ مجھے اب بھی اس حالت میں گرفتار کرنے کا حکم ہے کہ جب تم ہماری درخواست قبول نہ کرو لیکن میں تم سے کچھ بھی نہ کہوں گا اگر تم میرا کہنا سنو گے اور وہ صرف بیس ڈیویٹ یعنی اشر فیان ہیں۔ اسپر میرے باپ نے اپنی کمپنی وہ روٹل کھولا اور اس میں سے اشر فیان نکال کر ایک ایک کر کے گن دین۔ جب افسر نے کچھ ہاتھ میں لے کر خوب پرکھ لیا تو اپنی پگڑی کا ایک اسٹچل کھول کر اُسکے کونے میں اُسے باندھا اور خوب لپیٹ لپیٹا کہ اُسے ایک کونے میں رکھ لیا جب وہ اپنی پگڑی میں باندھ چکا اور پوری طرح سے مطمئن ہو گیا تو اُس نے میرے باپ سے یہ الفاظ کہے۔

اب ہم دونوں نے مل کر باہم نمک کھایا اور ہم دونوں بھائی ہیں اگر پاشا کی طبیعت کسی اور غلات بات کی طرف رجوع ہوئی تو میں اس میں مغل ہوں گا لیکن تمہیں بھی چاہیے کہ تم بھی اُسکے لیے کچھ نذرانہ بھیجو تاکہ وہ تمہاری تکلیف دہی کے خیال سے پھر جائے۔

میرا باپ۔ ”بشم ستن“۔ یعنی مجھے اپنے سر کی قسم ہے اس ایک بھوار لشکاری کتا ہے

اور وہ تمام کردستان میں مشہور ہو اور وہ ہرن کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہو۔ آہو کی رفتار کے آگے ہرن ہوتی ہو۔ یہ وہ کتا ہو کہ شاہ فارس کے باپ نے بھی خواب میں نہ دیکھا ہوگا وہ کتا میں بطور نذر کے پیش کرتا ہوں۔

افسر۔ بہت خوب لیکن یہ کافی نہوگا۔ تم خود خیال کر لو کہ یہ کقدر مفید اور با نتیجہ ہو کہ جب ہمارا آقا تم سے خوش ہوگا۔

میرا باپ۔ دیکھنا اس وقت ایک خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہو کہ میری ایک لڑکی نہایت ہی خوبصورت ہو چاند کا سا کھڑا رکھتی ہو۔ اور بہت بڑی جسم اور تندرست ہو بہت بڑا گھیر رکھتی ہو۔ تم اس سے یہ ضرور ہی کہدینا کہ اگرچہ یزیدی کافر ہیں۔ لیکن صرن اسکی ہی آنکھوں میں (پھر بھی اُسکے ہاتھ وہ خوبصورت نازنین لگتی جو عورت بھی پرے بٹھائیگی۔ اب میں اُسکے بھیجنے کے لیے تیار ہوں۔ افسر۔ تالیان بجا کے۔ آفرین آفرین یہ بہت عمدہ بات ہو۔

آفرین باد برین ہمت مردانہ تو

میں اس سے یہ درخواست کرونگا اور عجب نہیں کہ وہ اسے قبول کر لینگا اور پھر اس طور سے حرم میں بٹھارا ایک قوی دوست ہوگا جس سے تمہیں اس کشمکش سے نجات ملے گی اور آئندہ تم ان سب باتوں سے محفوظ ہو گے۔ اس بات پر وہ دونوں رضا مند معلوم ہوئے۔

میں جو کہ ایک قربانی کی شے بنائی گئی تھی میں نے اُس مقام کو چھوڑ دیا جہاں سے میں یہ تاک جھانک کر رہی تھی اور میں اپنی آئندہ قسمت پر فکر کرنے لگی پہلے تو فحش پر رونے لگی اور میں نے خوب واویلا کیا اور یہ دل میں کہا۔

ہوں وہ تقدیر کی پوری کہ جہان کی کلفت

میری غمخوار و انیس اور مری یا ر خلوت

بس مصیبت کو وہ الفت ہو خدا کی ہو پناہ	اک گھڑی بھر بھی وہ دیتی نہیں مجھ کو فرصت
وہ زبان لاؤں کہاں سے کہ مصیبت اُسے	اسکو ہوتی ہو بہت اپنے بیان سے رقت

لیکن پھر دوبارہ ذرا فکر کر کے اور سر بہ گریبان ہو کے مین نے یہ کہا: "اے میری مریح کیا اب مین پاشا کی بیوی بنو گی۔ کیا مین ہی اچھے اچھے کپڑے زیب تن کر دو گی۔ کیا مین گھاس پر پیدا ہوئی تھی۔ اور اب اس مقام تولید کو کس قدر خوشی ہو گی تمام پہاڑی اور کیا مین میری یہ شان و شوکت دیکھ کے حد تو ضرور ہی کر نیگی۔"

جب کچھ وقت گزر گیا تو مین نے جنگل میں کھلے ہوئے میدانوں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ مین نے دیکھا کہ فسر اور اُسکے ساتھیوں نے کتے کو لے کر اپنا سارا ساز و سامان رست کر لیا ہے اور سب کسے کسے پہاڑی سلسلہ میں ہو کے ہمارے ڈیروں کے کنارے کنارے جا رہے ہیں۔ مین نے سنا کہ میرا باپ بہت شکر ادا کر رہا تھا کہ خدا نے ان نامبارک مہمانوں کو آسانی سے ٹالا۔

جون ہی وہ نظر سے غایب ہو گئے اُس نے یعنی میرے باپ نے فوراً ایک گوالیہ کے لڑکے کو اپنے بیٹے کے پاس پہاڑوں میں جہان وہ گھوڑی لے بیٹھا تھا بھیجا کہ گھوڑی یہاں لے آئے۔ جب گھوڑی اُسکی بیوی کے ڈیرے میں بھناٹ پونچ گئی اُس نے اپنی قوم کے بزرگتر اشخاص کو بلایا جنہیں اُسکے اور اُسکی بیوی کے رشتہ دار بھی شریک تھے جو ہماری ہمسائیگی ہی میں رہتے تھے۔

میرے باپ نے اُسے ساری کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہماری پاشا سے مخالفت ہو گئی ہے وہ ضرور جب تک کہ ہم اُسکی حدود میں ہیں ہماری بربادی اور ہم سے الجھ مار متاع لینے کے لیے موقع ڈھونڈے گا اور واقعی ہم سے سب کچھ مقبوضہ شے لے لو گے ہمیں بھیک مانگنے کے موافق کر دینا۔

یہ سب لوگ مردانہ ڈیرے میں جمع ہوئے تھے کل تعداد اُس شخص تھے مسند پر

بطور میر مجلس میرے باپ کا چچا جو ساری قوم میں بزرگ تھا بٹھایا گیا تھا یہ بہت بوڑھا تھا اور اسکی ڈاڑھی بالکل بزن کی طرح سفید ہو رہی تھی۔

میرے باپ نے کہا تم جانتے ہو کہ ہم یزیدی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو کہ سب مسلمان ہمیں کس درجہ کا بُرا اور ناپاک خیال کرتے ہیں۔ پاشا کی میری صرٹ شخصی دوستی ہوئی اور اُس نے میرے ساتھ بنائے دوستی ڈالی۔ اسلئے کہ میں اُسکے ہمراہ جنگوں میں لڑا۔ اسلئے کہ میں میدان جنگ میں ایک شیر ہوں اور اُسکے شمشیر کا خون پی جاتا ہوں۔ لیکن اس کو طمع زرنے ایسا آکے گھیرا ہو کہ میری یہ کوشش اور مدد بھی اُس کا اطمینان نہیں کرتی۔

اگر ہم یہ موقع ہاتھ سے کھو دینگے تو وہ مجھے میرے باپ کو میرے دادا کو میرے پردادا کو ہمیشہ کی آگ میں کباب ہوتا ہوا دیکھے گا ہم اس کے مقابلہ کرنے کے لیے تھوڑے ہیں مگر قسم ہے اُس بڑی قوت کی جسکی ہم پرستش کرتے ہیں کہ اگر میرے بال بچے نہ ہوتے اور مجھے انکی حفاظت کا بار نہوتا میں صرٹ ایک برچھا ہاتھ میں لیکے اور پہلو میں شمشیر آبدار رکھا کر اور اپنی گھوڑی پر سوار ہو کے جو قوت کہ آراستہ ہوتا تو بڑول یا جیون کے لشکر کے تلوار کا ذرا بھی ہر اس میری طبیعت میں نہ آتا اور یہ تو مجھے ارمان ہو کہ میں تیغ بُران سے منہ بہ منہ دشمن کا مقابلہ کروں۔ آپ جانتے ہیں۔

بہر جا کہ شمشیر من کا رکرد
یکے را دو کرد و دو را چار کرد

اسلئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہم بلا توقع یک ساعت دیک لمحہ ترکی حدود کو چھوڑ دیں اور فارس کی حدود میں اپنا مسکن جہان ضرور ہماری آؤ بھگت ہوگی اور ہم وہاں محفوظ ہونگے اختیار کریں۔

اوس نما کا چچا۔ اوس آغاز ہو وقت ہر شخص بہت غور سے اس بوڑھے کی بات

سننے کے لیے ہم تن گوش ہو رہا تھا تم میرے بھائی کے بیٹے ہو اور تم میرے بھی بچہ ہو
 تم قوم کرو کے افسر ہو۔ اور تم ہماری حفاظت اور اچھے موید ہو۔ اگر میں ٹھیک نہ لگا
 کہ تم باغی کو گھوڑی واپس دیدو تو تم مجھے نالائق یزیدی اور کرو خیال کرو گے اگر فرض کریں
 کہ یہ گھوڑی اسنے بے بھی لی تو ہمارے ہاں کمی ہی کیا ہو جائے گی مجھے ترکی گورنر کا تجربہ
 ہوا ہے کہ انکو صرف بہانہ چاہیے اور جہان انکے ہاتھ کوئی بہانہ لگ گیا بس پھر وہ اسکی زور سے
 تائید کرتے ہیں اور پھر کمال عمل ہوتا ہے۔ اسلئے میں تمھاری رائے سے موافق ہوں۔ اب
 ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ مجھے ایک زمانہ یہاں گزر گیا۔ ان ہی پہاڑوں پر میں نے
 اپنے گھر اور مولشی چرائے ہیں اور بچپن سے میں یہ کرتا رہا ہوں۔ میں نے آفتاب کو
 سامنے کے پہاڑوں پر چڑھتا ہوا دیکھا ہے۔ اور دور کے میدانوں میں غروب ہوتے
 وقت بھی اسکی الوداعی خونی کرنوں کو ملاحظہ کیا ہے۔ میں اس جگہ سے محبت رکھتا ہوں
 اور زیادہ محبت کا یہ باعث ہے کہ ہمارے باپ دادا بھی یہیں پیدا ہوئے اور انھوں نے
 یہیں پرورش پائی۔ تاہم اب یہ کہا جائیگا کہ قوم کی بربادی کا سبب میں گنا جاؤنگا
 اسلئے میں فوراً روانگی کے لیے تیار ہوں۔ روانگی میں توقف کرنا بیشک ایک خوفناک امر ہے
 دوسری دن نہ گزرنے پائینگے کہ ہم پاشائی فوج کو سامنے سے نمودار دیکھیں گے جو ہماری
 بربادی کیلئے آمادہ ہوگا اور ہمارا ستیاناس کر دیگا۔ چلو اور جلدی چلو اسے میرے بچو خدا
 ہر جگہ مہربان ہے۔ وہ وقت آتا ہے کہ تم اپنی بڑائی قیامگاہوں کو چھوڑو گے اور جب تم صفت
 ہو کر میونیک چراگا ہوں گا جاڑوں کی قیامگاہوں تک اور جاڑوں کی قیامگاہوں سے گریو
 چراگا ہوں تک روانہ ہو گے۔ موت ہمیں کچھ خون و خطر آکے نہ واقع ہوگا۔
 اسکے بعد ایک بوڑھا گوالیا کہ جسکو اس ملک کے حصص اور فارس کے اس بڑے حصے سے جو
 ہمارے ملک و فارس میں آکے واقع ہو رہی بخوبی آگاہی تھی اس سے یہ گزارش کر لے لگا
 اگر ہمیں جانا چاہیے تو ابھی روانہ ہو جانا چاہیے کیونکہ اگر ایک دن توقف کرینگے

تو ہمیں پھر ہمیں ٹھہرنا پڑیگا۔ ہمارے دن پر برف گھنی شروع ہو گئی ہے۔ مگر ایک ہفتہ کے بعد سخت سیلاب آیا گا کہ ہم ہرگز اپنی بھینروں وغیرہ کو بے کے عبور نہ کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ تین ہفتہ میں وہ دن آجائے گا کہ آفتاب بج محل میں جا کے قیام کرے گا، وقت انشاء اللہ پوری بھینروں کی بہتات زیادہ ہوگی۔ تو ہمیں چاہیے کہ ابھی ان ہی دنوں میں اپنا سفر طے کر لیں اور وقت جا کے آرام کریں کہ جب بھینروں کی بہتات ہونی شروع ہو جائیگی اب ہمیں اس کو بھی طے کر لینا چاہیے کہ ملک کے کون سے قطعہ میں ہم اپنا مسکن کرینگے اس لیے کہ فارسی بھرنے والے قومیں اپنی چراگاہ کے استحقاق کے لیے ایسی گچھڑیں کہ تو بہ اور پھر بغیر کسی دا جی حکم گورنمنٹ کے جب ہم انکی چراگاہوں میں دست اندازی کرینگے اور بیجا دخل دینگے تو وقت ضرور ہمارے گوالیوں اور ان کے گوالیوں سے باہم لپاؤ لگی ہوگی اور پھر اس جھگڑے کا کیا نتیجہ ہوگا اس کا علم خدا کو ہے۔

میرا باپ۔ بیشک یہ گوالیا سچ کہتا ہے۔ اسکی طرف مخاطب ہوئے بہت خوب را بیگ کیا کہنے واقعی تم نے بہت ہی اچھی نصیحت کی بات کہی ہے تم واقعی اچھے ملازم ہو۔ شاباش پہلے اس سے کہ ہم فارس کے ملک میں جا کر قیام کریں یہ بہتر ہوگا کہ ہم میں سے ایک شخص کرمان شاہ چلا جائے اور وہاں جا کے شہزادے سے ملک میں رہنے کی نصیحت طلب کرے اور جب ایک دفعہ پاشا تک ہماری پہونچ ہو جائیگی میں خود اس خدمت کو انجام دوں گا۔ اور جو کچھ مناقشہ یا تنازع دوسری گردش کنان اور خانہ بدوش قوام سے آئے واقع ہوگا سب پورے طور سے افساد ہو جائے گا اور میں یہ سب بخت و بربادی کر کے بھڑے پاس واپس پھر دوں گا۔

تمام آدمی فوراً ہی روانہ ہونے کے لیے یکنان ہوئے میرے باپ نے حکم دیا کہ بھینروں اور سارا کھڈا اکٹھا کیا جائے۔ ڈیرے سب اکٹھے لیے گئے اور بیل اسباب لیجانے کے لیے تیار ہوئے۔ اونٹنوں پر بھی کجاوے رکھے گئے غرض ہر شے آدمی رات کی روانگی کیلئے

تیار ہو گئی۔ اس سبب سے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے ہم ایک منزل طے کر لیں۔ وہ گھوڑی جسکے سبب یہ سارے کروت ہوئے تھے اس پر میرا باپ خود سوار ہوا اور اسکی خاصیت کی وجہ سے کجاوے میں بیٹھے جس اونٹ پر یہ سوار ہوئی تھی وہ قسم قسم کی زیبائشی چیزوں سے مزین تھا ایک بالکل سپر بڑی ہوئی تھی جس پر زین پوتھوں کا کام ہوا تھا ایک کپڑا کجاوے پر بڑا ہوا تھا جس میں کثرت سے فیتے لکے ہوئے تھے غرض پوری شوکت کا سامان تھا۔

جون ہی عورتوں کو یہ خبر ہوئی کہ اب یہاں سے کوچ ہوتا ہے ایک دایلا اور شور و غوغا مچنا شروع ہوا کیونکہ انکی نگاہ میں یہاں سے کوچ کرنے کی بڑائی اسکی صہلیت سے بھی زیادہ معلوم ہونے لگی۔ انکو یہ خیال ہو گیا تھا کہ شاید پاشائی فوج پہنچی ہو کہ تمام قوم کو روک کر قتل کر لیں اور انکے بال بچوں کو غلام بنا کر لیجائیں۔ اور اگر میرا خیال کیا جائے تو میری یعنی زینب کی مصیبت اور نئے نئے خیالات سے بڑھی کیونکہ میں نے اپنے باپ اور ترکی ہسر کی باتیں سنیں تھیں میں سوار اسکے اور کیا خیال کر سکتی تھی کہ میں پاشا کی بیوی بنائی جاؤں گی میرا وہ خواب و خیال جا تا رہا بجائے اسکے کہ امیرانہ پوشاک میں۔ شاہانہ محلات سہری محافونکی نشست عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے کے خیالات کہ جن پر پہلے میں پھولی ہوئی تھی اور مجھے ایک خوشی ہوئی تھی سب خیر باد ہو گئے، تو صرف سوائے شدید اور سخت محنتوں کے میرے آگے کچھ نہ معلوم ہوتا تھا۔ مثلاً جانور دن کا لاونا۔ اسباب کا باندھنا دودھ کا دونا لکھن کا بلونا۔ یہ سب چیزیں مجھے برابر معلوم ہونے لگیں۔

انوقت ہمارا تمام کیمپ جارہا تھا۔ اور جان تک اسلکھ کام کرتی تھی تمام بہار بھیر دن اونٹوں بیلوں سے پرمعلوم ہوتا تھا جنگلوں کو ایسے اپنی اپنی قیامگا ہوں سے برابر لیے چلے جاتے تھے۔ ڈیرے خیموں کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور سب لادریے لگے تھے۔ عورات جنھوں نے کہ اس سفر کی محنت کا بہت بڑا حصہ لیا تھا اپنے باوچرچا کے برتن وغیرہ لادنے میں زیادہ چالاک دکھائی دیتی تھیں تمام چادرین اور دریان

سمیٹ لی گئی تھیں اور اونٹ اُن سے لہرے پھندے موجود تھے تمام آئے مکھن وغیرہ بنانے کے اکٹھے کر لیے اور خچروں - بیلوں - اونٹوں - پرکاٹھیاں لاد دی گئیں - مویشی سب پہنچے اونٹوں کو گھنٹوں کے بل بٹھایا - انیر کجا دے رکھے - ہر ایک خچر بائچ یا سات ڈوڑیوں سے خوب کسا گیا اور انکی گردنوں میں گھنٹیاں ڈالیں - بھیروں اور بکروں نے لمحہ کے لمحہ اپنا کوچ کر دیا تھا - اور روانہ ہو گئے تھے - چاروں طرف اُنکے محافظ کُتے اُنکے ساتھ تھے جنکے ہمراہ گوا لیے بھی راستے طے کر رہے تھے - ایک شخص زمین سے سب آگے چلتا تھا اور سب اُسی کی پیروی کرتے تھے -

آدھی ہی رات کو تمام کیمپ نے زمین کو صاف کر دیا اور جب دن نکلا تو ہم بہت دیر پہنچ چکے تھے اور ہماری قطار پہاڑوں میں بہت دور کے فاصلے پر چلتی ہوئی نظر آتی تھی - ہمیں ہر کا خیال تھا اور ہم سب اسکا کھوج رکھتے تھے کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملے کہ جو ہماری نقل حرکت کی خبر پاشا تک پہنچا دے - چند روز کے سفر کے بعد ہم حد و فارس میں پہنچے بہت ہی کم زمین واقعات اور سائنات پیش آئے اور جب قدر کہ ہمیں امید تھی اتنا یاد دہانی سے سمجھنے کسی کو سدرہ نہ پایا - سفر میں میرا باپ مع چند افسران قوم کے اپنے عقب کا زیادہ خیال رکھتا تھا کہ مبادا پاشا کے آدمی ہمارے آگے سدرہ ہوں تو جہاں تک ہم سے ممکن ہو ہم اسکا نصرا کرین - لیکن خوش قسمتی کی ہم پر عنایت تھی ہم نے سوائے اپنے گردش گوا دیوں کے کسی کو بھی سفر کی راہ میں نہ دیکھا -

جب ہم ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو میرا باپ سوار ہو کے کرمان شاہ کی طرف روانہ ہوا - جہاں شاہ کجکلاہ کا بیٹا گوزری کرتا تھا کہ اُس سے جا کے اس امر کی جان لے کہ فارس کی حد و دین ہم مقیم ہوں اور ایک چراگاہ اپنے گلہ کے لیے تجویز کر لیں - ہم متفکر ہوئے اُس کی انتظاری میں رہے کہ اُسی وقت ہمیر دونوں ترکوں اور فارسین کا حملہ ہوا - لیکن چونکہ دولوں ملکوں کی یہ پالیسی ہو کہ خانہ بدوش اقوام کو اپنی حد و دین

آنے کی تحریصوں ترغیب دین اسلئے ہمیں کسی قسم کی اندایا مضرت نہیں پہونچی۔ کیونکہ جب فارس کا سردار ہمارے قریب پہونچا وہ ہم سے کچھ مزاحم نہ ہوا۔

آخر کار میرا باپ واپس پھر کے آیا اُسکے ساتھ شہزادے کی طرف سے ایک فسر بھی آیا تھا کہ جو دنش چوگاہ ہمارے لیے بتائے کہ وہاں ہم اپنے موسیقی چرائیں۔ ہمارے جاڑے کی قیام کے لیے تو ہیاڑوں کا سایہ دار گوشہ تجویز ہوا جسکے قریب کثرت سے پانی کا چشمہ موجود تھا اور ہمارے گرمی کے قیامی قطعات پاس ہی کے ملے ہوئے ہیاڑوں میں جو وہاں سے تین دن کے راستہ پر تھے قرار دیے گئے۔ یہ مقام ٹھنڈھے تھے۔ جتنے چاروں طرف کثرت سے پانی اور گھاس اُگی ہوئی تھی اور مقام بھی ترکی حدود سے دور فاصلے پر آکے واقع ہوئے تھے انے بھی کسی قسم کی زحمت ہونے کی امید نہ تھی۔ کربان شاہ مین میرے باپ کی بہت ہی شہرت تھی۔ جب اُسکے آنے کی خبر یہاں پہونچی تو شہزادہ خوش ہوا۔ اور بڑی توجہ اور توقیر سے اُسکے ساتھ پیش آیا اور اُسے خلعت فاخرہ سے ممتاز کر کے خصمت کیا۔

اُسکے وہاں قیام کا ہمیں قائم کرنے اور بسنے پر کچھ قول و قرار نہ ہوئے بلکہ اس بات پر بہت بہت قرار کیے گئے کہ ہم تمھاری حفاظت کرینگے۔ میرے باپ شہزادے نے یہاں تک کہا کہ اگر پاشا تمہارے اور تمھاری قوم پر یہ دعویٰ کرے کہ وہ ہماری گورنمنٹ کی ملک ہو اور میرے پاس اس امر کی درخواست بھیجے کہ میں تمھیں اپنے ہاں داخل نہ دوں اور اپنی حفاظت میں نہ لوں تو میں اُسکے باپ کو بھی جلا کر خاکستر کر دوں گا۔ اور اُسکی ڈاڑھی کو خندہ زنی کر دوں گا۔ خدا کی دنیا کا منہ ہر شخص کے لیے کھلا ہوا ہے اگر ایک شخص کو ایک جگہ کچھ تکلیف ہو اور اُس سے وہاں بُرے طور سے برتاؤ کیا جائے تو وہ اُس جگہ رہ سکتا ہے جہاں اُسے کوئی مضرت نہ پہونچے اور کسی طرح کے چشم زخم حاصل ہونے کی امید نہ ہو۔ غرض ہم یہاں بسے اور اپنے پہلے طریقہ اور حرفے کرنے لگے۔

شہزادہ کو جو امید تھی وہی ہوا کہ تھوڑی مدت کے بعد پاشا بغداد کا ایک فسر پاشا

پونچیا۔ اسکے پاس پاشا کی ایک چٹھی تھی جس کا یہ مضمون تھا کہ اوکس غامع اپنی تمام بہنیں ہماری حدود میں پونچیا جاسے اور ہمیں ہمارے فرار ہونے کی کل حالتیں، مرقوم تھیں میرے باپ کو چور گردانا گیا تھا اور اس پر یہ الزام قائم کیا تھا کہ اس نے ایک بیش قیمت گھوڑی چرائی ہے اور اس گھوڑی کو پاشا کی ملک بتایا گیا تھا۔ وہ گھوڑی فوراً واپس ہونی چاہیے اور اگر یہ امر نہ ہوگا تو حدود فارس کو تہ و بالا کر دیا جائیگا اور اسکے معاوضہ میں فارسی ملک قبضہ ہو جائیگا۔

یہ تمام باتیں اور صورتیں میرے باپ کو معلوم تھیں۔ شہزادے کے پاس سے ایک طلبی آکر پہنچی کہ وہ فوراً حاضر دربار ہو۔

جون ہی یہ خبر ہمیں پہنچی ہم میں ایک گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور ایک کھلبلی مچ گئی۔ ایک صبحی امر تھا کہ پاشا گھوڑی لیے بغیر ہرگز باز نہ آئیگا۔ اور کوئی دقیقہ اسکے قبضہ کرنے میں نہ اٹھا رکھے گا۔ ہوت نہ یہ خیال میں آسکتا تھا کہ ہم جیسی کمزور اور بیجاری قوم کچھ چوڑ توڑ کرے اور فریب کر کر کے کچھ رشوت کی صورت نکالے بھلا اتنے بڑے سفر کو ہم رشوت ہی کیا دے سکتے تھے اور علاوہ اسکے یہ بھی تو ہو کہ ایسے خزانہ پر قبضہ رکھنا بھی تو فارسیوں کی نگاہ میں بہت بڑا جرم ہو وہ قطعی گھوڑی کو اپنے قبضہ میں کر لین گے۔ اور اس امر کی بالضرور کوشش کریں گے کہ اسکو ہم سے باجبر لے لین اگر یہ بھی فرض کریں کہ قوت نہ سہی اور اوقات میں غرض چھوڑنے کے ہن نہیں۔ یہ بات بھی جلد مشہور ہو گئی کہ ہم میں کچھ یزیدی بھی ہیں اور یزیدیوں سے خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب اے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اب یہ خیال پھیلا کہ جون جون وقت قریب آتا جاتا ہو وہ جمع آنکھوں کے آگے بھر رہا ہو کہ ہم اب تمکار ہونگے۔ اب اسکی کیا تدبیر کریں اور اس کیلئے کیا بات سوچیں۔

جب میرا باپ شہزادے کی طلبی پر روانہ ہونے لگا تو اس نے پوشیدہ حکم دے دیا کہ گھوڑی کو

ذرا محفوظ مقام پر رکھنا کیونکہ مین وہاں جا کے محض ہنکاری ہونگا۔ مگر جب وہ شہزادے کے پاس سے واپس ہو کے آیا تو یہ سارا خیال اور اُس گھوڑی کو چھپانا بے ضرورت ثابت ہوا۔ جب میرا باب وہاں پہنچا تو شہزادے نے بڑی عنایت اور نوازش سے باتیں کیں اور میرے باپ کو یقین دلایا کہ کسی حالت میں بھی پاشا کی درخواست کی تعمیل نہ ہوگی کہ میرا باب گھوڑی پر قبضہ رکھے اور جب تک وہ یہاں رہے امن اور آرام سے زندگی بسر کرے۔ شہزادے کے یہ لفظ تھے جو خاص اُسکی زبان سے نکلے تھے ”تم اب آرام کرو“۔ اوکس آغا جب تک کہ تم ہمارے سایہ عاطفت میں ہو تم بخوف و حیرت پر آرام سے سر رکھ کے خواب راحت میں سرشار ہو پاشا نے تم پر اور تمھاری قوم پر جو دعویٰ کیا ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ یہ ہماری گورنمنٹ کی ملک ہیں۔ اچھا پھر کیا ہو؟ میرے باپ کے محلات کے دروازے جو مرکز مخلوق اور شاہ شاہان ہو ہر شخص کے لیے کھلے ہوئے ہیں اور جن ہی کوئی پر دہی یہاں داخل ہو اُسے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ حفاظت میں آگیا۔ تم ہماری پناہ اور حفاظت کے خواستگار ہوے کیا مسلمان زمین ہیں کہ تمھاری حفاظت کو ہم اپنے اوپر فرض نہ جانیں اور اس سے انکار کریں۔ جاؤ اپنے دیروں میں جاؤ خوش ہو ہم پاشا سے سمجھ لینگے۔

جب یہ بات سننے لگی تو ہمیں بہت ہی خوشی حاصل ہوئی اور میرے باپ نے صرف اس عظیم الشان فتح کے حاصل ہونے پر تمام بزرگان قوم کی دعوت کی جہاں ہماری حال کی جائے قیام پورے طور سے متفرق ہو گئی تھی اور آئندہ کی تدا بیر پر توجہ مائل کی گئی تھی۔ ہر شخص اس بات سے خوش تھا کہ وہاں سے بھی اللہ نے ساتھ خیر کے بھگایا اور پھر یہاں بھی امن لگیا مگر سب میں بوڑھا شخص یعنی میرے باپ کا چچا وہ متفکر اور متروکہ ہی معلوم ہوا اور سکواں اس امر سے اصلاحی حاصل نہ ہوئی۔ کیونکہ اُسے ایرانیوں کا زمانہ بہت کچھ دیکھا تھا بچپن سے نادر شاہ کی نوکری کی تھی

اُسے شہزادے کی ان مہربان اور شفقت بھری لفظوں پر ذرا بھروسہ نہیں تھا اور وہ اُسکے وعدہ وعید کو ذرا بھی سچا نہیں جانتا تھا۔ اُس نے اپنی تمام جماعت سے یہ مطالب ہو کے کہا۔ تم فارسیوں سے صلہ واقف نہیں ہو۔ تمھارا اُسے کبھی کوئی معاملہ آ کے نہیں پڑا۔ ایسے تم کو چاہیے کہ انکی چکنی چڑی باتوں پر نہ چلاؤ اور انکی اس پتھکی نیپے پر ہرگز بھٹو نہ دینا اور امن کے ساتھ زندگی بسر نہ کرو۔ میں انہیں مدد توں رہا ہوں اور مجھے انکے قول و قرار کی قدر و قیمت بخوبی معلوم ہے۔ ان کے ہتھیار ایسے نہیں ہیں کہ جیسے تمھیں میدان جنگ میں دیکھنے کا موقع ہوا ہو۔ بجائے شمشیر اور نیزے کے وہ دغا باز فریب دہی۔ بد معاشی اور کذب استعمال کرتے ہیں۔ اگر تم کچھ بھی سرا انجام کرنے کے لئے مستعد ہو تو اپنے کو بھندے میں پھنسا ہوا تصور کر لو۔ جب تم یہ خیال کرو کہ تم بھولوں کے بھونوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بس اپنے سر پر بربادی اور ویرانی تصور کر لو۔ دروغ گوئی یہ انکا بہت بڑا قومی عیب ہے۔

کیا تم نے اس بات پر خیال نہیں کیا کہ وہ کوئی لفظ بغیر قسم کے زبان سے نکالتے ہی نہیں۔ بھلا تم ہی خیال کر لو کہ جو شخص سچ بولے گا وہ قسم کیوں کھانے لگا۔

اعتبار وعدہ ہاے مردم ایران غلط
ہاں غلط آ رہے غلط شب غلط فرد غلط

ایک شخص تو قسم کھاتا ہوا تمھاری روح کی اپنے سر کی۔ تمھارے بچوں کی۔ پیغمبر کی اپنے رشتہ داروں کی اپنے باپ داداؤں کی۔ دوسرا شخص قبلہ کی۔ پادشاہ کی اس کی ڈاڑھی کی قسم کھاتا ہوا۔ تیسرا تمھاری جان کی۔ تمھارے نیک کی اور امام حسینؑ شہیدؑ کے بلا کی شہادت کی سو گند کھاتا ہے۔ کیا انہیں سے کسی بزرگ شے کا بھی اُنھیں پاسن طائر تھا ہے۔ نہیں بلکہ وہ ہر وقت جانتے ہیں

کہ جھوٹ بولتے ہیں اور پھر اسپر بھی وہ قیمن کھائے چلے جاتے ہیں۔
اب ہماری ہی حالت اور ہمارے اس مقدمہ میں خیال کیا جائے کیا یہ تصور
ہو سکتا ہے کہ ہم بے اندازہ ہو کر رہے گئے کہ ہم اسپر یعنی اس گھوڑی پر
قبضہ رکھیں جو ہمارے سر پر آفتون پر آفت لاری ہے۔ یہ فارس واسے
گھوڑوں کے معاملہ میں تو ترکون سے بھی زیادہ وحشی ہیں۔ انکی نظردن میں ایک
عربی گھوڑی میرے اور جوہرات سے بھی زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ اگر ہوقت شاہ کو
یہ خبر ہو جائے کہ ہم عربی گھوڑی رکھتے ہیں فوراً وہ اُسکے لینے کے لیے آدمی روانہ
کرے گا تو پھر بتاؤ کہ کیا صورت پیش آئیگی۔ کیا ہم تمام دنیا کے مقابلے کے لیے دست
بشمیر ہو جائیں گے۔ نہیں نہیں اے میرے دوستو۔ تم جو کچھ چاہو اپنا اچھا اثر خوب سمجھو
اور جو تم میری کہو تو مجھے تو تھا راہبان رہنا غیر معین معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہیں ایک
عام طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایرانیوں کے قول و قرار پر ہرگز بھروسہ نہ کرو اور
دیکھو کہ وہ کون ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

غرض وہی دہشتناک موقع دیکھنا پڑا۔ اور جبکہ یہ نتیجہ ہوا کہ اب تم مجھے
ہیان دیکھتے ہو۔

ایک صبح کو آفتاب کے نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے ہمنے کچھ غیر شبیر دیکھی اور کہتے
کچھ سٹ پٹائے سے معلوم ہوئے اور انھوں نے بھونکنا اور دہشت سے غل مچانا
شروع کیا چونکہ ہم اس بات کے عادی تھے اور ہمیں یہ معلوم تھا کہ بھڑیے اکثر ہمارے
گلہ پر حملہ آور ہوتے ہیں اسی باعث سے کہتے غل مچاتے ہوئے تو ہمنے چند ان خیال
نہ کیا مگر آخر کار میرا باپ اور اُسکے بیٹے جاگے بند و قین ہاتھ میں لین اور باہر نکلے
کہ دیکھیں کیا آفت آتی ہے۔ وہ بنیل قدم بھی نہ چلے ہوئے کہ انھوں نے ایک
دیکھا اور پھر دوسرا اور پھر تیسرا اور اس کے بعد بہت سے۔ آخر کار یہ معلوم ہوا کہ

ان کے تمام ڈیرے نیچے گھر گئے میرے باپ نے اُسی وقت اپنا خون سب میں ظاہر کر دیا فوراً تمام کیمپ میں ایک تحریک پیدا ہو گئی۔ سوار میرے باپ پر لپکے اور انھوں نے چاہا کہ اُسکو گرفتار کر لیں۔ لیکن اُسے ایک کو گولی مار کر اپنے پیروں میں گرایا اور دوسرے کو تلوار سے زخمی کیا۔ بندوق کی آواز اور غل غباڑہ گویا کہ پورے حملہ کرنے کا نشان تھا اُنکا اصلی مدعا صرت گھوڑی کا لینا تھا چنانچہ پہلے انھوں نے عورتوں کے ڈیروں پر حملہ کیا اور اپنی منلاشی شے کو قبضہ میں کر لیا۔

جب دن نکل آیا تو ہم نے دیکھا کہ ہمارے حملہ آور ایرانی تھے اور ہمیں یہ بھی فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ شہزادے کے حکم سے حملہ آور ہوئے تھے۔ میرے باپ نے بد قسمتی سے اُنکے سردار کو قتل کر ڈالا بس یہی ہمارے قیدی بننے کا کافی سبب تھا۔ اب تم خود ہماری اس وقت کی حالت کو خیال کر سکتے ہو وہ آفت اور مصیبت ہم پر آ کے واقع ہوئی تھی جسکو میں کبھی نہ بھولوں گی اور جسکا خوفناک نظارہ اب تک میری آنکھوں کے آگے گردش کر رہا ہے۔ ہمارے باپ کی ہماری آنکھوں کے آگے تو یہی فیضیحت ہو رہی تھی اور ہمارا مال و اسباب سب لوٹ لیا گیا تھا۔

زینب مجھے اب یہ کہنے کو تھی کہ میں مرزا احمد کی ملک کیونکر بنائی گئی کہ اتنے میں دروازہ کے کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دی۔ ہم دونوں ایک بڑی دہشت میں اُٹھے میری معشوقہ نے مجھے تو بالا خانہ کی جھپٹ پر روانہ کیا اور آپ یہ دیکھنے لگی کہ کون آیا ہے۔ اُس آواز سے جو کواڑ کھلواتی تھی زینب نے پہچان لیا کہ یہ ڈاکٹر کی آواز تھی اور اُس نے اپنی عقل و دانش میں اہل ہر کا خیال کر کے کہ کھانا پکانے وغیرہ کی خاصی وجہ ہو جائے گی اور یہ کہنے کی جگہ ہوگی کہ ڈاکٹر کیلئے تیار ہوا تھا وہ دروازے پر گئی اور دروازے کو کھول کر طبیب کو اندر آنے و بار بالا خانہ کی جھپٹ میں ہر واقعہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا طبیب زینب کو تنہا دیکھتے ہی کھیل گئے۔ اُس نے چند باتیں اُس سے الفت آمیز کہیں اور اس میں صلا غلطی نہیں ہو سکتی کہ کس طرح وہ دل سے فریفتہ

معلوم ہوتا تھا۔

جب اسے اپنی بیوی کی کھڑکی کی طرف دیکھا کہ کھانا تیار رکھا ہوا اور ہر طرح سے ترشبین موجود ہیں۔ چند ہی باتیں طیب زنیب سے پوچھنے پایا تھا کہ اتنے میں خانم مع چند عورت کے اچانک نمودار ہو گئی میں اسکی نگاہ اور ہوت کے دیکھنے کو ہرگز نہ بھولوں گا۔

خانم سلام علیکم۔ (عزت سے) میں تمھاری عاجزہ ملازمہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ دونوں حضورعالیجاہ اور بیگم صاحبہ صحیح و سالم ہونگے۔ اور آپ دونوں نے اپنا وقت خوب ہی پسندیدگی سے گزارا ہوگا۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں بہت ہی جلدی پہنچی پھر اسے چہرے پر خون چڑھ گیا۔ اس نے فوراً اپنا تمسخر توڑ کر دیا اور اس ناخوش محرم پروانت پیسے لگی۔ اور یہ کہا میرے کمرے میں کھانا ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ معلوم ہو گیا کہ میں ایک کشتے سے بھی کمتر ہوں۔ میرے ہی مکان میں۔ میرے ہی خالیچہ پر اور میرے ہی چھپر کھٹ پر میری ہی لوندی سے مزے اڑے جائیں۔ لا الہ الا اللہ۔ میں سراسر حیرت زدہ ہوں میری تو عزت خاک میں مل گئی کہ مجھے آسمان پر سے زمین پر گرا دیا گیا۔ پھر خانم نے اپنے خادمہ کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہا۔

اے میرزا احمق میری طرف دیکھ اور میری روح کی قسم کھا کے مجھے کہہ کہ کیا تو بھی اس قابل ہے کہ تیرا شمار آدمیوں میں کیا جائے۔ تم طیب بھی ہو۔ لقمان زمان بھی ہو۔ دانائے دوران بھی ہو بندر کا سا چہرہ بھی رکھتے ہو۔

بندر کی یہ صورت ہو تو لنگور کی لگوں

اس لہجے کی ڈاڑھی سے اس ٹھکی ہوئی کمر سے آپ کو عشق بازی سو بھی ہو تو بہ تجھے یہ خبر نہیں۔

چون پیر شدی حافظ از میک و بیرون شو
رندی و خراباتی در عهد شباب اوئے

سنت ہی تیری اس لمبی ڈاڑھی پر۔ پھر خانم نے اپنی پانچون انگلیاں اسکے چہرے کے آگے کر کے یہ کہا کہ میں اس صورت پر تھوکتی ہوں بھلا میری جب کیا حقیقت رہی کہ جب تم نے میرے آگے ایک غیر مصفاؤنڈی پسند کی۔ اب میں تمہارا کیا کروں کہ تم نے میرے ساتھ کیسا ناجائز برتاؤ کیا ہے۔ جب تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ایک کوڑی تمہارے بلے میں نہ تھی اور تم سہارے دو ایٹون اور نون کے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے تو میں اس وقت تمہارے پائے پڑی تھی اور میں نے تمہیں ایک آدمی بنایا تھا اب تم بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو گئے ہو آدمی تمہارے آگے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ تم کشمیری شال زیب تن کرتے ہو اب تم ایک معزز شخص ہو گئے ہو مگر پھر کیا کچھ بھی نہیں۔ اب بتاؤ اسکے کیا معنی ہیں۔ کچھ تو منہ سے پھوٹا۔ طیب پر جون جون اسکی بیوی یہ سخت حملے کرتی جاتی تھی وہ ہزاروں قسموں اور طرح طرح کی باتوں سے اسکو لعین دلوں رہا تھا کہ نہیں خانم میں نے یہ جرم نہیں کیا جسکا تمہیں خیال ہو۔ میں بے گناہ ہوں۔

ہر چند مرزا احمق نے قسمیں کھائیں اور خدا کو گواہ دیا لیکن پھر بھی اسکی بیوی کے غصہ کی دہی حالت تھی بلکہ اور اسکی قسمیں آگ میں تیل کا کام کرتی جاتی تھیں۔ اور وہ لمبے دم اور بھی زیادہ مشتعل ہوتی تھی۔ جب خوب اپنے خاوند کو برا بھلا کہہ چکی اور جہان تنگ اسکے غصہ نے گواہی دی کوئی دقیقہ نہلت و خواری کا نہ اٹھا رکھا تو پھر کیا ایک زینب پلٹ پڑی اور پھر زینب نے بھی اسکی پیچھے پھوٹے چونکہ غصہ میں دیوانی بن رہی تھی پھر مرزا احمق پر گری یہاں تک کہ اسے منہ سے کن جاری ہو گیا۔ مگر غصہ تو یہ ہوا کہ وہ صرف ان سخت اور منصوب لفظوں ہی پر قانع نہ ہوئی بلکہ اسے آگے بڑھ کے کبخت زینب کی زلف کو جو اس حسین لڑکی کے کاندھوں پر بل کھا رہی تھی آگے کھینچ کے جھٹکا مارا اور ہتھکڑیوں اور میرچی سے گھسیٹا کہ وہ نہایت ہی دردناک داز سے غل مچانے لگی پھر اس ناپسندیدہ عورت نے اپنی اور نوڈیوں کی مدد سے ایک تالاب میں ڈال دیا اور وہاں پھر وہ کوڑے بازی کی کڑی

ادھ موئی ہو گئی۔ آہ ہوتی میری کیا حالت ہوئی جو وقت کہ میں نے اپنی بیگناہی سے
کو طرح سے کوفت ہوتے ہوئے دیکھا۔ بس یہ جی چاہا کہ اڑ کر جاؤں اور اسے خلاصی دلوان
میرے تمام جسم میں ایک ایک روٹے سے شعلے مشتعل ہو رہے تھے اور تن بدن میں میسے
آگ لگ رہی تھی۔ میں ان ظالمہ اور ناترس عورتوں کا خون پی سکتا تھا لیکن اس وقت میں
کریہ کیا سکتا تھا۔ اگر میں حرم میں بیٹھ جاتا تو موت گویا میری قسمت کی ہو چکی تھی کیونکہ وہ عورتیں
غالباً مجھے کٹھرہ سے اس حرم میں گھیر لیتیں مگر اس وقت زینب کیلئے میں بہتر کام کیا کر سکتا
تھا۔ بچاری زینب پردہ آفت برپا تھی کہ الا ان ج طرح سے کہ سہرا آفت اس وقت ٹوٹ رہی
تھی وہ پہلے سے بھی زیادہ تھی کیونکہ خانم کو اس کچھ کم حسد نہ تھا۔ میں کیا خاک جاتا
اور کیا اسے رہائی دلوانا اور دونوں کی جانکے لینے کے دینے پڑ جاتے۔

آہ آزان دم کہ بعد رستن من
خون زینب بود ہر گردن من

غرض وہ مار تھی اور اسکو ادھ مو کر کے بعد وہ طوفان بے تمیزی فتن ہو گیا
بھی اپنی جیپی ہوئی اور پوشیدہ جگہ سے اپنے بالا خانہ کی چھت پر آیا اور میں وہاں سے
اُتر کر شہر سے جنگل میں چلا گیا تاکہ جو کچھ مجھے کرنا ہو اور میرے لیے آئندہ زیبا ہوسکی
پیر دی کروں۔ ڈاکٹر کی خدمت میں رہنا یہ تو محض بے سود تھا اور یہ امید کرنی کہ پھر
زینب کی صحبت سے لطف اُڑاؤنگا اور بھی حماقت تھی۔ جب مجھے اس بد قسمت لڑکی کا
خیال آتا تھا تو میرا دل اسیاں ہو جاتا تھا کہ حیف کس پیر جمی اور سخاکی سے اس پر ظلم نہ
روا رکھا گیا کیونکہ جو کچھ بے اعتدالیان اور مظالم حرم میں ہو کر تے ہیں انکی کہانیاں
میں نے پورے طور سے گوش گزار کی تھیں تو پھر یہ امر ظاہر ہی تھا کہ اس عفریت
ناخدا ترس یعنی خانم کے دست قدرت میں جو کچھ ہوتا وہ بھلا اس سے کیوں باز رہتی
اور اس پر کیوں نہ عمل درآمد کرتی۔

	حیف در چشم زدن صحبت یا راکرشد روے گل سیرندیدیم دہار آخرشد	
	جلد اول تمام ہوئی	
<p>دوسری جلد</p> <p>پہلا باب</p> <p>مرزا احق کا شاہ کو مہمان کرنا</p> <p>مین چلتے چلتے یہ ارادہ کرتا جاتا تھا کہ اب طیب کے گھر سے تو آزاد ہوں اور طہران کو چھوڑ دوں۔ صرف یہ مایوسانہ خیالات تھے کہ جو میرے دل پر اپنی قیام کی جگہ سے گزر رہے تھے لیکن زینب کی محبت نے میرے اس ارادے کو مغلوب کر دیا اور میں تجویز کو کچھ عرصہ کیلئے سرسبز نہ ہونے دیا۔ اور صرف اسکے دوبارہ دیکھنے کی امید پر میں نے اپنی منصبیت ناک اور شخصی کی حالت گزار کی اور مرزا احق ہی پر اپنی زندگی منحصر رکھی۔ مرزا احق کو یہ شہرہ تو تھا ہی نہیں کہ میں ہی اس کا قیام ہوں اور جو کچھ حرم میں کرتوت ہوئے وہ طوفان بے تمیزی مجھ اسکا سبب میں ہوں۔ لیکن ہاں اس امر سے تو وہ خبردار تھا کہ کسی نہ کسی کی حرم میں ضرور رسائی ہو گئی ہو اور اسلئے آئندہ کیلئے وہ دراندیشانہ منصوبے باندھتا تھا۔ مجھے اسکا بہت ہی خیال تھا کہ خانم کے غصے کے کیا کیا نتائج ہوے۔</p> <p>میں روزانہ حرم سرا کے دروازے پر ٹنگی باندھ کے دیکھا کرتا تھا کہ شاید زینب نکلتی ہوئی معلوم ہو اور اپنی بیگم کی ہمراہی میں کہیں جاتی ہو کیونکہ وہ اسکی مضامین جابا کرتی تھی مگر محض بے فائدہ تھا۔ اس بیجاری کا دہان سان دگمان بھی نہ تھا۔ اب مجھے یہ خیال گذرا کہ شاید خانم نے اُسے قید کر کے رکھا ہو یا وہ حرم میں اپنے اُن دشمنوں کی قربانی بن گئی جو پہلے ہی سے اُس سے جلتی تھیں۔</p> <p>صبر و شکیبائی کو تو میں اس خیال میں رخصت ہی کر چکا تھا اور بیتابی قلب</p>		

دو حد کے درجہ پر پہنچ گئی تھی۔ مین نے ایک دن دیکھا کہ نور جہان یعنی جشن لونڈی حرم سرا سے نکلی ہو اور باہر بازار کی طرف جاتی ہے۔ مین اُسکے پیچھے پیچھے چلا اور صرف اس بھروسہ پر کہ تعاقب کیا کیونکہ مین یہ جانتا تھا اور زنیب سے مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ میری حسینہ کے دوستوں میں جو۔ تو مین اُسکے پاس پہنچا اور یوں گفتگو کرنی شروع کر دی۔ سلام علیکم نور جہان۔ ہوقت صرف تنہا تم اتنی جلدی کہاں جا رہی ہو۔ نور جہان۔ خدا کرے تمھاری نوازشات یوں ہی ہمیشہ بنی رہیں اور کبھی کم نہوں اے آغا حاجی۔ مین ہوقت عطار کے پاس اپنی گردش لونڈی کے لیے نسخہ بندھوانے جاتی ہوں۔

مین۔ کیا زنیب کے لیے اسکو کیا ہوا۔ کیا وہ بیمار ہو۔

جشن لونڈی۔ آہ وہ غریب اور مظلوم لڑکی بیمار بھی ہو اور سخت مغموم بھی ہے۔ تم پارس کے لوگ بہت ہی خراب قوم ہو۔ ہم لوگ باوجودیکہ حبشی ہیں اور غلام ہیں لیکن پھر بھی تم لوگوں سے جیم ہیں۔ تم لوگ ہمیشہ انبی مہمان پروری اور غیر ملک دانہ کے ساتھ عنایت و نوازش کی تو بہت دون کی لیتے ہو کہ ہم ایسے مہمان نوازیں اور ایسے مسافر دست ہیں لیکن دیکھ لو کہ ایک غریب مظلوم پر دین کے ساتھ کیا کیا خدا کا غضب اُنکی جانوں پر ٹوٹ جائے جانور سے بھی تو یہ غیر رحمانہ برتاؤ نہیں کرتے۔

مین۔ اے نور جہان خدا کے لیے مجھے یہ تو بتاؤ کہ اُنھوں نے اُسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا تمھیں میری روح کی قسم سچ کہنا۔

نور جہان۔ صرف ہماری خانم کے حسد اور جلاپے نے اس بیجاری مظلوم کو ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں قید کر دیا۔ جہاں اُسے یہ مقدور نہیں تھا کہ وہ کچھ دوا دلا کر لی اس بیجاری پر اس چار چوٹ کی مار سے جو اسپر ٹپی تھی اُسے سخت بخار چڑھ آیا۔ اور بخار کی بھی وہ شدت ہوئی کہ وہ لب گور ہو گئی۔ لیکن صرف اُٹھتی ہوئی جوانی اور

قوت نے خود بخود اس بخار کو مغلوب کر دیا اور جب وہ اچھی طرح سے تندرست ہو گئی تو ذرا اسکی خانم نے اس پر رحم کیا ہی اور اسے اجازت دیدی کہ وہ سرمہ وغیرہ کا استعمال کرے جواب میں عطار سے اسے لاکے دوں گی۔ لیکن یہ ایک مرقینی ہی کہ اگر یہ خبر نہ مشہور ہوئی کہ شاہ مرزا احمد کے مکان پر آئیں گے تو سپر ہرگز رحم نہ کھایا جاتا کیونکہ شاہ اہل مرکا استحقاق رکھتا ہی کہ چاہے جس شخص کی حرم سر میں چلا جائے اور اسکی بیوی کو بے نقاب ملاحظہ کرے۔ خانم جو کہ اپنی نمائش کثرت ظمان اور لونڈیوں سے جانتی ہی تو اس موقع کیلئے زینب کو قید خانہ سے باہر نکالا ہی تاکہ وہ اسکی خدمت میں حاضر باشی کرے مگر پھر بھی وہ چار دیواری سے کبھی اس نہیں سکتی۔

اس خبر کے سننے سے کہ وہ اچھی ہو گئی ہی مجھے گونہ تسکین ہوئی اب میں اہل مرکا کو دھڑلے کرنے لگا کہ کون سا سلسلہ ایسا نکھے کہ جس سے پھر ایک بار زینب سے ملاقات نصیب ہو لیکن ایسی لانیل روک جو میں نے پہلے ہی خیال کی تھی کہ یہ سخت تکالیف اور مصیبتوں کا اس مظلومہ کو صرف میرے ہی سبب سے سامنا کرنا پڑا تو میں نے مصلحت یہی جانی کہ میں اس وقت تو چپکا ہی ہو رہوں اور شاعر کے اس قول پر عمل کروں ”مخواسات نفسانی کی دری کو لپیٹ لو اور اسکو ادھر ادھر اپنی غربت کیلئے نہ بھجاؤ“

اسی عرصہ میں شاہ کی روانگی کا وہ دن آگیا کہ جس میں ہمیشہ وہ موسم گرامین سفر کیا کرتا ہی اور اپنے رواج و رسم کے موافق وہ بیچ کا وقت اُمراسے ملنے ملانے میں صرف کرتا ہی اور اس وقت وہ اپنے اور اپنی بیوی کیلئے اُمراسے نذرانہ لیتا ہی۔

نور جہان نے مجھے یہ اطلاع دی تھی کہ شاہ مرزا احمد کے گھر پر آئیگی گاہ بات صحیح نکلی۔ واقعی شاہ نے اُمرامیں سے مرزا احمد ہی کو اپنے درود مسعود کا شرف بخشا۔

کیونکہ یہ مشہور تھا کہ یہ طبیب بہت دولت مند ہی اور شاہی شکاری جنگل کا نڈیا سپر تھا غرض طبیب کو اہل مرکا کی اطلاع ملی کہ فلان روز ہمایون میں شاہ کجکلاہ اپنے قلم

میمنت لردم سے تمھارا کا شانہ منور کرینگے۔ اور ایک بہت بڑا ممتاز نشان طبیب کے ساتھ یہ بھی برتا گیا تھا کہ اسکو اس امر کی بھی اطلاع دیدی تھی کہ شاہ کا یہ صرف ایک معمولی درد ہوگا۔ لیکن طبیب کو فرض ہو کہ شاہ عالیجاہ کے درد و مسعود پر بہت کچھ فخر حاصل کرنے کا موقع ہے۔ غرض کہ شاہ اپنا شام کا خاصہ دین تناول فرمائینگے۔ طبیب کی کچھ اس سے باچھین کھلین کہ شاہ نے مجھے اور امرا سے صرف اپنے قدم میمنت لردم سے فخر حاصل کرنے کا موقع بخشا۔ اور نصف وہ اس غم میں گھڑا چلا جاتا تھا کہ اسکی دعوت وغیرہ میں جو بیچ ہوگا اسکا کیا علاج۔ اس امر کا مرزا احمد کو خیال تھا غرض اسی بیچ و تاب میں وہ دعوت کی تیاری کرنے لگا۔ اول چیز جو مرزا احمد کے خیال میں آئی وہ پانڈاز تھی اسنے سوچا کہ یہ کچھ قیمتی ہونی لازم ہو۔ کیونکہ اسی سے ملک میں اسکی شہرت ہوگی اور اسی پانڈاز پر وہ شاہ سے کھڑے ہو کر باتیں کرے گا۔ ایک طرف سے تو اسکی خود پسندی اور خود بینی کی آگ بھڑک رہی تھی اور دوسری جانب سحر ص اور طبع کے شعلے مشتعل ہو رہے تھے۔ اب آپ یعنی مرزا احمد اس خیال میں تھے کہ اگر میں نے شاہ کے آنے پر بہت کچھ دولت صرف کر دی تو پھر آئندہ کیلئے بھی میں ہی نشانہ بنوں گا۔ اور جو میں نے ذرا تنگی سے اٹھایا اور کم خرچ کیا تو مصیبت یہ ہوگی کہ میرے رقیب میری حقارت کرینگے۔ اور انکی تحقیر آمیز نظریں یوں مجھے کھائے چلی جائیں گی۔

مرزا احمد نے مدت سے مجھ سے کسی کام میں مشورہ لینا چھوڑ دیا تھا اور میں صرف اسوقت نرا مفت خور تھا۔ لیکن وہ بات پھر یاد کر کے کہ صرف میرے ہی سبب اسکو ڈاکٹر یورپ پر فتنہ دی حاصل ہوئی تھی اسنے مجھے پھر اپنے پاس بلایا۔ تاکہ مجھے ان چیزیں مشورہ دے جو شکوتہ دہا لاکر رہی ہیں۔

مرزا احمد۔ حاجی اس سخت مشکلات میں کیا کرنا چاہئے مجھے اس امر کا کیا ہوا ہو

کہ شاہ مجھے قیمتی پا انداز حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے۔ اور یہی معاملہ وزیر خزانہ سے پیش آیا ہے جس کا ایسے مواقع پر شوکت و عظمت دکھانا گویا اصلی مدعا یہ ہے کہ تمام فارس میں اسکی شہرت ہو اور لوگ اُسے تعجب انگیز نظروں سے دیکھیں اب محض ناممکن ہے کہ مین ہسکا رقیب بن سکوں۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مین بانات شاہراہ میں داخل ہونے کے موقع پر بچھاؤں کہ جہاں شاہ گھوڑے پر سے اترے گا۔ لیکن اُسے بالکل سونے کے تاروں کا کام ہو۔ اور پھر اسکی یہ رائے ہے کہ جتنی جگہ پر دربار ہو وہاں کشمیری شال کا فرش پڑا اور شال معمولی نہ ہوں بلکہ بہت قیمتی ہوں اور انپر جو منہ بچھائی جائے ہسکا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں وہ تو بہت ہی زیادہ قیمت رکھتی ہو۔

یہ تو تم جانتے ہو کہ مین نمود یا شخص تو ہوں نہیں کہ خواہ مخواہ اپنی نمود دکھاؤں مین ضرر ایک حکیم ہوں۔ اور ایک عالم ہوں۔ مین کچھ امیرانہ اظہار یا امیرانہ طریقہ نہیں رکھتا۔ اور علاوہ برین یہ بھی صاف ہے کہ یہ وزیر خزانہ صرف یہ کہتا ہے کیونکہ اُسکے پاس اس قسم کے کپڑے ہیں۔ زر نفیث۔ اور کنجواب کے تھان ہیں۔ شال ہیں۔ جگادہ انصرام کر سکتا ہے۔ تو اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میرے ہاتھوں سے ان چیزوں کو لے لے۔ نہیں یہ محض ناممکن ہے کہ مین اس فضول مصرف کی تجویز کونسوں بھی۔ تو یہ بتاؤ کہ پھر کیا کیا جائے۔

مین نے یہ سکر جواب دیا۔ یہ صحیح ہے کہ آپ حکیم ہیں لیکن پھر بھی آپ شاہی طبیب ہیں آپ اسوقت ایک معزز عہدے پر ممتاز ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کی عزت اور خود اپنی توقیر کے لیے وہ کچھ کریں جو آپ کے شایان شان ہو شاہ اس بات سے ناراض ہوگا اگر آپ اسکی خاطر داری میں کچھ کوتاہی کر نیگے اور جس سے اسکی وہ امید اور اعتماد جاتا ہے جو وہ بہتر رکھتا ہے۔

مرزا محق۔ یہ درست ہے اے میرے دوست حاجی اسمین شک نہیں جو تو کہتا ہے وہی حق ہے۔ تاہم مین صرف ایک طبیب ہوں اور یہ مجھے خیال نہیں ہو سکتا کہ اسوقت مجھے

ضرورت ہوگی۔ شال۔ زربفت۔ وکجواب کے تھان اور اور سامان مل سکیں گے۔
 مین۔ اچھا پھر آپ اور کیا کر سکتے ہیں۔ آپ گل عباس سے تو مٹرک پاٹ دینگے اور آپ
 شاہ عالیجاہ کی مسند کی جگہ گچ کاری کا کام کروائینگے۔
 مرزا احمق۔ ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم پھول راستہ میں بچھا سکتے ہیں اسلئے کہ وہ بہت ہی
 سستے ہیں اور شاید ہم ایک بیل شاہ کے گھوڑے کے پیرو نہیں تیار کر سکتے ہیں کیا یہ درست
 ہوگا۔

مین۔ اگر آپ اس طرح سے کام کرینگے تو خود شاہ بدگمان ہوگا اور تمہارے دشمن تمہاری
 طرف سے شاہ کو لگائے بھائی گئے اور یہ رے دینگے کہ اسکو ایسا نکار دیا جائے کہ جیسا میرا
 ہاتھ ہو۔

شاید جب قدر کہ وزیر خزانہ کی رے ہو اتنا سر انجام کرنا تو کچھ ضرور ہوگا آپ چھینٹین
 تو شاہراہوں میں بچھا سکتے ہیں۔ محفل کا فرش اس جگہ کیجئے جہاں شاہ گھوڑے پر سے اتریں
 کچھ بکا فرش دربار کے احاطہ میں ہو اور کمرے میں شال بچھا دیے جائیں۔ یہ کچھ زیادہ
 خرچ بھی نہیں ہوگا۔

مرزا احمق۔ یہ تو تم برا نہیں کہتے۔ مین اسکا تو انتظام بخوبی کر سکتا ہوں ہمارے
 ہاں چھینٹ تو موجود ہے اور وہ صرف عورتوں کے یا بچے بنوانے کے لیے خیال کی
 گئی تھی کل ہی مجھے میرے مریض نے ایک محل کا ٹکڑا دیا ہے اور میں اپنی خلعت
 کجواب خریدنے کیلئے بیچ سکتا ہوں اور میری بیوی کی دو یا تین شالیں کمرے میں
 بچھنے کے لیے کافی ہونگی۔ غرض حضرت علی کی عنایت سے یہ امر طے پا گیا۔

مین۔ فوس۔ حرم میں بھی تو شاہ تشریف لیجا کینگے آپ جانتے ہیں کہ اس سے
 زیادہ خوش قسمتی کیا ہوگی کہ بادشاہ کا نظارہ ہو۔ اور آپ کی عورت کو یہ زیبا ہو کہ
 وہ اچھے اچھے کپڑے پہنے بادشاہ کی حضور میں حاضر ہوں۔

مرزا احمدی - او ہوا اسکے لیے وہ دوسرے سے بھی مستعار مانگ سکتی ہیں اور انھیں جس شے کی ضرورت ہو وہ اپنی سہیلیوں ملائیوں سے لے سکتی ہیں۔ مثلاً جواہرات پانچاے۔ جاکٹیں۔ شال۔ غرض جس قدر انھیں حاجت ہو وہ یہ حاصل کر سکتی ہیں لیکن یہ امر کوئی بھی نہیں ہو سکتا جب اس نظام کی بابت اس سے مشورہ لیا گیا اور کہا گیا کہ ہماری یہ رائے ہو اسے اس سے سخت مخالفت ظاہر کی اس نے اپنے خاوند کو بلانے لگتا کہ ہمیں کما۔ محکم بنایا مالا لاق۔ ناقابل کما۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تو بے قیاس ہی کمان تھا اور تیری یہ عزت ہی کمان تھی کہ تیرے نکاح میں مجھ ایسی بیوی آتی۔ غرض اس نے زور ڈالا کہ ایسے موقع پر وہ عزت اور توقیر کا کام کیا جائے اور وہ شوکت و نمود دکھائی جائے جس سے ہم تمام لوگوں میں ممتاز بنیں۔ یہ تو محض ہی بیکار تھا کہ اسکے خلاف رائے زنی کی جاتی عرض تیار بیان ہی طرح سے ہوتی رہیں کہ جو اس تجویز اور خیال سے بہت ہی دور تھیں جو دائرہ نے سوچا تھا۔ ہر شخص اس غیج اور اخراجا سے بہت ہی خوش تھا اور اسکی خوشی صرف اس سبب سے تھی کہ اس ظالم طبیب نے دوسروں سے غیر حیا نہ برتاؤ سے یہ روپیہ جمع کیا تھا اچھا ہو کہ اس طرح سے کھلے بھاؤ لٹتا ہو۔ اسکا ہی علاج ہو۔

دوسرا باب

شاہ کے استقبال۔ نذر اور گفتگو کا بیان

اس دن کی فجر کو جب یہ عظیم الشان واقعہ ظہور پذیر ہوگا اور یہ وہ دن ہی جسکو بخومیوں نے میمون اور مسعود بتایا تھا۔ مرزا احمدی کے مکان میں تیاری کی آوازیں اور دراصل پکار گوش گذار ہونے لگیں۔ شاہی ڈیرے خیمے استادہ کرنے والے اس دالان میں جہاں شاہ آئے رونق افروز ہو گائے نئے غالیچے بچھا رہے تھے اور کچھ بچھانے اور اسپر شال ڈالنے کی تدبیر میں مصروف تھے۔ تمام احاطہ میں انھیں نے چھڑکا ڈکڑ دیا تھا۔ فوارے چلنے لگے تھے اور عمارت کے سامنے لکڑی کھڑی

کر دی تھی۔ شاہی باغبان بھی حاضر ہو گئے تھے انھوں نے تمام احاطہ کو پھولوں سے پاٹ دیا تھا۔ پانی کی پوکھ کی سطح پر فوراً اس مقام پر جہان شاہ کجکلاہ نشست فرمائی۔ غلاف وغیرہ چڑھا دیے گئے تھے۔ اور وہاں انھوں نے گلاب کے پھولوں کی پتیاں بڑی حکمت اور عقلمندی سے بچھائی تھیں۔ سنگ مرمر کے حوض کے گرد نارنگی کی قطار لگائی گئی تھی جنکی تردنازگی اور شادابی کیا ہی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اور ایک عام نکل میں بہت لطف پیدا کر رہی تھی۔

پھر باورچی بھی ایک گروہ کا گردہ اپنے پتیلے والوں۔ کڑا ہیان لیے ہوئے۔ چانول ابلنے والوں۔ غرض تمام آدمیوں کی ہمراہی میں آدھکے۔ یہ بہیر و نگاہ دیکھ کے مرزا احمق کے اوسان باختہ ہو گئے۔ آپ گھبرائے باورچیوں کے افسر سے بڑے۔ کیونکہ بھی اسکے کیا معنی کیا تم یہ جانتے ہو کہ میں نے بادشاہ کی طرح سارے شہر کی دعوت کی ہے۔

اسنے جواب دیا کہ نہیں تو۔ مگر شاید آپ کو سعدی کے یہ شعر یاد نہیں ہیں جو آپ ایسا فرماتے ہیں۔

اگر زباغ رعیت ملک بخور و سبب	برآورد غلامان اور درخت از بیخ
------------------------------	-------------------------------

پہنچ	بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
	ز نذر لشکر بانش ہزار مرغ بہ سنج

انھوں نے فوراً ہی باورچی نہ میں اپنا دخل کر لیا۔ باورچی جانے کا چوتھائی حصہ تو اٹکے کاموں سے گھر گیا۔ اور لاجرم یہ بھی ایک ضروری امر تھا کہ کورٹ کے ضمن ہی میں چوڑے بنائے جائیں۔ جن پر دیگن میں چانول ابلے جائیں کیونکہ اس قسم کی تقریبوں کے موقع پر چانولوں کا ہونا ایک لا بد امر خیال کیا گیا ہے۔ علاوہ باورچیوں کے حلوائی بھی ایک دالان میں اپنے کڑھاؤ میں مٹھائی تیار کر رہے تھے۔ جہاں مٹھائی

شریت۔ بروت۔ میوے وغیرہ بن رہے تھے۔ وہ اس سامان کے لیے ہقدر کثرت سے مصالحوں
مانگتے تھے کہ جب مطلوبہ شیا کی فرست طبیب کے سامنے آتی تھی تو وہ مرمر جاتا تھا۔ یہ تو تھی ہی
لیکن طبیب کی جان پر ایک اور آفت یہ نازل ہوئی کہ شاہ کا ایک بیٹہ بجانے والوں کا
بھی گروہ آمو جو ہوا۔ اس گروہ کے فسر لوتی باشی کے ساتھ بیس شخص تھے۔ انہیں سے ہر شخص
اپنے اپنے کاندھوں پر طبل ڈالے ہوئے تھا۔

شاہ کے نزدیک اجلال کا وقت مغرب کے بعد مقرر ہوا۔ ہر وقت جب دن کی کچھ
گرمی کم ہوتی اور ظہرانہوں کو شام کی خنکی سے کچھ فرحت حاصل ہونیلگی تو شاہ کچلا محل سے
سوار ہو کر طبیب کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہر میں تمام صاف ہو گئی تھیں اور ان پر چھڑکاؤ کر دیا گیا تھا۔ جب شاہی جلوس
نزدیک پہونچا تو راستہ میں پھول بکھرے گئے۔ مرزا احمد نے دوڑ کے اپنے کو شاہی چھوڑ دیا
اس اطلاع کے لیے حاضر کیا کہ سب سامان تیار ہو۔ مرزا احمد اس جلوس میں شاہ کی رکاب کے
پاس پاس چل رہا تھا نقیبوں سے جلوس بھی معلوم ہوتا تھا۔ یہ نقابت کی ممتاز لکڑیاں
ہاتھ میں لیے ہوئے اور اپنے سروں پر کٹنی وغیرہ لگائے ہوئے شاہ کے پہونچنے کی خبر دیتے تھے
اور سڑکوں پر سے ہر شخص کو علیحدہ کرتے جاتے تھے۔ مکانوں کی چھتوں پر عورتیں سفید
نقاب میں ڈالے ہوئے بیٹھی ہوئی تھیں اور امیروں کے گھروں میں عورتیں فناتوں اور
چھتوں کی آڑ میں ہو کر یہ تمام جلوس شاہی دیکھ رہی تھیں۔ یہ فناتیں ان کے
بالا خانے کے صحنوں میں ایستادہ تھیں۔ نقیبوں کے بعد ایک گروہ ڈیرے کھڑے
کرنے والوں اور فراشوں کا بڑی بڑی لکڑیاں ہاتھ میں لیے ہوئے راہ میں مٹھانے
والوں کو ہٹاتا جاتا تھا۔ اس کے بعد عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنے ہوئے صطبل کے
افسر آئے۔ ان کے کاندھوں پر کارچوبی زین اور پاکھڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے
تیجھے شاہ کے سونے کے حقے لیے ہوئے زرق برق ملازم نکلے۔ پھر شاہ کی تبا۔ اور شاہ

کی افیون کا بکس ہاتھوں میں لے کر اور ملازم خاصہ ظاہر ہوئے۔ اور ان کے بعد گھریلو خاص ملازمین کا ایک دستہ آیا۔ یہ گویا ایک صرفہ رنج کے طور پر جلوس تھا۔ شاہ کچھلاہ کے ساتھ اُوقت کو تل گھوڑے نہیں تھے جو ہمیشہ ان کی عظیم الشان عظمت اور نمائش کا باعث ہوتے ہیں۔

اس جاہ و حشم کے بعد ایک غول دوڑتے ہوئے پیدلون کا نکلا جو من موچی پوشا کین زیب تن کیے ہوئے تھا۔ بعض پیدلون کے سیاہ مخملی کوٹون پر سونے کے سیکے ہار نہاے ہوئے تھے۔ اور بعض پیدلون کی کجواب اور زربفت کی پوشاکیں تھیں بعض ریشم کے کپڑوں سے آراستہ تھے۔ ان کے بعد خود شاہ بڑی شوکت سے سب تیز کام پر روانہ تھے جبکہ ارد گرد بڑے بڑے فسر پیدل دوڑ رہے تھے اور ایک شخص معزز عہدے کا ہاتھ میں کوڑا لیے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے جا رہا تھا۔ شاہ ایک نزاکت رفتار گھوڑے پر سوار تھے اس گھوڑے پر ساز و سامان سب بہت ہی بیش قیمت تھا۔ مگر شاہ کی خود پوشاک صاف تھی صرف اس کی قیمتی شالون اور جواہرات سے جو اسمین ٹکے ہوئے تھے اور لوگوں کے کپڑوں سے ممتاز تھی پادشاہ کے بعد سچاس قدم کے فاصلے پر تیل آچکے صاحبزادے تھے ان کے بعد اُمرو۔ وزیر پھر وزیر تقریبات۔ ان کے پیچھے افسر سواران۔ پھر درباری خاں۔ یون ہی اور بہت شاہی خاص ملازم مع اپنے اپنے ملازمین کے ہمراہ رکاب تھے جب سب لوگ جمع ہو گئے تو صرف پانچ سو آدمی شمار ہوئے تھے جو مرزا احمد کے ہاں دعوت کھانے آئے تھے دروازہ پر شاہ عالیجاہ گھوڑے پر سے اترے اس لیے کہ وہ راہ ایسی تنگ تھی کہ وہاں سے وہ سوار ہو کر نکل نہیں سکتے تھے۔ یہاں سے شاہ مع اپنے تمام اُمرو و زرا کے جو انکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اس مقام پر پہنچے جو انکی نشست کے لیے بہت شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ سوائے شاہزادوں کے سب دست بستہ پاؤں آگے کھڑے ہوئے تھے اور مرزا احمد بھی اپنا خدمتگاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔

جب شاہ اپنی نشست کی جگہ رونق افروز ہوئے تو تھوڑی دیر کے بعد افسر پاورز تقریبات ہمارا ہی خواجہ سربراہ ہم پاجو من کے قریب نمودار ہوا۔ موخر الذکر یعنی خواجہ سربراہ کے ہاتھ میں سینے سے لگا ہوا ایک چاندی کا طباق جس میں سونے کے کئے کے متن پھیلے ہوئے تھے موجود تھا۔ اس کے بعد وزیر تقریبات نے باواز بلند یہ کہا۔

”مرجع خلائی ظل اللہ شاہ عالیجاہ کا نہایت ہی کینہہ خادم حضور لامع النور کی خدمت میں کچھ نذر گزارتا ہوں۔ یعنی مرزا احمد فسر الاطبائے ہن مرکی جرات کی ہوں کہ شاہ عالیجاہ کے قدموں کی خاک پر سو شرفیاء نثار کرے“ شاہ نے اس کا یہ جواب دیا۔

”مبارک ہوئے مرزا احمد! محمد رشید تم ایک اچھے اور لائق خادم ہو۔ شاہ اپنی خاص التفات خسروانہ میں سے تمہیں حصہ دیتا ہوں۔ جاؤ اور خدا کی حمد کرو کہ شاہ تمہارے مکان پر جلو افروز ہوا ہے اور تمہاری نذر کو قبول کرتا ہے“

یہ سنکر ڈاکٹر یعنی طبیب نے گھٹنوں کے بھل کھڑے ہو کے زمین خدمت چومی۔ پھر شاہ نے اپنے امراء عظام کی طرف مخاطب ہو کے یہ فرمایا۔

”شاہ کے سر کی قسم مرزا احمد بہت ہی اچھا شخص ہے، فارس میں اسکا مثل کوئی نہیں“

در صفحہ تصویر حلال است مثالش

در پردہ ایران محال است نظیرش

لقمان کی بھی بھلا اس کے آگے کیا ہستی ہے؟ لقمان اس کے آگے کا طفلانستان ہے۔ گیلین سے بھی فاضل اجل ہے۔ یہ سنکر سب مرا ایک زبان ہو کر بولے جو کچھ حضور نے فرمایا وہ درست ہے۔ لقمان یا گیلین کی مرزا احمد کے آگے کیا حقیقت ہے؟ وہ چیز ہی کیا ہے۔ یہ بھی شاہ شاہان کی نیکی کا سبب ہے۔ آج تک تو ایسا کوئی شاہ فارس نظر آیا اور نہ ایسا طبیب ایسے کئی شاہ کا دیکھنے میں آیا۔ لوگ یورپ رہنہ کے اطباء کی وجہ سراہی کرتے ہیں بھلا ہمیں کوئی بتائے تو سہی کہ جو اطباء فارس کو علم پر وہ کسی نے خواب میں بھی دیکھا ہے۔ جب تک کہ شاہ کے

جاہ و جلال سے فارس منور ہو کون دعویٰ کر سکتا ہو کہ یہاں کی بزرگی اور عظمت نشان و شوکت کہیں اور بھی ہوگی۔

شاہ۔ یہ درست ہو فارس ملک ہی ایسا ہو کہ ابتداء سے پیدائش عالم سے ہمدن تک اُسکے باشندے فہم و فرہت اور اپنی عقل و یکساست میں سب سے سبقت رکھتے ہیں اور مشہور عالم ہیں اور فارس کے حکمرانوں کا جلال اور اُنکی مڈ بڑی نے ایک عالم کی نگاہوں میں چکا چونکی ہو۔ کیونکہ اس سے کہ جو دنیا کا اول بادشاہ ہو اور مجھ تک جو حال کا شہنشاہ ہوں فرہت شاہان فارس کیسی مکمل اور کیسی باجاہ و جلال ہو۔ ہندوستان کے بھی شہنشاہ تھے۔ عرب میں بھی خلیفہ موعے ہیں۔ ترکی میں بھی سلطان ہوئے ہیں۔ تاتار میں خان چین میں خان اور سیرج سے فریسی۔ خداوند تعالیٰ بخوبی جانتا ہو کہ میری سلطنت میں آتے ہیں اور خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور میرے لیے تحفے تحائف لاتے ہیں۔ یہ غریب کا فرج ہے کہ ان شاہوں کی گویا پارسل ہو اور جنکے ممالک اب تک پہنچنے سے بھی نہیں۔

ایک درباری۔ درست حضور درست سوائے انگریز اور قوم فرانس کے جو سب پہلوؤں سے خیر تاہم غنیمت ہیں مگر اور اقوام تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ مسکو دس کو ملاحظہ کیجئے جو یورپ میں ہیں یورپ کے کتوں سے بھی تو کم ہیں۔

شاہ۔ ہا ہا ہا۔ تم سچ کہتے ہو۔ (ذرا مسکرتے) وہ خورشید کلاہ بھی تو رکھتے تھے۔ جو انھیں کا مقولہ ہو۔ یہ خورشید کلاہ ایک عورت کے زریب سر ہو کرتی تھی اور وہ عورت ایک عجیب شخصیت رکھتی تھی۔ یہ بہت سچ ہو اور اسکو ہم بخوبی جانتے ہیں۔ پناہ بخدا کہ جب عورت کسی کام میں دخل دیتی ہو تو پھر اوقات اللہ یاد آتا ہو۔ لیکن اُس عورت کے بعد مسکو دس کا پال حکمران ہوا جو بالکل ایک دیوانہ شخص تھا۔ جسکے دیوانہ پن کی مثال میں تمہیں دیتا ہوں اُسے ہند پر قزلباشوں کے عہد حکومت میں فوج کشی کی تھی۔ روسیوں کو دیکھو سر پر چھ دارو ٹوپی۔ (ہیٹ) رکھ کے اور ایک ڈبل مضبوط کوٹ پہن کر اور سخت کرخت

پاجامہ زیب پا کر کے اور اپنی داڑھی کا صفایا بول کر اپنے کو یورپین کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہی تو تم بھی اپنے بازوؤں پر بٹکے پر باندھ لو اور اپنے کو فرشتہ کہنے لگو۔ امیر عظام۔ کیا خوب کیا خوب۔ شہنشاہ اس وقت تو بالکل فرشتوں کی سی باتیں فرما رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہو کہ جیسے یورپ کا شاہ زبان سے کچھ الفاظ کہتا ہو۔ یہ سنکر حقدار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ رہے ہان ہان بلے بلے کہا۔ ایک بولا۔ خدا علیجاہ کو ہزار دن برس زندہ و سلامت رکھے۔

شاہ شاہان جیسے ہزار برس
ہر برس کے ہون دن بچا سن مار

دوسرا بولا۔ خدا حضور پر نور کا بھی سایہ کم نہ کرے۔ شاہ۔ ہان یورپ کی عورتوں کی تو عجیب و غریب سرگزشت سنی ہو، اول ہی تو یہ بات کہ انکے گھر دھنیں اندرون ہی نہیں ہوتا۔ مرد و عورتیں سب ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ عورتیں اپنے منہ پر کبھی نقاب نہیں ڈالتیں، انکے چہرے بالکل کھلے ہوئے ہوتے ہیں جسکا جی چاہے وہ نظارہ بازی کرے وہ بالکل ہماری خانہ بدوش عورت کی مثال ہیں۔ اے مرزا احق تم مجھے بتاؤ کہ خدا کی اسمین کیا حکمت ہو۔ کیونکہ تم ایک طبیب بھی ہو اور ایک فلسفی بھی ہو یہ معاملہ ہی کیا ہو۔ کیا دنیا کے پردے پر صرف مسلمان ہی ہیں جو صرف اپنی بیویوں پر منحصر ہیں اور انھیں اپنا مطیع رکھتے ہیں۔ پھر شاہ نے دراطنہ یہ سن کر کہہ دیا کہ تم ہی لوگ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمت غیر مترقبہ عنایت کی ہو کہ تمھاری بیویاں تمھاری فرمانبردار اور جان نثار ہوتی ہیں۔

مرزا احق حضور سے جان کی امان پا کر عرض کرتا ہوں خداوند تعالیٰ نے مجھے ہر چیز عنایت فرمائی ہے جس سے میری زندگی خوشی کی حالت میں گذرتی ہو۔ میں میری بیوی اور میرا تمام کنبہ سب حضور کے لونڈی غلام ہیں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب

حضور ہی کا ہو۔ اگر آپ کے غلام میں کچھ جوہر قابلیت کا رہ بھی آپ ہی کے صدقہ سے ہو۔ یہ پناہ عالم سے صادر ہوتا ہے اور کچھ کہ مجھ پر مین کی اور تصور تھا وہ سب نیکیوں سے بدل گیا اور یہ امر صحت اس وجہ سے ہو کہ حضور کے سایہ عاطفت میں پرورش ہوتی ہو نا۔ لیکن بھلا دو چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا لایا۔

ظرف نظارہ خورشید نادر داحق
شبنم تشنہ کجا چشمہ خورشید کجا

اور کمین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مینار کوہ الوند کے آگے بڑا اگھلایا جاسکے حضور عالیجاہ شاہ شاہان نے عورتوں کی نسبت جو کچھ رشا دفرایا ہے اس کمینہ اور غلام کی فہم ناقص میں یہ آتا ہے۔

کہ یورپین اور جانوروں میں کچھ استحا و محبت معلوم ہوتی ہے اور جنکا درجہ مسلمانوں سے بہت ہی کم ہے۔ جانوروں میں نر اور مادہ صلب گڈ ہو کے غول کے غول ساتھ ساتھ پھرتے ہیں یون ہی یورپین پھرتے ہیں۔ جانوروں میں مادہ اپنے چہروں کو نہیں چھپاتے یون ہی یورپ کی عورت بھی اپنے چہروں پر نقاب نہیں ڈالتیں۔ یہ جانور نہ تنفس کرتے ہیں اور نہ سوج دقتہ نماز پڑھتے ہیں اسی طرح یورپین بھی انھیں کی مدین ہیں۔ جانور دن کی مادیں اپنے زون کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں یہی یورپ کا حال ہے۔ بجائے اسکے کہ غیر مصفا جانوروں کا استیصال کیا جائے جیسا کہ ہم کرتے ہیں۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ یورپ کے ہر گھر میں کتابلا ہوا ہوتا ہے۔ اگر یورپ کی عورتوں کو خیال کیا جائے تو وہ کٹیوں کی مثال ہیں جس کٹے نے اپنی مادہ کو سٹرکوں شاہراہوں پر پھرتے دیکھا اور اپنا کام کیا۔ بیویان ان غیر مصفا ملکوں میں اس لفظ کے مانند ہیں جو بے معنی ہے اسلئے ہر شخص کی جو رد ہر شخص کی ملک ہے۔

شاہ تختے کیا خوب کہا ہے۔ بیشک ہمارے سوا سب نور ہیں۔ ہمارے پاک اور

مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں کباب ہونگے اور
ہم وقت ہم مومن روز قیامت پر ایمان رکھنے والے جنت کی سیر کرتے ہوئے ہونگے۔ اور
حورونے لطف اڑائینگے لیکن اے طیب ہمنے یہ سنا ہے کہ کھاری بہشت زمین ہی سے
شروع ہو جاتی ہے اور کھارے پاس کھاری حورین اب بھی موجود ہیں۔ آہ۔ یہ بات
کیونکر ہے۔

مرزا احق۔ فراموشی سلام کر کے بہت کچھ حضور کے جاہ و جلال اور نوازش سے عنایت
ہوا ہے وہ ایک بہت ہی خوش نصیب ساعت ہوگی اور میں اپنا سر آسمان پر پہنچا ہوا
سمجھوں گا اگر حضور اپنے قدم ہیمنت لزوم سے میری حرم سرا میں چل کر مجھے شرف بخشینگے۔
شاہ۔ ہاں ہم اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائینگے کیونکہ شاہ کا ایک نظارہ بھی بہت بڑی
خوش قسمتی کا باعث ہے۔ جاؤ اور اپنی حرم میں ہل کر کی اطلاع کرو کہ شاہ تشریف لاتے ہیں
اور دیکھو اگر کھاری حرم سرا میں کوئی عورت مریض ہو۔ یا کوئی عورت ایسی جو کسی غم بہشت
نفسانی پوری نہ ہوئی ہوں یا کوئی وہ شیرہ لڑکی ہو جسکو عاشق کی تلاش ہو۔ یا کوئی ایسی
عورت ہو جو اپنے خاوند سے آزاد ہونا چاہتی ہو وہ ہمارے آگے آئے اور ہم پر نظر ڈالے
کیونکہ ہم کو دیکھنا بس نصیب کا کھلتا ہے۔

اس پر شاعر نے جو اب تک چکا کھڑا ہوا تھا شاہ کی شان میں یہ فی البدیہہ شعار کے۔
جو کچھ شاہ نے حکم دیا ہے یہ ایک زاید ثبوت شاہ کی فیاضی اور انعامات خسروانہ کا ہے۔
اس کے بعد نہایت عمدہ اور نفیس شعار میں یہ کہا۔

”جیسا کہ آسمان کو ایک ہی آفتاب حاصل ہوا ہے اس طرح سے زمین عراق بھی
ایک ہی شاہ سے مشرت ہوئی ہے۔“

زندگی۔ روشنی۔ شادمانی۔ اور خوشحالی ہر وقت حاضر خدمت رہتی ہیں طیب کو گو
اپنی دوائیوں پر فخر ہے لیکن بھلا کونسی دوائی شاہ کی نظر وکی ایک گردش و نظر سے

قریب قریب ہو۔

بھلا مومیائی سنبل لطیب کی کیا اصل ہو جو ہمارے شاہ کی ایک گردش نگاہ کی
برابری کر سکے۔

اومرزا احمق سب سے زیادہ خوش اور نیک نصیب طبیب اس وقت واقعی تمھاری ان
محدود دیواروں میں ہر مرض کا تریاق موجود ہو اور ہر بیماری کی ایک حکمی و احلوہ
فزا ہو۔

گیلن کو لیٹ رکھیے۔ بقراط کو جلا دو۔ ابوعلی ابن سینا کو بالائے طاق رکھو سب کا
قبلہ عالم تو ہمیں موجود ہو۔

بھلا جب صرف ایک نگاہ سے ازالہ مرض ہوتا ہو تو پھر کوئی دوا درمن کو کیلے کیا کرتا
ایمیرزا احمق سب سے زیادہ خوش اور سب سے زیادہ اور بہتر طبیب۔

جو وقت کہ شاعر یہ پڑھ رہا تھا ہر شخص ایک عالم سکوت میں بہت تو جھگڑا
تھا جب شاعر صاحب اپنی راگنی کا جکے تو شاہ نے یہ فرمایا۔

آخرین تم بیشک ایک شاعر ہو اور اپنے زمانے کے بہت ہی لائق ہو۔ بھلا جب
تمھارے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھا جاتا ہو تو فردوسی بھی کوئی چیز نہیں تھا۔ محمود غزنوی
کیا خاک بد یعنی خاک تھا (امراے عظام کی طرف مخاطب ہو کر) جاؤ اور اسکے منہ پر بوسے
دلاؤ اور اسکے منہ کو بنات و قنات سے بھر دو۔ ایسے منہ میں تو ہر شے خوشی کی زیادہ ہوتی
چاہیے بھلا وہ منہ جس میں سے ہم شعرا نکلتے ہیں۔

یہ سنو ہی امرا المہدی لمبی اور گھنی داڑھیان لے کے شاعر پر پل پڑے اور لٹھن کی
شاعر صاحب کیا ریشائیلیوں سے کم تھے اسکے پاس پہنچتے ہی بوسے بازیان شروع کیں
اور بڑی دیر تک داڑھیان لڑتی رہیں پھر سب کا منہ سب سے مہر سبکی ڈلیوں سے بھرا دونوں
کے مچھولی گئے تھے۔ اب بیچارے کا دم بھی ٹرک گیا۔ بہ انہما رخوشی اور شادمانی کیا ہوا

کہ شاعر کے لئے موت کا سامنا ہو گیا۔ جب چاروں طرف بندر کی طرح سے گلے بھر گئے تو اب اُسے جلدی جلدی اور درد سے جہان شروع کیا۔ جلدی میں کہیں کچر سے دان تو نہیں اُکھا ہونٹ بھی آگیا اس صدمہ سے بیچارہ کی آنکھوں نے نہ تو نکل آئے۔ پھر شاہ نے حضار محل اور اہل کو خدمت کیا اور شاہی کھانے کی تیاری ہونے لگی۔

تیسرا باب

بیان ضیافت

جس شہ نشین یا دالان میں شاہ نے بیٹھ کے کھانا تناول کیا تھا وہاں صرف وہی
متعد شخص تھے جو ایسے موقع پر حاضر ہو سکتے ہیں۔ تین شہزادے یعنی شاہ کے صاحبزادے
جو ان کے ہمراہ تھے اور جو کوئے پر اپنی بیٹھیں دیواروں کی طرف پھیرے ہوئے کھڑے تھے
ان کے لباس تقریبی تھے ایک پہلو میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک کشمیری شال پر
سنہری کام ہو رہا تھا خدمتگاروں نے غالیجہ پر بچھا دیا تھا یہ گویا دسترخوان تھا۔ پھر
سونے کی سلفجیان اور آفتابے شاہ کے ہاتھ دھلانے کے لیے آئے اسکے بعد خواجہ
مین کھانا آغاز شروع ہوا۔ مگر اہل مراکھت بہت خیال تھا کہ کہیں نہ ہو وغیرہ نہ ملا ہو۔ کھانے پر
شاہی بکادل کی ٹھہر لگی ہوئی تھی جو اسے باورچی خانے سے لگا کر بھیجتی تھی اور پھر شاہ ہی کے
آگے وہ ہر کھولی گئی۔ اب یہاں تمام قبوئے کھانوں کے عقدے کھلے۔ کئی قسموں کے
چانول پکے ہوئے تھے۔ اول تو جلاؤ جسکی صورت بالکل سفید رنگ کی سی تھی دوم ملاؤ
جس میں بھیڑ بھی بریان تھی ایک اور دوسری قسم کا ملاؤ تھا جو ایک نہایت چمکدار قسم کے ملاؤ میں
رنگ ملا ہوا تھا اور جس میں شکم کے دانے بھی ملے ہوئے تھے۔ پانچویں قسم کا نارنجی ملاؤ تھا جو شاہ و
رکابیوں میں رکھا ہوا تھا اور جبکہ رنگ بالکل نارنگی کے رنگ سے مشابہ تھا جس میں بادام
کشمش لپستہ شکر۔ غرض اسی طرح کے قسم قسم کے میوے پڑے ہوئے تھے۔ سمن۔ ایک
قسم کی مچھلی) ہیزنگ (مچھلی) جو کاسپین میں ہوتی ہیں رکابیوں میں رکھی ہوئی تھیں

اور ٹراوٹ (مچھلی کی قسم) دریا سے رنگی کے بھی کباب شدہ مزے دے رہی تھی چینی کے پیالوں اور گامیوں میں یہ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ قورما کو فتنے جو ایک پرند کے پکے ہرے تھے۔ نیم بخت گوشت میٹھے چاول۔ دو پیازہ۔ دم بخت بلاؤچین بھیڑ کی ہڈیوں کا گو دا دیا گیا تھا۔ اور سین کچھ کچھ گوشت بھی بڑا ہوا تھا اور یہ چاول اسی کے عرق میں اُبلے تھے۔

پیٹھا جبین گوشت بھر کر کھن میں پکایا گیا تھا۔ ایک پرند اُبلایا ہوا تھا خشک بر کی چٹنی سرکہ کے ساتھ۔ خالکینہ جسکی مٹھائی دوا بخت کی ہوگی۔ گوشت کا شوربا۔ جبین گوشت بادام وغیرہ وغیرہ ملے ہوئے تھے اور اسکو چلاؤ کے اوپر ڈال کے کھاتے ہیں ایکے کابی میں نیم جو ش نڈے جبین کھن اور قند ملا ہوا تھا۔ ایک رکابی میں باد بخان۔ نکاری جانور کے گوشت کا قورما اور اسی قسم کے بے تعداد کھانے جنکا بیان نہیں ہو سکتا برابر قابون میں چنے ہوئے تھے۔

ان کھانوں کے بعد کباب آئے۔ ایک بھیڑ پوری بھنی ہوئی آئی جسکی دُم اسکی پشت کے اوپر تک مڑی ہوئی تھی۔ تیز اور کبک درمی جسکو فارس نے عاشق سے تشبیہ دیتے ہیں مثلاً کبک خرام۔ انکے کباب موجود تھے۔ اذذ رانی تدر بھی رکھے ہوئے تھے۔ اوچند قابون میں جنگلی گدھے اور ہرن کے بھی کھنے ہوئے پارچے موجود تھے۔ کھانوں کا اس قسم کا تکلف اور اسکی کثرت ہر شخص کو متعجب کرتی تھی۔ یہ سب کھانے بادشاہ کے گرد ہر طرح سے چنے ہوئے تھے گویا خود شاہ بھی ایک ڈھیر معلوم ہوتے تھے۔ میں چھوٹی بے تعداد چیزوں کو بیان نہیں کرتا کہ جکا شمار بھی دشوار تھا۔ مثلاً۔ اچار۔ مرے کھن۔ پیاز۔ پنیر۔ نمک۔ مچ۔ مٹھائی۔ جو مختلف قوانوں پر چنی ہوئی تھیں۔ کیونکہ انکا پورا پورا بیان دشوار ہوگا۔ ان بیشک شہر لکھنے کے قابل تھے۔ یہ شہر بہت قیمتی قیمتی چینی کے پیالوں میں بھرے ہوئے تھے اور خوب سے دیکر انکو چھپنے سے بچانا تھا یہ شہر بہت بڑی کاریگری اور ہتاد سے عرق ہیمونے بنائے

گئے تھے۔

سکنجیس اپنی کیفیت اور چٹاخے جدا دے رہی تھی۔ شربتوں میں عرق گلا تھیک رہا تھا یہ تمام شربت کھتے کی برف سے خشک کیے گئے تھے۔

شاہ در اسر جھکا کے کھانوں کی طرف مائل ہوئے۔ بلاؤ پر ہاتھ ڈالا اور اسکو چٹ کیا اسی طرح جتنی رکابیان آگے رکھی ہوئی تھیں سب میں سے شاہ نے لے کر کھایا کھانے میں بالکل چپ چاپ تھے۔ اور شہزادے اور تمام ملازمین بے حق حرکت و بے کھڑے ہوئے۔ دیکھ رہے تھے۔ جب شاہ تناول کر چکے تو اٹھ بیٹھے اور شمول کے کمرے میں چلے گئے۔ ہاتھ منہ دھو یا کافی پی اور اپنا قلیان پینے بیٹھ گئے۔

کھاتے وقت جن بلاؤں میں سے کہ شاہ نے کھایا تھا ایک خادم کو جو وہاں حاضر تھا حکم دیا کہ یہ بلاؤ مرزا احق کے لیے لیجاؤ۔ یہ گویا ایک بہت بڑی خاص عزت سمجھی گئی ہے کہ شاہ اپنا انش اپنے کسی خاص خادم کو بھیجے۔ مرزا احق نے اس لانے والے کو انعام عطا کیا۔ شاعر کو بھی شاہ نے ارسال کیا اسنے بھی لیجانے والے کو دائیں ہاتھ سے بھینٹ چڑھایا۔ ہنر محبشی نے کچھ کھانا طیب کی جو رو کو بھی بھیجا جسے لے جانے والے کو سب زیادہ انعام عنایت کیا۔

پادشاہ کے اٹھنے کے بعد شہزادے بیٹھ گئے جب وہ تناول کر چکے تو کھانے کی کُل رکابیان دوسرے کمرے میں بھیجی گئیں۔ جہاں تمام امرا و زراشا عر و غیرہ جو شاہ کے ہمراہ تھے بیٹھے۔ راستہ دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے بھی وہ کھانا کھایا جس میں شاہ شہزادوں کو نوش کیا تھا اسکے بعد کھانے کی رکابیان ملازمین کے ہتھ چڑھیں جنھوں نے انکو اپنے کمرے صاف کر دیا۔ بھلا جب انش اور ڈیڑھ کھڑا کرنے والے گرین اور پھر کہیں کھانے کا تہہ رہ جائے لاقول ولاقوۃ۔

اسی عرصہ میں شاہ صوفی طیب ہی کی ہمراہی میں اُسکی حرم سرا میں تشریف لگے۔

لیکن مجھے یہ معلوم تھا کہ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر تاک جھانک کرے اور بھر کہیں کسی کی نگاہ اس پر پڑ جائے تو وہ لقمہ اجل ہوتا ہے، اسلئے میں سٹ پٹا رہا تھا کہ کیا کروں اور کیونکر دیکھوں میں اسی پس و پیش میں تھا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ طبیب نے کدستان کی نوڈی یعنی زینب کو بطور نذر کے شاہ کے آگے گزرا نا۔ یہ سنتے ہی میری تمام رگ پے میں ایک ستانا اُگیا۔ اور میں مریض ہو گیا۔ گو اگر خیال کیا جائے تو یہ بڑی خوشی کا مقام تھا کہ خدا نے اسے اس حالت ظلم سے رہائی دی لیکن در اور بہت سی باتیں تھیں جسے میں نگلیں ہوا تھا اور ایک الم کا بھالا میرے جگر میں آکے بھکا تھا۔ اگکا خیال کرتے ہی میں ٹھنڈا ہوتا تھا یہاں تو عشق میں یہ حال تھا کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے کوئی صورت ایسی بن سکے کہ پورا پورا تپہ معلوم ہو کہ وہاں کیا کارروائی ہو رہی ہے۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں کوشش تو ضرور کروں گا تاکہ مجھے صحیح صحیح خبر ملے اور شاید اس میں مجھے ایسا موقع بھی ملے کہ میں لمحہ کے لمحہ زینب سے بھی مل سکوں میں آخر بچہ بالا خانہ کے صحن کی چھت پر پہنچا اور وہاں سے نظارہ کرنا شروع کیا عورتوں نہیں غل غباؤ شنائی دیتا تھا۔ بہت سی عورتیں یہ جلسہ ملاحظہ کرنے آئی تھیں۔ ان سب عورتوں میں جمع اس وقت جمع تھیں خانم کے بھی متعلق عورتیں تھیں۔ لیکن ان سب عورتوں میں میں نے ایک عورت بھی ایسی نہیں دیکھی جسکی میری پیاری کی سی صورت ہو۔ ہر چند نگاہ ڈرنا تھا لیکن زینب کا تپہ بھی نہ تھا۔ بیشک شب کی سیاہی نے سب کو چھپا لیا تھا اب مجھے نہیں ہو گئی کہ اسکا نظارہ تو نہ کر سکے گا۔ کیونکہ میں کوئی ایسا نشان نہیں پاتا تھا جس سے اسکی شناخت ہو جائے۔

صرف اپنی دلی الفت اور جذبہ محبت پر بھروسہ کر کے میں نے اپنی طبیعت کو اس سے اطمینان دیا کہ زینب ضرور وہی نشان جو میں نے اسے بتا دیا تھا عمل میں لائے گی جس سے مجھے معلوم ہو جائیگا کہ وہ آج میرے پاس آئیگی اور مجھے اپنے شربت ویدار سے سیراب کوئیگی۔

بالا خانہ کی چھت کا وہ حصہ کہ جہاں اول دن ہماری ملاقات ہوتی تھی شاہراہ کی طرف واقع تھا۔ اور جب کبھی کوئی تقریب یا کچھ مجمع وغیرہ کہیں ہوتا تھا تو عورتیں بیٹھنے کیلئے وہاں بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ تو میں نے میدان کی تھی کہ زینب بھی ضرور ہی تماشہ دیکھنے کیلئے آئیگی۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز۔ لوگوں کا غل و شور۔ لائینوں کے آگے پیچھے گدے نے میری شکل کو تہان کیا۔ اب میں نے کچھ عورتوں کی شہر شیر کی آواز سنی جو اُنہی مقام پر دیکھنے کیلئے آرہی تھیں مجھے بہت شادمانی حاصل ہوئی۔ میں اپنے کو دیوار کے پیچھے چھپایا۔ ان عورتوں میں جب میں نے نظارہ کیا تو زینب کو بھی جلوہ فزا دیکھا قدرتی جذبہ دل نے اسکی آنکھوں کو میری طرف پھیرا۔ بھلا میں کیوں ایسے موقع پر خطا کھاتا ہوں؟ وہ ان عورتوں میں جو بالا خانہ پر تماشہ دیکھنے چڑھی تھیں موجود تھی۔ اے کسی نے کیا سچ کہا

محبت جاوہ دار دہان در خلوت ہما

چو تار سجدہ گم گردید این رہ زیر منزل ہما

زینب نے بھی مجھے پہچان لیا۔ بس یہی میری آرزو تھی۔ اب میں نے اسی کی جہت کی ایک طریقہ باہم گفتگو کرنے کا چھوڑا۔ یعنی اب اسی پر تکیہ کرنا چاہیے جب اُسی کے ہاتھ موقع لگے گا وہ آپ آئیگی۔

جب بادشاہ روانہ ہونے کے لئے اُٹھے تو دور ہو چلا جا کی تیز تیز آوازیں میرے کان میں آنے لگیں۔ اور ہر شخص نے جلوں میں اپنے کو تیار کیا۔ سوا سے چند مستثنیٰ لائینوں کے جنسے ان لوگوں کے درجے اور عہدے معلوم ہوتے تھے کہ جنکے قدموں کو یہ روشن کر رہی تھیں۔ سارا شاہی جلوں طرح سے آیا تھا اُسی طور سے محل کی طرف چلا گیا عورتوں کو اس مراکھٹینان ہو کہ یہاں بہت کچھ نہیں دکھائی دیکھا وہ تو نیچے جانے لگیں جب تک کہ وہ بالا خانہ کی چھت پر ٹھہری رہیں ہی گفتگو ہوتی رہی کہ شاہ نے کس نئی تعریف کی اور سکوت کیا۔ اور جب وہاں سے اترنے لگیں تو میں نے بہت سی باتیں اسی نہیں جنسے

حس اور کینہ نہ بکتا تھا اور وہ صرف پیاری زنیب کی خوش قسمتی پر جلے پھپھوڑے پھوڑتی تھیں۔ ایک بولی۔ میں نہیں خیال کر سکتی کہ شاہ کو اسکی کونسی ادا بھاگئی اور اسکی کونسی بات نے اسکا دل اپنے اوپر بھال لیا۔ زنیب میں کچھ بھی حسن نہیں ہو۔ کیا تنے کہیں بھی اتنا لمبا دھن دکھا ہو۔ نہ آئینہ نہ اسکی صورت میں کچھ تراوٹا ہو۔ دوسری بولی۔ زنیب خمدار بھی تو ہو۔

تیسری بولی۔ اسکی کمر کو دیکھو وہ ہاتھی کے موافق ہو اور اسکے پیروں سے اونٹ کے پیر بھر تو چھوٹے ہونگے۔

چوتھی بولی۔ یہ یزیدی بھی تو ہو اور شیطان سے اسکو ایک لفت ہو اور صرف اسی سے یہ بچاؤ جاتی ہو۔

یہ سنکر سب کزبان ہو کے بولیں۔ یہ سب درست ہو۔ ہاں یوں ہی ہو یہ اور شیطان دونوں شریک ہو کے شاہ کو نجاست کھانے پر آمادہ کرینگے۔ یہ سنکر سب خاموش ہو گئیں اور پھر میں نے انکی کوئی آواز نہیں سنی۔

لیکن ایک عورت کہ جو بالاخانہ کی چھت پر انکے پیچھے بیٹھی ہوئی رہ گئی تھی ظاہر اس ہنگامہ کو ملاحظہ کر رہی تھی کہ جو سڑک پر ہو رہا تھا جب وہ سب عورتیں چلی گئیں تو وہ اٹھی اور میری طرف آئی۔

یہ مجھیں زنیب تھی۔

چوتھا باب

حاجی بابا کا زنیب سے ملنا اور خود شاہ کا قریب

وہ دیوار جسکے پیچھے میں چھپا ہوا بیٹھا تھا کوئی بڑی حد فاصل ہم میں نہ تھی اور میں نے بہت شکل سے دستچل کی تاغوش حالت کو سپر ظاہر کیا تھا۔ پہلے اس سے کہ اسنے مجھے اس خطرے سے مطلع کیا کہ جو ہماری اس ملاقات سے پیدا ہوتا ہو۔

نازنین زینب نے مجھے یہ بھی سمجھا دیا کہ بس یہ ہماری آخری ملاقات ہو اس لیے کہ جب میرا تعلق شاہی حرم سے ہو گیا تو پھر ایسے وقت میں اگر طرح سے ہمیں کوئی باہم باتیں کرتے ہوئے دیکھ لے تو پھر سوائے موت کے اور کوئی چارہ نہ ہو۔ میں اس بات کے سننے کیلئے متروک تھا کہ شاہ نے اسکو کوئی اور کسٹ لقمہ سے اپنا حرم بنایا اور آئندہ اسکی قسمت کیا ہوگی لیکن میں اس سے یہ ہر ایک بات سنانے تک کر اور گلا دبا کر اور مسکی لے لیکر اکتا تھا۔ مگر اسکے خلاف جب میں زینب پر نظر ڈالتا تھا تو حقیقت مفارقت کا صدمہ مجھے تھا اسکے دل پر اسکا اثر نہیں معلوم ہوتا تھا اسکا کیا تو یہ سبب بگاڑ کا کہ آئینہ قسمتوں کی عزت کا چمکا کر اسکی آنکھوں میں چمکا چوند کر رہا تھا اور یہ بات تھی کہ اُس نے ان مصیبتوں اور شدید تکالیف سے ربائی پائی تھی کہ جو صرف زیادہ تیرے باعث سے اُسے سہنی پڑی تھیں جس سرگرمی اور پر جوشی سے میں نے اپنی دلی الفت و محبت کو دکھایا تھا اور پیشدستی کی تھی مجھے تو اسکا دوسری کا جواب اسی قدر نہیں ملا۔

زینب نے مجھے یہ بیان کیا کہ جب شاہ اندرون میں آئے تو انکا استقبال گانے والی لڑکیوں نے کیا جو پہلے ہی سے انکی تعریف کا گانا گانے لگی تھیں۔ اور یہ سبگ ناظمہ و دین کا گایا جاتا تھا جسٹا کھلی ہوئی شہ نشین میں آکے بیٹھے تو بانو یعنی خاتم کو اجازت ہوئی تھی وہ شاہ کے قریبوں کے بوسے دینے کا شرف حاصل کرے۔ ایک بانو جو ایک نایت ہی قمی ریشمی کپڑے کا تھا شاہ کے نیچے بچھا لیا گیا تھا جو نہ ہی شاہ نے اس پر قدم رکھ کے اٹھائے وہ سب خواجہ سراؤں نے جو خاص شاہی تھے سمیٹ لیا کیونکہ خوجہ یہ حق اپنے باپ ادا کا سمجھتے ہیں شاہ کے خواجہ سراؤں کا فہر حاضر خدمت تھا اُسے دست بستہ ہو کر غلام کے نذرانہ کی درخواست کی۔ یہ نذرانہ ایک چاندی کی کشتی میں بھیلایا ہوا تھا جسکے ساتھ چھ عرق گیر بھی تھے جسے جنہر غلام نے اپنے ہاتھ سے میل بوتے اور گنگاری کا کام کیا تھا۔ چھ سببہ گیر تھے کہ جو مثال کے بنے ہوئے تھے۔ جاڑے میں کرتے پر اسے پہنتے ہیں رسینہ گیر کو ہند میں

سینہ بند رکھتے ہیں) دو جوڑے شال کے پانچامون کے۔ تین ریشم کی قمیص اور چھ جوڑے جرابوں کے ان سب چیزوں کو طبیب کے گھر کے خادموں نے بنایا تھا۔ ہر مجبٹی یعنی شاہ عالیجا نے خانم کے ہنر کی بہت ہی کچھ مدح سرائی کر کے اسے قبول کر لیا۔ عورتیں شاہ کو بکھلاہ کے دونوں طرف قطار میں باندھے ہوئے دست بستہ حاضر تھیں اسکے بعد زینب نے یہ کہا کہ مجھ کو کئی مصیبت کی ماری فسرہ طبیعت کی بابت پوچھو تو عجیب صورت پیش آئی۔ ایک تو ظاہر تھا کہ فسرہ دگی اور پڑمرہ دلی یہ ہوتی میرا حصہ ہو رہی تھی۔ سپر بھی خانم نے مجھے سب پر کھڑا کیا تھا یعنی نورجہاں جیٹی لونڈی کے بھی چھپے۔ ہوتی ایک عجیب کیفیت ہو رہی تھی اور توارہ بھی لیلیٰ بھی تو اس گائے و دین تھی اور یہ کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح سے شاہ کا دل مجھ پر کھجے اور شاہ مجھے پسند کر لیں۔ بعض شریکین نگاہوں سے بھنچی ہوئی کھڑی تھیں۔ بعض نے نظریں چڑا لی تھیں۔ بعض ایسی دلیر تھیں کہ انھوں نے جو شاہ کے چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کیا تو آنکھیں میچیں نہیں کی۔ شاہ نے سب باری باری ملاحظہ کیا کوئی بھی اس کے دل میں نہ چنچی پھر اس نے میری طرف نگاہ بھر کر دیکھا اور پھر طبیب سے یہ کہا۔

یہ کتنی اچھی چیز ہے۔ اس میں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے۔ شاہ کے جیفہ کی قسم چیز اچھی ہے۔ طبیب اشواک تھیں بھی بہت ہی اچھا مذاق ہے۔ چاند کا سا چہرہ۔ اچھوٹا شمشاد قدر غرض ہر صفت آئین موجود ہے۔

اس طبیب نے ایک فرشتی سلام بجالا کے یہ عرض کی۔ خدا کرے میں ہمیشہ حضور پر قربان ہوتا رہوں۔ باوجودیکہ یہ لونڈی اس قابل نہیں ہے کہ اس میں حضور کے پیش کر سکوں۔ ماہم اس لیے میں خود اور جو چیز کہ مجھے علاقہ رکھتی ہے وہ سب بندگان عالی کی ہوتی ہیں۔ کے قدموں میں اسے تیار کرتا ہوں۔ گھر قبول فخر رہے عز و شرف۔

شاہ۔ قبول۔ (اسے خواجہ سرائوں کے فسر کو بلا کے) دیکھو اس بڑی کونا چنے

گانے کی پوری پوری تعلیم دیکھا اور اسکے تمام کپڑے وغیرہ اسی شان و شوکت سے ابھی تیار ہو جائیں کہ جیسے اور حرمون کے ہیں۔ تو بس اب میں آراستہ اور پرستہ ہو کر اسکی حضور میں پیش ہو گئی۔

لیکن لے حاجی یہ موقع بھی میں کبھی نہ بھولوں گی۔ جسوقت یہ گفتگو ہو رہی تھی اسوقت طیب کی جورو کی آنکھیں کس غضب کی اور اودھ گردش کر رہی تھیں مگر شاہی چہرہ کی طرف جب اسکی نظر میں اٹھتی تھیں تو بہت ہی حلیمی سے۔

سب باتیں جو شاہ نے میری نسبت کہی تھیں انکو کس عالم سکوت میں اور حیا میں یہ گوش گزار کر رہی تھی۔ اسکی دیکھیں کہ دیتی تھی کہ اسوقت اسکے سینہ میں غصہ کی آگ بجھ کر رہی ہو اور یہ مارے طیش کے بھکی جاتی ہو۔ پھر جارجیا والی کو دیکھو تو وہ خون کے سے گھونٹ پی رہی تھی اور اسکی طبیعت میں برابر کٹار اور بھالے بھکے پے تھے۔ مگر نور جہان ہاں یہ بیچاری بہت ہی خوش تھی اور میری تقدیر کھٹنے پر بھولی نہیں سکتی تھی اگلی چلی جاتی تھی اسکی صورت سے بٹاشی ہویدا تھی۔

میں اسوقت میں شاہ کے آگے زمین پر بکھی چلی جاتی تھی اسکی اب بھی شفقت و محبت نظر میں برابر بکھر رہی تھیں۔

جون ہی شاہ تشریف لے گئے تو خانم کی طبیعت یکایک میری طرف سے بدل گئی ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ مجھے ہی شیطان کی کچی بنایا تھا صد ہا گالیاں دی تھیں۔ لیکن اب یہ ہو گیا۔ میری پیاری۔ میری روح۔ میری آنکھوں کی روشنی میری بچہ۔ میں نے جتنا کہ باکھی اسکی آگے حقہ نہیں پیا تھا اب نے مجھے اپنا قلیان خود پینے کو دیا۔ چاہے میں کھاؤں نہ کھاؤں خانم میرے منہ میں مٹھائی کے کڑے برابر دیے جاتی تھی۔ جارجیا کی لونڈی اسقدر حسد میں بھکی ہوئی تھی کہ اسوقت سامنے کھڑے ہو کر یہ نہ دیکھ سکی۔ اسخرا کی طرف الگ چلی گئی تاکہ پوری انگاروں پر لوٹے۔ دوسری اور عورات نے بھی مجھے بہت ہنسا

سے مبارکباد دی اور آنکھوں نے خوب خوب خوشی کے اظہار کیے اور اس خوشی کی فہرست کو مجھ کو بڑھ کر سنایا جو آنکھوں نے پہلے ہی تیار کر لی تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ محبت خوشترنگ۔ موسیقی جواہرات۔ نفیس اور عمدہ عمدہ کپڑے۔ حمام کرنا۔ شاہ کے آگے کھڑا ہونا۔ یہ تھاری آئینہ تقدیر ہوگی چند عورتوں نے مجھے یہ نصیحت کی کہ ہمیشہ الفت و محبت کو حاصل کرنا اور ہر ایک کا دل اپنے قابو میں کر لینا تاکہ تھاری جب قدر کہ سو کینیں ہیں سب کی طبیعت میں تھاری طرف سے محبت پڑ جائے اور کوئی تیسے بیر نہ کرے۔ چند عورتوں نے مجھے بتنے سنورنے پر نصیحت کی اور چند عورتوں نے مجھے یہ کہا کہ جس وقت شاہ کچھ تعریف کرے تو اس کا جواب ان لفظوں میں دینا چاہیے اور شاہ کے اس طرح سے ادب آداب کے تے ہیں۔ یہ قاعدہ نشست اور برخاست کا ہے۔

عرض چشم زدن میں زریب جو ایک مصیبت و آفت میں مبتلا تھی اور جس پر کوئی نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھتا تھا آخر کار مرجع تعریف و توصیف ہو گئی اور سب اسے سمجھوتہ بٹھانے لگے۔

یہاں سے زریب نے اپنی رام کہانی ختم کی۔ زریب قدرتی اپنی اس حالت بدل جانے پر استقدر خوش تھی کہ میں اس خوشی کو اس آئینہ مصیبت و آفت کی شہرہ دے کر بھی تو دور نہ کر سکا جو شاہی حرموں پر آگے واقع ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان مصیبتوں اور سختیوں سے یہ بہت ہی کم واقف تھی۔ اگر یہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی پسند خاطر ہو دے اور وہ قابل محبت خیال کرے۔ تو پھر سولے موت۔ جانکشی۔ بیرحمی کی مرگ۔ مصیبت و تکلیف کے اور کیا ہوتا ہے اور پھر اپنی اس حالت کی کسی کے آگے اپیل بھی نہیں ہوتی جب میں نے دیکھا کہ یہ خوش ہو اور تم ہوتے اشیوں کی سی صورت بناؤ گے تو یہ درست نہوگا میں بھی بہت خوش ہوا اور کہو ہوتے ہم دونوں کی مفارقت ہوتی تھی لیکن پھر بھی اس امید سے اپنی طبیعت کو آپ ڈھارس دیتے تھے کہ شاید ایسے مواقع

پڑ جائیں کہ ایک دوسرے کا دیدار بھی نصیب ہو جائے۔
 زینب نے تجھے یہ بھی بیان کیا کہ کل شاہی محل کا خواجہ سرا آجکا کہ مجھے حرم سر میں
 داخل کرے اور جب میں حرام کرونگی اور نفیس پوشاکیں پہن لوں گی تو تجھے ناچ اور
 گانے دایونکی جماعت میں بھرتی کیا جائیگا۔ اور یہ تعلیم میری بہت ہی جلد شروع ہوئی
 جب اسنے اپنا نام بار بار سنا جیسے کوئی بلاتا ہو تو وہ ڈری اور کھڑی ہو گئی اور مجھ کو
 نے بعد ہزاروں اور لاکھوں اقرار الفت و محبت دلی کے ایک دوسرے سے مفارقت اختیار کی
 اس وقت ہماری یہ مایوسانہ طبیعت تھی کہ گویا اب کبھی ملاقات نصیب ہی نہوگی۔

یا سچوان باب

حاجی بابا کو زینب کی مفارقت کا صدمہ اور سکا یکا یکا کیطیب بنا
 جب میری مہجین میرے پاس سے چلی گئی میں اُسی جگہ پر بیٹھا رہ گیا جہاں وہ
 کھڑی ہوئی تھی اور اپنے دل میں یہ باتیں کرنے لگا کہ یہ گویا ایک با دامین دو گری کا
 مضمون ہوا۔ اگر دنیا کا طریقہ یوں ہی ہو تو میں نے دو مہینے خواب و خیال میں صرف کر دیے
 میں نے اُسی خیال میں اپنے کو مجنون اور زینب کو لیلیٰ بنایا اور میں نے دل میں کہا کہ
 جب تک آسمان پر چاند سورج قائم ہیں ہماری محبت کے اُٹھتے ہوئے دلوے کبھی ٹھنڈے
 نہیں پڑ سکتے ہم یوں ہی باہم جلتے رہیں گے۔ دُبلے ہونگے اور مفارقت میں نے اپنے دلوے کو
 کباب کر دینگے۔ لیکن یہ صاف ہو کہ میری ڈاڑھی جاسے مضحکہ بنے گی۔ بھلا کیا خدا کی شان
 شاہ آیانظارہ بازی کی اور دو لفظ کہے اور اڑا کر لے گیا۔ حاجی کو سو وقت نہ یاد کیا زینب
 ایسی شاہی ہوا پر چڑھی۔ چنانچہ میں نے پونہ گزarin سویرے اُٹھ بیٹھا اور ادھر ادھر کے
 منصوبے کاٹھا کرتا۔ اسی دھن میں میں فیصل شہر سے بھی باہر چلا جاتا اور ہر وقت صد
 قسم کے توہمات میرے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ جون ہی میں گھر سے اُترتا میں نے
 زینب کو ایک گھوڑے پر سوار دیکھا کہ خواجہ سرا ساتھ ہیں اور خادم چلو بچہ کرتے ہوئے

سے مبارکباد دی اور انھوں نے خوب خوب خوشی کے اظہار کیے اور اس خوشی کی فہرت کو مجھ کو بڑھ کر سنایا جو انھوں نے پہلے ہی تیار کر لی تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ محبت خوشترنگ۔ موسیقی۔ جواہرات۔ نفیس اور عمدہ عمدہ کپڑے۔ حمام کرنا۔ شاہ کے آگے کھڑا ہونا۔ یہ تمھاری آئندہ تقدیر ہوگی چند عورتوں نے مجھے یہ نصیحت کی کہ ہمیشہ الفت و محبت کو حاصل کرنا اور ہر ایک کا دل اپنے قابو میں کر لینا تاکہ تمھاری جہت قدر کہ سوکھیں ہن سکی طبیعت میں تمھاری طرف سے محبت بڑھ جائے اور کوئی تم سے بیرزہ کرے۔ چند عورتوں نے مجھے بتنے سنورنے پر نصیحت کی اور چند عورتوں نے مجھے یہ کہا کہ جس وقت شاہ کچھ تعریف کرے تو اس کا جواب ان لفظوں میں دینا چاہیے اور شاہ کے اس طرح سے ادب آداب کے تے ہیں۔ یہ قاعدہ نشست اور برخاست کا ہے۔

غرض چشم زدن میں زریب جو ایک مصیبت و آفت میں مبتلا تھی اور جس پر کوئی نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھتا تھا آخر کار مرجع تعریف و توصیف ہو گئی اور سب اسے سمجھوتہ کر بٹھانے لگے۔

ہیان سے زریب نے اپنی رام کہانی ختم کی۔ زریب قدرتی اپنی اس حالت بدل جانے پر ہتھکڑ خوش تھی کہ میں اس خوشی کو اس آئندہ مصیبت و آفت کی خبر دے کر بھی تو دور نہ کر سکا جو شاہی حرموں پر آگے واقع ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان مصیبتوں اور سختیوں سے یہ بہت ہی کم واقف تھی۔ اگر یہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی پسند خاطر ہو دے اور وہ قابل محبت خیال کرے۔ تو پھر سولے سو ت۔ جانکنی۔ بیرجمی کی مرگ سے مصیبت و تکلیف کچھ اور کیا ہوتا ہوا اور پھر اپنی اس حالت کی کسی کے آگے اپیل بھی نہیں ہوتی جب میں نے دیکھا کہ یہ خوش ہو اور تم ہو وقت ماتیوں کی سی صورت بناؤ گے تو یہ درست نہوگا میں بھی بہت خوش ہوا اور گویا ہوا کہ ہم دونوں کی مفارقت ہوتی تھی لیکن پھر بھی اس سید سے اپنی طبیعت کو آپ ڈھارس دیتے تھے کہ شاید ایسے مواقع

پڑ جائیں کہ ایک دوسرے کا دیدار بھی نصیب ہو جائے۔
 زینب نے مجھے یہ بھی بیان کیا کہ کل شاہی محل کا خواجہ سرا آجکا کہ مجھے مرم سر لین
 داخل کرے اور جب میں حمام کرونگی اور نفیس پوشاکیں پہن لوں گی تو مجھے ناچ اور
 گانے دلیونگی جماعت میں بھرتی کیا جائیگا۔ اور یہ تعلیم میری بہت ہی جلد شروع ہوئی
 جب اُسے اپنا نام بار بار سنا جیسے کوئی بلاتا ہو تو وہ ڈری اور کھڑی ہو گئی اور خرم و خوش
 نے بعد ہزاروں اور لاکھوں اقرار الفت و محبت دلی کے ایک دوسرے سے مفارقت اختیار کی
 اس وقت ہماری یہ باورسہ طبیعت تھی کہ گویا اب کبھی ملاقات نصیب ہی نہ ہوگی۔

پانچواں باب

حاجی بابا کو زینب کی مفارقت کا صدمہ اور سکا یکا یکا طیب بنا
 جب میری مہ جہن میرے پاس سے چلی گئی میں اُسی جگہ پر بیٹھا رہ گیا جہاں وہ
 کھڑی ہوئی تھی اور اپنے دل میں یہ باتیں کرنے لگا کہ یہ گویا ایک با دامین دو گری کا
 مضمون ہوا۔ اگر دنیا کا طریقہ یوں ہی ہو تو میں نے دو مہینے خواب و خیال میں صدمہ کر دیا
 میں نے اُسی خیال میں اپنے کو مجنون اور زینب کو لیلیٰ بنایا اور میں نے دل میں کہا کہ
 جب تک آسمان پر چاند سورج قائم ہیں ہماری محبت کے اُٹھتے تھے دلوں کے کبھی ٹھنڈے
 نہیں پڑ سکتے ہم یوں ہی باہم جلتے رہیں گے۔ دُبلے ہونگے اور مفارقت میں اپنے دل کو
 کباب کر نیکیے۔ لیکن یہ صدمہ کہ میری ڈاڑھی جاسے مضحکہ بنے گی۔ بھلا کیا خدا کی شان
 شاہ آیانظارہ بازی کی اور دو لفظ کہے اور اڑا کر لے گیا۔ حاجی کو اس وقت نہ یاد کیا زینب
 ایسی شاہی ہوا پر چڑھی۔ چن چن میں نے یوں ہی گزarin سویرے اُٹھ بیٹھا اور ادھر ادھر سے
 منصوبے کاٹھا کرتا۔ اسی دھن میں میں فصیل شہر سے بھی باہر چلا جاتا اور ہر وقت صد
 قسم کے توہمات میرے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ جون ہی میں گھر سے اُترتا میں نے
 زینب کو ایک کھوڑے پر سوار دیکھا کہ خواجہ سرا ساتھ ہیں اور خادم چلو پچو کرتے ہوئے

چلے جاتے ہیں۔ مین نے یہ امید کی کہ شاید مجھے دیکھنے کے لیے زنبب ضرور نقاب برکائی۔
مگر نہیں اُسے تو زین پر سے بھی کچھ جنبش نہیں کی۔ مین اور بھی دور تک ساتھ ساتھ گیا
کہ شاید میرا وہ بیان اُسے آجائے لیکن سب خیال خامیاں تھیں۔ خیر کچھ ہو بجائے اسکے
کہ مین شہر کے دروازے تک جاتا مین اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اسکو شاہی محلات
تک پہنچا دیا۔

جب وہ ایک بڑے چوکور مقام میں داخل ہوئی جو خاص دروازہ محل کے قریب ہی
واقع تھا۔ مین نے دیکھا کہ جائے کیلئے فوج جمع ہو، شاہ خود بھی اوپر کی صفائی میں رونق
افروز تھے۔

اب پیاری زنبب میری آنکھوں کے آگے سے غائب ہو گئی۔ جب اسکا گھوڑا پہنچا
تو اسکو جگہ دیدی گئی۔ مین جواز دے جانے لگا تو گارو نے مجھے روکا۔

اب مین یکایک اُس فوج کی طرف جمع ہوا جو میرے سامنے قواعد دکھا رہی تھی یہ لشکر
بوقت قواعد کر رہا تھا اور اس فوج کی کمان نامرد خان افسر جلا دان کر رہا تھا۔ یہ مہر خان
سستہ کپڑے پہنے ہوئے۔ اسکی ٹوپی پر کثرت سے زرد جواہر لٹکے ہوئے تھے جو آفتاب کی
کرنوں سے جھم جھم کر رہے تھے ایک نایاب اور فاخرہ جنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔

ریو دیو میرے قریب ہی ہو رہا تھا جب مین نے اسکے گھوڑوں۔ سواروں۔ اُن
نیزوں کو جو آفتاب کی روشنی میں جھلک رہے تھے دیکھا تو مجھے بھی اپنے وہ دن یاد
آئے جو مین نے ترکمانوں کے ساتھ گزارے تھے اور مین مدت تک اس فوجی کام میں
مشغول رہا تھا۔

مرلج میرالون کے ایک طرف قواعد کرنے والا تڑپا ہوا تھا اور سرکڑی جنگ
میں اپنے چھکا بتوں کے بیچ میں کھڑا ہوا تھا۔ اور انکے پاس نئے مختلف حربے بھی تھے
تھے۔ دوپکار نے دے بھی وہاں حاضر تھے۔ اسبیچ ایک شخص ضرور کی واز میں سا پہلی نام

علیحدہ جا کھڑا ہوا بس اس طریقے سے شاہ تمام فوج کا نظارہ کر لیتے سواروں کی مختلف شکلیں
تھیں اور سب سے کینڈرے کے تھے۔ بعض تو نہایت ہی خوبصورت سب سے سجائے گراںڈیل
جوان تھے کہ بالکل رستم معلوم ہوتے تھے لیکن اور شہسوار اس قماش کے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ
انہوں نے صرف اس موقع کے لیے کسی سے گھوڑے مستعار لیے ہیں اور وہ اس طرح سے ایک
اٹک کر اور کچھ تامل سے قدم آگے بڑھاتے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ میدان جنگ ہو رہا ہے
اور انہیں دشمن قوی کا مقابلہ کرنا ہے جب وہ گھوڑا کڑے ہوئے آگے سے نکلے تو میں نے اپنے
بہت سست سارکون کو بچانا اور میں نے ایک نوجوان کی زندہ دلی اور دلادورانہ صورت اور
شہسواری کی تعریف کی۔ یہ نوجوان اپنا گھوڑا آگے بڑھائے ہوئے تھا۔ اسوقت اسکا گھوڑا
چند تقدیری واقعات سے گریزا اور یہ گھوڑا اسوقت گرجا جب وہ اس لکڑی سے جو راہ کے
وسط میں گھڑی تھی گزرنا چاہتا تھا۔ جون ہی یہ جانور گرا اسکا سوار بھی بہت ہی زور سے
گھوڑے کے پیروں پر پاؤں پڑا یہ ہاتھوں ہاتھ فوراً اسی مجمع میں پہنچا لگیا۔ بعض شخصانہ
مجھے بچانا کہ یہ طیب شاہی سے متعلق ہے مجھے انہوں نے بلایا کہ اسکا معالجہ کروں۔ گو میں محض
جاہل اور کندہ ناتراش تھا لیکن میں نے ڈاکٹر بننے کیلئے ایک لمحہ کا بھی تامل نہیں کیا۔ اور
طیب ہونے کی ہوا مجھ میں سما گئی۔ میں نے اس بد قسمت شخص کو زمین پر بیجاں لیٹے ہوئے
دیکھا۔ وہ لوگ جو اسکو گھر سے بٹھے تھے ہنوز مولچہ سے بند نہیں ہوئے تھے ایک
شخص اس کے حلق میں امام حسین شہید کربلا کا نام لے کر پانی پکارتا تھا۔ ایک شخص اسکی
ناک پر رکھ کے ختم فی رہا تھا کہ کسی طرح سے یہ ہوشیار ہو جائے۔ ایک شخص اس کے ہاتھ پر
دبار رہا تھا کہ کسی طرح سے اس کے ہاتھ پر گرما جائیں۔ جون ہی میں ہاں پہنچا میں نے
ان مختلف علاؤں کو جو اس کے ہو رہے تھے اچھانہ کہا۔ فوراً لوگوں کو ہٹا کر میں نے ایک
خلاصہ مقام کیا بہت غور سے نبض لیکھی جب قدر لوگ وہاں کھڑے ہوئے تھے انہوں نے
التجا کی کچھ جلدی تجویز کیجئے۔ میں نے ذرا خوب زور دے کر کہا کہ اس کو یہ ضرب صرف نقد

کی وجہ سے آئی ہو اور زندگی موت دونوں کشتیاں لڑ رہی ہیں جو غالب آگئی بس سب کی پاس پڑ گیا۔ کچھ اسپر مقرر نہیں جو لوگ موجود ہیں سب کی موت و زندگی پکڑ لیا کرتی ہیں۔ غرض اسی طرح سے اپنے آقائے نامدار مرزا احمد کی طرح میں نے بھی ہر شخص کو زبونی اور بڑے سانحہ کے لیے تیار کیا۔ میں نے یہ رائے زنی کی اور یہی میرا تہیہ دی علاج تھا کہ اگر اسکی تقدیر میں اچھا ہونا ہو تو یہ ابھی اچھا ہو جائیگا اور نہیں جو روز ازل میں اس کی سر نوشت میں لکھا جا چکا اسکا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے۔ کوئی نسخہ کارگر نہوا اور نہ کسی نے اپنا کچھ انٹر کیا۔ میں دوسرا نسخہ لکھنے کو تھا کہ اتنے میں یہ غل سٹائی دیا کہ۔ راہ بدہ۔ فرانسیسی ڈاکٹر جسکے علم و ہنر کا حال میں نے پہلے بیان کیا ہی معلوم ہوا۔ اس ڈاکٹر کو فرانسیسی ایلی نے بھیجا تھا کیونکہ اسنے یہ آفت خود ملاحظہ کی تھی۔ مریض کو دیکھتے ہی وہ بکا راکہ فوراً اسکا خون لو خیر دار ایک لمحے کا بھی تامل اور عرصہ نہ کرو۔

میں ہوقت جو گویا ایک بڑا قابل اور لائق گنا گیا تھا میں نے دل میں کہا کہ تم بھی انہی کچھ علمیت بگھارو۔ پھر میں ذرا لکھا کر کر لولا۔ خون لو۔ یہ بھی کیا ابھی طبابت کیا تم نہیں جانتے کہ موت ٹھنڈی ہے اور خون گرم ہے۔ اول اصول حکمت یہ ہے کہ ٹھنڈے امراض میں گرم دوائی کی جائے اور برابری گرم گرم علاج ہوں۔ بقراط جو کہ تمام اطباء کا قبلہ عالم ہے یوں ہی انہی حکمت میں لکھتا ہے۔ اور یقیناً تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انہی روح آپ کھاتا ہو۔ اگر اسکے جسم سے تھنہ خون لیا تو یہ فوراً جان دیدیگا جاو کچھ میں کہتا ہوں تمام عالم سے کہدو۔

اسپر فرانسیسی ڈاکٹر نے کہا کہ اسکا امتحان کئے کیا ہے اور اسکی نبض کسے دیکھی ہے چلو خیر ہماری در دسری تو بچی یہ تو مر گیا اب گرم و خنک اسکے لیے ایک حکم رکھتے ہیں یہ کہہ کے وہ غصت ہوا اور مجھے اور میرے بقراط کو ہماری ناکین اکی طرف کیے ہوئے چھوڑ آ میں بولا کہ موت اسکے لیے بہتر ہوئی۔ خدا کے حکم اور فرمان کے آگے آدمی کی عقل

کیا حقیقت رکھتی ہے۔ ہم طبیب قضا کے آگے کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ جیسا کہ پٹی ہوئی مہری کا پانی دریاؤں کے پانی کو مغلوب نہیں کر سکتا۔

ایک ملا جو ہر وقت موجود تھا اس نے حکم دیا کہ اسکے دونوں بیرون کو قبلہ کی طرف پھر دو۔ دونوں پیر کے انگوٹھے باہم مضبوط باندھے گئے۔ ایک رومال کی ٹھوڑی کے نیچے لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ اور پھر اسکے دونوں بیرون کو لے کر سر کے اوپر جکڑ دیا اور جقدر پاس کھڑے ہوئے تھے سب درود دعا جو ان کے مذہب میں ہوتی ہے پڑھ رہے تھے۔

اسی وقت اس مظلوم اور متوفی کے رشتہ دار بھی آگئے۔ وہ وہ نالہ و بکا مولا کی حفاظت والا مان پھر تابوت آیا اور اس کے رشتہ دار نعرش کو اس میں رکھ کے لے گئے۔

جب میں نے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ جلا دون کا نائب افسر تھا اور اس کے ماتحت ایک سو پچاس جلاو تھے۔ اس کے یہ فرض تھے کہ جو وقت شاہ روانہ ہوں تو ان کے آگے آگے گھوڑا دوڑاتا ہوا بھیڑ کو صاف کرتا ہوا چلے۔ حکام کی سربراہی کرنا۔ ویسی قیدیوں کا چارج لینا۔ غرض کہ پولیس فسر کی طرح سے شہر میں کام کرنا۔ یہ سنتے ہی فوراً یہ اسامی میرے دل میں کھٹکی میں نے یہ خیال کیا کہ یہ ملازمت میرے لیے دوایمان حل کرنے اور نسخہ بنانے سے کس قدر رموز و ن ہوگی اور میں اس کو کس خوبی سے انجام دوں گا مجھے۔ دھیان آنے ہی میں نے خیال کیا کہ یہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے اور اس کا امکان کیونکر ظہور پذیر ہوگا۔ مجھے خیال آیا کہ مرزا احمد کا دوست فسر جلا دان ہے کیونکہ اس نے فسر پر بہت ہی احسان رکھا تھا۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ فسر نے مرزا احمد سے شاہ کی خدمت میں یہ سفارش کرائی تھی کہ شراب اس کی صحت کے لیے بہت ہی مفید ہے اور وہ بار بار میں سخت ممانعت ہو تو میں چاہتا ہوں کہ اسے اجازت مل جائے اور اس فسر نے اپنے ہاں کے قبلہ و کعبہ سے اسکے لیے فتویٰ بھی لے لیا تھا کہ تمہیں شراب پینا جائز ہے۔ تو مرزا احمد نے شاہ کے آگے اسکی یہ سفارش کر دی تھی کہ فسر جلا دان کو شراب

پینے کا عام حکم دیدیا جائے اور وہ منظور بھی ہو گیا تھا۔ تو اب گویا مرزا احمق کا اہن کر
ہبت بڑا احسان تھا مجھے اس سے امید بندھی تھی کہ مرزا احمق اگر جاہے گا تو اس کا
سر انجام ہو سکتا ہو۔

چھٹا باب

حاجی بابا کا گورنمنٹ کی ملازمت میں بھرتی ہونا اور جلاوطن
پیشتر اسکے کہ ڈاکٹر دیر کہ نہ محل کا وہ دروازہ جہاں رعایا کے متعلق امور انجام
پاتے ہیں گوروانہ ہوا میں اپنا موقع دیکھنے لگا۔ کہ میں اس سے اپنی آئندہ تقدیر کی بابت
ذکر ورن اور اسکو اس بات پر آمادہ کروں کہ وہ افسر جلاوطن سے سفارش کر کے مجھے برقی
کی جگہ دلوانے میں ایک لمحہ کا توقف نہ کرے۔ اور مجھے اسکی جلدی یوں ہوئی کہ شاہ دار خلا
سے سلطانہ روانہ ہونے کو تھے اور پھر طبیب اس کے ساتھ جاتا تو پھر یہ ایک برسی امر تھا کہ
جب طبیب بھی چلا جاتا تو ضرور میں اسکی جگہ پر رہتا۔
طبیب جو کہ اس خرچ سے جو شاہ کی ہمانداری میں اٹھا تھا متفکر تھا اور سکایا راہ
ہو رہا تھا کہ گھر میں اس سختی سے کفایت شکاری کا برتاؤ کیا جائے کہ سب خرچ برابر ہو جائے
باوجودیکہ اس غم سے بیٹھا جاتا تھا لیکن اسے میری خواہش سنتے ہی مجھے قرار کیا کہ تنگ
ہو سکے گا میں تمھاری مدد کروں گا۔

طبیب نے مجھے کہا کہ جب صبح کا دربار ہو چکے گا تو میں تمھیں عین دربار ہی میں فہر
جلاوطن سے ملوادونگا تم مستعد رہنا۔ جون ہی میں نے ظہر کی اذان سنی فوراً شاہی محل
کی طرف روانہ ہوا۔ اور میں فہر جلاوطن کے کمرے میں جس کے بڑے بڑے دروازے
خاص پچانگ کی طرف کھلے ہوئے تھے جاوہمکا چند شخص خاص وہاں مجتمع تھے ایک کونے
میں یہ فہر خود نماز پڑھ رہا تھا میرے دوست شاعر اور نائب فہر تقریباً سب کچھ باتیں
ہو رہی تھیں۔

مؤخر الذکر متوفی کے متعلق عجیب و غریب روایات بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں افسر جلا دان نے نماز پڑھتے میں کہا کہ ”اے دروغ است بلا آپ ذرا صبر کریں۔ میں نماز پڑھ لوں پھر آپ سے مفصل کیفیت بیان کروں گا کہ یہ امر کیونکر ہوا۔ یہ کہہ کر پھر وہ نماز پڑھنے لگا جب یہ نماز پڑھ پڑھا چکا تو اُس نے اپنی اصلی کیفیت بیان کرنی شروع کی۔ اور افسر کی یہ ساری باتیں اور کیفیت کا وہ سنا نا سب افسر تقریبات کے بالکل خلاف تھا۔ کہنے لگا کہ فرانسیسی ڈاکٹر نے تو اس مظلوم کا خون لیکے اسکو مارا تارا۔ اور پھر ایک س کے طبیب نے اُسے صرف ہلا کے پھر زندہ کر دیا۔

افسر جلا دان یہ باتیں ہی کر رہا تھا کہ اتنے میں مرزا احمد بھی دروازے میں داخل ہوئے۔ افسر یہ ذکر کر رہا تھا کہ دو طبیبوں میں یہ ہوا اور یہ ہوا۔ اُس نے اس امر کو ثابت کر دیا کہ بڑے بڑے عجیب و غریب معاملے پیش آئے۔ اسکے بعد اُس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ جی وہ شخص ہر اگر روکا نہ جاتا تو ضرور ہی اسکی زندگی بچ جاتی۔ یہ اشارہ ہوتے ہی اسکی آنکھیں میری طرف اٹھیں اور مجھے بلایا کہ تم آکر مفصل کیفیت بیان کرو کہ یہ کارروائی کیونکر انجام پذیر ہوئی۔ یہ سنتے ہی میں نے فوراً اپنی وضع کو اور ہیئت مجموعی کو بالکل اُسی موقع کا سا بنا لیا اور میں نے تمام علمی اصول کو بیان کر دیا جو ہوقت برتے گئے تھے اور جو میں نے طبیب اعظم کی تعلیم میں دیکھے تھے یہ سنکے مرزا احمد میری تعریف کرنے لگا اور بہت جوش میں اُس نے مجھے افسر جلا دان سے ملوایا اور کہا کہ میں اس متوفی کے عہدے کے لیے اس شخص کی سفارش کرتا ہوں۔

افسر جلا دان۔ اوہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ طبیب جلا دی کا عہدہ لے۔

شاعر۔ یہ کچھ نقصان کی بات نہیں ہر ایک آنکھ کے کونے سے مرزا احمد کی طرف دیکھ کے (دونوں ایک ہی قطار میں ہیں۔ ایک دوسرے کی نسبت زیادہ تحقیق سے اپنا کام انجام دیتا ہے۔ یہ درست ہے مگر ان تمام باتوں کے بعد یہ بہت کم ظاہر ہوتا ہے کہ ایک

شخص رفتہ رفتہ ایک گولی سے مر جاتا ہے یا شمشیر کے لگتے ہی اُسکی گردن اڑ جاتی ہے۔
یعنی گولی اور تلوار کے اثر میں کتنا فرق ہے۔

مرزا احمدی۔ (تزوید کر کے) اگر نظر انصاف سے ملاحظہ کیا جائے تو شعاع بھی اسی قطار
میں ہیں جس میں کہ طیب اور جلا دین۔ اسلئے کہ وہ آدمی ونکی ناموری کا خون کر دیتے ہیں
اور اسل میں ہر شخص میر (متفق ہے کہ نسبت طیب کے قتل کے یہ خون سخت ہے اور طرح
قتل کرنا جسطح شاعر قتل کرتے ہیں سب بڑھا ہوا ہے۔

فسر جلا دان۔ یہ سب صحیح ہے۔ تم جس طریقے سے چاہو قتل کرو۔ بشرطیکہ مجھے بھی سپاہ
روش پر چلنے دو میرے مقابل میں ایک بہت چھا جنگ آور چھوڑ دو۔ میرا نیزہ تجھے
پھر بھونکنے دو۔ اور مجھے تیغ برلان کے کاٹ کرنے دو۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا اور مسرت
صرف میں تو بارود کی بو بونگھوں اور گلاب کے پھول کی خوشنماہی تمھاری لیے رکھوں
آپ تو پ کے گوئے کی گر گر ٹاٹھٹ دین میں ہرگز بلبل ہزار داستان کی طرح تمھارے کاغذ
حاصل نہ ہونگا۔

نائب فسر تقریبات۔ سب لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے۔ ہاں ہر شخص آپ کی جو ہر
اور قابلیوں سے آگاہ ہے۔ اور خاص کر کے شاہ (جو ہم سے زیادہ تمھارے اس قتل کرنے کے
ہم سے آگاہ ہے) کیونکہ سننے اکثر انہی مسرت ظاہر کی ہے اور کہا ہے کہ تب تک جب قدر فاس میں
حکمران ہوئے ہیں سب میں میں ممتاز ہوں۔ اور صرف ان ہی خیالات و تصورات سے
وہ جارحیا کے جگر میں اپنے ہتھیاروں سے گھس جانے کی گفتگو کرتا ہے (فسر جلا دان کیطین
مخاطب ہو کے) اگر وہ سیونکو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ انہیں ہیں تو بہت وقت وہ تمام اپنے
معاملات کو اس دنیا میں صاف سمجھنے لگیں اور پھر آئندہ کیلئے تیار ہوں۔

فسر جلا دان۔ ردی چیز ہی کیا ہیں۔ کیا خاک ہیں۔ جارحیا پر قبضہ کر لینا اور روٹی
کو دیان سے نکال دینا ایران کے لیے ایسا ہے کہ جیسے میں اس لیے ہوں جو میرے

کرتے مین گھس کر مجھے کاٹتا ہوا اور اس سے ذرا کی ذرا مجھے تکلیف ہوتی ہی اور پھر دم بھر مین میں لے راہ فنا دکھا دیتا ہوں۔ رو سی اہل ہی کیا رکھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ مین تھیں اس لوکری مین لینا پسند کرتا ہوں۔ ریلے کہ تم میری طرح سے بارود کی بوسو گھنے کے مشاق معلوم ہوتے ہو۔ کیونکہ جس عہدے پر تم معین ہو گے ایسے شخص کیلئے رستم کی سی طاقت شیر کا سا دل۔ اور بگھیرے کی سی چھٹی ضرور ہونی چاہیئے۔ مجھے سر سے پیر تک دیکھ کے وہ بہت خوش ہوا اور مجھے حکم دیا کہ تم میرے نائب کے پاس چلے جاؤ تاکہ وہ تھیں ساز و سامان آفس سے درست کرے اور تھیں بھٹارے عہدے کیلئے سب ہدایات کر دے کہ کس طرح سے کام کرنا ہوگا۔ مین نے دیکھا کہ نائب صاحب شاہ کے سفر کی تیاری مین کھنٹے ہوئے ہیں اور ہر شے کے انتظام کیلئے حکام جاری کر رہے ہیں۔

جون ہی اسے معلوم ہوا کہ مین متونی جلا دے کے عہدے پر متعین ہوا اسنے فوراً متونی کا گھوڑا اور سب جنگی دردی مجھے دیدی اور مجھے سخت تاکید کی کہ انکی بہت ہوشیاری سے نگہبانی رکھنا اور یہ بھی اطلاع دیدی کہ اگر انہیں سے کوئی شے زایل ہو جائیگی تو پھر دوسری تھیں نہیں ملنے کی تیس آٹن ماہانہ میری تنخواہ مقرر ہوئی اور پیٹیا اور میرے گھوڑے کی غوراً جبرامعین ہوئی۔ اب مین نے اپنے کو پوشاک اور تھیاروں سے مزین پایا۔ پہلے اس سے کہ مین آگے کچھ بیان کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے نئے آقا نامہ درخان کے چال چلن اور اسکے طریقہ سے ناظر اور میری سرگزشت کے پڑھنے والے کو آگاہ کروں۔ یہ شخص لمبا تھا جو کور کا ندھے تھے اور بہت ڈبل اور جیم بھی تھا اور اسکی عمر کوئی پینتالیس برس کی ہوگی پورا جوان تھا۔ اور اب بھی اسکو خوب جوان کہتے تھے اسکی ہیئت اس مادہ کی تھی۔ لمبی لمبی سیاہ گھنڈا ر بھوین۔ بڑے بڑے ڈبل بالوں کی داڑھی اور ایسی ہی موچھیں۔ اس کے ہاتھ خصوصاً بڑے اور زور آور تھے۔ اور سیاہ بالوں سے

جو اسکی قمیض کے شکاف سے باہر نکلے ہوئے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکی اون ڈبل اور موٹی کواٹھی کی ہے۔ اسکی مجموعی صورت سے سرداری برستی تھی لیکن ساتھ ہی اسکے اسکی صورت سے بددماغی اور ناتراشیدگی بھی ٹپکتی تھی طہران میں یہ بہت خوش گذران مشہور تھا وہ بغیر کسی جھجک یا خدشہ کے خوب خوش مئے طرنگ اڑاتا تھا اور ملاوٹ خوب ہی بڑا بھلا کہتا تھا۔ اکاٹھر گویا مخزن عیش و عشرت بن رہا تھا۔ گانے اور طنز و بجانے کا شور شام سے صبح تک اسکے مکان سے سنائی دیتا تھا۔ اس کے بان مرد اور عورتیں ناچنے والیاں تھیں۔ اور یہ گویا بذات خود ہر ایک ٹولی کا محافظ تھا۔ لیکن باہر سے وہ اپنے محکمہ کے سخت اور شدید کاموں میں سست نہیں تھا۔ کیونکہ گانے اور بجانے کی آوازوں میں ہر شخص کی کنجش اور بد بخت لوگوں کی داویلا اور بکا کی آواز میں بھی سننتا تھا کہ جنس کوڑے بازی ہوتی تھی اور جو سخت اسکے آگے زبرد تو بیخ کیے جاتے تھے۔ یہ نہایت عمدہ سوار تھا۔ اور بھالا لگانے میں ید طولی رکھتا تھا اور گور اسکے چہرے سے یہ صفا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سپاہی ہے اور اسکی ہر شے یہ یقین دلاتی تھی کہ یہ ضرور مرد میدان ہوگا۔ بڑا قوی ہے لیکن اصل میں یہ حد سے زیادہ ہیز اور نامرد تھا۔ یہ ہمیشہ بڑے بڑے فخریہ اور شیخی کے الفاظ کہہ کر اپنی نامردی کی اصلی حالت کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ اور ان لوگوں میں جو اسکی صلیت واقف نہیں تھے کامیاب ہو جاتا تھا۔ اور یہ صرف اپنی شیخی سے حال کے فارسیوں میں الباہی سمجھا جاتا تھا کہ جب پڑانے فارسیوں میں اور افراسیاب خیال کیے جاتے تھے۔

اسکا نائب یعنی لفٹنٹ انی کرخت اور درشت صورت سے ایک چالاک اور عقلمند شخص تھا وہ اپنے فسر کے انتظام کو کامل طور سے سمجھتا تھا جسکی وہ ایسی تعریف کرتا تھا کہ سوانشاہ کے اور اسکے کوئی شخص فارس میں اس قابل نہیں ہے کہ اسکو آدمی کہا جائے۔ مجھے جلدی سے اس بات کا علم ہو گیا کہ میری طمع نے بیش نے میرا ایک حاسد پیدا کر دیا

جب اُس نے دیکھا کہ مین نے اس عہدے کے حاصل کرنے پر اسے کچھ نذرانہ نہیں بھڑایا تو اُس نے اس جہن سے میرے اوپر سخت سخت شکلات ڈالنی شروع کر دیں اور میری راہ میں کانٹے بونے لگا لیکن مین نے اپنی اس زبان کی چوٹ سے جو میری فطرت میں بڑی ہوئی تھی اسکو سیدھا کیا یعنی آپ لفظوں کے لب لباب ہیں اور آپ ایسے لائق اور کارگر ہیں کہ اپنے افسر کا عہدہ سوا آپ کے کوئی باہی نہیں سکتا جب اُس نے یہ مدح سرائی کی باتیں اپنی نسبت گوش گزار کیں تو بہت ہی خوش ہوا اور میری ایسی تعریف کرنے لگا جو عہد سے باہر ہو۔ البتہ کریم کی عنایت سے اس وقت تم کو یاہیان اس محکمہ میں ایک جواہر ہوا اور تمہارے نئی دم کی زینت ہو۔

اب تک میں طبیب ہی کے ہاں رہتا تھا یہاں تک کہ شاہ کی روانگی کا زمانہ قریب آیا اور میں نے سامان سفر کی تیاری کرنی شروع کی۔ چونکہ میں عہدہ دار بن گیا تھا اور عہدہ دار بھی جلاوطن کا فخر تو مجھے جس چیز کی حاجت ہوتی تھی صرف اپنے بھرم پر بازار سے بلا سکتا تھا جس زمانہ میں کہ میں طبیب کے ہاں رہتا تھا میں نے مرلیضوں سے لے لیکر کچھ ضروریات کا سامان جمع کر لیا تھا اور یہ مجھے اُنھوں نے بطور نذرانہ دیا تھا۔ مثلاً ایک بستر ایک رضائی۔ ایک بلیٹک مجھے ہاتھ لگا تھا۔ اور وہ یوں لگا تھا کہ ایک غریب شخص تلغابہ ہمارے چارج میں مر گیا۔ میں نے اُس کے رشتہ داروں کو یقین دلایا جنکو میں جانتا تھا کہ یہ بڑے دسواسی مسلمان ہیں کہ صاحب ہمارا اصلاً قصور نہیں ہے جتنے تو جہان تک ہے ہو سکا کوئی بات اُسکی نگہداشت میں نہیں اٹھا رکھی اور جو میں نے اُسکے ساتھ کیا تھا اور جو طرح سے پیش آیا تھا اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ لیکن اسکا علاج کیا ہو کہ جس بستر پر یہ لیٹا ہوا تھا وہ بستر ہی کجست ہو۔ اور صہلان ت یہ تھی کہ رضائی ترشی تھی۔ اور دوسری بات یہ ہوئی کہ بستر کے پائنتی قبلہ کی طرف نہیں پھری ہوئی تھی۔ جب اُسکے رشتہ داروں نے بستر کے یہ گن گنے تو اُنھوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور وہ بستر چھوڑ چھوڑا کر چلتے بنے تو پھر یہ بستر

میرے ہاتھ لگ گیا۔

ایک آئینہ کی کبھی مجھے ضرورت ہوئی تو وہ مجھے یوں ہاتھ لگا کر ایک دن ایک مرزا اپنا آئینہ دیکھ رہے تھے کہ منہ دیکھتے دیکھتے انھیں اپنا چہرہ کچھ اڑا ہوا اور بڑا مردہ معلوم ہوا۔ انھیں یہ صورت کھٹکی میں نے انھیں لقین دلا یا کہ مرزا صاحب خدا کے لیے آپ پھر یہ آئینہ ملاحظہ نہ کیجیے گا۔ آپ کا چہرہ تو مسخ و متعبد ہو رہا تھا ابھی تو گلاب کی تہی کے موافق تھا یہ سنتے ہی انھوں نے آئینہ کو پھینک دیا میں اُسے اٹھائے لیے گھر چلا آیا۔

مرزا حق سے زیادہ ظاہر مذہب میں کوئی سخت نہیں تھا۔ اور جو چیزیں کہ غیر مصفا ہوتی تھیں اُنکے لیے حد سے زیادہ شکی تھا۔ مجھے ایک تو بچی ان کے جوڑے کی ضرورت تھی اور ایک اُس جوڑیکی ضرورت تھی جو خود طبیب کا تھا جو ایک کمرے میں یوں ہی بیکار پڑا ہوا تھا۔ وہاں یہ چیزیں اکثر میرے ملاحظہ میں گزرتیں۔ اب میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ چیزیں میرے قبضہ میں کیونکر آجائیں۔ مجھے یکایک یہ خیال آیا کہ چند کتیا کے بچے جو تمام ملتان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور جو ہماری دیوار کے نیچے ہی ایک کتیا نے دیے تھے سُنکی مان کے اٹھا لاؤں اور ایک یا دو بچوں میں اُنکو بھر دوں چنانچہ میں نے یہی کیا ایک بچہ ان میں تو وہ بچے اور کتیا بھائی اور دوسرے میں خشک ہڈیاں ادھر ادھر سے لاکے رکھ دیں اور پھر کچھ خبر نہ ہوا جب کتیا اور بچے باہر چلنے پھرنے لگے اور انھوں نے غلغل مچایا تو طبیب کے آدمیوں کو خبر ہوئی انھوں نے طبیب کو اس واقعہ سے مطلع کیا وہ مع اپنے داروغہ مکان اور آدمیوں کے جنمیں میں بھی شریک تھا موقع واردات پر آیا جب سب نے یہ ملاحظہ کیا تو انھیں بہت ہی خدشہ معلوم ہوا اور انھوں نے گویا گھر کے لیے خاص بدشگون سمجھا۔

ایک شخص بولا۔ کہ یہ صرف خانم سے شادی کرنے کا نتیجہ ہوا اور اُسی سے ہوا ہو۔ دوسرا بولا۔ کتیا کے بچے اب تک اندھے ہیں اللہ کرے ہم اور طبیب کہیں اندھے نہ ہو جائیں

طیب کو تو اصل میں بخدان کھونے کا بہت رنج تھا اس نے انھیں خبر کیا اور بولا کتیا اسکے بچے اور سب چیزیں ابھی یہاں سے علیحدہ کر دی جائیں۔ میں نے فوراً ہی اپنے قبضہ بٹھایا اور بہت جلدی ان سب کو ان نتائج سے آگاہ کیا جو اس شخص کیلئے ہونگے جو ان اشیاء پر غرض غرض رفتہ رفتہ میں نے خوب سامان جمع کر لیا اور جب ہماری سفر کے لیے تیاری ہوئی میں نے اس سچان کو شاہی خچر ہانکنے والے کو ذرا خصوصیت اور حق جتا کر دیدیا کہ وہ اُسے لے چلے۔

ساتواں باب

حاجی بابا کا شاہ کے ہمراہ جانا

آخر کار سلطنت کو روانہ ہونے کا دن بخومیوں نے قرار دیا۔ آفتاب نکلنے سے نصف گھنٹہ کے بعد شاہ محل سے روانہ ہوئے ۲۱۔ ربیع الاول تھی منہ اٹھا کر جو چلے تو کہیں نہ را بھی انجام کو سہارا دے کر نہ ٹھکے جب تک سلطنت کے محل میں پہنچ گئے۔ یہ شہر کنارا کرج واقع ہو اور طہران سے تو فرنگ کے فاصلے پر ہو مختلف حصص فوج مع ان پلٹون کے جو سلطنت میں جمع ہوئی تھیں انکو حکم ہوا تھا کہ وقت مقررہ پر سب ہاں تیار ملین۔ شاہ کے ساتھ باڈی گارڈ۔ اونٹوں کا توپخانہ۔ اور ایک بڑا مضبوط دستہ سواروں کا تھا۔ دربار کے اعلیٰ اعلیٰ عہددار مع وزراء سلطنت اور وہ افسر جو بیک فائر میں ملازم تھے شاہ ہی کے ساتھ سب سفر اختیار کر لیا تھا۔ ہر طرح سے شہر بالکل سنان ہو گیا تھا کیونکہ ایک ہی دہنیں اسکی تہ آبادی کم ہو گئی۔ ہر چیز اور ہر ایک شخص چلتا ہی ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پر ویسی اگر کوئی ایسے وقت میں دیکھے گا تو اسے یہ خیال آئے گا کہ باشندے شہر چھوڑ کر سب جلدیے جیسے کہ شہر کی لکھیاں ایک جگہ سے چھٹا اٹھا کے دوسری جگہ چلی جاتی ہیں اور وہاں اپنا قیام کرتی ہیں اسی طرح سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ طہران میں نے شہر کو اٹھایا اور اب وہ کہیں اور جا کے بس گئے ہیں۔ خچروں اور اونٹوں کا تانتا جنہر بسترے۔ عسائیے۔

بادر چنانے کے برتن رٹویرے۔ کوڑو نکاسا مان اور ہر قسم کی چیز بطلدی ہوئی تھیں۔
اور جولے پھندے راستہ پر چلتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ خاک کثرت سے اڑ رہی تھی۔
اور اسوقت اُنکے رہنما برابر اپنی آوازوں کو اپنے جانوروں کی گھنٹیوں کی آوازوں سے ملاتے
جاتے تھے جو انکی گردنوں میں پڑی ہوئی بجتی جاتی تھیں۔

روانگی کی فخر کو میں بسین پھاٹک میں مقیم تھا تاکہ اسکا انتظام کروں کہ کوئی چیز شاہ کی
راہ میں مانع نہ آئے۔ تمام شہر کے سقوں نے سڑکوں پر چھپر کا ڈکر دیا اور جہانتک ممکن
ہوا تھا وہ تدبیر اور دور اندیشانہ کام عمل میں آئے تھے جن سے شاہ کی رحم مزاجی اور
رعیت کے حال پر نیکی تھی خصوصاً بڑھیا عورت کو بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ شاہ کے آگے
سڑک پر دکھائی دے شاہ کی اسپر نظر پڑ جائے اور پھر وہ نظر بُری ہو۔ یعنی شاہ کے دل کو
بھا جائے پھر دقت آکے واقع ہو۔

اسوقت مجھ میں دلیری اور جرارت ایسی ہو گئی تھی کہ میں آؤ میو لکو ادھر ادھر بٹھاتا
تھا اور اپنی عادت اور مزاج کا ذرا خیال نہ رہا تھا۔ مجھے اچھی طرح سے اپنی وہ حالت یاد تھی
کہ جب میں عوام الناس میں سے تھا اور میں سخت نفرت کی نگاہ سے دفتر کے ہر ایک شخص کو
دیکھتا تھا۔ لیکن اب میں نے اپنی لکڑی اس آزادی اور دلچسپی سے
استعمال کرنی شروع کی کہ نہ لوگوں کا سرد دیکھتا تھا اور نہ پیٹھ دیکھتا تھا سڑا سڑا جوڑانی
شروع کی تو ایک تھلکہ پیچ گیا اور میرے بھائی جلا دھبی چلے اور تعجب ہوئے کہ حاجی انہیں
ایک عفریت مسکے مانند ہی مجھے یہ تردد تھا کہ کسی طرح سے میری جرارت اور دلیری کی
دھاک بندھ جائیگی اور اس سے مجھے یہ امید تھی کہ جب میری دھاک بندھ جائیگی تو میں
اس سحر اور اعلیٰ عہدے پر ترقی کر جاؤنگا۔

غرض جلوں ب آگے بڑھنا شروع ہو گیا۔ تو بچانہ شہر پہلے سے آگے چلا گیا تھا کہ شاہ
کے پہونچنے سے پہلے وہ سلطنت پہونچ جائے اور جب شاہ سلطنت پہونچیں تو وہ دنا دن

سلامی اُتارے۔ اب معلوم ہوا کہ شاہ طہران سے روانہ ہوئے کیونکہ توپوں کی گرد گڑا ہوا تھا۔ تمام شہر میں یہ روشن کر دیا تھا۔ جلادوں کا سوار ایک جنگی خرش صورت گھوڑے پر سوار ہوا اور شاہراہ ہونہیں اسنے گھوڑے کو ڈپایا۔ اور بہت سے سوار آگے پیچھے دوڑتے ہوئے معلوم ہوئے تھے یہ سارا جھگڑا ایسے تھا کہ سڑکوں کو شاہی جلوے کے لیے صاف کرین۔ اول فٹنٹ اسنے انکے بعد سوار جو اہرات اور شال اور سونے وغیرہ سے لدے پھندے تھے انکے بعد دوڑتے ہوئے پیادے۔ پھر شاہ۔ شاہ عالیجاہ کے بعد شہزادے۔ انکے پیچھے دربار اور ان کے بعد کثرت سے سواروں کا رسالہ جاتا تھا۔

جب یہ بیان کیا گیا کہ اسوقت شاہ کے ہمراہ تمام دربار کے لوگ تھے اور جب انکا ٹوٹل دیکھو کہ جنہیں۔ مرزا۔ ملازمین۔ قلیان بردار۔ بادچی۔ انکے خدمتکار جو ظروف وغیرہ کو صاف کرتے ہیں۔ قرائش۔ دوڑتے ہوئے پیدل۔ چرویدار۔ سوار۔ اونٹ اور خچر اچکانے والے اور دس ہزار اور لوگ جو کیمپ کی ہمراہی میں قدمزن تھے جو وقت کہ میں کہیں دروازے پر کھڑا ہوا تھا اور یہ غل دشور کرتا ہوا مجمع میرے آگے سے نکلتا تھا تو ہر شخص اسکا اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کتنا ہوگا جب شاہ عالیجاہ قریب آئے جنگی لمبی داڑھی چھاتی پر قلابا زبان کھاتی ہوئی ادھر ادھر اڑتی تھی اور انکی صورت سے دہشت اور خود سری اور جلال شاہی جلوہ دے رہا تھا میں نے بھی نہایت ہی ادب سے اور جھجک کے سلام کیا اور اپنی گردن کو بغیر جھکائے نہ رہ سکا اگر میں ذرا بھی گردن جھکانے اور قاصدے کے موافق آداب بجالانے میں کوتاہی کرتا تو کا ندھوں کے بیچ میں سے میرا سر نثار ہو جاتا۔

اس تمام جلوے نے شہر کے دروازے کو صاف کر دیا۔ میں نے گارد کے ساتھ جو دھن قیام کیے ہوئے تھا حقہ پینے پلانے میں دیر لگا دی اسوقت دیر دینی عورتیں کیمپ کے ساتھ چلنے کی اجازت ملی تھی نمودار ہونے انھوں نے پھر زینب کی یاد کو

تازہ کر دیا۔ میں نے بہت دلسوزی اور فوس سے اسکی مصیبتناک حالت پر رنج کیا اور اسکی آئندہ قسمت پر خون کے نسو بہائے کہ دیکھیے اب اسکی کیا حالت ہوگی۔ پیاری زینب رحبا کہ مجھے اپنے روانہ ہونے سے ایک دن پہلے نور جہان سے معلوم ہوا تھا اُس گھر میں بھیجی گئی جو ایک چھوٹا موسم گرا کا مکان ہو اور جہاں تعلق شاہ کجکلاہ سے ہو اور یہ چھوٹا مکان ان پہاڑوں پر ہو جو طہران کے ارد گرد کے واقع ہوے ہیں جہاں یہ مظلوم لڑکی کانے اور بچے کی تعلیم پائیگی۔ شاہ نے حکم دیدیا تھا کہ جب ہم فصل خریف میں واپس آئیں اسوقت تک زینب فن موسیقی میں کمال پیدا کر لے اسوقت گویا زینب کے شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بھاگ کھیلنے کے جب میں سوار ہوا چاہتا تھا تو اس مقام کو نہیں دیکھ سکا جہاں باری مقید کی گئی تھی اور میں نے چاہا تھا کہ اسکا کچھ نشان میں دامن پہاڑ میں اتار کر رکھوں شاید کوئی موقع ایسا آئے واقع ہو کہ میں اپنا فرض اور کام چھوڑ چھڑا کر اُسکے ہاں جا کے صبر نہ جھلک ہی دیکھ سکوں۔ مگر محلو بھر حکم ہوا کہ شاہ کے سلطنت اترنے سے پہلے میں وہاں کا انتظام جا کے کروں۔

دن کا سفر اور میرا ملازمت کا وقت ختم ہو گیا۔ میں جلاوون کے بڑے سردار کی قیادت میں کی طرف گیا جہاں میں نے اپنے لیے ایک چھوٹا سا ڈیرہ استادہ دیکھا۔ انہیں پانچ اور میرے ہی محکمہ کے لوگ تھے جو زمانہ سفر میں میرے ہی ہمراہ رہنے کے میں انسے شہر ہی میں واقف ہو گیا تھا اور وہیں میرے رکنے بخوبی شناسائی ہو گئی تھی۔ اب ہم باہم ایسے تنگ مقام میں جمع ہوے جو چھ گز طول سے زائد ہرگز نہ ہوگا۔ اور چار گز عرض سے بڑھتی نہ ہوگا۔ عرض ہر طرح سے ہم ایک دوسرے پر بڑے۔

چونکہ میں نو جوان اور کچھ تھا تو اس تنگی اور ایسی سختی پر کچھ بھڑکنا چاہتا تھا لیکن میں نے اپنے کو بندھا لا اور دل میں خیال کیا کہ اسوقت چاہے جیسی بے آرامی ہو جب بھی سنسک ہو نا چاہیے۔ اگر اسوقت تکلیف ہوتی ہو آئندہ بڑے بڑے منافع حاصل ہونگے

اور میں بہت کچھ ترقی حاصل کر جاؤنگا۔

افسر جلاوطن کے نائب کے ضمن میں یہاں نائب لفٹ بھی موجود تھا۔ یہ ایک شخص میرا دلی رفیق تھا اور آخر الامر صرف اسکے ذریعہ سے میں نے بڑی بڑی قوموں میں شہرت پائی اسکا نام شیر علی تھا۔ اور اسکو درجہ بیگ عطا ہوا تھا۔ خاص باشندہ شیراز تھا وہیں اسکی پیدائش ہوئی تھی۔ اگرچہ فارس کے دو قریب شہروں کے باشندوں میں کسی طرح بھی بنا دوستی قائم نہیں ہوتی لیکن میرا وہ گارڈ تھا دوست بن گیا اور ہم دونوں شیر و شکر ہو گئے ایک دن گرمی میں جب میں بہت پیاسا تھا اسنے مجھے تربوز کا شربت پلایا۔ میں نے دوسرے موقع پر اسکا حقہ اسکے لیے بھر دیا۔

ایک دن میں جلاوطن زیادہ کھا گیا اسنے اپنے قلم ارش سے میری نصیحت کھولی اور میں نے اسکے عوض میں اسکے گھوڑے کا درد قو لےج تاکو کا پانی پلا کر کھو دیا۔ غرض یوں ہی دو بار ہوئی رہی میں اسکا ایک کام کر دوں تو وہ یہ چاہتا تھا کہ میرے ڈوکام کر دے۔ اسطرح سے ہم دونوں میں خوب ہی گاڑھی دوستی ہو گئی۔ یہ مجھ سے عمر میں تین برس بڑا تھا لانا باڈ۔ خوبصورت۔ چوڑے بازو۔ تنگ کمر۔ مناسب اڑھی جو صرف اسکی ٹھوڑی کو چھپائے ہوئے تھی۔ نہایت ہی خوبصورتی سے بل کھائی ہوئی زلفیں اسکے دونوں کاندر چھو پیر پڑی ہوئیں۔ جیسے کہ انگوڑی بلیں باغ کی دیواروں پر پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ غرض یہ بہت صفت موصوف تھا کوئی بات اعتدال سے زیادہ تجاوز نہ کیے ہوئے تھی۔

چونکہ اسنے اس عہدے پر ایک زمانہ مدید گذر گیا تھا اسلئے یہ اس عہدے کو تمام قریب وغیرہ سے بخوبی آشنا تھا۔ کیونکہ جب ہمارے اس معاملے میں گفتگو ہونے لگی ایک بہت ہی تعجب انگیز امر تھا کہ اسنے کس قدر تجربہ اور کتنی وسیع اپنی مشق میرے ذہن میں نشیں کی اور جگو کتنی دوزخ خیال باتوں سے آگاہ کیا۔

وہ کہنے لگا۔ تم اسکو ہرگز خیال نہ کرنا جو تنخواہ شاہ اپنے ملازمین کو دیتا ہو اسی کو

اسکے خدام دیکھیں اور ان پر قناعت رکھیں۔ نہیں کبھی نہیں۔ صرف اُنکے عہدوں کی حیثیت ہی پر باجبر اور تعدادی دست درازی کرنا منحصر ہے یعنی جس قدر و منزلت کا عہدہ ہو اسی قدر وہ باجبر رعایا سے لے سکتے ہیں اسکے علاوہ اور زیادہ منافع اٹھانا یہ انکی امانی اور عقل پر منحصر ہے۔ اچھا امتحان آپ ہمارے سردار ہی کو لیجئے۔ اسکو شاہ کے ہاں سے ایک ناز تمنا مانہ ملتے ہیں اور جو باقاعدہ یا ببقاعدگی سے اُسکو ادا ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ انے بائخ اور چھ درجہ زیادہ خرچ کر ڈالتا ہے اچھا وہ اسے کیونکر حاصل ہوتا ہے اور بقدر زر نقد اسے کیونکر ہاتھ لگتا ہے۔ بس انھیں لوگوں سے اٹھتا ہے جو اُسکے ہتھے پر چڑھ جاتے ہیں۔ ایک خان معتب ہوا۔ اور قہر شاہی اسپر نازل ہوا اسپر مار بھی پڑتی ہے اور اسپر جبرانہ بھی ہوتا ہے۔ تو ہی ہمارا سردار سپر پڑا اور تاوان ڈالتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ بس جہان داین ہاتھ سے کچھ بھینٹ چڑھا دیا اور سب تکلیفیں اسپر کم ہو گئیں۔ فرض کیجئے کہ ایک سرکش کی آنکھیں نکلوانی ہیں اب یہ صرف اسکی ہنر کی زیادتی کی اُس رقم پر جو جو خبر سے ملتی ہے۔ کہ آیا یہ ہنر یعنی اسکی آنکھیں کٹا اور چھڑی سے دھیانہ طریقے پر نکالی جائیں یا قلمتر اس سے بہت آسانی سے نکال لی جائیں جب یہ شخص فوج کا افسر بنے کسی اہم پر بھیجا جاتا ہے تو جہان جہان یہ جاتا ہے شہروں اور گاؤں سے اُسے نذرانے بھیجے جاتے ہیں اور یہ صرف اسلیئے ہوتے ہیں کہ تم اپنی فوج کو روکنا کہ ہمیں نہ ستائے اور ہمارے مال و متاع پر دست درازی نہ کرے جب قدر اسکے پاس روپیہ پہنچتا ہے یہ اُسی قدر رعایت کرتا ہے۔ اور علاوہ ان نذرانوں کے جو غریب سے لیتا ہے سالانہ دزرا بھی اسے بخشش دیا کرتے ہیں کہ شاہ کبھی ناہربان ہو تو وقت ہمارے ساتھ رعایت ہوگی اور ہم ویسا جو رو تعدادی روانہ رکھا جائیگا غرض جہان لکڑی کو جنبش کی جاتی ہے اور جہان ہنر دینے کا موقع آتا ہے تو یہ ہمارا سردار خوب خوب دولت سمیٹتا ہے۔ اور پھر درجہ بدرجہ ہماری باری آتی ہے۔ اور پھر ہم اٹھتے ہیں جہان تک ہمارا بس چلتا ہے۔

جن زمانہ میں کہ میں نائب تھا اور مجھے ایک مجرم کے مارنے کے لیے بلایا جاتا تھا اور میری پہلے ہی سے تھیلی گرم ہو جاتی تھی تو میں بجائے اسکے کہ اسکے پیرون پر لکڑیاں ماروں اسکے اس لکڑی کے تختہ پر مارتا تھا کہ جب وہ لٹایا جاتا تھا۔ یہ سال گزشتہ کا ذکر ہے کہ اسٹیٹ کے پرنسپل سکریٹری کے اوپر شاہ کا عتاب نازل ہوا۔ اور حکم دیا گیا کہ اس پر لکڑی کی مار پڑے بغیر کسی فرقہ درجہ کے اسکے لیے ایک جھوٹی سی رسی بچھانی لگئی اور اسکو سپر لٹایا گیا۔ میں اور ایک دوسرا شخص مارنے والا قرار دیا گیا دو آدمیوں نے فیلک کو کپڑا جب پہنے اسکا شال اور اس کے سر کی ٹوٹی اتاری اور اسکی بیٹی اور آد کوٹ کو علیحدہ کیا جو قاتلوں ہمارا ہو چکا تھا۔ تو اس نے ہمارے کان میں کہا جو بڑا تین سیکین اسلیے کہ یہ تمام باتیں شاہ ہی کے حضور میں ہوتی ہیں۔ ان ماؤں کی قسم جنھوں نے تمھیں جنا ہے۔ مجکو زیادہ نہ مارنا۔ اسکے پیر منھ لگے تھے۔ اور اسکو چادر پر چیت لٹا دیا گیا تھا۔ جب یہ سامان ہو چکا تو پہنے کا شروع کیا پہنے صرف اپنی جانوں کے خطرہ سے اسکو بھر پور مارا یہاں تک کہ وہ داویلا مچا ڈنگا اور اب اسنے ہمسے کچھ دینے کی درخواست کی کہ اگر ہمارے دو گے تو یہ پیش کر دینگا جب میں رفتہ رفتہ مارتھائی اور ہم بجائے اسکے پیرون کے فیلک پر مارنے لگے۔ دونوں جانب سے عقل مند رہتا دیکھا جاتا تھا کیونکہ یہ بھی تو خوف تھا کہ کہیں شاہ ہماری اس گٹ پٹ کو نہ تار بجائے سطر لقیے سے یہ زور زور سے رو رہا تھا۔ آہ آہ آہ آہ۔ خدا کیلئے مار کم کر دو۔ پیغمبر کی روح کی تتم بارہ تمن دوں گا۔

تمھیں تمھاری باپ اور ماؤں کا واسطہ بند رہن دوں گا۔ مجھے شاہ کے سر کی قسم میں تمن دوں گا۔ بھی تمام امانوں کی سوگند اور تمام پیغمبر کی قسم تیس چالیس پچاس ساٹھ سو ہزار تک دوں گا۔ میری مارتھائی۔ جب مارتھائی ہو چکی تھی یہ علم میں فوراً ہی ہو جاتا ہے کہ جس قدر پہلے مار کھانے کی حالت میں اسکی فیاضی اور دیادگی کو ترقی ہوئی تھی اسی قدر اب گھٹنے لگی ہے لیکن پھر بھی جو کچھ اسنے ہمسے پہلے دینے کے لیے کہا تھا اسقدر تو ضرور ہی دیتا ہے اور اگر نہ دے تو

وہ یہ بھی تو جانتا ہو کہ ابکی اگر باری آہنگی تو یہ اُدھیر ہی ڈالینگے اور سخت مار دینگے۔
اس ڈر کے مارے دیتا ہوں۔

شیر علی نے مجھے اس قسم کی باتیں کر کے تمام اونچ نیچ سے آگاہ کیا اب مجھے یہ سننے ہی
دہن لگی کہ کسی طرح سے کوڑے بازی کروں اور مال بیٹھوں۔ اب تو مجھے خواب بھی اسی کا
دکھائی دینے لگا۔

میں نے اپنا یہ معمول باندھ دیا کہ ہاتھ میں لکڑی لی اور اُس چیز پر جو بانو نکلی تھی وہی مشتق
کرنے لگا۔ اور میں میں ایسا شاق ہو گیا کہ اگر مجھے کبھی حکم ہو اور کسی کے مارنے کا موقع پڑے
تو وہ بانو نکلی نکلی کو علی و علیہ لکڑی سے مار سکوں میری سرفشت میں ہر جہی ہرگز نہ تھی جسکو
میں بخوبی جانتا تھا نہ میں ایسا تلوار و ریل تھا جسکا بھی مجھے بخوبی علم تھا اسلئے میں خود متعجب
تھا کہ میں یکایک ایسا شیر بے پر کیونکر ہو گیا۔ اصل یہ ہے کہ یہ صحت بہت تعلق رکھتا ہے
دوسرے کے ہر حمانہ کاموں اور سختیوں نے مجھے بھی سخت دل بنا دیا۔ اور اب جو میری
بود باش تھی وہ ایسی سخت اور ہر جہی کی جگہ تھی کہ الغلطی نہ ہو۔ سوائے اسکے اور کچھ سننے
میں نہیں آتا تھا۔ ناکوں کا کٹنا۔ کانوں کا کترنا۔ آنکھوں کا کٹنا۔ اوکھلی میں سر کا کچلا کرنا
دوا دیوں کو اور نیچے پلٹ کے تیار کرنا۔ تنور میں جلانا۔ غرض اسی قسم کی باتوں میں میں
ایسا شاق ہو گیا کہ اگر موقع ہو تو اپنے باپ کو سولی دیدوں اور اُن نہ کروں۔

آٹھواں باب

حاجی بابا کا اپنے کام میں مشغول ہونے کے اِرا نون کی دُرُ اِمن سلطنت کا

نمونہ بتلانا

شاہ آہستہ آہستہ سلطانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آخر چودہ دن کے بعد جب ایک نیک
ساعت آپ کے وہاں پہنچنے کی قرار دی گئی تھی تو وہ اپنی ٹھیک اسی ساعت کو موسم گرما
کے محلات میں پہنچے جو کچھ دن پہلے سے ان کے لیے آراستہ ہو گئے تھے۔ یہ محل

پہاڑیوں پر قائم ہیں اور انکی دوری پر لانے شہر سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ یہاں سے پورا پورا نظارہ میدانوں کا دکھائی دیتا ہے۔ جو میدان اس وقت سفید سفید ڈیرے خیموں سے بٹے پڑے ہوئے تھے۔ جس وقت کہ اپنے عہدے کے خیال کا دھواں میری چھاتی میں اٹھتا تھا تو یہ ایک نمایاں نظارہ تھا کہ میں اپنے اس حال کی حالت کو اور اس کجخت اور مصیبتناک حالت کو جب میں ترکمانوں کی قید میں تھا مقابلہ کرتا تھا تو صرف مجھے یہ فرق معلوم ہوتا تھا کہ جب میں خود بیٹھے والا تھا اور اب میں مارنے والا ہوں۔ صرف اس تعلیم سے جو کچھ تھوڑی بہت اصفہان میں میرے پرانے استاد ملاجی نے کی تھی مجھے یاد تھی اور اس سے اللہ کی عنایت سے اب تک شہر یون کی لغنی اپنے جموطنوں کی رعایت بہت کرتا تھا اور اُن سے مجھے ہمدردی بھی تھی۔

جب شیر علی میرے پاس آیا اور اُس نے مفصلہ ذیل کیفیت مجھ سے کہی تو بہت دشواری میں نے یہ فکر و غوض کیا۔ وہ مجھے بولا۔ ہماری قیمت اس وقت بلندی پر پہنچاؤ تم میری ساتھ آؤ انشا اللہ ہم دیکھو کیا کارگزاری کرتے ہیں۔ بھینس ہاں تاکہ وہاں چاہیے کہ شاہ کے کعب کیلئے ارد گرد کے گائوں سے پوری پوری خوراک مہیا ہو گئی ہو مگر یہ معلوم ہوا کہ کدج سوار کے گائوں نے ہنا حصہ نہیں ادا کیا ہے۔ اور ہر گائوں اس جگہ اور ہمارے کے بیچ میں واقع ہے اور اسے بہانہ یہ کیا ہے کہ ایک شہزادہ مع اپنی جلو کے شکار کے بہانہ سے چند روز سے یہاں ٹھہرا ہوا ہے اور وہ لوگوں کو اندر باہر سے صاف کئے دیتا ہے۔ تو اب مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ہاں جاؤں اور اسکا بخوبی سرانجام کروں۔ اور میں مع اور گائوں کے بزرگواروں کے کد خدا (سردار گائوں) کو اپنے سردار کے آگے لے آؤں۔ چونکہ تم میرے دوست ہو اسلئے میں نے جانتے لے لی ہو کہ میں بھینس اپنے ساتھ وہاں لیجاؤں گو اور ہمارے محکمہ کے عہدہ دار شکایت کرتے ہیں کہ ہماری باری ٹوٹ گئی اور ہمیں ساتھ نہ لیا۔ اب تم مغرب کی تازہ پڑھتے ہی جلدی تیار ہو جاؤ تاکہ ہم بہت جلدی روانہ ہو جائیں اور وہاں فجر ہوتے ہوتے جا پہنچیں۔

مین یہ سُنکے بھولا نہ سما یا کہ اتنی جلدی مین ایک کام کے سر ہوا۔ گو مین شیر علی کی طرح کام کرنا اور موقع سے عمل کرنا نہیں جانتا تھا لیکن بھر عقل آزمائی کے لیے اور خنک تنگناؤ فرست کے دوڑانے کیلئے بہت بڑا کھلا ہوا میدان بڑا ہوا تھا مین نے کہا کہ ہمارا ستارہ بڑا ہوگا اگر اس ملک شہزادے نے ہمارے لیے خوشہ چینی کرنے کو کچھ نہ جھوٹا میری دل میں ایک شاعر کا یہ شعر آیا کہ۔

”اگر ایک ظالم نے ڈار ہی جڑ سے پکڑ کر اکھڑی ہو تو کچھ خوف کی بات نہیں ہو کہ وہ ٹھوڑی سلامت ہو جہاں سو وہ اکھڑی ہو پھر بھی اُگ سکتی ہو۔ مگر واسے اس خیر پڑے پر جو جڑ سے اکھڑ لیا گیا۔“

یہ خیال کرتا ہوا مین اپنے گھوڑے کو کسے کیلئے گیا جو اور افسردہ کے گھوڑوں کے ساتھ دیرے کے پاس چر رہا تھا۔ اور مین نے اسے سفر کے لئے تیار کیا۔ اسکے گلے اور پیونگی رسی اکھولی اور اس کی طرف مخاطب ہو کے یہ کہا۔ جانور۔ تم شوق سے چلے لاتا رہا اور چاہے مجھے اٹھا کر بھینک دیا سیلے کہ تم ان کاموں کے کر تیکے لیے آزاد ہو۔ اور اسکے علاوہ جو کچھ تھے نقصان ہو نہ بچایا جائے ہو نہ بچاؤ۔

شیر علی اور مین نے آفتاب کے غروب ہونے پر اپنا کیمپ چھوڑا۔ ہمارے ساتھ ایک نوٹرا ہوا جولدے ہوئے خجری چوٹی پر بیٹھا ہوا اسکو ہنکا رہا تھا۔ اس خجری پر ہمارے بسٹر چادرے گھوڑوں کی اکاڑی بچھاڑی وغیرہ دی ہوئی تھیں۔ جب سے کہ مین سپاہی ہو گیا تھا مین نے اپنے نام کے ساتھ بیگ کا خطاب اور بھی ملا لیا تھا۔ تاکہ میری اس نام ساتھ پوری پوری شہرت ہو جائے مین نے اپنے گھوڑے کے واسطے ایک چاندی کی زنجیر اسکی پیشانی پر لٹکانے کے لیے اپنے کسی دوست سے مستعار لے لی۔ اور ایک خوبصورت چاندی کے دستہ کا پستول اپنی کمر میں رکھنے کیلئے اُسی سے ایتھا جس رفیق سے مین نے یہ دونوں چیزیں لین اُس سے مین نے اقرار کر لیا کہ اُسکے لیے کچھ سوغات گرمی کی

فصل کی دہان سے ضرور لاؤنگا۔
 ساری رات ہنسنے سفر کیا۔ کل دو گھنٹے ایک گاؤں میں جو سڑک ہی پر واقع تھا آرام کیا
 اور ٹھیک صبح ہوتے ہی ہم کوچ سوار میں اس وقت پہنچے کہ جب عورتیں اپنے اپنے گھروں
 صطبل سے نکال رہی تھیں۔ اور آدمی اپنے حقے بیٹھے ہوئے بی رہے تھے یہ معلوم ہوتا تھا
 کہ وہ اب کھیت پر کام کرنے کیلئے جائینگے۔ جون ہی ہم گاؤں میں گھسنے لگے تو یہ ایک ہی
 امر تھا کہ دہان غل غبارہ مچے۔ ایک منہ بچ گیا۔ عورتیں تو خاموش ہوئیں اور انہوں نے
 فوراً اپنے چہرے آنچلوں سے ڈھانک لیے۔ اور آدمی اپنی جگہوں سے بیٹھے بیٹھے کھڑے ہوئے
 اب میں چاہتا ہوں کہ میری سرگذشت کا ناظر اس ہدیت اور شکل کو دیکھے جو شیر علی نے
 دہان پہنچنے کے بنائی، اور اپنی کیسی ہوا باندھی ہو۔ اس نے اپنے کو محکمہ جلاد کی جگہ سے
 اعلیٰ افسر قرار دیا اور ذرا ایک حکومت اور درستی کی آواز میں لوگوں سے گاؤں کے سڑار
 کا پتہ پوچھا کہ وہ کون بشر ہو اور کمان رہتا ہو۔ ایک سیدھا سادہ آدمی جس کی بھوری
 دائرہ سی۔ عاجزانہ صورت تھی۔ اور بہت ہی زدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا آگے آگے ہوا
 اور کما آغا سلام علیکم۔ میں ہوں تمہارا نوکر جسکو تم تلاش کرتے ہو۔ خدا کرے تمہارا قدیم
 یہاں آنے مبارک ہوں اور تمہارا سائیہ عاطفت کبھی کم نہ ہو۔ اور پھر بسم اللہ کہ کے اُسے
 ہمارے گھوڑے کو تھام لیا ہم نیچے اتر آئے اور ہمارا اترنا بھی نوابی اور امیرانہ ہوا ایک شخص نے
 گھوڑے کے سر پر ہاتھ رکھا ایک نے رکاب پر بڑی ایک نے بغلوں میں سہارا دیا یوں ہم
 گھوڑوں کی بیٹھون پر سے اترے۔ ایک چھوٹی سی چادر کد خدا کے دروازے پر بھی۔
 اس پر گاؤں کے تمام مرد بیٹھے اور ہمیں اندر کے رخ ایک کمرے میں نشست کی۔ کد خدا نے
 خود اپنے ہاتھوں سے ہمارے بوٹ اُتارے اور ہی طرح کی ہماری اُسے خدمت کی جو وہ
 ہر مانگی جو اُنکے ہاں جاتا ہو کرتے ہیں جب شیر علی کی یہ عزت ہوئی اور اُنکی نگاہوں میں
 اسکی سردارانہ توقیر بھی تو شیر علی نے دو چار بقیے اپنے حقہ میں سے اڑا کر بڑی ہی تاکید

اسکا مجھے جواب دو۔ اگر تھے ہو سکے تو اپنا چہرہ سفید رکھو۔
 کہ خدا۔ ہاں اپنی آنکھوں کی قسم جو کچھ میں نے پہلے کہا ہے وہی اب کہو نگا۔ جہنم لوگ
 کہ یہاں موجود ہیں (لے پے گاؤن والوں کی طرت اشارہ کر کے) جانتے ہیں کہ جو کچھ میں کہتا
 سب سچ ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو میری آنکھیں نکلوا لیں۔ حضور والا آپ اللہ کی عین
 انسان ہیں۔ عقلمند ہیں روشن ذماغ اور نظر باز ہیں آپ مسلمان بھی ہیں۔ اور آپ خدا سے
 ڈرتے بھی ہیں میں سوائے سچ کے اور کچھ بھی نہیں کہو نگا جو کچھ واقع ہوا وہی ظاہر کرونگا۔
 نہ اس سے کم ہو گا نہ زیادہ۔ اور پھر آپ ہی پر اسکا فیصلہ کرنے کے لیے چھوڑ دوں گا۔
 شیر علی بہت اچھا بہت اچھا کہو۔ میں شاہی ملازم ہوں جو کچھ شاہ فیصلہ کرے گا وہی
 ہو گا میں کیا کر سکتا ہوں۔

کہ خدا آپ ہی حضور مالک ہیں۔ لیکن بعد لجا جت یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ میری
التماس کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

تین مہینے کا عرصہ گزرا کہ جب قریب ایک گز کے گیہون اُگ آئے تھے اور بھڑونکے بچے تمام ملک میں میاں پھرتے تھے کہ اتنے میں شہزادہ خراب قلی مرزا کے ملازم نے مجھے آکے یہ اطلاع دی کہ کل میرا آقا اس کا تو نہیں آکے مقیم ہو گا تاکہ محیط اضلاع میں شکار کھیلے۔ اور وہ ہرنوں۔ جنگلی گدھوں۔ تیتروں۔ بھڑوں۔ جنگلی مرغوں کا شکار کھیلے گا۔ تو اسے حکم دیا ہوا کہ میرے اوپر میرے جلد کے لوگوں کے لیے عمدہ اور نفیس قیامگا بن تیار ہوں۔

اور ہر قسم کا رسد کا سامان بھی مہیا ہو۔ جون ہی یہ خبر لگی تمام کانوں میں ایک خوف
 چھا گیا تھے یہ دیکھ کے کہ ہم شہزادی کے ملازمین کے ساتھ کچھ نہ کر سکیں گے یہ ارادہ کیا کہ اپنے گھر
 چھوڑ چھوڑ کر ہم بہاڑ دن پر مقیم ہوں اور جب یہ روز بلاخیر منقضی ہو جائے پھر اپنی اپنی
 جگہوں پر چلے آئیں کیونکہ جب وہ آئیں گے اور کچھ سامان دیکھے گا تو ہمیں تباہ کر دیکھا کاش
 اگر اس وقت آپ ان غریب زمینداروں کی حالت دیکھتے کہ جس وقت یہ اپنی سب چیزیں
 مجبوراً چھوڑ کر بھاگے تھے تو آپ کا پتا پانی ہو کر رہ جاتا اور آپ کا دل رحم سے پھل جاتا۔
 شیر علی۔ اس کا مطلب کیا ہو۔ شاہ کا تو تمام کانوں میں ان کو ڈالا۔ اگر شاہ یہ سن لے تو
 کوٹھنیں ڈلو کر ملو ادیگا اور نجسے رحم کے خواہاں ہو۔

بوڑھا کانوں والا بولا۔ برے خدا رحم بھی کوئی چیز ہو آپ میری رام کہانی کی آخر کیفیت
 سنیے اور مجھ پر ترس کھائیے۔ رات ہوتے ہی ہم نے اپنی موٹیوں کو نکالا اور جتنی چیزیں ہم
 لیجائی گئیں تھیں انہیں جانور دن کو بھڑوایا۔ اور ہم انھیں بہاڑوں کی طرف ہکا کر لے گئے
 جہاں ہم لگے تھے اور یہی گھائی میں ٹھہرے اسکے پاس ندی بھی بھری تھی کانوں میں
 صر جھڑھیا عورتیں اور بلیان رکھئیں۔

یہ سننے شیر علی نے میری طرف خطاب کر کے کہا۔ سنتے ہو حاجی یہ ہر قیمتی چیز اپنے ساتھ
 لے گئے اور برہنہ دیواروں کو اور بڑھیا مریض عورتوں کو شہزادی کیلئے چھوڑ دیا۔ اچھا
 رکھنا کی طرف خطاب کر کے) چلو اور آگے چلو کیا ہوا پھر۔

ہم وقتاً فوقتاً عورتوں کے پاس جا سوس خبر لینے کیلئے بھیجتے رہے تاکہ ہمیں کیفیت معلوم
 ہوتی رہے کہ شہزادے کے آنے پر کیا بتا پڑی۔ اور ہم اپنا کل سامان چٹانوں اور بہاڑوں کی
 گھاٹیوں میں لے گئے دو پہر کو یہ لوگ کانوں میں پہنچے جب انھیں معلوم ہوا کہ ہم بھاگ گئے
 تو ان کے غصہ کی آگ بھڑکی شہزادے کے نوکر گھر گھر بھرے اور ہر مکان کے دروازے کو زور زور سے
 کھٹکھٹایا جب انھوں نے بہت کھٹکھٹایا تو ایک بڑھیا عورت نے بڑی مشکل سے

اپنے بستر سے اٹھ کر ان سپاہیوں کو ایسا سختی سے دھتکارا کہ کوئی شخص اس سے مقابل نہوا۔ شہزادے نے اپنی خوراک اور رسد کا سامان پاس کے گائون سے منگالیا اور میری مکان میں اُسے آکے قیام کیا۔ جہاں وہ غلہ دیکھتے فوراً اُسے لے لیتے۔ اُنھوں نے پہلے تو میرا سارا گھر داری کا سامان لٹا لٹوئی جگہ چلے میں جلا دیا اور جب وہ بھی کافی نہ ہو سکا تو اُنھوں نے کواڑ اور کھڑکیاں غرض سب پھونک دیں کواڑ کو اڑتہ تمام شہر اور مکان کی کڑیاں بھی جلا دیں۔

نئے اہلکار ہوئے گیون میں اُنھوں نے اپنے گھوڑوں کو چرنے چھوڑ دیا۔ اور وہ خود بھی کاٹ کاٹ کر بہت کچھ اپنے ہمراہ لے گئے۔ غرض ہم بالکل تباہ اور برباد ہو گئے۔ نہ تو ہمارے پاس دپیہ ہر نہ مونی ہی نہ کپڑے ہیں۔ نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو رشتہ نہ کھانے کو کچھ خوراک رہی۔ اور سوائے اللہ کے اور آپ دونوں صاحبوں کے ہمارا اب کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

ترجمے کن آخر کہ عاجز م عاجز
نگاہ کن کہ چہ خون میکا غم از گرفتار

یہ سنتے ہی شیر علی بیگ نے اپنی جگہ سے اُچھل کر سخت وحشیانہ اور سختی کے طور پر اس بوڑھے آفت رسیدہ کی داڑھی کو پکڑ کے کہا۔ کیا ای بوڑھے شخص تجھے ان سفید بالوں پر بھی شرم نہیں آتی کہ تو یوں جھوٹ بول رہا ہو ابھی تو نے ایک لمحہ گدرا یہ کہا تھا کہ جو کچھ قیمتی اسباب تھا وہ سب ہم اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اب تو یہ کہتا ہو کہ ہم برباد ہو گئے یہ بھی بھی نہیں ہو سکتا۔ جتنے اتنا بڑا سفر کوئی تمھارے بچس کھانے کو نہیں کیا ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم ہار کیٹ میں اپنی داڑھیوں پر ہنسوانے کے لیے آئے ہیں۔ تو یہ تمھاری غلطی ہے تم نے شیر علی بیگ کو اب تک نہیں جانا ہے ہم وہ لوگ ہیں کہ جب سے ہیں تو ایک آنکھ ہماری کھلی رہتی ہے۔ اور ایک بند۔ کوئی لومڑی اپنے بل میں سے بغیر چار

علم کے نہیں شک جاسکتی اگر تم اپنے کو گریہ سمجھتے ہو تو ہم ملیوں کے باپ ہیں تمہاری
اڑھی بہت ہی بڑی ہونی چاہیے تم اپنے بڑے بڑے ملک دیکھو بہت کچھ تجربہ حاصل کرو
اُس کے بعد ہمیں فریب دو۔

کہ خدا - نہیں نہیں اللہ گواہ ہے پناہ بخرا کہ اگر میں نے ذرا بھی آپ کو دھوکا دینے کا
خیال بھی دل میں کیا ہو۔ میں چیز ہی کیا ہوں جو آپ کو دھوکا دہی کی دلیری کروں۔
ہم تو شاہ کی رعیت ہیں جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اُسی کا ہے۔ لیکن ہم بالکل عربان
کر دیے گئے۔ ہماری کھال تک اُتار لی گئی۔ آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔
ہمارے کھیتوں کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھیے۔ ہمارے گداموں کو معائنہ فرمائیے
نہ تو غلہ باہر ہی ہے۔ اور نہ ہماری کوٹھڑیوں میں ہے۔

شیر علی - بہت اچھا اس سے ہمیں مطلب نہیں کہ غلہ ہے یا نہیں ہے تمہاری کھال تک
اُتار لی گئی یا نہیں اُتار لی گئی اس سے تو کچھ غرض ہی نہیں ہم ایک بات کہتے ہیں اُسی
تم سُن لو زیادہ جھک جھک سے کچھ سر دکا نہیں ہے۔ شاہ کا حکم تو بجالانا پڑیگا خواہ رکتہ پیمان
کر دو اور خواہ زر نقد عطا کر دو جو تم یہ نہیں کر دگے تو تم اور سب یہاں کے مُند ہمارے
ہمارے سلطانہ جلو وہاں تم حکام کے آگے خود جوابدہی کر لینا۔

اسکے بعد کہ خدا اور بڑے بڑے کانوُن والوں میں کانابھوسی اور مشورہ ہونے لگا یہ
سب لوگ ایک کو نہ میں چلے گئے اور ہمیں ہمارے حق پیتے ہوئے نہما چھوڑ گئے اور
ان بیچارہ نہیں ایک خطرانی پھیل گئی۔

انکی کانفرنس اور مشورے کا یہ نتیجہ کھلا کہ اُنھوں نے اپنی وہ رام کہانی کافی تو چھوڑ دی
اور ایک بوڑھا شخص آیا اور مجھے ایک طرف اٹھا کے لے گیا۔ اور دوسرا ضعیف شخص یا
وہ شیر علی کو ایک کونہ میں لے گیا۔ سابق الذکر بوڑھے نے مجھ سے ملائیت اور دوستی کی
باتیں کرنی شروع کیں اور وہی معمولی طریقے سے میری مدح سرائی کرنے لگا اُس نے مجھے

کہا کہ آپ خدائی مخلوق میں مکمل ہیں پھر اُسے قسمیہ کہا کہ میں نے بہت کچھ اپنی چھاتی اور تمام گائون والوں کے دل میں آپ کی طرف سے محبت والفت کے شعلے بھڑکائے ہیں اور میں ہی ایک شخص ہوں کہ انکی تکالیف اُسے رفع کرنا چاہتا ہوں جب تک وہ یہ باتیں کرتا رہا میں مرد مردانہ اور ذرا بے پردائی کی صورت بنا کر کھڑا رہا اور اپنا پائپ پیتا رہا۔ لیکن جب وہ کچھ معاملے کی گفتگو میں آیا اور اُسے یہ گفتگو کی کہ ہم سبکی یہ صلاح ہوئی ہو کہ اس قدر آپ کو نذرانہ دین میری پوچھیے تو میں تو راضی ہو گیا اور مجھے اس لینے سے دلچسپی بھی ہوئی۔ اُس نے کہا کہ جو کچھ میں کرنا ہو اُسکا پہننے مشورہ کر لیا اور سب سے متفق رہا۔ بھی ہیں کہ شاہ کی خدمت میں رسد وغیرہ کا سامان بھیجنا یہ تو محض ناممکن ہو اور ہم بھی اسکو مہیا نہیں کر سکتے لیکن ہاں کچھ آپ سے درخواست کرتے ہیں اور آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے ہماری جان بچے۔

یہ سنکے میں نے جواب دیا کہ یہ سب صحیح ہو لیکن میں ہی تو صرف ایک شخص نہیں ہوں جبکہ آپ لوگوں نے خیال کیا۔ ہم یہاں صرف دو ہی ہیں لیکن یہ بھی تو یاد کرنا چاہیے کہ ہم اپنے سردار کو بھی تو کچھ منہ بھرائی دینگے جب وہ راضی ہوگا۔ اور جو وہ راضی ہوا تو تمھاری اتنی محنت و مشقت سب محض بیکار ہو جائیگی۔ اور میں تم سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم اسکی پھیلی جکبی کرتے ہو یعنی اسکی منہ بھرائی کرتے ہو تو روغن کو من سے تو لوہہ کہ منقال سے وزن کرو۔

کہ خدا نے جواب دیا۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب حاضر کر دینگے لیکن جو آپ نے اپنے افسر کے لیے فرمایا ہے تو یہ ایسا بھاری ہو کہ ہم سوائے اپنے بال بچوں کے اور کچھ بھی پیش نہیں کر سکتے ہی ہماری ملک اور رہ گئے ہیں۔

میں۔ دیکھو اے میری دوست میں تم سے کہتا ہوں۔ اگر تمھاری پاس دسپہ نقد ہو تو پھر اور شے پیش کرنی محض بیفائدہ ہو۔ روپیہ ہاتھ میں لے کے تو تم شاہ کا اُسکے پر سر

سے تاج خرید کر سکتے ہو۔ لیکن اسکے بغیر میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں فصل زرد کو ب دیکھنی پڑیگی۔

کہ خدا۔ فسوس۔ روپیہ۔ روپیہ حضور ہم کہاں سے لائیں۔ ہماری عورتوں کو جب ایک ٹکڑا اجاندی کا لچا تا ہوتا تو وہ اُس میں چھید کر لیتی ہیں اور اسکو اپنی گلے میں ڈال لیتی ہیں اور یہی انکا زیور ہے۔ اور اگر ہم بڑی شدید اور سخت محنت کے بعد اور اپنا خون پسنا ایک کر کے پچاس تن بھی جمع کر لیتے ہیں تو ہم اُنھیں زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اور پھر ہمیں وہ اسقدر خوشی اور شادمانی دیتی ہیں گویا ہمارے پاس کوہ نور ہے۔ اسکے بعد وہ بوڑھا میرے قریب آیا اور میرے کان میں اُس نے یہ کہا۔

آپ بہت اچھے اور خوبصورت عمدہ مسلمان ہیں کوئی گدھے نہیں ہیں۔ آپ نہیں خیال کر سکتے کہ ہم شیر کے منہ میں چلے جائینگے۔ آخر رحم بھی کوئی چیز ہے۔ (میرے دوست شیر علی کی طرف اشارہ کر کے) یہ کتنے پر راضی ہو جائینگے کیا میں نے پانچ تن کی درخواست کر دی اور ایک جوڑا شلواروں کا دوں۔

میں۔ میں اسکو کیا جانوں کہ اُس کا اطمینان کتنی رقم سے ہوگا۔ جو کچھ ہر وہ یہ ہے۔ تم خوب سمجھ لو کہ رحم اور شفقت تو اس میں ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ اچھا پانچ کے دس تن کر دو۔ اور ایک جوڑے شلوار کے ساتھ ایک کوٹ بھی دو تو اس حالت میں میں اُسے راضی کر لوں گا۔ بوڑھا۔ او ہو یہ تو بہت ہی زیادہ ہے اگر ہم اپنے تمام کاٹون کو دیکھیں تو وہ بھی اتنی قیمت نہیں رکھتا۔ آپ انکو پانچ تن اور ایک جوڑے شلوار ہی پر راضی کریں اور آپ کی خدمت میں میں جو نذرانہ پیش کروں گا وہ بھی کافی ہوگا۔ اور وہ آپکو متیر کرے گا۔

اُسپر ہمارا مشورہ ٹوٹ گیا اب مجھے یہ فکر ہوئی کہ میں اپنے دوست کی باتوں کو سنوں کہ اس سے بوڑھے نے کیا کہا اور میرا دوست بھی بے صبر تھا کہ وہ میری گفتگو کا علم حاصل کرے۔ جب پہنے ایک دوسرے سے ساری باتیں کہیں تو معلوم ہوا کہ دونوں بوڑھوں نے

ایک ہی رقم دینے کا مشورہ کر لیا تھا۔ غرض یہ کہ شیر علی نو بار بار ایسا انکار کیا کہ بغیر دس تین لے جوے مانا ہی نہیں۔

شیر علی بہت اچھا اتبوتم یہ کر رہے ہو جب تمہارے بڑے بڑے دوست تھیں کیفیت اسٹیکلی اور پھر تم پورا پورا داکر دو گے اور بہت دل کھول کے دو گے۔ اتبوتم چپ چاپ سو بیٹھے ہوئے ادھر ادھر دیکھ لو۔

قصہ مختصر یہ کہ پھر وہ لوگ مع کد خدا کے کچھ سبب آرد۔ ایک طرف شہر۔ کچھ تازہ نیلے لے کر آئے اور بہت ہی لجاجت کیا کہ آپ اسے قبول کر لیجئے۔ یہ ایک معمولی اور مدامی دعوت ہو جو مسلمانوں کو دیجاتی ہے۔ جب ہمارے آگے سب چیزیں بھیلانی گئیں تو کد خدا نے نرم اور آہستہ آواز میں لہندہ پھر دہی درخواست پانچ تین اور ایک جوڑی شلوار کی کئی اور اسنے اپنی مصیبت اور سختی کو اور اپنے کانٹوں کی دیرانی کو ان لفظوں میں بیان کیا کہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی سنت اور نرم دل نہ ہو جاتا۔ مگر شیر علی ہی کا دل ملائم نہ ہوا۔ اور یہی برسر رحم نہ آیا۔

ہم نے تمام میوہ جات اور کھانوں کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ہم نے متفق ہو کر کہا کہ ابھی ہمارے آگے سے سب اٹھائی جا ئیں۔

اس سے مظلوم اور آفت رسیدہ آدمیوں کی شکستہ دلی ہوئی آخر وہ اپنے خوالوں کو اپنے سروں پر اٹھا کے نہایت ہی سست اور غمگین قدموں سے واپس لے گئے۔

”وای بر ماؤ پر مظالم ما“

نصف گھنٹہ کے بعد وہ پھر وہی خوان لے کے آئے اور کد خدا نے عرض کیا کہ

دس تین اور کوٹ دیتا ہوں۔ اتبوتم دس سے قبول کر لیں اس پر ہم دونوں نے اسے خوب کھایا جب کھا چکے تو دس تین شیر علی نے تو اپنی گرہ میں گھڑ سے اور اپنا کوٹ اٹھا کے باندھ لیا۔ اب میں مجھ تکھے لگا کہ یہ میرے لیے کیا لاتے ہیں جس میں شہب ہونگا۔

کچھ بھی نہیں باوجودیکہ اس قدر شور و غلب دکھایا گیا تھا لیکن پھر بھی کد خدا نے مجھے یوں ہی ہاتھوں پر کھلایا۔

مین۔ ذرا بصبر رہیں دکھلا کے۔ کہاں ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ کتنا ہے۔

بوڑھا۔ آکر رہا ہے۔ ذرا صبر کیجئے۔ ابھی وہ تیار نہیں ہوا۔

اس شخص کچھ دیر انتظار کی کرنے کے بعد بڑے طمطراق سے وہ شلوار کا جوڑہ جسکو شیر علی نے لینے سے انکار کیا تھا میرے لیے آیا۔ اور وہ ایک خوان مین رکھ کے میرے آگے پیش کیا گیا۔ اور اس بوڑھے نے اچھے اچھے اور چکنے چوڑے الفاظ میں مجھ سے اُسکے قبول کرنے کی درخواست کی۔

مین۔ یہ کیا بلا ہے۔ (سب آدمیوں کو مخاطب بنا کے) کیا ای لوگو تمہیں ذرا بھی فہم نہیں ہے کیا تمہیں اسکا علم نہیں ہے کہ مین جلاد ہوں۔ وہ شخص ہوں کہ جو تمہاری باپ کو جلادونگا اور تمہیں وہ وہ غم اور الم دونگا اور تمہاری سرون پر وہ آفتین لاؤنگکا جو تمہیں خواب میں بھی نہ دیکھی ہونگی۔ تمہارا اس سے مطلب کیا ہے یہ تو تم مجھے بتاؤ کہ تم میرے پاس یہ شلوار کا جوڑا لائے ہو جو تمہاری کئی نسلوں کا برتا ہوا ہے اور تمہارے باپ دادا کی آثرن ہے۔ نالائق بیوقوف اچھا اب تمہیں کیفیت معلوم ہوگی جاتے کہاں ہو بچا ہی بنا کے بچھوڑیں تو کہنا۔

تمہیں اب پورا پورا کھل جائیگا کہ جلاد کیا ہوتا ہے اور کیا کر سکتا ہے۔ لیجاؤ اُسے اٹھا کے مین ہرگز اسے نہیں چھوئے گا۔

یہ سُنکے وہ میرے حکام کی تعمیل کرنے کو تھے کہ شیر علی نے اُنہیں پٹھرایا اور کہا اچھا مجھے شلوار کو دیکھ تو لینے دو شیر علی نے اس شلوار کو اٹھا کے اور اپنی آنکھوں کے آگے لگا کے اور آفتاب کی طرف کر کے کہا فوس یہ تو بہت ہی پرانا اور زدہ ہے۔ خیر کیسا ہی کیوں نہ ہو یہ بھی میری ملک ہو گیا۔ رکھا بھی مین شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ خدا کرے تمہارا کنبہ بھلے پھونے

یہ دیکھ کے ہر شخص تخر اور تعجب کی نظر سے اسکو دیکھنے لگا کہ بسنے یہ بھی تہیابا اور میں جسے اتنے بڑے فائدہ دہی یہ پسندستی کی تھی شلوار کا جوڑا بھی آخر کار کھوٹھیا اور یہاں سوائے کافی تجربہ کے اور کچھ نہ ہاتھ لگا۔ کہ دوسرے وقت میں اپنی ملکی دوست کی دوستی کو پورے طور سے پرکھ سکوں اور جو شخص کہ اپنے کو دوست کہے سپرکتنا بھروسہ کرے۔

نواں باب

حاجی بابا کا افسر جلا دان کا نائب لفٹنٹ ہونا

دو ڈبل اور موٹی تازی بھیرین جو ہمارے اسباب کے خچروں سے بندھی ہوئی تھیں یہی گویا ہمارے افسر کے نذرانہ کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ جون ہی ہم کمپ میں پہنچے ہم سب سے نائب کے پاس گئے وہ فوراً ہمیں دیکھتے ہی افسر کے پاس لے گیا۔ افسر اپنے ڈیرے میں بیٹھا ہوا اپنے دو تین دوستوں سے باتیں کر رہا تھا۔ افسر اچھا تم کیا کر آئے۔ کیا تم غلہ یا کد خدا کو اپنے ہمراہ لائے۔

شیر علی حضور کچھ بھی نہیں۔ صرف یہ دو بھیرین آپ کے قدموں پر تیار کرنے کیلئے اُنھوں نے بھیجی ہیں۔ اور اُنھوں نے ہمیں اس مراکباتی آنکھوں سے ثبوت کرا دیا کہ ہم نے اس گائون میں سوائے کسی چیز کو نہیں چھوڑا انکو اس طرح سے تباہ کیا ہے اور ٹوٹا ہے کہ برخلاف اُنسے اور لینے کے اگر اُنکو خوراک نہ بھیجی گئی تو وہ ایک دوسرے کو کھا لینگے۔ افسر تم اس طرح سے کہتے ہو۔ بیشک۔ اگر اُنکے پاس بھیر کے بچے ہیں تو پھر ضرور بھیرین بھی ہونی چاہئیں تنے کس طرح وہاں جا کے شمار کیا۔

شیر علی۔ یہ درست ہے جو طرح آپ فرماتے ہیں اُس میں ذرہ برابر فرق نہیں لیکن حضور والا ہم تو غلہ اور اناج کی بابت گفتگو کرتے ہیں بھیرین دن کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

افسر تنے ہماری حکام کی تعمیل کیوں نہیں کی اور کد خدا اور گائون کے بڑے بڑے ہونکو

کیون نہیں لائے۔ اگر میں وہاں ہوتا تو میں قطعی اُنکے کباب کڑالتا اور ان سب کو زندہ جلا دیتا میں اُسے اونٹوں کی باندھنے کی رستی سے باندھ دیتا اور جب تک کہ وہ اقرار نہ کرتے کہ ہمارے پاس کچھ ہو میں ہرگز نچھوڑتا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ اُنھیں کیون تم کو زندہ کرنا شیر علی۔ ہننے اُنھیں لانا بہتر اچھا یا (میری طرف دیکھ کے کہ یہ بھی میری تائید کریں) بیشک ہننے اُنکھا باندھ دیا اور ہننے اُنھیں بہت کچھ چاہا کہ اُنکو وصول کریں یا اُنھیں یہاں لائیں ہننے اُنھیں بہت کچھ بڑا بھلا کہا اور مارا بھی بہت۔

حاجی بابا بخوبی جانتا ہے اور حاجی بابا نے تو اسے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ کچھ نہ دینگے تو ہم ہرگز نہیں کرینگے۔ رحم ایک ہ چیز ہو جسکا ہم سے ذرا بھی تعلق نہیں ہے اگر اُنھیں معلوم ہو گا کہ ہمارا خان ہمارا آغا ہمارا افسر کیسا مزاج رکھتا ہے تو وہ دیکھینگے کہ مارتا ہے اور فریاد نہیں سنتا۔ کبھی کسی حالت میں کھال پر سر رحم نہیں آتا ہننے یہ ساری باتیں کہہ دیں کہ اگر تم نہیں دو گے تو تمھیں دفن کر دیا جائیگا۔

خان۔ حاجی یہ کیا کہتا ہے۔ میں اتنا اس امر کو بالکل نہیں سمجھا کہ یہ کیون نہیں اُنھیں میرے پاس لے آیا۔

میں۔ مگر بہت ہی عاجزی ہے۔ بیشک خان اسکو تو میں بھی نہیں سمجھا۔ شیر علی بیگ جو ایک ڈوٹھی لفٹٹ ہے اور کل کام اسی کے اختیار میں ہے تو اُسکی خدمت میں گیا تھا میں کوئی بھی چیز نہیں۔

یہ سنتے ہی خان کے آگ لگ گئی اور غضبناکی کی حالت میں جو کچھ اُس سے کہا گیا بطور دھمکانے کے ہے کہا۔ (لپٹے دوستوں کی طرف مخاطب ہے) یہ صاف ہے کہ یہ شرارت پیشہ مجھ سے فن فریب کرنا چاہتے ہیں۔ ای شیر علی تو مجھ سے کہ تجھے میری لوح کی قسم شاہ کے نمک کی قسم جو کچھ تو نے اُسے لیا ہے سب صاف صاف کہہ دو۔ اور تم ای آغا حاجی نہیں شاید اس ملازمت میں ایک مہینے سے زیادہ نہیں ہوا تم نے کتنا اڑایا۔

ہم نے اپنے کو بگینا بھی ثابت کیا۔ مگر بنیادہ تھا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ ہم کچھ نہیں لائے مگر غیرت کسی نے بھی تو یقین نہیں کیا۔ غرض یہ کہ ہم دونوں ڈیرے کے باہر نکال دیے گئے اور اسے اپنے نائب کی حراست میں ہمیں دیدیا کہ وہ ہمیں مقید رکھے جب تک کہ وہ کہہ خدا یہاں نہ آجائے ہمیں نہ چھوڑے جب شیر علی اور میں تنہا ہوئے تو شیر علی نے کوشش کی کہ مجھے بھی اپنی عنایت کا حصہ دار بنائے۔ مجھ سے نصف کی درخواست کی کہ نصف آپ بھی لے لیں۔ میں۔ اے میری دوست اب یہ نہیں ہوگا۔ اسکو عرصہ گزر گیا۔ اگر تھے ممنوع شراب کو پی لیا اور اس سے تھنے سرد حاصل کیا اور اب اس کی تھاری در دسر ہو گیا۔ تو اب کوئی سبب نہیں ہو کہ آپ کوشش کریں کہ مجھے بھی اپنی ساتھ مریض بنائیں۔ اسوقت مجھ کو ایک سبق حاصل ہوا ہے۔ آپ بحیثیت مالک ہونے کے کام کیا اور یہی امر اسوقت مجھے مطمئن بنائے گا۔

پھر شیر علی نے یہ کوشش کی کہ مجھ کو اپنے ساتھ کرے اور جب کہ خدا کا مقابلہ ہو وقت یہ قسین کھائے اور یہی کہ ہم دونوں بے گناہ ہیں اور ہم نے اُسے کچھ بھی نہیں لیا ہے۔ لیکن میں ان نتائج کو دیکھ دیکھ کے ایسا ہوشیار ہو گیا تھا کہ میں کچھ اقرار نہ کر سکا۔ شیر علی نے مجھے بیان کیا کہ اگر میں اُسی طرح سے لٹا کے پٹیا گیا تو اب میرا بچا مشکل ہو کہ کیونکہ بالعموم میں نے دوسرے شخص کو مارا ہے تو اس سختی اور شدت سے پٹیا ہے کہ جسکی کوئی بھی انتہا نہیں۔ مجھے بھی یہی معلوم ہوا ہے کہ میری اور بھی کوئی رحم نہ کھائیگا اور میری خبر بھی اُسی سختی سے لیجائیگی۔ اور اُسے قرآن کی قسم کھا کے کہا کہ مجھ پر نہ صرف یہی مصیبت آئے کہ واقع ہوگی میں لکڑی سے پٹیا جاؤں بلکہ میں اور آفتون میں بھی پھنسوں گا۔

جب وہ وقت آیا کہ ہم پھر اپنے سردار کے آگے حاضر ہوں تو شیر علی کی تلاش ہوئی شیر علی پہلے ہی ردپوش ہو گیا تھا۔ لیکن جب مجھ سے واقعہ کا استفسار ہوا تو میں نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ اسکو پٹنے نے دہلا دیا اور یہی وجہ ہے کہ کڑھاک گیا ہے۔

ہون ہی لپٹنے حج کے پاس گیا دیکھا کہ کچ سوار کے لوگ بھی دھین کھڑی ہوئی تھو سب نے
ایک زبان ہو کر ہی کہا کہ اُسے ہتھسے کوئی چیز بھی نہیں لی ہو لیکن بڑا لاف اُسے اُسے ہیں
اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمارے خان کو تھیں بڑا بھاری نذرانہ بھیجنا چاہیے جہاں تک شو
ممکن ہو انھوں نے شہیر علی کی شکایت کرنی شروع کی اور کہا کہ اُسے ہم پر مصیبت نازل
کی اور ہمارے کہنہ زخموں پر سے نئی کھال گھسیٹ لی۔

ان سب باتوں نے آہستہ آہستہ میری ترقی اور نفع کی طرف حرکت کی۔ اور میری ترقی کی
سرک کو حثاک کر دیا۔ یہ بات سب میں مشہور ہو گئی اور ہر ایک کی زبان زد ہو گئی اور مجھ کو
سب گویا ایک نمونہ پر سنہ اور اعتدال کا دیکھنے لگے۔

ایک نے کہا۔ اُجی حضرت طبیب ہونا اور یہ فعل علم سے اُسے کیا۔ سب اس کی عقل پر حجاب
دوسرے نے کہا۔ اُجی جناب یہ نتائج کے حصول علی سے بخوبی واقف ہی جہاں اسکا
سر ہو گا وہاں اس کے پر کبھی بھی نہ ہونگے۔

میں ایک ذہین اور بیدار مغز عاقبت اندیش مشہور ہو گیا۔ صرف اُس موقع سے
جو قسمت سے میرے ہاتھ اتفاقہ لگ گیا۔ اور میں اُن شخص میں ہوا کہ جبکہ طالع مجھے
ہوتے ہیں اور حکا ستارہ گردش میں نہیں ہوتا غرض اس کہانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں اپنے
دوست شہیر علی کی جگہ ہو گیا یعنی مجھ کو عہدہ سب فٹنٹ لگ گیا۔ ایک عادت اور جہاں جلن
جو میرے ناظر بیان خیال کر سکتے ہیں کچھ کم نتیجہ کا ہو گا جسکو وہ بعد ازاں ملاحظہ کر سکیں گے۔

دسواں باب

حاجی بابا کا جلا دیشہ ہونے پر بھی ایک عورت دمر کو مصیبت کی حالتیں

دیکھ کے رحم کرنا

ہو وقت شاہ سکودس سے جنگ کر رہے تھے جنھوں نے جارجیا میں اپنے کو قائم کیا تھا

اور حدود فارس کے اُن صوبوں کو تہ و بالا کر دیا تھا کہ جو اس فرکر کے درمیان آکر واقع ہوئے
ہیں۔ گورنر اپراڈان جو سردار کے نام سے نامزد تھا اور شاہ کے پیارے افسر و نہیں سے
تھا اُس نے اُنکی بڑھتی ہوئی لین ڈوری پر بقیہ عدے حملے کے نہ شروع کیے تھے اور اُنکے
تمام گائون اور ملک کے قصبے برباد کر دیے تھے تو مجبور ہو کے وہ بھی فارس کی طرف بڑھے
تھے اور اسکی حدود پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ایک فوج عظیم گورنر آذربائیجان اور وارث تاج
و تخت کی کمان میں تبریز میں بھی جمع ہوئی تھی۔ اور یہ امید کی جاتی تھی کہ بہت جلد متوقع
جنگ پر روانہ ہوگی۔ اسلئے کہ اگر ممکن ہو تو دشمن کو پھر فلس کی طرف ہٹا دے اور دربار
کے حکام کے مطابق اسکو کی طرف بھی بڑھے۔

سلطنت میں تمام شاہی جھادنی میں ہر روز اسکی خبر سننے کی امید کی جاتی تھی کہ سردار نے
جو مشہور کیا ہے کہ میں نے روسی مقام گیشلو پر حملہ کیا ہے اسکا کیا نتیجہ ہوا روز حکام جاری
ہوتے تھے کہ فسران دشمن کا پوری پوری طرح سے استقبال کیا جائے۔

آخر الامرد دیکھا کہ ایک ہرکارہ گھوڑے سوار بہت تیزی سے چلا آ رہا ہے اور وہ سید
اندھاؤ دھند شاہی ڈیرے کی طرف لپکا۔ یہ تو ایک بددی امر تھا کہ کچھ واقعہ آکر ہوا ہے اور
مدد لینے آیا ہے۔ دوسری صبح کو ہمارا سردار نامرد خان اس ہزار سواروں کا فسر کیا گیا۔
جنکو شاہ کا حکم ہوا کہ فوراً دریا سے اس کے کناروں کی طرف بڑھیں۔

من باشی تو ہزاروں کے فسر تھے۔ یوز باشی سیکڑوں کے فسر۔ اون باشی ہائیون
کے فسر۔ غرض تمام یہ فسر فوج کی کمان کرتے تھے۔ کیمپ میں یہ لوگ مختلف دوائے
پریشان اور مضطرب معلوم ہوتے تھے۔ اپنے خان کے پاس حاضر ہو رہے تھے اور اجازت
لے رہے تھے۔

نامرد خان کا ڈیرہ سردارانِ اہم سے پُر ہو گیا تھا۔ یہ وہ سردار تھے جن کو اُس نے
اپنے دوائے تقسیم کیے تھے اور انکو روانہ ہونے کے حکام دیدیے تھے۔

ہر ایک حصہ فوج کو یہ الگ الگ بتا دیا تھا کہ راہ میں فلاں فلاں گائون میں مقیم ہونا میرا فرض یہ ہوا کہ میں اپنے اور محکمہ کے عمدہ داروں کے ہمراہ شکر سے ایک دن پہلے روانہ ہوں تاکہ گائون میں اسے پہلے پہنچا کر سارا انتظام کروں۔ یہ میرا وہ فرض تھا کہ جس میں جتنی اور جا بلی کر رہی تھی۔ لیکن اسی وقت میرے ساتھ زیادہ تر نفع ہمراہ ہو کر جس سے مجھے امید تھی کہ میری تھیلی وزنی ہو جائیگی۔ مگر اب تک شیر علی کی مثال میری آنکھوں کے آگے سے نہیں گئی تھی اور جو میرے لیے اور دست اندازی کی خواہش کے شعلے کو بجھا دیتی تھی۔ آخر میں نے یہ ارادہ کیا کہ ابھی تو میں کچھ نہ تلون اور اپنے ہاتھوں کو بالکل اس سے صاف رکھوں اور اپنی حرص و طمع کے شعلوں کو آب پر ہیز کاری سے بجھاؤں۔

میں اپنے ہٹات کو ساتھ لے کر ایرادان فوج کے پہنچنے سے کئی دن پہلے پہنچ گیا۔ ہم نے وہاں سردار کو دیکھا یہ گویا مشلو پر حملہ کر کے بیٹھ رہا تھا اور طالب مرد تھا۔ شکر خوشنہر کی ماتحتی میں تھا حدود کے دوسرے حصہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور اسکا ارادہ تھا کہ گنہ کے قلعہ پر حملہ آور ہو جس پر بھی دشمنوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ سردار اپنے لشکر کو بچا کر شاہ سے طلب امداد ہوا تھا۔

جون ہی نامرد خان اور سردار باہم ملے تو دونوں نے مشورہ کر کے فوراً پھر روانہ کیے تاکہ اس مقام اور حرکت روس کی خبر لائیں۔ اور میں میں آدھیں پر افسر مقرر کیا گیا۔ پھر سردار نے اسی قدر تعداد روانہ کی جو اس راہ میں ہماری رہنا تھی کہ جن ملک کے حصہ سے ہم محض نابلد تھے۔

ہم شام تک سب جمع ہو گئے اور جھٹپٹا ہوتے ہی جب مؤذنوں نے اذان کی روانہ ہو گئے۔ ہم ایک ہی دفعہ شہر آگ گائون میں بڑھے۔ ہم نے اتھینز کو عبور کیا۔ یہ شہر آرمینیا کے یہودیوں کے مجتہد کا مقام ہماری بائیں طرف واقع تھا۔ شکل سے تو کا ہوا تھا کہ ہم شہر آگ کے کناروں پر پہنچ گئے۔ اب تک ان چٹانوں کا گہرا اندھیرا

سایہ دریا پر پڑا ہوا تھا جو کنارے ہی پر بلند تھیں اور جسے ناہموار دیواریں معلوم ہوتی تھیں۔ یہ کانٹوں خود ان چٹانوں کے بیچ میں آکر واقع ہوا تھا اور جہاں یہ بنا ہوا تھا ان ٹھٹی ہوئی چٹانوں سے الگ ممتاز معلوم ہوتا تھا جبکہ پُرانی پُرانی عمارت کی بربادی کے نشان اور بھاری بھاری عمارتی صنعتیں۔ اس اندھیاری اور گھٹا ٹوپ چادر میں صاف نمایاں تھیں اور جو برابر اس نظر کی سنجیدگی اور شوکت بتلا رہی تھیں۔ میرے ساتھیوں نے مجھے کہا کہ جو کچھ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں بہت اُن آرمینین گرجوں کا بچا کھچا ہے جو اکثر فارس کے حصص میں دیکھے جاتے ہیں دریا اس درشور سے برابر تین جاتا تھا اور پھر اٹھتا تھا۔ جب تک اس کا عبور کیا ہے تو اس کے کھون کو پورا ملاحظہ کیا۔ جو پانی پر صاف نظر آتے تھے یہاں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازوں نے اس کانٹوں کے کٹوں کو ڈرا دیا جنھوں نے بھونکنا شروع کیا جو ہمیں صاف معلوم ہوتے تھے۔ کوسے کی کریم اور ناموزون قایتین قایتین۔ مرغ کی اذان بھی صاف سنائی دینے لگی۔ ہماری آنکھیں زیادہ تر گھرو کی طرف پھری ہوئی تھیں۔ ہم میں سے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو ٹھہرا کر کہا۔ (گر جا کی طرف اشارہ کر کے) یا علی یہ کیا چیز ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ سفید چیز کیا معلوم ہوتی ہے۔

دوسرا بولا۔ ہاں ہاں۔ میں دیکھتا ہوں یہ غول ہے۔ سین ہرگز شک نہیں کہ یہ قطعی غول ہے۔ یہ ایک سچی ساعت ہے اور یہ کسی لعش کی فکر میں ہے۔ اور میں اس وقت صاف کہتا ہوں اور کچھ لگی لٹی نہیں رکھتا کہ ہم میں سے یہ ایک نہ ایک کو کھالے گی۔ یہ میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں واقعی کچھ چیز تھی لیکن اس امر کا فیصلہ کرنا کہ وہ کیا چیز تھی یہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ہم سب بٹ بٹ کر ٹھہر گئے۔ اور انہی آنکھیں بھاڑ بھاڑ کے اطراف دیکھنے لگے اور سب نے یہ رائے قائم کی اور اس سے اپنا اطمینان کیا کہ یہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ اب کوئی حضرت علی کو بکارتا ہے۔ کوئی حضرت امام حسینؑ کو بکارتا ہے۔ کوئی

بہنیم کو مدد کے لئے بلاتا ہوں کوئی بارہ امانو کے نام لے لیکے کہتا ہوں کہ مدد کرو۔ کسی شخص کا یہ جہم نہ پڑا کہ اُسکے پاس جاتا۔

بس ب جھاڑا بھونکی شروع ہو گئی اور سپاہی کچھ بڑھ بڑھ کے اپنے اوپر دم کرنے لگے ایک عراقی بولا اپنی شلوار دن کی ڈوریان مضبوط کر ویہ غول بیا بانی ہو جو صفحہ انکے جنگل کے قریب رہتا ہوں اور ہمیشہ یہ مسافروں کی خبر لیتا ہوں۔

دوسرا بولا۔ دیکھیے یہ کیا کر رہا ہے تو اپنا جانور اس سے علیحدہ ہی رکھتا ہوں۔ غرض اسی کشمکش میں صبح ہو گئی۔ یہ صرت ہمارے خیالات تھے اور کچھ بھی نہیں تھا ہمسر جو ڈر بٹھ گیا تھا وہ ہماری آنکھوں کے آگے جلوہ فرما تھا۔ لیکن جب صبح نے گریبان اندھیری کا بھاڑا تو کچھ بھی نہ تھا۔ مگر دوسرے شخص نے جو بہت ہی خوف زدہ ہوا تھا پل اتر کر اپنے گھوڑے کو ہمیں کیا اور برباد شدہ گرجہ کی طرف اپنے گھوڑے کو لپکایا اور یہ کہا کہ میں ضرور جا کر دیکھوں گا کہ یہ چیز کیا تھی جو شب کو ہمیں معلوم ہوئی تھی۔ سمجھنے اُسے دیکھا کہ وہ جاتے ہی بہت تیزی سے واپس پھر آیا اور یہ خبر لایا کہ ہمیں جو سفید چیز پر دھوکا ہوا تھا وہ ایک عورت تھی جو اپنے چہرے پر سفید نقاب ڈالے ہوئے تھی۔ اور وہ عورت ایک دم کے ساتھ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے بڑے سایہ میں چھپی ہوئی تھی۔

میں اس امر سے بہت خوش ہوا کہ یہ موقع خاص چھاپا تھا لگا ہوں جس سے اور بھی ایسے فرائض میں جان پڑیگی۔ میں دیکھوں کہ اس عورت نے اس دیرانہ میں اس طرح سے کیوں پناہ لی ہے۔ پانچ آدمی میں اپنے ہمراہ کے اسطرح بڑھا اور باقی ماندہ کو پل کے قریب چھوڑا۔

جب تک کہ ہم دیوار کے زاویہ سے نہ پھرے سمجھنے کچھ بھی نہ دیکھا جون ہی اُسکو پھر کے سمجھنے دیکھا تو ہماری متلاشی نے ایک محراب میں چھپی ہوئی تھی ملی ایک عورت ظاہر از میں پر ریش پڑی ہوئی تھی اور ایک شخص اسکا سر زانو پر لیے ہوئے دبا ہوا تھا

آفتاب کی روشنی پوری بھیلی ہوئی تھی۔ اسکا روشن تاج جھم جھمانے لگا تھا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں نوجوان ہیں۔ عورت کا چہرہ نقاب سے چھپا ہوا تھا۔ باوجودیکہ اس پر مردنی کی زردی چھا رہی تھی لیکن پھر بھی وہ بدنامہ معلوم ہوتی تھی اور کچھ کچھ اپنا حسن دیتی تھی اور اس نوجوان کی صورت سے قوت۔ چالاکی۔ جودت طبع پستی تھی ایسا نوخیز اور پر بہا زبچن اب تک میری نگاہوں میں گم گذرا تھا۔ یہ نوجوان بچس جارجیا والوں کی سی پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ پیش قبض اسکی کمر میں گھڑ سا ہوا تھا۔ اور بندوق دیوار سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ اس عورت کی نقاب جو سفید اور شفاف تھی ادھر ادھر سے غن سے تھڑی ہوئی اور ہٹتی ہوئی تھی۔ گوا بتک میں ایسے لوگوں رہا تھا جہاں سوائے دوسروں کی تکلیف دہی اور انکے سر پر مصیبت لانے کے کچھ بھی نہیں تھا۔ رحم اور شفقت ہم جانتے ہی نہیں تھے کہ کس کھیت کی مولیٰ ہوتا ہم میں اور میرے ساتھیوں نے جو کچھ اس موقع پر دیکھا اس سے ایک گونہ دلچسپی لی اور ان نا آشنا پردیسیوں کے غم پر دل ہی دل میں غونکے آنسو بہائے اور زیادہ پیچیدہ ہوئے ہیں سب کے آگے بڑھا اور یہ دریافت کیا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو اگر تم پردیسی اور مسافر ہو تو پھر تم کاؤن اور سنی میں جا کے کیوں نہیں قیام کرتے۔

نوجوان بچہ۔ اگر تم میں حمیت انسانی ہو۔ اگر کچھ بھی ہمدردی ہو خدا کے لیے تم مجھے مدد دو اگر تم کو سردار نے بھی ہمیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہو جب بھی تم اس مظلوم کے بچانے کے لیے مجھے مدد دو۔ میرے پاس اسوقت کچھ چیز تو ہے نہیں کہ تمھاری نذر کروں۔ لیکن میں خدا کے واسطے اسکی زندگی بچانے کے لیے تم سے مدد چاہتا ہوں۔

میں۔ تم کون ہو۔ سردار نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ تمھاری معاملے میں کچھ کہا ہو۔

تم کہاں سے آئے اور کہاں جاتے ہو۔

نوجوان - ہماری کہانی بہت طول طویل اور مصیبت انگیز ہے۔ اگر تم میری مدد کر گے اور ہم کو ایسے مقام پر لجاؤ گے جہاں اس مظلومہ لڑکی کی کچھ نگہداشت ہو سکے تو میں تمکو جو کچھ خبر آج تک بتی ہر سب حرفت بھرنے والا دوں گا۔ یہ تم رسیدہ مجروح ہو اگر ذرا اسپر غور ہوئی اور شفقت سے اس کی نگہداشت ہوئی تو یہ اچھی ہو سکتی ہے اب تک اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے یہ خیال ہو کہ یہ جانبر نہ ہو سکے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم سردار کے فسرور میں سے نہیں ہو۔ میں آپ سے گھونگھیا کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے محبت و الفت سے پیش آئیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ میری آفتناک اور مصیبت خیز اور اتمی کہانی سنیں گے تو ضرور اپنی حفاظت میں مجھے لے لینگے۔

اس نوجوان کا ایک ایک لفظ میرے دل میں اثر کرتا چلا گیا۔ اور اسکی مظلومانہ اور پرمردہ و فسرہ صورت نے میری چھاتی میں رحم کے شعلوں کو خوب بھڑکایا میں اُسکی خواہشوں کے پورا کرنے پر مستعد ہوا اور میں نے کہا ہم ابھی گاؤں میں اس مظلومہ مرلیض کو لیے چلتے ہیں اور بعد ازاں کہانی سننے کے جو کچھ ہم مناسب سمجھیں گے تمہارے ساتھ کرینگے۔ اُسوقت اُس مجروحہ نے کچھ بھی نہ کہا۔ لیکن ہاں اُسے بہت ہوشیاری سے اپنی نقاب کو چاروں طرف سے سمیٹ کر اپنے چہرے پر کیا۔ اس درد کی آواز سے روتی تھی۔ جس سے کلیجہ شق ہوا جاتا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ اسکی آواز کو وہ سندان میں مثل تیر سام و نہریمان کے شکار نہ کرتی ہو۔ اسکی دردناک آہ و بکا سے صاف ٹپکتا تھا کہ زخم کاری لگے ہیں۔ میں نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ تو گھوڑے پر سے اتر پڑ۔ خالی گھوڑے پر تو اُس عورت کو بٹھایا اور ہم جلدی گاؤں کی طرف چلے۔ وہاں پہنچ کے ہمنے کئی مکان بنے ہوئے دیکھے میں نے ایک مکان ایسا تجویز کیا جیسے ہر طرح کی آسائش مل سکے۔ اس مکان کا مالک بامروت اور خلش تھا۔ ہمنے اس مکان میں اس عورت کو ٹھہرایا اور میں نے سکھ دیدیا کہ اسکی ہوشیاری اور نگہبانی

سے خبر گیری ہوئے ایک بڑھیا عورت جو اس کانوں میں زخموں کے اچھا کرنے میں نامی تھی اس مجروحہ کی خدمت کے لیے بھیجی گئی۔ اور اُسے اسکا علاج کرنا شروع کیا مجھے اس نوجوان بچہ سے معلوم ہوا کہ میں اور یہ رطلی آرمینیا کے رہنے والے ہیں۔

گیارھواں باب

یوسف آرمین اور اسکی بی بی مریم کی راکمائی یہ میرا خیال تھا کہ امیرین کی بلندی کی طرف بڑھوں جہاں خشک موسم۔ سرسبز چراگاہ ہم اپنے گھوڑوں کے لیے پائینگے۔ لیکن جب میں نے یہ سنا کہ اس مقام خاص میں خاص بدوش اقوام کا زیادہ تر مسکن رہتا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُنکے ڈیرے خیمے اس جنگ کی دہشت سے جو پورے ایران پہاڑوں میں چلے گئے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ ہم مشترک اپنا قایم کریں اور جب تک کہ دکنی گرمی نہ کم ہو جائے وہیں پڑے رہیں۔ اس کے مطابق میرے آدمی کانٹوں کے مختلف حصص میں چلے گئے بعض نے تول کی محرابوں میں قیام کیا۔ بڑی بڑی اُگی ہوئی گھاس میں چرنے کے لیے اپنے گھوڑے چھوڑ دیے۔ ایک دو چکی کے پاس جا کے بیٹھ گئے جو دریا کی ریت پر واقع ہے جبکہ بہتہ صرف پانی کے زور سے چکر کھاتا ہے۔ میں نے اپنا غالیچہ ایک کھلے ہوئے کمرے میں جو چٹان کے چٹے طبقے پر بنا ہوا تھا جہاں سے مجھے دور و دور کا نظارہ صاف صاف معلوم ہوتا تھا اور جہاں سے میں ہر چیز کو جو روکو اس حدت سے برآمد ہو بخوبی دیکھ سکتا تھا بچھایا اور اُس پر بیٹھا۔

دو گھنٹے کا دل نیند کے میں جاگا اور میں نے آرمینیا کے بچہ کو بلایا۔ جو کچھ ہمارے ہمان نواز میزبانوں نے ہمارے لیے کھانے تیار کیے تھے ہم دونوں نے بیٹھ کے خوب کھائے اور پھر میں نے اُس سے کہا کہ اب تم اپنی بیٹی سناؤ اور مجھ سے بیان کرو کہ تھیں کونسی شے بہان لائی۔ جب ہم کھانے اور نیند سے خوب تازہ دم ہو گئے تو روشن مقامات اپنی روشنی سے میں بھیلادی۔ جو کچھ اس نوجوان بچہ نے مجھ سے کہا میری دلچسپی برابر ایسا اثر

کرتا چلا گیا کہ مجھے اُسکی کوئی بات خلاف نہیں معلوم ہوئی۔ اور اُسکی بھولی بھولی اور پری صورت صاف کہہ رہی تھی کہ اس پر یہ واقعہ ضرور گذرا۔ وہ اس طرح سے بیان کیے لگے۔

میں پیدائشی آرمنین ہوں اور مذہباً مسیحی ہوں۔ اور میرا نام یوسف ہے میرا باپ گائون گیو مشلو کا سردار ہے جس میں بالکل آرمنین ہی آرمنین رہتے ہیں۔ غیور بہت اور یا پیمبا کی سے بہت دور فاصلے پر واقع نہیں ہے اور یہاں سے چھ فرسنگ دور ہے۔

ایک شاداب ملک کے بیچ میں ہونے کے سبب سے جو سرسبز سرسبز چراگا ہوں اور خنک و دل آویز و صحت بخش موسم سے برفراز ہے ہم صحیح اور سخت قوم ہیں مرض کبھی ہمارے پاس آکر پھٹکتا ہی نہیں۔ باوجودیکہ بیشمار گورزوں کی زیادہ ستانی اور محسوس نے ہمیں بالکل مفلس بنا دیا ہے۔ ہم بہار و زمین اتنی دور کے فاصلے پر رہتے ہیں کہ ہم اُن مظالم سے جو اُن باشندوں پر ہوتے ہیں جو شہروں کے قریب ہیں یا اُن کے مسکن گورزوں کی قیامگا ہوں کے قریب ہیں بہت بچے ہوئے ہیں اور یہ صرف ہماری دوری ہو نیکا باعث ہے کہ ہمیں دستِ ظلم انکا اس قدر دراز نہیں ہوتا۔

دُنیا سے علیحدگی جو ہمیں حاصل ہے اس باعث سے ہماری عادتیں سادی ہیں اور ہمارے طریقہ زندگی مجتہدانہ ہیں۔ میرا ایک چچا تھا جسکو درجہ ڈکین رپادریوں کے نیچے کا درجہ حاصل تھا۔ اور انجمنِ بین میں وہ بڑے گرجہ میں بطور مجتہد کے کام کرتا تھا۔ دوسرا چچا ہمارے گائون کا پادری تھا اسلئے میرا سارا کنبہ کا کنبہ گرجہ میں اعلیٰ عہدوں پر ہے۔ تو انکا یہ ارادہ تھا کہ مجھے بھی وہ اس بابرک عہدے کی تعلیم کریں۔

میرا باپ خود جو زمین کھودنے میں اپنی اوقات بسر کرتا تھا اُسے صرف اپنی محنت اور جانفشانی سے ہمارے گائون کے قریب ایک بہت بڑا قطعہ زمین کا صاف کر دیا۔ علاوہ میرے اُسنے اپنے دو بیٹے اور بھی اپنے ساتھ اس کھیت میں کام میں لگائے اور چونکہ اسے اپنے کام میں مدد لینے کی کافی امید تھی اسلئے اُسے صرف مجھے گرجہ میں

تنہا چھوڑا میری جب دس برس کی عمر تھی میں ایچیزین میں تعلیم پانے چلا گیا۔ جہاں میں نے
 لکھنا پڑھنا اور گرجہ کی خدمت کرنا سیکھا۔ میں نے تعلیم سے بہت خوشی حاصل کی اور جو کتابیں
 کہ مجھے پڑھنی تھیں انکو میں نے بہت شوق سے پڑھ لیا۔ ایک پورا البتخا نہ آرمین کتابوں کا
 میرے پاس جمع ہو گیا جنکو میں نے ادھر ادھر سے جمع کیا تھا گو بہت سی کتابیں مذہبی
 تھیں لیکن تاہم مجھے آرمینیا کی ایک تاریخ ہاتھ لگی تھی جسے میرے تمام ارادے کو توڑ دیا
 کیونکہ میں نے سمجھ لیا کہ ایک زمانہ میں ہم بھی بادشاہت رکھتے تھے ہم وہ ہیں
 جنہوں نے عالم میں اپنے کو معزز بنایا تھا اپنے اس حال کی مصیبت کا حال بہر
 فوس کر کے اور یہ خیال دلیں جما کے کہ ہمارے گورنر کون تھے مجھ میں یکایک اس
 خیال سے کچھ جرات سی آگئی اور میرے سارے خیالات اس مقدس پیشہ کی طرف سے
 پھر گئے جسکے لیے میں مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت روس و ایران میں جنگ چھڑ گئی اور
 ہماری یہ بستی گویا شکر دن کا گندرا گاہ بنی۔ میں نے دلیں خیال کیا کہ اس وقت میرے
 کہنے کو ہر طرح سے اپنی حفاظت کر لینا ضرورت ہوگی بہتر یہ کہ میں اس گوشہ نشینی
 سے ان ہی کی جگہ کے مرد گردن اور طرح سے مجھ سے ہو سکے اپنے ہنر سے انکا معاون
 بنوں رکھ ہی دیکے بعد میں نے پادری سے حکم لیا اپنے دوستوں کو تو ایچیزین میں چھوڑا
 اور آپ اپنے باپ کے گھر کی طرف واپس پھرا یہاں آجھے دیکھتے ہی سب نے مبارکباد دی
 جنگ کے باعث سے اپنے خوف طاری تھا۔ کیونکہ روس اور ایران کے غارت گرن
 اور لوٹنے والے گروہ آتے تھے اور بگناہ اور پرامن اس پاس کے گانوں کے باشندوں کو
 دق کرتے تھے اور انھیں ایذا پہنچاتے تھے۔ یہ سرحدی جنگ اگر خیال کیا جائے
 تو دونوں سلطنتوں میں سے ایک کو بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ ہاں ان لوگوں کیلئے
 زیادہ خوفناک ہے جو ادھر ادھر آباد ہیں اور اس جنگی سرحد پر ان کے مسکن بنے ہوئے
 ہیں۔ ہمارے بالکل دم فنا ہوئے چلے جاتے تھے ایک تو ہمیں حملہ کنان فوج کا خوف

دوسرے خود اپنی گورنمنٹ کے لشکر کا ڈیوٹی میں تباہ کئے ڈالتا تھا۔ اور ہمیں ظلم شدید کر رہا تھا۔ ہماری تمام فصلیں تباہ ہو گئی تھیں۔ ہمارے مویشی برباد کر دیے گئے تھے اور اب ہمیں یہ خوف ہو رہا تھا کہ ہم کو قیدی بنا کے ہمیں نہ لے جائیں۔

اب ہمیں یہ فکر ہوئی کہ ہم اپنا مال و اسباب محفوظ کریں اور اپنے کو لوٹ اور غارت سے بچائیں۔ ناچار ہئے یہ کیا کٹھوارین اپنے پہلوؤں میں لشکریں اور بندوقین بھر بھر کے اپنے کاندھوں پر رکھیں اور جب کبھی ہمیں کوئی پردیسی معلوم ہوتا چاہے یہ کوئی کچھو کچھو ہم سب جمع ہو کے ہیر حملہ کرتے۔ اس صورت سے کئی سال تک ہئے انتظام کیا اور بڑی دقت اور ہوشیاری سے ہئے اپنی فصلوں کو محفوظ رکھا۔ اور خدا کی عنایت سے ہئے بخوبی امن سے گذر کیا۔ لیکن یہاں میں چند وہ خاص خاص مواقع بیان کرتا ہوں جو میری خاص تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

دو سال کا عرصہ گذرا جب ہم اپنی فصلوں کی نگہداشت کر رہے تھے اور ہم نے انہیں محفوظ کر رکھا تھا میں اپنے دور کے کانوں میں سے ایک کانوں میں (راج جمع کر نیلے چلا گیا تھا اس وقت میں اپنے ہمیشہ کے طریقے پر ہتھیار بند اور ہر طرح سے تیار تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک فارسی سوار ایک عورت کو اپنے پیچھے بٹھالے ہوئے بہت تیزی سے راستہ سے جو پہاڑ زمین ہو کر گذر رہا تھا اور جہاں میں کھڑا ہوا تھا نکلا چلا جاتا تھا ظاہر تھا کہ عورت خلاف اپنی مرضی کے اس کے پیچھے جبراً بٹھائی گئی تھی۔ اس عورت نے مجھے دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور اپنے دونوں بازو میری طرف پھیلائے۔ میں یہ دیکھتے ہی لپکا اور اس تنگ راستہ میں ہو کے اس سوار کا سدراہ ہوا۔ میں نے اسے آواز دی کہ کھڑا رہ۔ اور پھر میں نے اپنی تلوار کو نیام سے مٹر سے ٹھیسٹ لیا اور اب میں لپکا کہ سی طرح جلدی اس کے گھوڑے کے زین کے پاس پہنچ جاؤں۔ چونکہ اس کے پیچھے عورت کا بوجھ بہت تھا تو وہ اس قابل نہ ہو کہ اپنی تلوار کو استعمال میں لاتا۔ اور یا اپنی بندھن

کچھ کام لیتا جو اسکی پشت پر پڑی ہوئی تھی اُسنے اپنے گھوڑے کو اور بھی تیز ہانکا کہ مجھ سے بچ کے نکلیجئے جون ہی مین نے ایک جگہ ٹھہر کر اپنی تلوار کو جنبش دی اسکا گھوڑا کچھ ایسا بھڑکا اور اُسنے ایک سیڑھا رہا کہ وہ عورت جو مجھے پیٹھی ہوئی تھی زمین پر گر پڑی۔ جب فارسی سوار اسکے بوجھ سے آزاد ہوا اب اُسنے اپنی بندوق سے کام لینا چاہا لیکن جب اُسنے دیکھا کہ یہ بھی نشانہ باندھ کر مارنے کو ہوتا ہے خون معلوم ہوا اور وہ سمجھا کہ یہاں سے بچ کے نکلنا مشکل ہے پھر جو وہ بھاگا مین نے اُسکا نشان نہیں دیکھا کہ وہ کہاں چلا گیا۔

مین اس گری ہوئی عورت کی مدد کے لیے دوڑا جسکی پوشاک سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ آرمینین ہے۔ یہ عورت سر کی چوٹ سے بیہوش ہو گئی تھی۔ اور اسے گھوڑے پر سے گر کے بہت صدمہ پہنچا تھا۔ اسکی اوپر والی نقاب بیکار ہو گئی تھی۔ اور صرف اسکو ہوا دینے کے لیے مین نے اسکی اندرونی نقاب کو کھسٹ لیا جو چہرے کے نیچے کے حصے کو ٹوٹھانکے ہوئے تھی۔ (جیسا عموماً آرمینیا کی عورتیں استعمال کرتی ہیں) مجھے اسکی صورت دیکھ کے بہت ہی حیرت ہوئی کیونکہ اسکو خدا داد حسنِ نظرت نے اُسی قدر بخشتا تھا جو خیال مین آسکتا ہے۔

یہ بیماری مخلوق جسکو مین نے اپنے زانوؤں پر رکھ لیا تھا تقریباً پندرہ برس کی تھی۔ آہ مین ہرگز اس سرد اور خوشی کو کبھی نہیں بھولونگا جو اُسکے روشن چہرے کے ایک لفظ سے مجھے حاصل ہوئی تھی۔ اسکے حسن کا کابلہ قلب کو منور کر نیا لاجپکار میرے دل پر اثر کر گیا۔ اور میرے دلمین اسکی طرف سے وہ جوشِ لفت پیدا ہوا جو آج تک نہیں ہوا تھا۔ سو اسکے مین ہر شے کو بھول گیا۔ پہلا لفظ جو اسکی زبان سے نکلا وہ میری روح مین ٹھہتا چلا گیا۔ لیکن جب اسنے یہ ظاہر کیا کہ مین کہاں تھی۔ اور پھر اسنے اپنے کو بالکل ایک پردہ کی بات تو وہ روئے پکارنے لگی اور اس طرح سے چچنین مار مار کے روئی گویا وہ خود مجھے خون زدہ ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اسکو تسکین ہوئی

اور جب اسے معلوم ہوا کہ میں اسکا ہمقوم اور ہم مذہب ہوں تو وہ میری طرف
مختلف فیملنگ سے دیکھنے لگی۔ مجھے میری خود نمائی اور خود فروشی نے یہ یقین دلایا
کہ یہ نازنین تجھے ناراض نہیں ہو کیونکہ تیری رعنائی اور نوجوانی سے اسے ضرور دلچسپی
حاصل ہوئی ہو۔ وہ خطاطا جو ایک خاوند مشکل سے اپنی بی بی سے پاتا ہو وہ ممتاز و مہتمم
عصمت و پاکدامنی اور عزت کی ایک آرمین عورت کی نظر و بین ہر قدر واجب التحظیم
مجھ سے اس پر بھی ہر طرح سے اس کے ساتھ ایسی بے احتیاطی ہوئی تھی اور میں نے کسی قسم کا
اسکا قاعدے کے موافق لحاظ و پاس نہ کیا تھا تو میں اُس کے آگے اس صورت میں کھڑا
تھا جیسے ایک مجرم جس نے اُس کے با عصمت چہرے کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھا ہو۔ آخر کار
میں نے اُس سے کہا کہ یہ میرا قصور نہیں ہو کہ میں نے آپ کی اوپر کی نقاب یا جسم کے
کسی حصہ کو بے پردہ کیا ہو۔ اور یہ صرف تمہارے گھوڑے پر سے گرنے کے باعث ہے
ہو گیا واقعی یہ بچے کا حصہ چہرے کا میں نے کھولا تھا کیونکہ اگر وہ نہ کھولا جاتا تو تازی
ہوا اسے نہ لگتی تو تم قطعی مر جاتیں۔ میری ان باتوں کا اُسے صلا یقین نہیں آیا۔
اگر مفصلہ ذیل باتوں نے اور باتوں نے اُس کے دل پر کچھ اثر کیا میں نے اُس سے یہ کہا کہ
اگر تمہارا یہی خیال ہو کہ سوا میرے تمہاری کسی نے معیشتی نہیں کی تو میں پاک صلیب
اور سیٹ جریگوریا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہاری بے نقابی کا باعث نہیں ہوا
جب میں نے یہ کہا تو اب اسے اطمینان ہوا۔ اور میری طرف سے جو کچھ گمان تھا وہ
جاتا رہا۔ اب میں نے اُس سے یہ درخواست کی کہ تم اپنی سرگذشت بیان کرو اور
اور مجھ سے کہو کہ میری قیمت کیونکر جاگ گئی کہ تم جیسی باحیا اور مرجع عصمت کی زیارت
مجھے نصیب ہوئی۔

یہ سُنکے وہ مہ جبین بولی۔ اگر تم اُس شخص کی نسبت پوچھتے ہو جو مجھے گھوڑے پر
لے چلا جاتا تھا تو اُسکی نسبت میں اس قدر جانتی ہوں کہ وہ ایرانی تھا۔ میں نے

بیشتر کبھی اُسے نہیں دیکھا تھا۔ اور مجھے سوائے اسکے اور کوئی سبب اسکے لیجا نیکامین
 تھا کہ وہ مجھے لوٹدی بنا کے فروخت کرتا۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ جارحین اور فارس کے
 ایک دستہ سوار و زمین باہم مُٹ بھڑکے سینہ بسینہ جنگ ہوئی۔ ماقبل الذکر کو
 ہو گئی اور وہ ہٹا دئے گئے اور فارسیوں نے انہیں سے کچھ آدمی قید بھی کر لیے جنکو وہ
 ایران شادیا نے بجاتے ہوئے اور فخر کرتے ہوئے لیکے۔ ہمارے گاؤں پر اس
 دار و گیر اور ہنگامہ سے کچھ دن پہلے فارسیوں نے حملہ کیا تھا مجھے خیال ہر کہ مجھے ایک
 شخص نے چاہا کہ جارحین کا قیدی بنا کے یہاں لے آئے مین صبح ہی اٹھ کر گاؤں کے
 کنوئین سے انہی ٹھلیا بانی کی لیکے بھرنے گئی تھی۔ کہ وہ شخص ایک ٹوٹی ہوئی دیوار میں
 نکلا۔ اور مجھے پھر ادکھا کے کہا کہ اگر تو نے ذرا بھی غل مچایا تو میں تجھے مار ڈالوں گا اور
 جھٹ اُسے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کیا۔ اور مجھے لیکے بھاگا۔ جون ہی وہ مجھے لیکے
 بھاگا تو میری بستی کی چند لڑکیاں کنوئین کی طرف آ رہی تھیں اس سے مجھے کچھ پہنچنے
 کی امید ہوئی تھی کہ یہ لڑکیاں تمام گاؤں میں اس خطرے کو پھیلا دیں گی اور میرے
 باپ بھائی میرے بچائیکی کوشش کریں گے۔ چند منٹ میں ہم نگاہ سے غائب ہو گئے
 ایرانی اپنے گھوڑے کو بہت تیزی سے پہاڑوں اور کھڈوں پر چلا رہا تھا اور ملک کے
 ان حصص کو طے کر رہا تھا جسے مسافر نادائق ہوتے ہیں۔ آخر الامر میں نے تمھیں اس
 پہاڑی کے نکوٹ پر دیکھ کے باوجود کہ مجھے اس کا خوف تھا لیکن میں نے غل ہی مچایا
 اور تیسے طالب امداد ہوئی پھر اسکے بعد جو کچھ ہوا اُس سے تم بخوبی واقف ہو۔

اس حسینہ لڑکی نے مشکل سے اپنی گفتگو پوری کی ہوگی کہ اتنے میں اس نے
 چند آدمیوں کو دیکھا کہ سامنے سے آ رہے ہیں ایک گھوڑے پر سوار ہے اور چند اسکے
 ساتھ پیادہ ہیں۔ اور ہماری طرف بہت جلدی میں بڑھے آتے ہیں۔ جب وہ
 قریب آئے اور اُس نازنین نے انھیں پہچانا تو وہ مارے خوشی کے کھل گئی۔

اور یہ کہنے لگی۔

ادھو یہ میرا باپ ہے۔ میرے بھائی بھی ہیں۔ اودنس بھی ہے۔ ایکوپ بھی آیا ہے۔ ایرالین بھی ساتھ ساتھ ہے اور میرا چچا بھی ہے۔

جون ہی وہ آکر ہوئے پریر کی خوشی کا عالم کیا پوچھتے ہو باچھین کان تک جاتی تھیں پہلے انکو دیکھ کے مین بہت چکرایا تھا اور کچھ دیر میری جانکنی کی سی حالت ہی تھی۔ کہ شاید چند نوجوان اس کے حسنِ خدا داد کے شیفہ و فریفہ آئے ہیں کہ اس کو مجھ سے چھڑاکے اپنے قبضہ میں کر لیں۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ نہیں یہ غیر نہیں ہیں بلکہ اس کے رشتہ دار ہیں۔

انھوں نے اس سے بیان کیا کہ تیرے گرفتار ہو نیکا خوف تیری نوجوان ساتھوں نے تمام گانوں میں آکے پھیلا دیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے ہم گانوں میں نہ چلے گئے تھے اور ہمارا گھوڑا مکان پر موجود تھا جس پر مین سوار ہو کے لپکا ہوں۔ جہاں تک کہ وہ ٹرک ٹرک چلا تھا اس کے گھوڑے کے پیروں کے نشان پر روانہ ہوئے۔ اور جہاں سے کہ وہ مڑا تھا وہ نشان بھی پہنے دیکھا۔ اور پھر ہم اسی کے قدموں کے کھج پر کھیت میں چلے گئے آخر کار اودنس نے بلند چوٹی پر چڑھ کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اُن سے اتنے ہی اترے ہیں جس کے دونوں طرف پہاڑ ہیں جو اس مقام سے بہت ہی قریب ہے جہاں پہنے تھے اب پایا ہے۔ یہ سنکے لڑکی نے کہا کہ یہ سب صحیح ہے اور پھر اُس نے خدا کا اور سینٹ جو گوری کا اپنے بچے پر شکر یہ ادا کیا۔ اور پھر کچھ دیر تک تامل کر کے بہت ہی دلسوزی اور جوش سے اُس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بچا نیوالا ہے۔ اور صرف اسی کے صدرتے میں میری اس جان بچی ہے۔ یہ سنتے ہی سب میری طرف متوجہ ہوئے اور اُس کے بڑھے باپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کس کے بیٹے ہو۔

مین۔ مین کو جا بیٹروں کا بیٹا ہوں جو گویو مسلو کا سردار ہے۔

بوڑھا شخص۔ آہ وہ تو میرا دوست اور ہمسایہ ہے۔ لیکن میں تھیں نہیں جانتا۔
شاید تم وہ بیٹے ہو جو تین گرجاؤں میں پادری بننے کے لیے تعلیم پا رہا تھا۔ اور جو وہاں سے
اس شور و غلب کے زمانہ میں اپنے کنبہ کی مدد کے لیے آیا تھا۔

میں۔ جی ہاں آپ درست فرماتے ہیں۔

بوڑھا۔ شخص۔ ”اے آمدت باعث آبادی!“ خدایتیرے گھر کو سسر پر کر کے
تم نے ہماری لڑکی کو بچایا ہے۔ ہم تمہارے ہمیشہ ممنون رہیں گے۔ تم ہمارے ساتھ
ضرور چلو اور ہمارے ہمان بنو۔ وہ وقت اب ہمیں حاصل ہے کہ ہم ایک بھیڑ کو بیچ
کرین اور خوشی منائیں۔ اور تمام میرا کنبہ تھیں اپنے سر و نہر بٹھا کے لیچے گا۔
ہم تمہارے قدموں کو بوسہ دیں گے۔ اور تمہارے آبرو کو صاف کریں گے
کیونکہ تم نے ہماری مریم کو بچایا ہے اور تم نے اُسکو مسلمان کی نوٹھی بننے سے
محفوظ رکھا۔

اُسکے بھائیوں اور چچا نے بھی مجھے مبارکباد دی اور مشکوری ظاہر کی اور اُنھوں نے
مجھ سے بعد لجاجت کہا کہ آپ ضرور اپنے قدوم مہمنت لزوم سے ہمارے غریب خانے
کو شرف بخشیں ہم آپ کے ہمیشہ کے لیے خادم ہو چکے جب اُنھوں نے بہت زور
دیا اور مجھے چپنے پر مجبور کیا تو میں نے بھی اُن کی ہمانی قبول کر لی۔ اور دوسرے
میرا دل گوارا نہیں کرتا تھا کہ پیاری مریم سے جلدی علیہ ہو جاؤں سب اُن کے
گانوں کی طرف روانہ ہوئے۔

جب ہم ایک پہاڑ پر سے اتر رہے تھے اور مریم کے گانوں کی طرف گرم رفتار تھے
تو مجھے دہن سے بتایا گیا کہ وہ جو دکھائی دیتا ہے ہمارا گانوں ہے۔ یہ گانوں گو گرم کو تین
واقع تھا لیکن پھر بھی یہ سب جانب کی ہواؤں سے محفوظ تھا۔ صرف مشرقی ہوا میں
دریائے قلزم سے آتی تھیں جو تمام گانوں کو خنک کر دیتی تھیں۔ اس کے پر سے

دریائے پیمیا کی تھا۔ جو ایک خوبصورت پہاڑی مین جاکر کھاتا ہوا بہتا تھا اور جبے
 باعث سے بہت کچھ سرسبز میوئی تھی۔ بہت دور کے فاصلے پر مین کارا کے گرجا
 نظر آتا تھا یہ گویا رومی حدود کا پہلا ہی مقام تھا۔ یہ ایک اندھیاری اور بیڑول
 پہاڑی پر واقع تھا اور اسکے تمام ارد گرد سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا تھا۔
 جب ہم گائون کے قریب پہنچے تو گائون کے لوگ درخصوصاً عورتیں غیر
 کھڑی ہوئی یہ راستہ دیکھ رہی تھیں کہ دیکھئے مریم مل گئی یا نہیں اور جب انھوں نے دیکھا کہ
 بی مریم صحیح و سالم چلی آتی ہیں بس بھڑا مکی خوشی کی کوئی بھی انتہاء تھی۔
 اسکے فرار ہونے اور بچنے کی تاریخ سب حرفت حرفت کہہ دیکھی سننا تھا کہ ایک کان میں بی
 اور دوس کا نوٹین پہنچی۔ اور اس تیز سے وہ حاشیہ چڑھا کہ پھیلانی لگی کہ توبہ حلیہ
 چڑھتے چڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ مشہور ہوا کہ مریم کو ایک ایسا دیوتا کے لگیا تھا
 جکا سر لوہے کا تھا اور مکر کے بیچے اور پیر فلاد کے بنے ہوئے تھے۔ اور اسکی پشت پر
 ماہی صورت چھلکے اور اس کے گھوڑے کی ٹاپ قدم قدم پر زمین کو شق کرتی ہوئی چلی
 جاتی تھی اور پہاڑوں پر وہ ایسا شور و غوغا مچاتا تھا جو توب کے گرجے کو بھی پرے
 بٹھاتا تھا۔ یہ اس صورت میں مریم کو لیے جاتا تھا کہ تنے میں آسمان سے ایک فرشتہ
 بصورت طفل کسان اتر اسکے ہاتھ میں ایک تلوار بٹھہرتی تھی جس سے آتشیں شعلہ لگے
 جوالہ نکلتے تھے۔ اس نے گھوڑے کو چمکا کے مریم کو زمین پر گرا دیا۔ اور اس عفریت کو
 مغلوب کر کے وہیں اسکو جلا کر خاک بنا دیا جب مریم کو اپنی دہشت اور خون سے ہوش
 آیا تو کسی کو بھی وہاں نہ دیکھا۔ مجھ کو سب نے طفل کسان کہے ایک دوسرے کو آگاہ کیا اور
 تمام گائون والوں کا خیال میری طرف رجوع ہوا جب عنقریب میری عارت بائد اور شد
 کامل کی سی عزت ہونے کو تھی تو بدقسمتی سے مجھے ایک لڑکے نے جو اکثر مجھ سے ملا کرتا تھا
 پہچان لیا اور کہا کہ یہ فرشتہ نہیں ہو یہ ریت ہوا اور کو جا پیڑوں کا بایا ہی جو گویا مشلو کا

سردار پر غرض پھر اس وقت میں نے جامہ بشریت پہنا اور لوگ مجھے بشر سمجھنے لگے۔ مگر شخص نے میری خاطر داری میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور خصوصاً مریم کے رشتہ داروں نے اور سقد خاطر اور بدارات کی جھکا کوئی بھی بیان نہیں۔ میرے آگے کچھ چلے جاتے تھے اور پھر ہی کہتے تھے کہ آپ نے ہم پر جو کچھ احسان کیا ہے اس کے ثمرہ برابر بھی ہمے خاطر داری نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس وقت مریم کے عشق جہاں سوز کے شعلے جان و تن کو بھلسا رہے تھے اور عشق مریم برابر گد اور بچے میں بٹھا چلا جاتا تھا پھر میں نے مریم کو بے نقاب کبھی نہیں دیکھا گویا میری خوش قسمتی پر آب ہر لگ گئی تھی۔ میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ کوئی چیز بھی اس حسین سے مجھے علیحدہ نہیں کر سکتی۔ فی الحال جو کچھ ہمارا مرکز خاطر ہوا اور عبادت وہ ایک ہر خداوند نعم نے اپنی رحمت رحمانہ اور کریمانہ سے ہمیں ایک ہی جگہ جمع کیا ہے سوائے مشیت ایزدی کے ہمیں کوئی چیز علیحدہ نہیں کر سکتی اور نہ میرے اس کے مفارقت ممکن ہے اگر اس وقت ایرانی کی طرح سے میں بھی اسے بالجبرے بھاگوں اور یہاں سے چلتا ہوں جب بھی تو کوئی شے فارق پنج میں نہیں آ سکتی۔

ہم یہاں اور وہاں دونوں باہم مل چکے ہیں اور گواہی زبان سے بہت ہی کم کہا ہے۔ لیکن آنکھیں تو برابر محبت الفت کی شاہرہ ہیں۔ آہ اسکا بھلا میں کیونکر متظر رہوں کہ اب ایک پھر ایک نہیں بلکہ میں ایرانیوں سے میرا مقابلہ ہو تو پھر میں اپنی الفت و محبت کی یا نگاہ دکھاؤں لیکن میں نے پھر یہ دل میں خیال کیا کہ میں ہوں کیا چیز صرف ایک غریب زمینیں پر ہوں اور میرا ایسی خستہ اور ذلیل مظلوم قوم سے تعلق ہے جس سبب تر اور ذلیل تر اس وقت چشم فلک نے بھی نہ دیکھی۔ بہت بڑی میری کارگزاری اور دلاوری یہی ہے کہ میں اپنے باپ کے گلے سے بھیر پونکو ہو کاؤن اور کھیتوں سے غارت گر نیڈارون کو مکالون اور ان سے نہکد شہرستان گیمکو میں میں تمام دن رہا۔ ایک بھیر پنج کی گئی اور ایک ٹی دیگ میں اسکا پلاؤ پکا یا گیا دو سہرے دن میں وہاں سے اپنے والدین کے پاس آیا جو میرے متظر تھے اور انھیں بہت

خوف تھا کہ یہ کہاں چلا گیا جب میں وہاں پہنچا میں نے اپنی پوری سرگذشت انہی بیان کی
میں مریم کی چشم میگوں کے نشہ سے کچھ ایسا چور تھا کہ مجھ کو اس کے اور کچھ دکھائی
ہی نہیں دیا کہ میں اپنے باپ کو بھی اس راز سے رستہ سے آگاہ کروں۔ اور اپنی الفت
اور محبت کے موقع سے خبر دوں۔ میں نے اسے یہ کہا کہ میں اس وقت بفضلِ بابِ اعزت
ہر طرح سے مطمئن ہوں اور میں خود اپنی خبر گیری آپ کر سکتا ہوں خدا کی اور آپ کی عنایت سے
اس وقت میرے بازو پڑ رہے ہیں اور ان سے میں اپنی روزی آپ پیدا کر سکتا ہوں۔ مجھے
شادی کر تکی آ رہا ہے اور انہی نے پہلے ہی میرے لیے راستہ بھی نکال دیا ہے۔

پھر میں نے اُسے مریم کی درخواست کی کہ اُس سے میری شادی کر دو۔
انہوں نے جواب دیا کہ ان اہم اوقات میں شادی کا ہونا مشکل ہے کیونکہ آج کل ہم
ایسے غریب ہیں کہ ہرگز شادی کے اخراجات کو نہیں اٹھا سکتے۔ جب شادی ہو تو کپڑے
بھی خریدنے ہونگے ایک انگوٹھی بھی لینی ہوگی۔ موم بتوں کی بھی ضرورت ہوگی۔ مٹھائی کی
بھی حاجت پڑیگی۔ ایک قرمزی نقاب بھی ہونا چاہیے بستر اور بستر پوش کا بھی ہونا لازم
آگے والوں اور بچوں کو بھی دیا جائیگا۔ ایک دعوت بھی برادری کو دینی ہوگی۔ تو بچان
سب باتوں کے لیے ردِ پہ کہاں سے آئیگا۔

میں نے جواب دیا۔ یہ سچ ہے کہ روپیہ کی ضرورت ہوگی اور بغیر روپیہ کے شادی کا
ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے ہمارے کنبے کی بھی عزت ہوگی اور میری الفت و محبت کی
بھی توقیر ہوگی لیکن میں اس کے لیے قرض لے سکتا ہوں۔ ایرادان اور تین گرجاؤں میں
میرے کئی دوست ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر میں اُسے خواہش ظاہر کروں گا تو مجھے
شادی کے اخراجات بخوبی مل سکتے ہیں۔ اور پھر ان قرضوں کی ادائیگی یہ صورت ہوگی کہ
میں اس سختی سے محنت کروں گا کہ رفتہ رفتہ سب قرضہ اُتار دوں گا۔ علاوہ اسکے میں ایک تاجر
کا نوکر بھی ہو سکتا ہوں جو ایک حصہ اپنے منافع میں سے مجھے دیگا۔ اور صرف قسطِ طینہ کا

ہزار چار کلاہک ہی سفر کافی ہو سوقت میں اپنا قرضہ مع سود چکا دوں گا۔
 آخر الامریں بچے ہتھار کہا کہ میرے والدین رضی ہو گئے اور انھوں نے مریم کے والدین سے درخواست کرنے
 کی دل میں ٹھان لی۔ یہ مرے پالیا کہ چند دن کا بیچ میں نہ دے کہ میرا باپ سیراجا پادری اور گاونڈے
 بزرگ لوگ گیسٹو جائیں اور مریم کے باپ شادی کا پیغام دین اس عرصہ میں میں کسی ہٹانے سے
 دمان ہو چکا اور میں قنوت مریم کو اس امر کی اطلاع کرتا کہ میرا یہ ارادہ اور اب یہ معاملہ ہونے والا
 کہ کہیں وہ یا اسکا کنبہ فوت ہو جائے کہ جسے جب میرے والدین اور چارے گاونڈے کے
 بزرگ مریم کے ہاں پہنچے تو مستحضرت سے اُنکا استقبال کیا۔ خوب خوب عرق پیا گیا
 اور یہ ذکر چھڑا تو انھوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں ہاں اول تو یہ مفروضہ ہو جائیگا یہ کہ یہ یہ
 دھن کو دیا جائیگا اور نامزد ہونے کی تقریبات اس طرح سے انجام پذیر ہوئیں گی۔
 اسکے تین دن کے بعد میری ان دو گاونڈوں کی بڑھیا عورتوں اور میرے چچا پادری اور
 چھبے لکے نامزد ہونے کی رسم ادا کرنے کو بیان گئی تاکہ وہاں شادی کی بھی رسموں کا اہتمام
 کرے کہ ہم یہ دین گئے۔
 میرا طرف سے میری ماں نے یہ کہا کہ دو ٹھالا بنی پیرائی دھن کو یہ یہ کپڑے دیکھا دو فریاد
 کرتے۔ جس میں سے ایک تو قرمزی ریشم کا ہو گا اور دوسرا نیلی ردئی کا۔ دو جوڑے شلواریں
 ہونگے۔ ان میں ایک جوڑا ریشمی اور ایک سوتی۔ دو جوڑے تنزیب کی مٹین سے بازو
 جائینگے دو نقابین ایک سفید مٹی اور دوسری نیلی۔ دو جوڑے جوتوں کے ایک جوڑا
 تو بخت کا بنزد ہوا پھورے چمڑے کا۔ اس میں نعل بھی لگے ہوئے ہونگے۔ ایک کڑھلا اور
 نقش دنگا رکھا ہوا رومال اور سر پر باندھنے کے لیے ایک بٹھی یہ بھی دی جائیگی۔ اسکے علاوہ
 میری ماں نے میری طرف سے یہ کہا۔ پچاس طالبہ کے جائدہی کے سکے چھوٹے چھوٹے مخرج
 کے واسطے۔ گردن کے لیے ایک زنجیر جس سے فارس کی ایک اشترنی جو زنجیر میں لٹکانی
 جاتی ہو اتنی رکھی گئی تھی۔

دو لہن کے رفقا کے تھوڑی دیر کے مشورے کے بعد یہ امر طے پا گیا۔ لیکن تین میں ایک بڑھیا عورت جو مدتوں ایرانی خاندان میں ملازم رہی تھی یہ بول اٹھی اور اس نے بچہ پیش کیا۔ کہ دو لہا سے شیر بہا رو دھ کی قیمت) بھی تو لینی چاہیے۔ کیونکہ ایران میں یہ رسم کہ شیر بہا رو لہا سے لیا کرتے ہیں۔ ہماری طرف کی عورتوں نے جواب دیا کہ اگر دنیا داریوں میں یہ رسم نہیں ہوتی۔

بڑھیا نے کہا۔ نہیں شیر بہا تو دنیا ہی پڑیگا۔

غرض یہ بات بہت بڑھ گئی میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ ناحق ہوئی ہوئی بات کہ طول دے کے ابھڑے میں ڈالتی ہیں۔ دس روپے شیر بہا کیلئے بھی منظور کر لیجئے غرض جب یہ درخواست ہوئی، برتاؤ انھوں نے منظور کر لیا۔ اب ہر طرح سے طریقین مطمئن ہو گئے اور بات قرار پا گئی۔

یہ بات تو عورتوں میں طے پا گئی۔ پھر میں نے اپنے چچا کے اندر بلا لیا گیا مجھ سے خوب تاکید کر دی گئی کہ خبردار جو ہنسایا مسکرایا اور کوئی بجا حرکت کی کیونکہ اگر شاہی میں بی باقین ہو جاتی ہیں تو ہمیشہ پھر بد قسمتی جدا نہیں ہوتی۔

میں نے دیکھا کہ میری ماں زمین پر دو بڑھیا عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں اور اس کے سامنے دو لہن کی ماں بھی موجود ہے۔ پھر اسی وقت مریم بھی آئی میری ماں نے میری طرف سے ایک گٹھی لے کے اس کی انگلی میں بچائی پھر بادی کو جو بطور قاضی کے ہوتا ہے شراب پلائی گئی۔ اس نے ایک دھ پیار چڑھا کر کہا کہ دونوں جو رو خاوند بن گئے اب چاروں طرف سے مبارکباد ہمیں برسے لگی۔ گو مجھے حد سے زیادہ منع کر دیا تھا کہ میں دو لہن سے اس وقت کوئی بات نہ کروں لیکن پھر بھی جب ہر شخص ایک دوسرے کی پیشانی پر بوسہ دے رہا تھا میں نے کچھ باتیں کر لیں۔ چاروں طرف سے سب ہاتھ بھیل پھیل کے ہتھکڑیاں دھوئے دے رہے تھے کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ آج تک کسی بڑے کو یہ نصیب نہ ہوا ہے

کہ اسکو نیک خواہشات سے یوں دعائیں دیکھائیں۔

میری ماں بھراپے گاؤں میں واپس چلی آئی۔ اب میں اپنے گاؤں میں آکے تیاری کرنے لگا کہ شادی کا سارا سامان جلدی سے ہو جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بات ایسی نکلے کہ کی کرائی خاک میں مل جائے۔

جب ہم باہم یہ مشورہ کرنے لگے کہ ہتھکڑیاں ہوگا اور یہ بھی اسوقت بحث ہوئی کہ یہ کیا کمان کی مشورہ ہو رہی رہا تھا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ میرا باپ کو ٹھہری میں سے ایک بیگ نکالے لیے چلا آتا ہے مجھے یہ دیکھ کے سخت تعجب ہوا۔ اے لویہ روپیہ موجود ہو گیا مشلو کا ستر ہزار اپنے بیٹے کے لیے گاؤں میں سب چیزیں اسی طرح سے ہیا کر گیا کہ جیسے شہر میں لوگ کرتے ہیں۔ پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا۔ اے لویہ روپیہ یوسف لودس تم لو اور اپنی بیوی کے کپڑے جا کر خرید لاؤ۔

اسپر میں نے دوزخو ہو کے اس کے ہاتھ چومے اور بہت کچھ اس کے حسانات کا شکریہ ادا کر کے اسے دعائیں دیں۔

میرا چچا میرے باپ کی یہ فیاضی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سرگرمی سے اسے یہ کہا کہ اؤ میرے پیارے بھتیجے اؤ اور دیکھو میں غریب ہوں مگر جا بھی مفلس ہو اور ہتھکڑیاں کے خدّام ہیں وہ بھی مفلس ہیں لویہ بس روپیہ ہیں۔ لود اور جا کر اپنی شادی کی چیزیں بطور لالچ یہ دیکھ کے اور لوگوں نے بھی مجھے اپنی حیثیت کے موافق کچھ دیا۔ اب میرے پاس ہتھکڑیاں ہو گیا کہ مجھے قرض لینے کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہی اور میں نے اپنی تھیلی کو ایسا پر پائاکہ میں اس روپیہ سے اپنی شادی کا پورا پورا سامان کر سکوں۔ اب میں متردد ہوا کہ میں اوروں جاؤں اور وہاں سے جا کر کپڑا خرید کر لاؤں کیونکہ سوائے ایروان کے اور کوئی شہر ہمارے گاؤں کے قریب ایسا نہیں تھا کہ جہاں مطلوبہ اشیاء دستیاب ہو سکتیں۔ چونکہ میں خرید و فروخت اشیاء سے محض نا بلد تھا اور خصوصاً عورتوں کے کپڑے خریدنے اور ان کے اچھے

برسے کی پہچان کرنی تو مجھے آتی ہی نہیں تھی تو پھر یہ امر طے پایا کہ میری ماں میرے ہمراہ خچر پر سوار ہو کر چلے اور میں اُسکے ہمراہ پیدل جاؤں۔

ایراوان میں میری ماں کا ایک دست بھی تھا جبکہ ہمیں خیال تھا کہ وہ ہم دونوں کو دو ایک شب اپنے ہاں رہان رکھے گا۔ اور وہاں میں سونے وغیرہ کا بندوبست یہ ہو گیا تھا کہ ہم خانہ بدوش لوگوں کے ڈیر و نمین چلے جائیں گے جیکے سیو فیض میں داخل ہو کر مسافر لڑکی غرض خچر پر میری ماں سوار ہوئی اور میں پیدل ہوا تو آرا بردار میرے پہلو میں لٹکی ہوئی۔ بھری ہوئی بندوق میرے کانڈھے پر رکھی ہوئی۔ ہم غرض کا ٹون سے روانہ ہوئے۔ جب ہم ایران کی بلندی پر پہنچے تو ہم نے ایک کیمپ دیکھا کہ سفید ڈیرے صد ہاگے ہوئے ہیں۔ انہیں سے ایک ڈیرہ سردار کا الگ معلوم ہوتا تھا اور یہ ڈیرہ نہایت ہی خوبصورت بنا ہوا تھا۔ ایک سوار جس سے راستہ میں ہماری ملاقات ہوئی اُس نے ہمیں اطلاع دی کہ یہاں سردار نے قیام کیا ہوا اسکے ساتھ بہت کثرت سے سواروں کا لشکر ہے۔ اور اب یہاں روسی اور جارجیا والوں کی نقل و حرکت کا بہت خیال بھیلنا پڑے گا۔ امید ہے کہ یہ دونوں عنقریب فارس پر حملہ آور ہوں گے۔

اس خبر سے میرے ہوش اُڑ گئے اور مجھ پر بہت بڑا ڈر طاری ہوا۔ میری ماں کا ارادہ ہوا کہ گھر واپس پھر جائے اور شادی کو بالائے طاق رکھے۔ یہاں بھلا عشق کی آگ طبیعت میں لگی ہوئی تھی اور جھاتی میں شعلے بلند تھے میں نے اُس سے کہا کہ آپ اس قدر گہری کیون جاتی ہیں ذرا تیزی میں چلیے کچھ بھی نہوگا ابھی واپس پھر کر چلے آئیں گے۔ غرض پہلے ہی دن ہم نے ہمدرد راستہ طے کیا کہ دور سے ہمیں ایراوان کا دھواں اُٹھتا ہوا معلوم ہوا۔ ہم نے شب تو ایک چٹان کے نیچے طے کی یہاں سے ہمیں عظیم الشان پہاڑ اور رارٹ پورا پورا دکھائی دیتا تھا ہمیں معلوم ہوتا تھا کہ ہم بہت جلد اسکا راستہ طے کر لیتے۔ خانہ بدوش لوگ بہت ہی آگے بڑھ گئے اور ہم اُنکی حفاظت میں رہنے اور اُنکے ڈیر و نمین پناہ گزین

ہونے سے محروم رہے۔
چونکہ ہم رات کے آرام لینے سے تازہ دم ہو گئے تھے پہنے علی الصباح اپنا سفر شروع کیا
اور بظافت تمام پردان پہنچ گئے۔

میری ان کی بہیلی نے ہماری بہت ہی آؤ بھگت کی اور نہایت ہی مہربانی سے
میں آئی وہ دونوں ملکہ بازار میں شادی کے کپڑے خریدنے کے لیے گئیں میں اس وقت
ادھر ادھر گشت لگا تا پھر اور ہر شے کو بغور دیکھا اور جو لوگ کہ بازاروں میں ایک جگہ
جمع ہو کر ادھر ادھر گشت میں اڑاتے تھے انکو بھی خوب سنا۔

بہت سے لوگ تو سردار کے معاملے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اسنے دشمن کے مقابل میں
یہ تیاریاں کی ہیں۔ یہ ایک بہرہی امر تھا کہ بہت جلد کچھ نقل و حرکت ضرور نمودار ہوگی
اور عجیب و غریب فطرت کا حملہ ہوگا۔ اسلئے کہ ابکی بارود گولے کا سامان بہت ہزاروں کی
اکہ لکھ تیار ہوئے ہیں کہ پہلے فارس میں کبھی دکھائی بھی نہ دیے تھے۔ میں تو خود اپنی
شادی کی خوشی اور اسلئے کاموں میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ ان خبروں سے مجھے دلچسپی ہی نہ ہوتی
تھی۔ یہ تھا کہ اسکان ستا اور اسکان اڑا دیا۔ میرے دل میں یہ خیال گذر رہا کہ اگر جاؤں گے
سردار کے ذریعہ سے ہم سردار کو اپنی پناہ بنائیں اسلئے کہ معرکہ جنگ میں ہمارے گاؤں
اور اسکی حدود کو تکلیف نہ پہنچے۔ مگر اسکو ایک زمانہ چاہیے تھا یہاں ایک ایک لمحہ بھی ٹھوڑی
سے لگتا تھا میں نے یہ ارادہ کیا کہ اتوار اس خیال کو موقوف رکھو پھر کبھی دیکھا جائیگا حضرت
میں نے اپنی شمشیر آبلہ اور بندوق پر بھروسہ کیا جو تمام حملہ آوروں سے مجھے پناہ دیگی
جس شکر سے ہم آئے تھے میں اور میری ماں اُسی راستہ سے واپس پھرے۔ مگر زیادہ
تیز خچر کو ابکی نہیں ہنکا یا کیونکہ کپڑوں اور اسباب وغیرہ کا سپرد زن بہت ہو گیا تھا
دوسرے میرے ہتھیار بھی سپرد سے ہوئے تھے۔ میرے پاس اسباب جدا تھا۔ سردار کا
کسب بھی تک اسی مقام پر خیمہ زن تھا۔ ہم بغیر کسی روک ٹوک و مزاحمت کے غرض

چلے آئے کوئی واقعہ یا سانحہ ہم پر نہیں گذرا یہاں تک کہ ہم اس بلند زمین پر پہنچے جہاں سے ہمارا
پیارا وطن کیونٹو معلوم ہونے لگا۔

پہلے ایک ڈیرے کا نظارہ میری مان کو کھٹکا۔

میری مان یہ دست دیکھو یہ کیا معاملہ ہو۔

مین۔ (میرے دلغ میں سوا اسکے اور کیا خیال تھا کہ میری شادی کا سامان ہوتا ہے)
ہاں مین کچھ رہا ہوں شاید وہ لوگ ہماری ضیافت کا سامان کر رہے ہیں۔

میری مان۔ میرا خاندان تیری ہمانداری و ضیافت کا سامان کرے یہ تیری تیری
اور زری کی کا تقاضا ہو۔ آیا روسی یا ایرانی وہاں آدھکے ہیں۔ چونکہ ہم عیسائی ہیں اس لیے
ہمیں بہت ہی خوف ہو اور ہمارے لیے یہ بہت ہی بُرا ہو۔

ہم اپنے رہنے کی جگہ کی طرف بہت ہی تردد اور تشویش میں روانہ ہوئے۔ اور جب
نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ میری مان ہی سچ کہتی تھی اور اس نے ٹھیک پہچانا تھا روسی
چھوٹے سے دستے نے کانٹون میں تصرف کر لیا تھا۔ اس دستے کی کمان جبین پچاس آدمی
تھے پنجاہ باشی (یا فست پچاس سپاہیان) کے ہاتھ میں تھی معلوم ہوتا تھا کہ فوج نے اس
کانٹون کو گویا اپنے حملہ کرنے کا مقام بنایا تھا تاکہ یہ یہاں سے ایک دن راہ کی دوری پر چلا کر
ہوں۔ ہمارے کانٹون کا ہر ایک مکان مجبوراً سپاہیوں کے رہنے کو دیدیا گیا تھا اور ہر ایک
مین کئی کئی آدمی بھرے ہوئے تھے۔ اور خاص ہمارے مکان میں کپتان فوج کا ڈنڈا اور
موجود تھا۔

اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ اس وقت ہماری گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا عالم ہو گا
جب ہم نے یہ نیا شگونہ یہاں کھلا ہوا دیکھا اور خصوصاً مین کیسا کج بخت تھا کہ میری شادی
بھی ایسے موقع پر قرار پائی جب ہم پر بربادی چھا رہی تھی اور مین کی نا اودھر اودھر گردش
مین ڈاؤن آڈول تھی۔ اس خیال نے مجھے کچھ ایسا مغلوب کیا اور میرے طرے ہلا دیا کہ میں

اس امر میں جلدی کی کہ میں شتابی سے اپنے دوستوں کو نیکو مین جھکڑاں میں سر کی خبر کو سنایا۔
وہ میری کچھ ڈھارس بندھا سکین کیونکہ انکا کانوں حملہ آور دکنے نقش پا اور پگڑی سے
بہتر دور تھا کہ اب تک فوج نے انکو اپنا غصہ نہ دکھایا تھا۔ لیکن جب انھوں نے یہ سنا کہ
ہم پر کیا گندری انھوں نے فوراً کر ہمارے در دکا حصہ لیا۔

میں نے مریم فطرت کے پیار سے بچہ کو دیکھا۔ ہمارے ملک کی سیریں ہمیں اجازت نہیں دیتیں
کہ ہم کچھ کھلم کھلا بیان کریں۔ لیکن محبت ہمیشہ ہر موقع پر بار آور ہوتی ہے۔ ہم نے باہم
عہد و پیمان کیا اور یہ سخت قسم کھائی کہ چاہے جو کچھ ہو ہم کبھی بھی جدا نہ ہونگے اور ہمیشہ
ہم میں اتحادی اور وصالی سلسلہ جاری رہیگا۔

میری اسکی باہم اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ اور اب میں اپنے جوش میں صرف اپنی میدی پر
کتاب شادی نہیں ہو سکے گی مجنون بن گیا۔ یہ تو ایک بدیہی امر تھا کہ ابھی بہت جلد کچھ بلا باز
ہونے والی ہے۔ لشکروں بدن چلے تے تھے پھر بھلا اس صورت میں ہم کیا خاک کے رشتہ
اپنی شادی کی خوشی مناسکتے ہیں یہ سب کچھ تھا لیکن میری طبیعت میں وصل کی آگ
بھر مک رہی تھی جس سے صبر و شکیبائی پہلے ہی خیریت ہو چکی تھی۔ ناچار میں نے پھر بھی
صبر کیا لیکن اسکو میں پورے طور سے نہ روک سکا۔

ہمارے ایرادان کے پاس ہونے کے بعد نپدرہ روز بھی گزر گئے لیکن کچھ نہ ہوا۔
ہم نے اپنے ہمان روسیوں کی بہت ہی خاطر داری کی تھی کیونکہ روسی ایرانیوں کی نسبت
ہی بے شر تھے اور ہرگز کسی کو مہرت نہ پہنچاتے تھے اسلئے ہم میں اور انہیں باہم بہت ہی
گاڑھی دوستی ہو گئی۔ ہماری طرح سے وہ بھی عیسائی تھے۔ انکے ہاں بھی صلیب کا نشان تھا
ہمارے گرجا میں وہ عبادت کرتے تھے۔ سو رکھاتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ ان سبادی
اور یکساں حالتوں نے باہم ہم میں اور روسیوں میں بہت ہی اتحاد پیدا کر دیا اور وہ ہم
ہمہمردی کرنے لگے۔ انکا کپتان بہت ہی زبردست اور نوجوان شخص تھا جس نے ہمارے طرح سے

اطمینان کیا۔ وہ اپنی فوج کی پورے طور سے نگہبانی کرتا تھا ممکن ہو کہ بغیر اسکی مرضی کے کچھ کر سکتی اور وہ خود بھی خدا کی مخلوق میں بہت ہی متقی اور پرہیزگار تھا۔ اسنے جب سنا کہ یہاں شادی ہونے کو تھی اور صرف ہمارے سب سے رگ گئی تو اسے بہت ہی فکر ہوئی اور اسنے جہاں تک اس سے ہو سکا ہر طرح انھیں اطمینان دلایا کہ جس چیز کی آپ کی خواہش ہو وہ شوق سے آپ ہمیں کہیں ہم اسکا بخوبی سرا انجام کر نیکے۔ اس سے بہت ہی اطمینان اور فرحت ہمارے ہاں پھیل گئی اور خصوصاً میری شادی کے بارے میں لوگوں کا اور بھی زیادہ خیال رجوع ہوا گویا اس ارادے میں جان بڑ گئی کپتان کو جب اسکا پورا پورا علم ہو گیا کہ میری شادی ہوگی تو مجھ سے اسنے کہا کہ میں تیرا ہمیشہ کا دوست بنتا ہوں اور اسنے کہا کہ سوقت یہ تقریب کیوں نہیں منظور ہو۔ کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اسکو معطل کھائے ہم یہاں تھاری محافطت کے لیے موجود ہیں اور میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو سیکے گا اسکو ہم ہمیں ہتیا کر دینگے۔ ایرانی کبھی نہیں بڑھ سکتے کیونکہ طفل سے ہماری فوجی مدد آجائے گی اور جب تک وہ بڑھیں یہاں مدد موجود ہو جائیگی۔ اس لیے تھاری تقریب کے انجام ہونیکے لیے کافی وقت موجود ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہمارے ہونے سے اور بھی زیادہ شان و شوکت اور جلوس بڑھ جائیگا۔

اسکے علاوہ اسنے یہ بھی اقرار کیا کہ میں دھن کو جارجین سنہری لیس بھی چڑھا دے میں چڑھاؤنگا۔ اور اس موقع کے لیے دولہا کو سواری کے لیے اپنا گھوڑا بھی دیدنگا۔ اس کپتان نے اسقدر کہا کہ آخر مجھے دھن کے رشتہ داروں کو شادی کا دن ٹھہرانے کے لیے راضی کرنا پڑا۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ بھلا کوئی شخص دوسرے کے معاملے میں ہتھ زور دیتا ہو۔ اور بھلا کسی کو بھی پرانی شادی سے ہتھ زور لپی ہوتی ہے جو اس کپتان نے ظاہر کی ہے بس اس سے میری طبیعت صاف کھٹک گئی کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔

اور صرف اُسکو یہ رشک پیدا ہوا کہ مگر کتنا اہل قدر صورت اتنا بھڑے اپنے سے بد صورت تھا کہ گویا ہمارا خوب صورتی میں بالکل ضد تھا تو اسلئے مجھے یہ خیال مطلق نہیں رہا تھا کہ مریم اس پر کچھ جائیگی کیونکہ اگر مریم اسے دیکھے گی تو اسے یہ معلوم ہوگا کہ آدمی کیا ہی بندر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسکا چہرہ تو بالکل چمڑی کی طرح سے سفید چمڑے کا تھا۔ اسکے سر پر بال تھے اور وہ اسلئے تھے کہ جیسے غار پشت کی پٹھیر پر کانٹے ہوتے ہیں۔ ان بالوں میں ناملائم اور کرخستہ ج بچ میں لکیریں ہو رہی تھیں۔ اور انکی ہدیت بالکل بھوس کی سی تھی۔ اسکی گول گول آنکھیں جنہیں گڑھے پڑے ہوئے تھے اور ڈھیلے اندر کو گھسے ہوئے کیا ہی کرہیہ معلوم ہوتے تھے۔ یہ آنکھیں رخساروں کی جھوٹی جھوٹی اٹھی ہوئی بیڈول ہڈیوں کے نیچے واقع تھیں۔ اسکی ناک کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے ایک گوشت کا لو تھڑا رکھ دیا ہو۔ اسکے نیچے دو سوراخ تھے جو دھریاں معلوم ہوتی تھیں اسکی ٹھوڑی شیشہ کی طرح صاف اور شفاف تھی جس نے بالوں کی بہت ہی چھوٹی صورت نہیں ظاہر کی تھی۔ دو ہونٹ تھے یا خدا کا قہر تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمالیہ کے دو ٹکڑے کر کے کسی نے اوپر نیچے چکائیے ہیں۔ کل ہدیت ایسی حکمی اور چمکتی تھی کہ جیسے اسکے پیر کے ہونٹ وارنس سے جمل ہے تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر مریم عاشق ہوتی تو اس سے اسلئے ریانی پر چلتی اور جب اس پر نہیں ہوتی تو اس بد ہدیت اور کرہیہ منظر پر کیا ہوگی۔ اور جب میرے حسن اور میری جوانی اور رعنائی کا اس سے مقابلہ کرگی تو بس ظاہر ہو کہ میں نے اپنے رقیب پر فتح حاصل کر لی۔ اور اسکو ایک طرف بٹھا دیا۔

اب یہ ٹھہر گیا کہ میرا نکاح ہوئے۔ نکاح ہونے کے دن سے ایک شام پہلے بپڑے اور دوسری اشیا خانوں میں لگائی گئیں اور ان خانوں کو آدمیوں کے سر پہ رکھنے کانے بجائے والوں کی ہمرہی میں وطن کے مکان پر بھیجا۔ وہی باجا گا جا تھا جو گاؤں میں مل سکتا تھا۔ ہمارے بیٹہ میں ایک تو شہنائی بجاتا تھا۔ اور ایک

طنبور پر تھاپ مارتا تھا اور دو آدمی کانے والے تھے یہ گویا ایک شان و شوکت کا نشان قرار دیا گیا کہ برات کے ساتھ کا جا با جا بھی ہو۔ ہمارے روسی دوستوں نے ہمیں اپنا ڈھول بھی دیدیا تھا۔ اس کے بجنے سے جسکو ہمارا ایک گوالیے کا لونڈا بجاتا تھا تمام ملک میں اسکی آواز سے بہت ہی اثر پڑتا تھا۔ چونکہ یہ رسم ہوتی ہے کہ پہلے دھن کے بان سے دو لٹھ کو جو کچھ ملنا ہو مل لے اسلئے دو لٹھ کو کچھ دیر کے بعد چڑھاوا چڑھانا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ مجھے دھن کے بان سے ایک جوڑا پستول کا ملا جو کہ قابض کی ساخت تھا۔ اور یہ جوڑا پستول کا دھن کے چچا کا تھا جو اسنے اپنی پیاری بھتیجی کیلئے مجھے دیا تھا۔ دھن کا چچا پہلے جارجیا کی فوج میں ملازم تھا اسوقت تک روسیوں نے جارجیا فتح نہیں کیا تھا۔

دوسرے دن یعنی وہ دن جو میری دلی آرزوؤں کے برائے کا تھا میں اور سب میرے کنبے والے صبح ہی سے اٹھے۔ موسم گرم تھا لیکن گرم تھا۔ پہلے کئی دن آگے یہاں سخت طوفان برپا تھا اور ہر وقت آسمان پر بادلوں کا ہجوم ہی رہتا تھا۔ لیکن فطرت موسم شب کو ترشح ہونے سے بہت ہی تروتازہ اور سرسبز ہو گئی تھی۔ میرے دوست کپتان نے مجھے سوار کیے لیے اپنا گھوڑا عنایت کیا جسکو میں نے جہاننگ ہو سکا خوب گنا پاتا پھنایا جیسا کہ ایسے مواقع پر ہوتا ہے۔ میں نے خود بھی سر سے پائون تک نئے کپڑے پہنے اور پھر پہلی کام کیے ہوئے کمر بند باندھے انہیں سینکڑے اور تو سدان ڈالے۔ پیش قبض کمر میں گھڑ سارا۔ اسی طرح سے اور بہت سی چیزیں مناسب موقع کی زیب تن کیں اور سب چیزیں جسے میری پوری زیب و زینت ہو گئی تھی میرے ایک دوست جارجین نے مجھے عاریتاً دی تھیں جو ملازم روس تھا۔ مجھ سے لوگوں نے بھی کہا اور مجھے خود بھی یقین تھا کہ میں نہایت ہی حسین جوان رعنا خوبصورت معلوم ہوتا ہوں اب میں مع اپنے رشتہ داروں کپتان اور اس کے بہت سے سپاہیوں کے جسے خوب بھیر ہو

تھی گیکو روانہ ہوا۔

جب ہم اُسکے قریب پہنچے تو ہم نے اپنے جلوس کو یوں ترتیب دیا کہ آگے والوں قزاقوں کے والوں اور ڈھول بجانے والوں کو کیا۔ اور ہم سب کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ میں اپنی دھن کے مکان پر آؤں۔ جہاں ہر قسم کی آسائشیں ہمارے لیے موجود تھیں۔ اور چاروں طرف سے سلامتی اور مبارکبادی کا میلہ برس رہا تھا۔ اور جب گیکو مشرکوں سے ہونے کے لیے ہر شے وہاں تیار تھی اور جہاں میرے چچانے ساری تیاری کر رکھی تھی ہم پھر سوار ہوئے میری دھن کے سر سے پانوں تک ایک قرمزی نقاب پڑی ہوئی تھی۔ سر پر ایک تاج نما ٹوپی رکھی ہوئی تھی جس پر نقاب آویزاں تھی پیاری اپنے باپ کے گھوڑے پر سوار تھی اور اپنے بھائیوں کی جانب روانہ تھی۔ ہمارے ہاں رواج یہ کہ ایک ٹبر کا بیٹی دو لہادائیں ہاتھ سے پکڑتا ہو اور اسی ٹیکے کو دھن دوسری جانب سے پکڑتی ہو اور پھر اس طرح سے دو لہادھن گر جائیں جاتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی اس رسم کو ادا کیا اس جلوس میں سب ہمارے دوست سب ہمارے رشتہ دار گائون کے سارے نوجوان بعض پاپیادہ بعض گدھوں پر اور بعض گھوڑوں پر سوار شریک تھے۔ یہ سب لوگ سائے راستہ واہ کرتے ہوئے خوشی کی آوازیں بلند کرتے ہوئے۔ سحر اپن۔ مذاق۔ چھٹیر چھاڑ غرض ہر طرح سے خوشی ظاہر کرتے ہوئے چلے جب ہم آخر کار کچھ اٹھے اور ذرا اونچی زمین پر پہنچے تو جلوس ٹھہر گیا۔ اب یہاں ایک شخص کو موم بتی دی گئی جو فی الحال روشن کر لی گئی تھی۔ سب آگے میرا چچا تھا جس کے ساتھ میرا دوسرا چچا تین گرجاؤں کا پادری بھی شریک تھا۔ یہ دونوں ملکر بھجن یا سرود عارفانہ بہت ہی خوش آوازی سے اس تمام جلوس میں بہ آواز بلند لا پ رہے تھے۔ کپتان نے پہلے ہی اپنی فوج کے آدمیوں کو خوب زرق برق دیا تھا۔ جو اس جلوس میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ گر جائیں گئے تھے۔

ہم آخر گر جا کے دروازے کے پاس جان کے اترے۔ میں اور دھن ٹپکے کو کپڑے ہوئے
 قربانگاہ یا ندج کے نیچے پہنچے۔ یہ مقام ہماری عاجزانہ حیثیت کے موافق بلکہ اس سے کمین
 اور بھی زیادہ پھولوں۔ لٹھی فیتون اور آئینوں سے سجا ہوا تھا۔ مجھے اور مریم کو آمنے سامنے
 بٹھایا۔ انجیل مقدس کھولی گئی اور ہم دونوں کے سر پر رکھی گئی اہوت ہم دونوں ایک
 دوسرے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ پھر پادری نے پہلے مجھ سے پوچھا۔
 تم نے مریم کو اپنی زوجیت میں قبول کیا میں نے گردن ہلادی کہ ہاں قبول کیا۔ پھر مریم سے
 دریافت کیا تم نے یوسف کو اپنا شوہر بنایا؟ میں نے بھی گردن ہلادی کہ ہاں بنایا۔ جب تک
 ختم ہو گیا تو پھر شریں اور مقدس آئین انجیل پاک کی پڑھی گئیں۔ اس کے بعد یہ
 تقریب نکاح ختم ہو گئی۔ پھر جو گانا بجانا۔ بھنورون پر دھب پڑنی اور بانسری بجنی
 شروع ہوئی ہے بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سر پر اٹھ لیا ہے۔ ہر شخص خوشی کے
 گیت گاتا تھا۔

درودیوار سے ظاہر تھے خوشی کے سامان	ذرہ ذرہ تھا وہ سرمست شراب عشرت
وننگ روم بنا جس سے تھا گوشہ گوشہ	دل بھاتی تھی ہر ایک شوخے پاکی حرکت
سرسراہی تھی خوشی میں وہ نسیم شادی	مسکرنے لگے غنچے بھی عجب ہر حیرت

مجھے قلعاربان پھرتے تھے لگاتے ہر سو	
جسکو دیکھو لیے آتا تھا نورید بھجت	

دن کی روشنی اہوت بالکل ناپید ہو گئی تھی۔ آسمان پر ایک طوفان عظیم برپا تھا
 چیخ ناہموار پر اندھیارے کی گھٹا ٹوپ چادر چھا گئی تھی۔ بجلی کی کرک اور بادلوں
 کی گڑگڑاہٹ سے میں صاحب بھی تشریف لے آئے تھے۔ اس نکاح کی تقریب اور
 گانے بجانے کے ختم ہونے کے بعد سب کی دعوت کی گئی اور بہت خاطر داری سے
 ساری مجلس کو کھانا کھلایا۔ اس کے بعد ہمارے وہاں چلے گئے ابہ نیک ساحت

میرے لیے آئی جو مجھے آدمیوں میں بہت ہی خرم و شادمان کرے گی۔ اور میں گھلے
خرم اپنے دامن مراد میں چنونا۔

کیا اسے صاحب میں بس امین اپنی رام کہانی کو ختم کر دین اور رات کو جو کچھ خوف اور
ہیبت واقع ہوئی اس کو بیان نہ کروں۔ یا انکو چھوڑ کر اور جو کچھ بتی ہو وہ بیان کروں۔ ڈر ہو
کہ زیادہ طوے آجکی سمع خراشی نہ ہو۔

آپ میری پیاری دھن کو صبح کے ستارے کی طرح پیاری اور فرشتہ کے مانند برگشاہ
اور ہر جرم سے پاک خیال کریں جبکہ مجھے کس صدق دلی سے عشق تھا اور یہ امر تو آپ
بخوبی خیال کر سکتے ہیں کہ ہوقت مجھے کیا خوشی ہوگی اور میرا غنیمت دل جہین سوا سے
اسکی بوجھ کے دوسرے کی محبت کی خوشبو نہیں سوائی تھی کس شادابی اور تروتازگی سے
کھلا ہوا تھا جسکی وصل کی امید کے سب رشتے منقطع ہو چکے تھے اور یہ ہرگز امید تھی
کہ میں پھر اسے روشن چہرے سے اپنا کاشانہ دل منور کروں گا۔ اور پھر مجھے وہ نصیب ہو گیا۔
تو اب اس زیادہ میری زندگی کا روشن زمانہ کیا ہو سکتا ہو۔

لیکن چونکہ مجھے یہ منظور رہا کہ میں جو کچھ یہاں اب بیان کرنے کو ہوں اسکی پوست کندہ
حالت سے آپ کو اطلاع دوں اسلئے آپ اس امر کو بخوبی سمجھ لیں کہ جارجیا اور آرمینیا
گانوں زیادہ تر زمین کے نیچے بنے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مسافر یہاں آئے تو گو وہ مکانوں
کی چھت پر کھڑا ہوا ہوگا لیکن اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں کھن بہت میدان میں کھڑا ہوں
جسکے بہت سے حصے سوراخ اور دراروں سے روشن معلوم ہونگے۔ جہین کہ میرا کلبہ رہتا تھا
یہ بھی اسی قسم کا مکان بنا ہوا تھا۔ اور جہاں میرا نکاح ہوا تھا وہ بھی اسی صفت کا مکان
تھا۔ میرے کمرے میں اس قسم کے سوراخ میں سے ایک سوراخ تھا جو اس موقع پر بند کر دیا
گیا تھا اور ایک دروازہ ہوا کہ رخ کی طرف کھولنا یا گھلنا تھا۔
آرمینیا والوں میں یہ رسم ہو کہ پہلے دو لہا جا کر گوشہ نشینی اختیار کرے اور اس کے بعد بیٹھے

اُسوقت اُسکے جوتے اور جرابیں اسکی دُھن اٹھا کے لیجائے اور پیشتر اُسکے کُودھن اپنی نقاب اپنے منور چہرے اٹھائے۔ پہلے وہ چراغ یا شمع کو گل کر دیتی ہے۔ اب طوفان عظیم برپا ہوا۔ گرج اور گڑگڑاہٹ ہمارے سر دُن پر قلابا زیاں کھا رہی تھی۔ بجلی ماہی بے آب کی طرح کو ندر ہی تھی جسکی چمک لمحہ لمحوہ معلوم ہوتی تھی۔ اور نہایت ہی زور شور سے دہشتناک آواز دُنکے ساتھ مینہ برس رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عنصرِ مین بہت ہی کھلابی اور اضطرابی پھیل رہی تھی اُسوقت میری پیاری مزم نے اپنے روشن چہرے سے نقاب اٹھا کے چراغ کو گل کر دیا۔ دُھن نیچے لیٹی ہی تھی کہ پہننے ایک غضبناک آواز سواگل طرُن سُنی جو بالکل غیر معمولی تھی گڑگڑاہٹ کے ساتھ آدمیوں کا شور غل بھی شامل ہو گیا تھا گھوڑوں کا دہشتناکی سے ہنہانا بھی برابر سُناؤ دیتا تھا۔ یکایک اسی کشمکش میں پہننے یہ آواز سُنی کہ کوئی دُرنی شے ہمارے بستر ہی کے قریب گری ہے۔ اور زمین سے چمک چمک چمک گندھک کی بو آتی ہے۔

میں گھبر کے بولا کہ یہ گولا گرا ہے۔ اسی خداوندِ تعالیٰ تو ہمیں اس سے محفوظ رکھو۔ میری روح یہ دیکھتے ہی پرواز کر گئی مگر شکر اُلٹا کہ میری بیوی بچ گئی۔ مریم اپنی نقاب اٹھا کر جانتی تھی کہ دروازے کے باہر نکلے۔ اتنے میں اُسی کمرے میں ایک ایسی زور کی آواز آئی کہ جیسے کوئی چیز پھٹتی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ میں اس رجم اور درشت آفت کی نذر ہو چکا۔ میں ان گڑے ہوئے پتھر دُن اور اسباب کے اوپر بیہوش گر پڑا۔

رہی اپنی سُدھ بدھ نہ صلا کسی کی!!
روشنی کی بھر طک اور چمکارے گندھک کی بو کے ساتھ آنے لگے۔

میں کچھ وقت تک یوں ہی بیخبر بیٹھا رہا مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا اور پھر کیا گزری جب مجھ ذرا ہوش آیا اور میں نے دیکھا کہ میں اب تک بالکل محفوظ ہوں اور میرے کسی عضو پر کچھ ضرب نہیں آئی اور میں چل بھی سکتا ہوں اب میں خیال کرنے لگا کہ میں کیونکر

اس بلاے بے دربان سے نجات پاؤں۔ شادی اور نکاح تو اس وقت خواب و خیال ہو گیا
یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مین نے خواب دیکھا ہے جو کچھ اس وقت مجھے سنا ہی دیتا تھا سو اسے
بادلوں کی گرگر ٹاہٹ بجلی کی کرطک اور لوگوں کے شور غل فادیل اور بکا کے کچھ نہ تھا۔
ہر طرف سے یہی صدائیں زور زور سے کانوں میں آ رہی تھیں۔ اور یہ نالہ و بکا کی آوازیں
اُن لوگوں کی تھیں جو اس وقت ناگہانی۔ قہر الہی بلاے بے دربان سے مجروح ہو گئے تھے۔
لپے زخموں کی تکلیف میں شور مچاتے تھے۔ یادہ لوگ تھے جو دوسروں کی تیغ بُران کے شکا
ہو گئے تھے گھوڑوں کا زور زور سے ہنہٹانا اور ہتھیاروں کی خچا خچ کی آوازوں نے کان کمر
کردئے تھے مین کہتا تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مین ابھی دہین بڑا ہوا تھا کہ اتنے میں
میرے کان میں ایک عورت کے چیخنے کی آواز آئی۔ مین نے آواز سنتے ہی یہ کہنا کہ کیا یہ میری
کہان ہے۔ کہان ہے۔ مین اسے تو دیکھو نگا۔ مین اٹھا۔ جب قدر دزن تھوڑے دن وغیرہ کا بڑا
ہوا تھا انکو بہت آہستگی میں مین نے اوپر سے سرکایا اور ایک ٹانگ سے نکلے آتا ہوا مین آگے
کی طرف پیاری دھن کو تلاش کرنے کیلئے بڑھا۔ اس وقت مجھے جو کچھ خوفناک نظاں معلوم
ہوا وہ ایسا نہیں ہے کہ معرض بیان میں آسکے یا زبان اس مطلب کو صاف صاف ادا کرے
مین نے اپنے پاس ایک برائی کو دیکھا کہ تلوار سوتے ہوئے ہے اور ایک سرکٹا ہوا اسکے ہاتھ
میں ہے اور اس سر میں سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔

رات کی اندھیری اور سیاہی میں جب کبھی کہ یکایک جھپکارا ہو جاتا تھا تو کچھ
دکھائی دینے لگتا تھا۔ جون ہی ایک دفعہ جھپکارا ہوا تو مین نے دیکھا کہ بہت ہی ہتھیناک
عم کا واقعہ ہوا ہے بل بھی طرح سے نہ دیکھنے پایا تھا کہ پھر وہی گھپ گھاپ اندھیرا ہو گیا
دوسرا جھپکارا ہو پھر ہوا تو مین نے دیکھا کہ ایرانیوں نے جھکے ہاتھوں میں قمیض بے برہنہ
آویزان تھیں بے بس دوسروں پر شجون اراہے۔ انکو بزدل پر سے گھسیٹ گھسیٹ لیا
ہے۔ اور انکو قتل کر ڈالا۔ کانٹوں والے بیچارے بے انتہا گھبراہٹ اور اضطراب میں اپنے

مکانوں میں سے بھاگ بھاگ گئے تھے۔ اس کے بعد بہت زور کی گڑ گڑا ہٹ ہوئی جس نے ہر
کو پر اگندہ کر دیا حسین خان سردار نے آرمینو کے کانوں پر حملہ کیا تھا اور سولا خون اور موٹو نہیں
سے بم کے گولے برسائے تھے۔ کانوں کے موٹی اپنی پناہ کی جگہ میں سے گھر گھر کے باہر گل
میں نکل گئے تھے اور انہیں بھی اس ہیبت و خوف کا حصہ ملا تھا۔ غرض اب میں کہانتک
بیان کروں کہ کیا نوبت تھی اور کیا آفت برپا تھی۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ میرا بال تک بیکار نہ ہوا
درمچہ خداوند تعالیٰ کا ہاتھ پھیلا رہا جس نے مجھے اس قہر آلود موقع سے بچایا۔

اب میں سٹ پٹایا کہ اپنی بیوی کو۔ کہان جادوں اور کہان ڈھونڈھوں۔ اس کے پیچھے
کی آوازیں تو میرے کان میں آتی تھیں اور وہ دردناک چلانا اور الم آلود دایلا تھا جس سے
یہ ثابت ہوتا تھا کہ مریم کو کوئی ضرب ایسی پہنچی ہے جس سے وہ جان بلیستے اور غرق مرگ ہو گئی
اب میں نے اپنا راستہ نعتوں میں ہو کر کیا۔ دیوانہ وار مجھنا نہ شدت غضب میں
میں نے قدم اٹھایا۔ یہاں سے میں کانوں کے دامن میں پہنچا کہ اپنی دلربا کی آواز
سنوں کہ کہان سے چیختی ہے جب میں وہاں پہنچا اور ایک دفعہ بھر بجلی جگی تو میں نے
دیکھا کہ دو ایرانی سوار جا رہے ہیں ایک کے پیچھے گھوڑے پر ایک عورت سفید نقاب پوش
بیٹھی ہے۔ میں نے جان لیا کہ ہونو یہ میری بیوی ہے میں نے بہت تیزی میں جیسے پہاڑی
اگر پہاڑ پر چڑھتا ہے انکا تعاقب کیا جب طوفان ٹھہر جاتا تو پھر بجلی نہ چمکتی اور پھر اس
اگھپ گھاپ اندھیرے میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ بھی نہ سمجھائی دیتا تھا پٹے ٹوٹیاں مارنے
لگتا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا ہوں مگر یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کس طرف جاؤں اور کس رخ
قدم اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں قریب قریب میں برہنہ ہی تھا جو ضرب لائی تھی وہ جڑا تھی۔
چونکہ میرے پیر پہاڑوں پر رہنے چلنے کے بالکل عادی نہ تھے تو وہ تمام پارہ پارہ ہو گئے
تھے بھلا ایسی حالت میں مجھ سے تعاقب کیا خاک ہو سکتا تھا۔ اب میری طبیعت کا وہ
حال ہوا کہ تو بہ ہے۔ یاوسی نے چاروں طرف سے آگے گھیر لیا تھا غم و الم بہت میرے سر

جلیس انیس بنگے تھے۔ شکستہ خاطر میری ہم کاب تھی۔ ناامیدی نے جانِ دل پر اپنا قبضہ
پہلے ہی سے کر لیا تھا۔ غرض یہ چیزیں اس طرح کی محیط ہو گئی تھیں جس سے میرے اوسان
اصلاً بجا نہیں رہے تھے۔ آخر میں نے اپنے کو جیت تک کہ آفتاب اپنا جگمگاتا ہوا تاج پہنکر نکلا
اور اُس کے روشن تاب کی کرنیں میری آنکھوں میں چکاچوند کرتی ہوئی ادھر ادھر نہ پڑنے لگیں
میں وہاں سے نہ اٹھا۔ اور جب تک مجھ میں یہ ہوش نہیں آیا کہ میں کہاں پڑا ہوا ہوں
تو کہاں تھا کہاں آگیا اب کہ دھر ہوں گے صلا خبر نہ ہوا۔

میں نے اپنے کو غیاطب بنا کر آپ کہا کہ کیا واقعہ ہوا میں کہاں پڑا ہوا ہوں اور یہاں
کیونکر آگیا۔ آیا شب کو دوسرے عالم کے دیوہ عفریت مست یا شرعی جنوں نے آکے ستم برپا کیا
تھا یہ معاملہ ہی کیا ہوا۔

گئی ایک بیک جو ہوا لٹ نہیں دیکھو میرے قرار ہو
کردن غم ستم کا میں کیا بیان مرا غم سے سینہ فگار ہو

میں نے دیکھا کہ مبارک اور پر شوکت گروہ صفا اور بے بادل آسمان پر بلند ہو رہا ہے
فطرت کے مزاج کو ساکن اور معتدل بنا دیا۔ جس سے صبح کی نازگی نمودار ہوئی۔ پرندوں کا
گیت سنائی دیا۔ موسیقیوں کے بارے سے اُنکا ممیانا نہ سکنے لگا۔ میرے سامنے کے مربیانہ ذوق
میں بالکل ساٹھا معلوم ہوا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس وقت سے عیب وارد ہشتنگا کی
صورتیں جو میرے دماغ میں سرگرداں ہیں شاید یہ اس مردہ خیال کا اثر ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ
کہ اس عیسویہ جگہ میں اس پیارے اور بہت پیارے آسمان کے نیچے۔ نیچے کی ان فیاضانہ
بخششوں کے سایہ عاطفت میں میں دمیوں کو اپنے بھائی مخلوق کو قتل کرتا ہوا گالوں
میں آگ لگا تا ہوا نغشوں کو کچلتا ہوا اور پارہ پارہ کرتا ہوا۔ سردن کو اتارتا ہوا دیکھ سکتا
اور میرے قتل کرنے کے تصور میں کیا میں اپنی پیاری بیوی اپنی بیگناہ دھن سے محروم
کیا جاؤ اُنکا ابل بکے قہر جو کچھ واقعہ ہوا تھا اُس کی تصویر میری آنکھوں کے آگے بھر گئی

گو پہلے میری چشمانِ بیاہ سے آنسو نہیں گزرے تھے لیکن اس لمحہ پٹ پٹ مپکنے لگے۔ انے میرے جھوٹے
 ہوئے دل اور مشتعل چھاتی کی کچھ بھر اس نکل گئی۔ میں اٹھا اور آہستہ آہستہ کانوں کی طرف چلا
 سب کو تین چپ چاپ تھے کچھ کچھ دھوان اور ادھر اٹھتا ہوا معلوم ہوتا تھا کنارے پر کوارہ
 اور اپنے باڑے سے گرم شدہ نوشی جبر رہے تھے۔ پر ویسی پیارے گھوڑوں پر جا رہے تھے اور
 لکھت گانوں والے جن پر یہ قہر خدا نازل ہوا تھا حد سے زیادہ پرانگندہ خاطر تھے اور جو کچھ انہوں نے
 خاندان پر اچانک آفت اور مصیبت آپڑی تھی اس سے بہت ہی مشکل سے ہوشیار ہوئے تھے۔
 اور وہ اب تک ناواقف تھے کہ آخر اس بلاے جاننا نکا نتیجہ کیا ہوا۔ میری آپ بچہ بین تو اپنے
 انبی آنکھوں سے اس بال کو ملاحظہ کیا تھا مجھے تو ہر ایک شخص بد قسمتی کا رفیق معلوم ہوتا تھا
 میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ تو اپنے رشتہ داروں کو جو سب راہ فنا میں کامزن ہو گئے
 ہونگے چل کے دیکھ اور ان مکانوں کا ٹوٹل ملاحظہ کر جو شب کو منہدم ہو گئے ہیں اور تو
 اس امر کا بھی معائنہ کر کہ تو اس دنیا میں تن تنہا رہ گیا۔ نہ تیری ٹھکانا رہی رہی۔
 نہ آرام کرنے کو گھر بچا۔ نہ شفقت کرنے والے والدین رہے اور نہ ڈھارس بندھوانے
 والے دوست زندہ بچے۔ لیکن نہیں یہ بات تو نہیں ہوئی گو خیال نے دماغ میں ایسی بلند
 پروازی کرنی شروع کی تھی اور اپنے قدم ایسے جمائے تھے کہ توبہ مگر اول جسکو میں کانٹو نہیں
 داخل ہوتے دیکھا وہ میری پیاری اور مظلوم مان تھی مجھے دیکھتے ہی جھکا کہ نکالیں اور
 مصائب اس پر ٹپے تھے اسے پھر از سر نو یاد آگئے۔ اسنے دڑ کر مجھے گلے سے لگا لیا اور زار و
 نزار رونے لگی۔ جب وہ بہت کچھ رو چکی اور اس کے دلکی بھر اس نکل گئی تو اسنے مجھ سے
 کہ تیرے باپ کو بہت ہی ضرب آئی ہو۔ اور اس کے سر پر ایک آفت ناگمانی ٹوٹ
 پڑی تھی کہ شکر ہو کہ زندگی تھی بچ گئے۔ اور باقی ماندہ کنبہ سب چھا ہو کسی کی جانکا بان بکا
 بھی نہوا ہمارا گھر سارا منہدم ہو گیا تھا۔ ہماری ساری خانہ داری کی شیا غنیم لوٹ کر لگیا
 تھا۔ اور خصوصاً وہ کمرہ جہاں میں اور پیاری مریم بیٹھی تھی بالکل برباد ہو گیا تھا۔ اسکی تو

اینٹ سے اینٹ بجائی تھی۔ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ نیک روسی کپتان وہ پہلا ہی تھا جس نے
 اپنی پیاری جان اس بلوے کے بھینٹ چڑھائی تھی جب یہ غل غباڑا ہوا ہے اور تو بکلی کرکڑ
 آواز آئی ہو تو وہ میرے کمرے میں سوتا تھا کیا ایک گھبراہٹ ہوا باہر نکلا کہ یہ قہر خدا کیا نازل ہوا
 نکلتے ہی دو درانیوں نے اسکو پکڑ لیا۔ انہیں سے ایک نے فوراً اس کا کلا کاٹ ڈالا۔
 یہ اُسی کا سر تھا جب اول ہی میں چونکا تھا اور پٹے ہی چمکارے میں مجھے ایک ایرانی
 کے ہاتھ میں معلوم ہوا تھا جو تازہ تازہ تھا اور جس سے خون کی بوندیں ٹپک
 رہی تھیں۔

میری ماں پھر مجھے پناہ کی جگہ میں لے گئی اور مجھے کپڑے بچھائے جیسے کپڑے
 کہ وہاں دستیاب ہو سکے۔

ایرانی جب اپنا کام دہشتناکی سے کر چکے تو پھر اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے گئے
 تھے۔ اور ہمارے کجست گاؤں والوں کو ان میں روسیوں کو کاڑنے دفن کرنے کے لیے
 چھوڑ گئے جو بخیری میں اُنکی تیغ مارے بران کے شکار ہوئے تھے۔ ان میں کجست سیاہیو
 سر ایرانی بطور نشان فتح کے اپنے ہمراہ خوجیوں میں لٹکا کے لیکر چلے گئے تھے۔

والدہ بزرگوار کی زیارت کے بعد اب میرا یہ ارادہ ہوا کہ میں اپنی پیاری بیوی
 مریم کا تعاقب کروں۔ یہ تو ایک بدیہی امر تھا کہ مریم کو وہی لوگ لے گئے ہیں جو گاؤں کی
 حملہ آور ہوئے تھے اور بھی ضرور تھا کہ وہ ایرادان پہنچی ہوگی کیونکہ یہ غلام اور لونڈ
 کے نیچے خریدنے کے لیے یہاں سے بہت ہی نزدیکی کا بازار ہے اور اس میں بھی صلا
 نہیں تھا کہ خاص لونڈی بنائے فروخت کرنے کی غرض سے اسکو ایرانی پکڑ کر
 لے گئے ہونگے۔

میرا پستول تلوار۔ بندوق۔ جو گویا میری عر دسی کمرے کا زیور اور سجانے والا
 سامان تھا تمام تھپور دن خاک کے نیچے دبا ہوا تھا۔ انکو میں نے نکالا کیونکہ میری حفاظت

سو اُن کے اور کون کر سکتا تھا۔ کچھ زر نقد گرہ میں تھا ہی یہ لے کر میں نے گیوشلو کو اڈیو کیا اور اپنے دل میں یہ قطعی ارادہ کر لیا کہ چاہے جو کچھ ہو بغیر تپہ لگائے مریم کے ہرگز نہیں واپس پھرنے کا۔

میں بہت تیز قدم روانہ ہوا اور پہاڑوں پہاڑوں سیدھا ایرادان کا راستہ لیا جب میں نے دو بلند سڑکوں کی ایک شاخ کو طے کیا تو مجھے دوسو ارٹے۔ یہ سوار بہت ہی خوبصورت اور سازد سامان سے درست تھے انھوں نے مجھے ٹھہرایا اور یہ پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اور کیسے جاتے ہو۔

میں نے اپنی کجخت اور بد قسمت رام کہانی کتنے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا کیونکہ مجھے خیال تھا کہ شاید سوار میری بیوی کا کچھ تپہ نشان بتا سکیں اور اسکی سیانچتی میں ردشی کا چمکارہ ملاوین یہ تو انھوں نے کیا کہ اُسکا تپہ بتایا لیکن ان بے رحم الفاظ میں کہ اُنکے ہر ہر حرف سے ہیبت شہوات ٹپکتے تھے انھوں نے مجھے یقین دلایا کہ تیری بیگناہ بی بی تیری گم گشتہ پیاری۔ تیری منکوحہ ایسے ظالم اوباش عیاش کے قبضہ میں آئی ہو کہ اُس سے بدتر چشم فلک نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔

میں کیا یہ ممکن ہو کہ اگر میں وہاں جاؤں اور وہ میری یہ فوس ناک حالت نے اُسکے دلین رجم آجائے اور جو بُرائی کہ اسوقت اُسکے دل میں سائی ہو وہ جاتی رہے یہ میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں عورتیں صرف عیش کے لیے ہوتی ہیں لیکن بھی تمام عورتیں ایک ہی کے عیش کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں کہ صرف سردار ہی سب کا مالک بن بیٹھے۔ تو مجھے کیا یہ امر خیال میں آسکتا ہو کہ میری ہمدرد میری جان کی تسلی اور میرا عمری ساتھی وہ دیدے گا۔

یہ منکوحہ سردار جو سردار کے باڈیگارڈ میں سے تھے خندہ زن ہوئے اور کہنے لگے کہ بھائی یہ ایک ناممکن امر ہو کہ جو عورت حرم میں داخل ہو چکے اُسکے لیے تو کوئی شکر کر

تیری یہ ساری محنت محض بیکار ہو۔ بہتر ہو کہ تو خواہ مخواہ کی تکلیف برداشت کر اٹھا اور جہاں
آیا ہے پھر کرواپس چلا جا۔

میں نے انکے اس منسنے اور کہنے پر کچھ زیادہ خیال نہیں کیا اور جلدی میں قدم آگے
بڑھا دیا اور دل میں خیال کیا کہ جس خدا نے مجھ ایسے گناہگار پر یہ قہر نازل کیا۔ اور
جسے مجھ کو بخت پر یہ یہ آفتیں برپا کیں۔ کیا عجب ہے کہ وہ پھر مجھے ہر بان ہو اور میری
اس مصیبت کو مٹائے۔

اب میں ایران کیمپ کے پاس پہونچا جہاں مجھے معلوم ہوا کہ سردار بذات خود یہاں
مقیم ہو اور اس امید میں ہو کہ کچھ عمدہ خبریں گوش گزار کرے۔ ایرانی دستہ کے پہونچنے
سے جنھوں نے کہ ہم پر حملہ کیا تھا وہاں بہت ہی حیرت چھا رہی تھی۔ وہ اپنے کارہائے
عظیم کی کامیابی کے بہت بہت ثبوت دے رہے تھے۔ جو سرداروں کے کاٹ کر رکھنے
تھے یہی انکی فتح مندی کا بہت بڑا ثبوت تھا جنکے کئی ڈھیر سردار کے ڈیرے کے آگے لگے
ہوئے تھے۔ جو کچھ ان لوگوں کو فتح مندی حاصل ہوئی تھی اس سے بہت ہی نازاں تھے اور بڑی
خوشیاں منا رہے تھے۔

شاہ فارس کو بڑے طمطراق۔ شان و شوکت اور جاہ و جلال سے نکمہ مرج لگا
اس فتح کی خبر کی آمد پر انکو بھیجے گئے کیونکہ شاہ جب تک ایسے ایسے بدیہی ثبوت نہ
پاتے ہرگز یقین نہ کرتے کہ ہماری فتح ہوئی ہو۔ لیکن خوشی میں ایک طرہ اور یہ نیا ٹھکانا
کہ ایک قاصد یا مخبر روسی حدود سے دوڑا دوڑ آیا اور ایک ایسی خبر لایا جس سے ایک انتشار
پھیل گیا اور سارا معاملہ صورت دگرگون میں جلوہ دینے لگا۔ اس نے بیان کیا کہ روسی
لشکر نے اپنے اس دستہ کی خبر سنی ہو جس پر گو مشاور پر شب گزشتہ حملہ ہوا ہو تو وہ بہت ہی
غضبناکی اور جوش میں سردار پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے کیا عجب ہے جو شام ہونے
سے پہلے پہلے وہ یہاں آگے پہونچ جائے۔

اس خبر نے بالکل صورت خوشی کو بدل دیا اور اب لینے کے دینے پر گئے سردار نے تمام کمپ کو حکم دیا کہ ابھی تیار ہو جائے اور بہت بھرتی سے صف آرائی کر کے بھیجے گئے۔ ڈیسے گرا دیے گئے۔ خجرون پر اسباب لہنے لگا۔ آدمیوں نے غل مچانا شروع کیا گھوڑے اونٹ۔ آدمی۔ توہین ایک ہی دفعہ سب متحرک ہوئیں۔ دو گھنٹے گزرنے نہ پائے تھے کہ وہاں کسی کا پتہ بھی نہ رہا اور اچانک سب غائب ہو گئے اور سیدھے ایرادان کی طرف بالین اٹھائے ہوئے روانہ ہوئے۔

مجھے سوقت اپنی گم شدہ مریم کی کوئی خبر نہ ملی۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر وہ سردار کے قبضہ میں ہو تو ضرور ایرادان کی حرم سر کی دیواروں میں جا کر مقید ہوگی۔ میں نے اور بھی یاد تیز قدم اٹھائے کہ شاید اس گھبراہٹ میں میرے فائدے کی کوئی عمدہ صورت نکل آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو زنگوئی کے پل پر میں نے اپنا قیام کیا۔ جہان سے میں اچھی طرح سے سردار کے اُن محلات کو دیکھ سکتا تھا جہاں عورتیں رہتی تھیں۔ سوقت اس پل پر سے سردار کی فوج اتر رہی تھی لیکن مجھے اپنا فوجی ہمراہی سمجھ کے کسی کچھ نہ کہا انھوں نے سمجھا کہ ہمارے لشکر کا یہ بھی کوئی شخص ہوگا۔

یہ عمارت اندھیری چٹان کے کنارے پر واقع ہے جس کے دامن میں صاف اور شفاف نی زنگوئی بہتی ہے اور اس زور سے بہتی ہے کہ اسکی چٹانی سطح سے کھٹکھٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسکا پتھر لٹا بھار جس سے ایک سفید چکر دار شکل بنتی ہے اور اسی کے باعث سے پانی بھی بہت ہی دھابین دھابین ہو کے گرتا ہے جسے محرابی پل پر بنایا گیا ہے جس میں وہ بلند سڑک بھی شامل ہے جو جا رہا اور ترکی میں جاتی ہے۔

اُس محل کے خاص دالان کے اُس گوشے کا دروازہ جہاں خصوصاً سردار بیٹھا کرتا تھا دریا کی طرف کھلا ہوا تھا اور وہاں سے دور دور کا نظارہ ہوتا تھا۔

اس عمارت سے کچھ ہی دور فاصلے پر عورتوں کے کمروں کی کھڑکیاں ہیں جن میں

جالیان لگی ہوئی ہوتی ہیں درای سے دھردانہ دروازوں یا کھڑکیوں سے ممتاز ہوتی ہیں دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ زنانے کمرے ہیں۔ میں نے انکی طرف جو نظارہ کیا تو وہ یہاں سے بخوبی نہ معلوم ہوتی تھیں مگر بیان ان کھڑکیوں میں سے ہر شخص بخوبی پل پر سے گزرتے ہوئے اور آتے ہوئے شخص یا جانور کو دیکھ سکتا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر مریم یہاں مقید ہوئی ہو تو ضرور میں نیچے کھڑا ہوا ہوں میری طرف دیکھے ہی اور اگر یہ بھی مانا کہ اُس نے دیکھ لیا تو پھر اُسکا علاج کیا ہوگا۔ میں کہہ ہی کیا سکتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں مایوسانہ یہ بات کہی۔ اُسکا میری طرف نظارہ بازی کرنا اُسکو وہاں سخت اذیت دیکھا اور مجھے تو بالکل ناپسند ہی کر دیکھا۔ ایسی بلندی سے بکھر نکلتا یہ محض ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اتنی بلندی سے گزنا فوراً ہلاک کر ڈالے گا۔ یہ دیکھ کر ولیم یہ کہتا تھا کہ اے مریم۔

ملنا ترانہیں اگر آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

مگر میں نے خیال کیا کہ یہاں ایک ہی جگہ کھڑا رہنا تو کچھ بات نہیں ہے ایسا نہ کوئی دیکھ لے لو کہ سے شہم ہو تو کمین وقت آکر نہ واقع ہو تو اسیلئے میں نے ہی مناسب سمجھا کہ اس وقت تو یہاں سے چلتے ہو شام کے بعد یہاں آکر پھر کھڑے ہونا کہ جب کوئی دیکھنے والا نہ ہوگا تاکہ مجھ پر کسی کو شبہ نہ کرنے کا موقع نہ ملے۔

میں اسی طرح سے چھٹے وقت آتا اور حرم سرا کی کھڑکیوں کی طرف دیکھتا۔ یوں ہی مجھے پورے پندرہ دن گزر گئے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوا کہ تین تین بار پل پر چڑھا اور نہ مولا۔

آخر ایک دن چھٹے کے وقت میں ٹٹکی باندھے ہوئے کھڑکیوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک کھڑکی کی درخت کے طرف جالی اُٹھی ہے اور اس میں ایک عورت

دھڑا دھڑنے کی طرف نگران ہر مین اُسے نہایت ہی سکتہ کے عالم میں دیکھتا رہا۔ اچھ رکتے
مجھے پہچان لیا میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اُس عورت نے بھی یہ دیکھتے ہی اپنے دونوں ہاتھ
پھیلا دیے میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ ہاں یہ عورت ہے۔ ہاں ہاں یہ ضرور میری بیوی ہے
بشک یہ مریم ہی ہے اس پر نہ تو میں نے ایک لمحے کا توقف کیا نہ میں نے کچھ سوچا۔ ہر صبح با دبا دبا
کشتی در آب اندر اضمیم

آنکھیں بند کر کے میں تو دریا میں دھڑام سے کود پڑا۔ نہ یہ سوچا کہ آخر اسکے نتائج کیا
ہونگے۔ اور میں دریا میں دو تین ہاتھ مار کر ڈھلوان زمین کی طرف اپنی پیاری بیوی کے
محل کے نیچے جا کر کھڑا ہوا۔ کبھی بار مریم نے اپنے بازو میری طرف پھیلاے گویا وہ اپنے کونپے
پھینکنا چاہتی ہے۔ میں نے خوف سے غل بھی بچایا مگر جب ذرا اسکو تامل ہوا تو میں نے یہ خیال کیا
کہ شاید وہ ایسا نہ کریگی کہ نیچے آ پڑے۔ ہم بہت توجہ سے کچھ وقت ایک دوسرے کی طرف نگران
مگر دہشت کے مارے ایک نے دوسرے سے کچھ باتیں نہ کیں کہ ایسا نہو کسی کو خبر ہو جائے اور پھر
دونوں کو مختلف نامعلوم آفتوں کا سامنا کرنا پڑے آخر کار یکایک مریم نے جالی کو ڈال دیا اور محکو
مہیب اور دہشتناک ثہات کر نیکے لیے چھوڑ گئی۔ میں دہان کچھ دیر تک کھڑا یا لیکن میری
برابر ٹکٹکی بندھی ہوئی تھی۔ پھر یکایک وہ جالی کا پردا اٹھا۔ اور پھر مریم نمودار ہوئی
لیکن ایسی صورت حال سے گھبراہٹ ہویدا تھی اور سخت تیر تیر رہا تھا۔ میں اُس سے
بہت ہی مشکل سے یہ کہہ سکا کہ کو پیاری کیا گذری لیکن لمحہ لمحہ روح فنا ہوئی جلی
جاتی تھی کہ کہیں کوئی آفت نہ آکر واقع ہو یہاں تک کہ میں نے اُسے دیکھا کہ وہ آگے
جھکتی ہے اور پھر پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ جھکتی ہے اور پھر پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ ہوتے
ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ دل مضبوط کر کے دھڑ سے نیچے آ ہی رہی۔
میری ٹانگیں جواب دے چکی تھیں۔ میری آنکھیں تیرہ و تار یک ہو چکی تھیں اور
میں خود سرتاپا مختلف خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کیونکہ یہ کل حالتیں اُس وقت طاری

ہوئی تھیں جب میں نے فہم کیا تھا کہ دیکھیے اتنی بلندی سے وہ گرتی بھی ہو یا نہیں ۔
 بھلا کس کو یقین آسکتا کہ ایک لڑکی اتنی جرات کر جائیگی ۔ میں فوراً ہی درخت پر
 چڑھ گیا جو بہت ہی قریب کھڑکی سے بھڑا ہوا تھا اسکو آتے آتے میں نے اپنے بازوؤں پر
 سنبھال لیا ۔ اب مجھ میں یہ معلوم ہوا کہ زمین پر لیچنے کی کسی نے گویا ایک نئی روح چھوڑ
 دی اب وہ طاقت آگئی کہ میں دریا سے بخوبی پار ہو جاؤں ۔ اور بہت جلد یہ قیمتی وزن
 کو لے کر تپ کے کنارے سے پار ہو کر کھل کھل کر نکل جاؤں ۔ یہ تو سب کچھ تھا لیکن اس میں
 بھی دوسرے شخص مددگار کی ضرورت تھی ۔ طرح طرح کے دواؤں اور شہادت اب مجھ کو
 آنے لگے اور میں سخت متحیر ہوا کہ بالآخر انجام کیونکر کرنا چاہیے ۔ فطرت نے میری اس
 موقع پر رہنمائی کی غرض اللہ کی عنایت سے خدا نے میری اور پیاری مریم کی جان کو
 بچا دیا اور ہمارا یہ بچا ایسی بلا سے بے درمان سے بہت ہی قیمتی خیال کرنا چاہیے ۔
 جب میں نے اول ہی کوشش زور آزمائی کی اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ میرے اس
 بے سمت وزن میں کچھ رفق زندگی باقی ہیں ذرا بٹھک گیا اور اُسے چپ چاپی سے ٹوٹی ہوئی
 دیوار دیکھتے ہیچے باطنیان تمام بٹھا دیا گو مریم کو اتنی بلندی پر سے گرنے کا صدمہ تو بہت ہی
 پہونچا تھا مگر کوئی ہڈی نہ ٹوٹی تھی جس درخت پر کہ پیاری مگر مظلوم مریم اتری تھی اونی
 کو آنکھیں بند کر کے پھینک دیا تھا اسکی شاخوں نے جا بجا سے اُسکے نازک جسم کو زخمی کر دیا
 تھا ۔ خون خوب زور شور سے جاری تھا ۔ مگر الحمد للہ کہ زندہ تھی سانس لیتی تھی آنکھیں
 بھی کھولیں اور میرا نام بھی لے کر پکارا ۔ میں اسوقت اسقدر خوش تھا کہ توبہ میں نے
 اس سرگرمی اور کوشش سے اُسے گلے لگا پا کہ جس سے مجھ کو بہت برستی تھی ۔ جب ذرا مریم کی
 میں نے اُسکو اٹھالیا اور دل میں خیال کیا کہ جہاں تک جلدی ہو سکے یہاں سے پار
 چلے چلو اور پہاڑوں میں اپنا راستہ لو ۔ مبادا کوئی آفت نہ نازل ہو ۔ مگر پھر خیال آیا
 دریاے اشتراک کو بھی عبور کرنا پڑیگا ۔ اور جب یہ سیر بازوؤں پر بیٹھی ہوئی ہو تو یہ

کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ بغیر پل کے میں اسکو لے کر بار ہو جاؤنگا۔ خیر چلے چلو تو سی ہو کچھ کرے میرا مولے کرے۔ میں نے اپنے قدم تیز تر اٹھائے۔

ہم اس پل کے دامن میں آرام کر رہے تھے اسوقت میں نے آپ کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تھی۔ چونکہ مجھ میں اب بھی یہ قوت تھی کہ یہاں سے اٹھ کر میں چلا جاؤں اور ربرباد شاہ گرجن جہاں آپ پہلے نمودار ہوئے تھے پناہ گزین ہوں اسلئے میں یہاں بیٹھا ہوا یہ دیکھ رہا تھا کہ شاید سردار نے آپ کو گونکو ہماری گرفتاری کے لیے بھیجا ہو۔ اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ ہمیں بچا دیں اور ہم کو اپنے مکان کی جستجو کرنے کے لئے اجازت دیں تو آپ کو دو مشکور دلونسے دعائیں نکلیں گی اور ہم جیسے بد بخت اور مصیبت ماروں کے ساتھ مدد کرنے اور اسے شفقت سے پیش آنے کا خدا آپ کو بہت بڑا اجر دیگا۔ آپ لوگ کوئی کیون نہ ہوں اور کسی غرض سے کیون نہ بھیجے گئے ہوں مگر آپ میں ہمدردی کی بڑا آتی ہو اور جب قدر انسانیت کی صفات ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں موجود ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کی ہر بانی اور کو ہزار درجہ ہمہ زیادہ کرے گو ہم آپ کے مذہب کے ہیں اور نہ قوم کے ہیں۔ لیکن پھر بھی ملتی ہیں کہ آپ ہم پر رحم کھائیں اور جس خدا کی آپ مخلوق ہیں اسکا آپ کو واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ آپ ہماری فریاد سنیں۔

رحم کردن بضیع فان رحم بر خود کردن است
و اے بر شیرے کہ آتش ز نیشان افکند

بارتھوان باب

حاجی بابا کا اس نوجوان کے ساتھ ہمدردی پیش کرنا

یہاں کریمین نوجوان نے اپنی رام کہانی کو ختم کیا میں بہت ہی متعجب ہو کر سکی جس سرائی کرنے لگا۔ میری اجازت سے وہ اپنی بیوی کو دیکھنے پھر چلا گیا اور کہ گیا کہ میں بھی وہیں پھر کے آتا ہوں۔ اور اس کے حال کی حالت و کیفیت کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ یہاں رام لیکر

اُسے کتھر فائدہ ہوا۔

جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ہوت اہو مان اور زخمی لڑکی یہاں پڑی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ اس شخص نے کہا ہر وہ سب سچ ہے کیونکہ اسکا خون ہونا ہی کافی ثبوت ہے اچھا اگر میں اس نوجوان کو اجازت دیدوں کہ تو یہاں سے چلا جا اور پھر سردار کو یہ علم ہو جائے تو وہ میرا کیا درجہ کرے گا اور مجھے کس طرح پیش آئے گا۔ سچ ہوگا کہ ایک تو اپنے عہد سے دست بردار ہونا پڑے گا اور دوسرے کان کاٹے جائیں گے وہ جدات میں اس پس پیش میں ہوا کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ نعمان کے قول پر جو شخص اس موقع کے مناسب حال ہے چلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ۔

”اگر تم شیر ہو اور واقعی شیر ہو تو پھر ہمیشہ شیر ہی رہو اس لیے کہ دوسرے جانور تم سے آگاہ ہو جائیں گے کہ تم کتھر اور کس مر میں بھر دس کریں۔ اور جو تم شیر نہیں ہو اور شیر کی بھول ہنکر اور جانور زمین چلو گے اور قدم تمہارے بے کم و کاست گدھے کی طرح سے اٹھیں گے تو سوا اس کے کہ وہ تمہارے ساتھ بہت ہی بلی سے پیش آئیں اور کیا کر سکتے ہیں۔“

اب مجھے یہ فکر ہوئی کہ میں اُسے چھوڑ دوں یا نہیں۔ اور گدھے اور شیر کی مثال پر میں بہت ہی پریشانی سے بیتاب ہوا۔ کہ اتنے میں یوسف واپس پھر کر آیا اور اُس نے بیان کیا کہ یہاں آرام ملنے سے اتنا ہوا کہ مریم بہت تروتازہ ہے۔ لیکن خون جو اسکا بہت نکل گیا ہے اس سے ضعیف بہت ہو گئی ہے اور اسکو اتنے اونچے سے گرنے سے جو کچھ صدمہ پہونچا ہے اسکا ہند بند ٹوٹ رہا ہے۔

خصوصاً ایک ٹانگ پر ٹکی بہت ہی صدمہ پہونچا ہے۔ کتنے دن تک تو وہ پلنگ سے اُل بھی نہ سکے گی۔ بھلا اگر ہمارا سردار کے آدمی تعاقب کرتے تو پھر ہمارا کہاں چہ لگتا اور سوائے بڑھنے اور آگے چلنے کے اور کیا چارہ ہوتا۔ گو ابھی اس میں قوت نہیں آئی ہے کہ جو کچھ اس پر اتنے دنوں میں پتی ہے وہ بیان کرے۔ کیونکہ مشلو کو چھوڑ کر اسکو کن کن آفتون کا

سامنا کرنا پڑا۔ مگر پھر بھی اُس نے یہ کہا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب میں کمرہ عروسی سے گھر کر رہی تھی تو صرف مفید نقاب میرے چہرے پر پڑی تھی ایرانی بھی وہیں موجود تھا۔ جون ہی بجلی کا جھکارہ ہوا اُس نے مجھے دیکھا کہ یہ نوجوان بھی ہے اور خوبصورت بھی ہے بس اُس نے فوراً کمر لیا پہلے کمر نے کیلیے تھوڑی دور دوڑا یہاں تک کہ دوسرے کی مدد سے میں کمر لے گئی اور جبراً گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ کر لے گئی۔ لیکن یہ شخص براہ راست سیدھا مجھے کہیا برین میں لے گئے اور اُنھوں نے سردار سے پیچھے کی درخواست کی جس نے مجھے پسند کر کے لے لیا اور حکم دیدیا کہ ایرادان کی حرم سرا میں اسکو لیجا کر زمین اور اس سے خدمت لیجاے جس مہبتناک اور خوفناک حالت میں میں تھی اُس نے مجھے ایسا بنادیا تھا کہ جب سردار کے روبرو میں لیجائی جاؤنگی تو امید ہو وہ میری مُردنی اور مچھائی ہوئی صورت پر نظر ڈالتے ہی میری طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھنے کا۔ اور پھر مجھ سے کچھ خبر نہ ہوگا۔ خصوصاً جب میں نے اُسکے مظالم کا حال سنا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ کون اپنی خود غرضی اور خود مطلبی سے ان ان مظلوم صورتوں پر ظلم کرتا ہے جو اُسکے قبضہ میں آجکل ہیں تو مجھے اور بھی اندیشہ ہوا۔

میں اس میدان سے اپنے کو ہمیشہ الگ کیا ہی ہوئی اور منکوحہ عورت کتنی تھی کہ شاید ایک مسلمان کے گھر میں میری کچھ عزت ہو میں نے کبھی اپنے خاوند کے نام لینے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا۔ اور اس سے مجھے یہ کامیابی ہوئی کہ مجھ سے وہ اتنا خیر نہ ہوا۔ میں دوسری لڑکی غلاموں کے ساتھ بہت ہی پریشان تھی جو مجھے سکھایا کرتی تھیں کہ اس طرح بجا آوری احکام کرنی چاہیئے۔ یوں اطاعت نہ کیا ہی خدمت اس طرح کرو۔ ان باتوں نے میرا دل بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے میں اپنا منصوبہ بہت عرصہ تک اپنے دل میں نہ رکھ سکی میں نے اپنی ایک ایرانی عورت سے اپنی ساری راز کہانی کہ دی اور جو کچھ اپنا خیال تھا سب اظہار کر دیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ چڑیل مار استین بن جائیگی اُس نے تو دوستی کا اظہار کر کے مجھے کہہ سنا تھا

کہ میں تیری دوست ہوں اور اس ظالم نے مجھے امید دلائی تھی کہ جہانک ہو گا میں تیری رہائی اور آزادی کی تدبیر کرونگی اور تجھے بہت جلد اس شدید قید خانہ سے رہائی دیدوگی اس کمبخت نے مجھ سے تو دھوکا دیکر سب بچھڑا دیا اور جا کر سردار سے لگا دیا کہ وہ کہتی ہے یہ منکر سردار کو بہت غصہ آیا اور اُس نے مجھے مجبور کیا کہ جو کچھ یہ ایرانی عورت کہتی ہے اسکی تو آپ تصدیق کر گویا یہ صحیح ہے یا نہیں میری بے احتیاطی کا اندازہ اسی سے ظاہر ہے۔

سردار نے حکم دیا کہ اسے بنا سنوار کر ہماری خدمت میں پیش کر دو۔ اب تم خود خیال کرو کہ اُس وقت میری حالت کیا ہوگی اور میں کس پرخطر مقام میں ہوں گی میں نے اپنے بچنے کے صد ہا خیالات کیے لیکن اُس سے سب راستے بند ہو گئے تھے۔ میں نے اس سے پہلے اپنے قید خانہ کی کھڑکیوں کی جالی کی طرف دیکھنے کا کبھی دل میں خیال ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن اب میں نے دل میں سوچ لیا کہ چاہے جو کچھ بنے اپنے کو یہاں سے نیچے ڈال ہی دوں۔

لیکن چند گھنٹے پہلے جب میں نے تھیں پل پر دیکھا تو اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح سے ہو میں اپنے کو تمھارے پاس پہنچاؤں۔ اور یہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہاں پوشیدہ میں اپنے کو تمھارے پاس ڈال دوں گی اگر بچ گئی بچ گئی۔ اور جو مر گئی مر گئی۔ جب میں نے جلدی میں دروازہ بند کیا تھا تو چند عورتیں میرے پاس آئی تھیں تاکہ مجھے گرم حمام میں لپی کر نہ لائیں دھلائیں اور اچھے اچھے کپڑے پہنائیں۔ پھر میں نے ان سے کچھ دیر تامل کر نیکی لیے معافی چاہی اور اُنکو وہ الفاظ کہے کہ وہ کمرے کے باہر چلی گئیں۔ اسکے بعد میں نے پھر کھڑکی کو کھولا اور جالی اٹھائے دھڑام سے اندر کا نام لے کے کود پڑی۔

جب یوسف اپنی اور اپنی بیوی کی سرگذشت ختم کر چکا تو اب بڑا مسترد ہو کر دیکھنے یہ (یعنی حاجی بابا) میرے ساتھ کیا کرتا ہی اور اُس نے مجھ سے (خواہان امداد ہوئے) چاہا کہ

یہ کچھ تدبیر بتائے۔

وقت صبح بہت گزر چکا تھا میرے سب آدمی اپنی اہم پر روانہ ہونے کو تیار ہو گئے تھے میرا گھوڑا کسا کسا یا میری انتظار کر رہا تھا۔

میں نے ہکوا بنے پاس بلایا اور یہ کہا۔ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اور جس معاملے کا تم سے تعلق ہے یہ محض ناممکن ہے کہ میں تمہیں آزاد چھوڑ دوں۔ تم نے خود بیان کیا کہ سردار کی حرم سے میں عورت کو لے کر بھاگ آیا ہوں۔ شاید تم اس سے واقف نہیں ہو کہ ایران میں اس جرم میں سزائے موت ملتی ہے۔ اگر میں حق کی پیروی کروں اور انصافاً تم سے پیش آؤں تو مجھے تم دونوں کے ایرلان واپس بھیجنے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کرنا چاہیے مگر یہ نہیں کرنے کا صرف تم اس ہم میں ہمارا ساتھ دو اور ملک کے ان حصوں میں ہماری رہنمائی کرو جن سے ہم محض نابلد ہیں اور انکو تم بخوبی جانتے ہو۔ پھر میں نے اس سے اپنے عہدے اور جس کام پر میں جاتا تھا سب حال بیان کیا۔

میں نے اسکو یہ بھی اطمینان دلایا کہ اگر تم نے ہمارے اس کام میں بہت سرگرمی اور جوش سے مدد کی تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہکا معقول صلہ میں تمکو دلوادنگا اور اُس وقت مجھے تمہارے حق میں سفارش کرنے کا بھی انتشار و شبہ بہت خوب موقع ملے گا۔ اس درمیان میں تمہاری بیوی ہمیں رہے گی۔ اور اسکی یہ ہمان دوست اور خلیق گائون والے خبر گیری کریں گے۔ اور جب ہم واپس پھر کے آئیں گے تو مجھے امید ہے کہ یہ بالکل تندرست اور توانا ہو جائے گی۔

یہ سنکر اس نوجوان آرمین نے میرے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور ہمارے ساتھ چلنے اور رہنمائی کرنے کے لیے بہت خوشی سے روانہ ہوا۔ میں نے اُسے اجازت دی کہ وہ اپنی بیوی کے پاس جا اور جو کچھ تنظیم ہوا ہے وہ سب اُس سے بیان کر دے اور اُسے تو یقین دلا دے کہ ہم بہت جلد باہم ایک دوسرے کے دیدار سے خوشی حاصل کریں گے۔

اسنے پھر میرا شکریہ ادا کیا اور ہمارے آگے ہرن کی تیزی کی طرح چوڑیاں بھرتا ہوا ہم سے پہلے ہی اول ہی پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا۔ اور ہم ہنوز چڑھتے ہی رہے۔

۱۳۔

تیرھواں باب

آرمینین نوجوان کا حاجی بابا کی آنکھوں میں لالچ بننا

ہم جا رہے تھے اور یوسف ہماری بہت مستعدی سے رہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے ہمیں ہرنز کے نشان کو دکھایا۔ اور کچھ مقام کے رستہ اور پھر دارا ہوں سے ایسا واقعہ تھا جس سے ہمیں سخت تعجب آتا تھا جب یہ اپنے گاؤں کے قریب پہونچا تو کسی قسم کا سے تردد نہ ہوا اور اسے مجھے اس امر کا یقین دلایا کہ گو میں اپنے گاؤں میں جاسکتا ہوں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ گاؤں میں ہرگز قدم نہیں رکھنے کا جب تک کہ میری بیوی میرے ساتھ نہ ہوگی۔

وہ خبر جو سردار کو لگی تھی اور جس سے وہ ایرادان ڈیڑا ڈیرہ سنبھا لکر چلتا بنا تھا کہ روسی بڑھتے چلے آتے ہیں وہ محض غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ ہنہ انھیں دریا سے پیمبا کی کے کنارے خیمہ زن دیکھا۔ انھوں نے ہم لوگ گاؤں پر قبضہ کر لیا تھا اور کراکس پر مورچہ بند کر رکھی تھی۔ سابق جگہ سے ہم دور نہیں تھے جب ہم نزدیک پہونچے تو مجھے اس امر کا تردد ہوا کہ دشمن کے لشکر کی کچھ خبر سنوں اور انکی تعداد معلوم کر دوں کہ کتنی ہیں اور کیا عزم رکھتا ہے۔ مجھے یکایک یہ خیال آیا کہ اس نوجوان سچی سے میں یہ کام لے سکتا ہوں پھر میں نے سوچا کہ میں یہ ہاتھ سے تو نہیں نکل جائیگا کہ میں خبر لینے کو بھیجوں اور یہ غائب ہو جائے اس سے بہتر موقع اور کوئی تھا ہی نہیں جس سے دشمن کا پورا پورا حال مسکتا۔ اگر یہ ہم ملو جائے اور مجھے جو کچھ میں چاہتا ہوں خبر لا کر دیدے تو پھر مجھے کوئی چیز بھی اسکا اور اسکی بیوی کا قصہ دے

معاذ کرانے میں نہیں مانع آئیگی اور ہمارے معقول سفارش اسکے لیے کرونگا اور

جو اُسے دغا کی اور دھوکا دیا تو پھر سردار سے معاوضہ طلب کر کے اسکی نوٹدی کو وہاں واپس پھیر لاؤنگا۔

میں نے اُسے اپنے پاس بلایا اور اپنا مطلب اظہار کیا۔ اسنے بہت جلد سخی ال کی کل شکل کو سمجھ لیا۔ اور خبر سوچے مجھ سے قرار کر لیا کہ میں اس فرض کو انجام دوں گا۔ اسنے اپنے کو تیار کیا اور اپنے کوٹ کو پٹیکے سے کمر پہ باندھا۔ ایک طرف سر پٹو پی رکھی اور انپی لبنی بندوق پیٹھ پر لٹکائی۔ اور پہاڑ کی طرف اُتر ا اور پھر چھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

ایک نوجوان سوار رفت کر رفت۔ اب بھلا کسین آتا ہے۔ تو بہ تو بہ۔
میں۔ کیون نہیں آئیں گے بھلا ایسی بھی کوئی بات ہے گو وہ آ رہیں ہی لیکن جب بھی انپی بیوی کو تو نہیں چھوڑ سکتا۔

نوجوان سوار۔ ہاں ہاں وہ آ رہیں ہی۔ لیکن جناب وہ مسیحی بھی تو ہے روسی بھی سچی ہیں ہمیں تو یہ خیال ہے کہ جب یہ دونوں کافر کافر لجا ئیں گے تو ایسا نہ ہو پٹ کر اسلام کے بچوں کو قتل کر ڈالیں۔ نہیں چاہے وہ پاکدامن اور مقدس ہو سعت ہی کیون نہ ہو اور اسکی بیوی نچا ہی کیون نہ ہو لیکن اگر وہ پھر کرواہیں جائے تو میں اپنا گھوڑا ہارتا ہوں۔

ایک بوڑھا سوار۔ جسکے آفتاب سے جلتے ہوئے چہرے پر زمانے کی گرم و سرد ہواؤں سے جھریاں پڑ گئی تھیں اور اسکی گھنڈا رداڑھی نے تمام چہرے کو گھیر رکھا تھا اور نیز بھون بھی بہت ہی جھک آئی تھیں اسے میرے چھوٹے جٹیلیں تم جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ یہ گھوڑا شاہ کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ اور پھر تم اس پر شرط لگاتے ہو۔

نوجوان سوار۔ شاہ کی جو ملک ہے وہ میری ہے اور جو میری ہے وہ خواہ خواہ میری ہوتی ہے میں اور میرے ساتھیوں نے اس قسم کی بنیاد نہ گفتگو کو تو ملتوی رکھا اور ہم سب مل کر ایک جگہ بڑی بڑی گھانس میں جا کے گھوڑوں پر سے اُترے۔ ہتھے اور دھڑ دھڑ گھوڑ کی جھول اور دردی وغیرہ بچھالی اور اپنے گھوڑوں کو چرنیکے لیے گھانس میں چھوڑ دیا۔ میں نے یہ بنا

خیال ظاہر کیا کہ اگر یوسف شام تک بھی واپس پھر کر نہ آیا تو رات بھر یہیں قیام کرنا ہو گا۔ ہم
سے دوسرا کسی پھرتی ہوئی جھگلی بھیڑ اور پرند وغیرہ کے ٹکار کیلئے گئے کہ اگر ہاتھ لگ جائے
تو ہمارے خب کے کھانے کے لیے ہو۔

ایک گھنٹہ کے بعد یہ ایک بھیڑ پکڑ کر لائے جو قریب ہی اپنے گلہ میں دریا کے کنارے پر
چر رہی تھی۔ فوراً سکونچ کر ڈالا اور اسکے کباب کر نیکے لیے تیار کر لیا۔ بڑی بڑی لکڑیاں
جنگل میں سے کاٹی گئیں اور ایک لکڑی کو سیخ بنا کر بڑے بڑے چڑھا کر جلتی ہوئی آگ پر رکھ دیا
آگ جو شعلہ دے رہی تھی اور اسپر پوری بھیڑ چڑھی ہوئی تھی۔ ہم میں سے ایک
شخص اس کے پاس بیٹھ گیا تھا تاکہ اسکو برا لٹتا پلٹتا رہے جب وہ بھٹن بھٹا گئی تو اس کے
ٹکڑے ٹکڑے کر لیے گئے اور پھر جو شخص بلا فرق مدارج کے سپر گراہی اور اشتہا میں کھانا شروع
کیا تو مزہ ہی آگیا۔

اس وقت دن بالکل چھپ گیا تھا اور یوسف کا کہیں پتہ بھی نہیں تھا۔ پہنے پھر سونے
کی ٹھانی اور ایک دو شخص کو گھوڑوں کی نگہبانی اور ہرے کے لیے چھوڑا۔ آدھی رات
جب ٹن سے ایک بجا اور جاندا پے مقام سے نیچے کی طرف اترنے لگا تو بہت دور سے کچھ
آواز سنائی دی پھر اور قریب سے وہ آواز کی قدم بقدم پاس ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ
ہمارے لگ بھگ ہو گئی۔ ہم اس آواز سے سب چونکے اور ہم میں ایک اضطراب پھیل گیا
کہ کون شخص آتا ہے؟ میں اس شبہ میں زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ ہم نے آرمین کو اپنے
پاس بولتا ہوا دیکھا۔ ہم نے اسکے جواب میں آوازیں لگائیں اور خوب اسکی آواز پر آوازیں
لگاتے رہے جب وہ دکھائی دیا۔ گو یہ نوجوان بہت ہی تھک گیا لیکن اب بھی اپنی سرکشت
بیان کرنے کی سیمین کافی قوت باقی تھی۔ وہ بیان کرنے لگا کہ جب میں ہملو پہنچا ہوں
تو مجھ کو چند ان سپاہیوں نے پچانا جو اس حملہ سے بچ گئے تھے جو میرا یونٹ نے ہمارے
کائنات پر کیا تھا۔ وہ سپاہی مجھے دیکھتے ہی قلمہ میں لے گئے اور میرے ساتھ بہت ہی

غنايت و شفقت سے پیش آئے۔ وہ سپاہی پھر مجھے اپنے اعلیٰ فہر کے پاس لے گئے اُسے میری صورت دیکھتے ہی میرے یہاں آنے کا سبب دریافت کیا میں نے چھوڑتے ہی بس یہ جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو تلاش کرتا ہوا پھر تا ہوں۔ یہ جواب ایسا تھا جو تمام مشکل اور لائیکل باتوں کو حل کر دیتا تھا۔ اسکے علاوہ اس نوجوان آرمینین نے یہ بھی کہا کہ میرا گائون تباہ ہو گیا میرے مکانات منہدم کر دیے گئے اور میرا کل ہساب لٹ گیا اس سے میں اور بھی بے فغان بن گیا۔

پھر قلعہ کی سیر کرنے کے لیے اسکو اجازت دی گئی۔ بھلا یہ بھی ایک تقدیر الہی تھی کہ مجھ کو اچانک اس آرمینین کا ملنا اور پھر اس طرح سے دشمن کی پوری پوری کیفیت اُس کے عزم اُن کے مقام عمارت سے اطلاع ہونا۔ غرض جب قلعہ کے دروازے بند ہونے لگے تو اس سے پہلے ہی میں نے کھسکنے کا ارادہ کر لیا تھا اور وہاں سے سیدھا پہاڑوں کو پہنچا۔ یوسف کو میں نے تازہ دم ہونے اور کھانا کھانے کے لیے کہا۔ جو کچھ یوسف نے کہا تھا وہ سب سچ سمجھ کر اور اسکی تمام باتوں پر پورا پورا بھروسہ کر کے میں نے اپنی جلالت کے لوگوں سے کہا کہ ایرادان چلنے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ چونکہ وہ بہت تھک گیا تھا اس لیے میں نے اجازت دی کہ تو ایک سوار کے گھوڑے کے پیچھے بیٹھ لے ہم یہاں سے روانہ ہو کر اور تھوڑا سا پہاڑی راستہ طے کر کے مشترک گائون میں پہنچے۔ ہم یہاں خود بھی اور اپنے گھوڑوں کے تازہ دم ہونے کے لیے کھڑے۔ اس عرصے میں میں نے نوجوان آرمینین کو اجازت دیدی کہ تو اپنی پیاری بیوی سے جا کر مل آ۔ وہ اپنی بیوی سے ملکر بہت ہی شادان اور فرحان واپس آیا اور ہمان نواز دن کا شکریہ ادا کیا کہ واقعی بھون نے ہمارے اس کے ساتھ محبت برتی جس کا کوئی شمار نہیں اور اسکی خبر گیری اور نگہداشت میں ایک دقیقہ بھی باقی نہ چھوڑا اب اسے بہت ہی آرام ہے۔

سردار اور ہمارا افسر جلا دان ایرادان سے روانہ ہو چکے تھے اور انھوں نے اسوقت

آرمینیوں کے مجتہد کے رہنے کے مقام کے نزدیک خیمے ایتادہ کیے تھے۔ یہاں سے ہم بھی مع یوسف کے ادھر کی طرف روانہ ہوئے۔

یہود دھوان باب

حاجی بابا کا اپنی کارروائی بیان کرنا اور شکستہ و پریشان حال کو

اپنا دوست ظاہر کرنا

رائیمین کی خانقاہ جبکہ آرمینی اپنی زبان میں اُتچا کسبھ کہتے ہیں بڑے اور بار آور میدان میں واقع ہے۔ یہ خوش و سرسبز مقام ایرکس اور چند ندیوں سے تروتازہ رہتا ہے۔ خانقاہ پہاڑاگری دلغ کے دامن میں واقع ہے۔ یوسف نے مجھ سے جیسا کہ بیان کیا اس خانقاہ کی کل مسجی اور خصوصاً آرمینین بہت ہی پرستش کرتے ہیں کیونکہ اس پہاڑ کی برنی چوٹیوں پر حضرت نوح علیہ السلام کا تابوت رکھا ہوا ہے۔

خانقاہ یا اگر جبالشیا میں زیادہ تر اپنی دولت مندوں کے باعث بہت ہی مشہور ہے۔ چاروں طرف بلند بلندیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے وزنی مضبوط دروازے لگے ہوئے ہیں کہ گولے برسین جب بھی خبر نہو۔ یہیں آرمینیا کے گرجاؤں کا بڑا پادری رہتا ہے اسکے ساتھ لشیون۔ نیچے درجے کے پادریوں اور اسی طرح اُن لوگوں کا جنکا تعلق گرجاؤں سے ہے۔ بہت ہی جاہ و شہرت اور ہجوم رہتا ہے۔ فارس میں یہ خلیفہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لقب ملکی فسر کو بھی اس طرح سے دیا جاتا ہے جیسے مذہبی پیشوا کو۔ مثلاً فرار دے بغداد وغیرہ خلیفہ کے نام و لقب سے ملقب تھے۔ خلیفہ کو مسیحوں میں پیٹری آرک کہتے ہیں۔ اور اسکا گرجا آرمینیوں کے لیے زیارت کا مقام ہے۔ جو خاص موسموں میں دنیا کے مختلف حصص سے وہاں آ کے جمع ہوتے ہیں۔

اس طرف ہننے اپنی باگین پھرین ہننے دیکھا کہ سردار اور فسر جلال دان کے سفید خیمے

بیقاہدگی سے خانقاہ کے ارد گرد ایستادہ ہیں۔ خانقاہ کی دیواروں کے پاس پہنچنے سے پہلے پہنچنے سے پہلے یہ سنا کہ دونوں فہرہ نے خانقاہ میں اپنا ڈنڈا ڈیرہ ڈالا ہے اور پیڑ کی رک یعنی مجتہد کے جہان ہوئے ہیں۔

نوجوان سوار بڑی خوشی میں میرے پاس دوڑ کے آیا اور یہ خوشی کی خبر لایا بہت خوب کامرہن کے باپ کو جلا دے اور چلے اُن کی خوب خوب شرابین پیو جس سے تکان تو اترے۔

میں۔ تم مسلمان ہو اور پھر شراب پینے کا لفظ زبان پر لاتے ہو۔ تم تو خود ایک کامرہن ہو۔

نوجوان سوار۔ یہ بھی آپ نے خوب کہی ہمارا سردار تو سچی شخص کی طرح خوب خوب شرابین اڑاتا ہے پھر میں حیران ہوں کہ میں نے کیا قصور کیا ہے۔

جب ہم خانقاہ کے قریب پہنچے تو میں نے یوسف کو اپنے پاس بلا کے کہا کہ اب تم تیار ہو جاؤ اور جب میں تمہیں بلاؤں فوراً چلے آنا۔ اور تم اپنے کو ہر قسم کی قسم کھانے کے لیے جو تمہیں دلچسپی دے اور جو تمہارے ہاں کھاتے ہوں تیار رکھنا۔

اور میں نے خوب تاکید کر دی کہ جو وقت تم بیان کرنے لگو اس وقت جھوٹ سچ چاہے وہ خطرے کی گھنٹی کے واقع ہوئے ہوں یا نہ ہوں بہت ہی مخوف الفاظ میں بیان کرنا۔ اور

یہ بھی ضرور کہنا کہ میرا دیر پیہ بھی ہر قدر اس خطرے میں نذر ہو چکا ہے اور یہ مصیبت میں نے صرف ایران کے فائدے اور نفع کے لیے اپنے اوپر بھیلی ہے۔ اس سے مجھے اُمید ہے کہ

تمہاری بہی تمہیں بخشی جائے گی۔ اور کیا عجب ہے جو تمہیں اسکے علاوہ کچھ صلہ بھی ملے باہم یہ سمجھو کہ تمہاری محرابدار راستہ کی طرف بڑھے جو سیدھا خانقاہ کے پہلے

کوڑھ میں جاتا تھا۔ پہنچنے دیکھا کہ یہاں سردار اور ہمارے افسر کا سامان فوج رکھا ہوا ہے اور نوکر چاکر لہے ہوئے ہیں۔ یہاں ہر ایک کو گھوڑے اپنی اگاڑیوں بچھاڑیوں سے

بندھے ہوئے تھے اور انکا کامل سامان ایک طرف ڈھیر تھا۔
ایک طرف خیر نظر آتے تھے جو اپنی گھنٹوں کی جھنکار سے جو ہمیشہ انکی گردن میں پڑی
رہتی ہیں اور جانوروں سے ممتاز تھے۔

دوسرے احاطے میں خاص خاص ملازمین کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور یہ چھوٹے
چھوٹے تھانوں میں جو کورٹ کے دو طرف محیط ہیں بہنارہے تھے۔

ہم پہلے ہی کورٹ میں اپنے گھوڑوں سے اترے۔ میں نے اترتے ہی اپنے افسر کے خیمہ کو
دریافت کیا۔ یہ مجھے اسی وقت معلوم ہو گیا میرا افسر سردار کے پاس موجود تھا جہاں میں
اپنی اپنی سفری صورت سے منہ پر خاک پڑی ہوئی بوٹا پہنے ہوئے سب سامان سے
اکرستہ حاضر ہوا۔

معلوم ہوا کہ انھوں نے آرمینین کے معاہدین اپنا عملہ داخلہ کر لیا ہے اور سچو نکا خلیفہ
مع اپنے حکام کے وہاں سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ سردار وغیرہ نے اسی کے کمرے میں اپنا
ڈنڈا ڈیرہ ڈالا تھا۔ اسوقت مظلوم پادری زور زور دہر دہر رہے تھے اور مظلومانہ نظروں سے
ان لوگوں کی طرف نگراں تھے کہ جنھوں نے انکے مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ دونوں
ایرانی افسروں کے گھوڑے گر جاکی دیواروں کے بہت ہی قریب چر رہے تھے
آرمینیوں کی نسبت ان گھوڑوں کو آرام اور آسائش کی بہت ہی خبر گیری
کی جاتی تھی۔

میرے ناظرین افسر جلدان کے چال چلن سے تو ہنوز واقف ہو چکے ہیں۔ لیکن جب
میں قدم آگے بڑھاؤنگا تو سردار کے چال چلن اور مزاج سے بھی آگاہ کرونگا۔
ایسا بے ایمان دغا باز منحوس شخص آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسکی آنکھیں دھوئیں
میں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے کسی نے دوغیر مرصفا اور غلیظ شیشو کے ٹکڑے رکھ دیے
ہیں۔ ان آنکھوں پر اور بھی غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انپر جھڑپان پڑی ہوئی ہیں اور

جب یہ چھریان نمایان ہوتی تھیں تو ہمیشہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکا منہ اور تمام چہرہ مربع مضحکہ انگیز جیسا کہ شاہ کے شاعر نے اس کے منہ کی تشبیہ دی ہو کہ یہ بالکل گری داغ ہو ایک پہاڑ ہو جس کے پاس وہ رہتا ہو جب اس کی چوٹی پر بار بھٹا ہوتا ہو اور آفتاب میدان میں چمکتا ہو یہ معلوم ہونے لگتا ہو کہ ایک طوفان عظیم برپا ہو جائیگا۔ وقت نے خود اس کے رنسا روئے نیچے دو سنگین ایسی زبردست اور گہری ڈالی تھیں جو قلیل وار بھی سے چھپ نہ سکتی تھیں۔ باوجودیکہ اس نے اسے گھنڈا کر رکھنے کے لیے بہت بہت نکالینٹ اٹھائی تھیں اور اسی دشمن یعنی وقت یا عمر نے اس کے سب دانتوں کو گرا دیا تھا صرف سارے پوٹے منہ میں ایک ہی دانت معلوم ہوتا تھا۔ جس کے باعث سے گہرے گڑھے نمایان تھے جن پر ناہمواریاں بال جھائے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پہاڑی کی چوٹی پر جلے ہوئے ٹھنڈے کھڑے ہیں جب اس کی مجموعی حالت پر غور کیا جائے تو یہ امر دریافت کرنا بہت ہی مشکل تھا کہ آیا کبیرا اس سے فائق ہو یا کبیرا۔ مگر یہاں یہ جاننا بہت ہی سہل اور ایک بدیہی امر تھا کہ جو صفا حیوانی اور اعضا کی بناوٹ جانور کی طرح اس کی تھی اور کوئی ایسا انسانی نمونہ دیکھنے میں نہیں آئی اس کی صورت حال چلن تو ہویدا تھا نہ کوئی قانون انسانی نہ شریعت ربانی اس کی نفس کشی کے پاس کر بھی پھسکا کھاتی تھی۔ اور جب اس کی طبیعت میں جوش کے شعلے بھڑکتے پھر اس کے جبر و تعدی کی کوئی حد بھی باقی نہ رہتی۔

لیکن با این ہمہ چند باتیں سمین ایسی بھی تھیں جن سے لوگ اس کی طرف رجوع ہوتے تھے۔ یعنی یہ بہت بڑا آزاد اور جفاکش تھا۔ رسائی اور جودت طبع کا اس نے فطرت سے دلو حاصل کر لیا تھا۔ شاہ اور اس کی گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح کے تدارک بقاعدہ سیاست کام کرتا تھا کہ شاہ کا سپر بہت بڑا بھروسہ اور خیال رجوع تھا۔ یہ شاہزادہ جاہ و جلال سے زندگی بسر کرتا تھا۔ مسافر پروری اور ہمان نوازی میں اس کی بہت ہی شہرت تھی اور یہ اپنی بیقاعدگیوں کو مسلمان شخص کی طرح چھپاتا نہیں تھا۔ یہ فرانسیسی نژاد تھا لیکن جو کچھ کرتا تھا

وہ بہت کھلم کھلا اپنے ماتحتوں سے بہت ہی لسناری سے پیش آتا تھا۔ لہٰذا یہ بہت ہی بڑا رفیق تھا جو اُس کی عیاشی میں اسکا ساتھ دیتے تھے۔ ایران میں اس جیسا شراہیٹ والا ایک بھی نظر نہ آتا تھا۔ ہاں سوائے اسکے حال کے ساتھی افسر جلا دان کے جسکی شراہیٹ بیکار کوئی بھی ٹھکانا نہ تھا۔ اس شخصیت کے دو شخصوں کی خدمت میں میں پیش کیا گیا۔ دو میرے ساتھ میرے اور بھی خاص خاص آدمی تھے۔ میں کوٹھڑی کے آخر کو نے کی طرف کھڑا رہا یہاں تک کہ میری طرف خطاب کیا گیا۔

افسر جلا دان ”اے آمارت باعث خوشنودی ما۔ میرے پیارے حاجی آؤ۔ خوش باش۔ کہو تھے میری روح کی قسم کتنے روسی قتل کر ڈالے۔ کیا تمہارے ساتھ کوئی سر آیا ہے تو مجھے دکھا دو۔“

سردار۔ ”تم کیا کر کے آئے پہلے تو یہ بتاؤ۔ کیا صدور پر روسی موجود ہیں ہم انکی پہونچنے یا ہمارے انکے مٹ بھیڑ تک ہو جائے گی۔“

میں۔ ”یہ سب باتیں شکے (ہاں لے آغا صاحب جو کچھ میری قوت میں تھا وہ میں نے کر لیا ہے۔ بڑے ہی خوش وقت اور ساعت نیک میں ہم روانہ ہوئے تھے اسلئے کہ جو چیز آپ چاہتے ہیں اُس کو میں بخوبی بیان کر سکتا ہوں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ میرے آقا افسر جلا دان اور سردار کی تقدیریں براہِ فلک گرم پر داز تھیں کہ مجھ جیسا باہر شخص نکلا غلام بنے اور اس طرح سے سرنگون انکے آگے کھڑا ہو۔“

سردار خوش قسمتی کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ یہ سچ ہے اور اس کو ہم بھی مانتے ہیں مگر بھائی! ہم تو اپنی شمشیر آبدار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ کہتا جاتا تھا اور اپنی دونوں نگینیں سردار کی طرف پھرا پھرا کر ہنستا جاتا تھا۔

افسر جلا دان ہاں ہاں یہ بہت ہی صحیح ہے۔ تلواریں۔ بارود۔ نیزے۔ سپتول یہی ہمارے بخوبی ہیں۔ وہ وقت ہمیشہ ہی خوش قسمت ہوگا جب ایک کافر کا سر بڑا

خون آلود دکھائی دیکھا اور میرے پاس آئیگا۔ اگر میری آپ بچھین تو میں قریب باش ہوں
اگر میری خواہش ہو تو یہ ہو کہ ایک بار رفتار گھڑا جو شاہیوں پر کام کرے۔ ایک شمشیر بلن
نیزہ سندان ٹنگان ہاتھ میں ہو اور ایک وسیع میدان جو روسیوں سے بھرا ہوا ہو اور پھر
میں وہاں اپنے سب تیز رفتار کو جنبش دون پھر دیکھئے کیا سیر ہوتی ہو۔

سردار (حاجی سے) کہو شراب کو کیسا سمجھتے ہو۔

میں بھنور رہا (یسی ہی اچھی ہو جیسا آپ نے فرمایا۔

سردار۔ کوئی ہو۔ ذرا سچی خلیفہ سے جا کر ایک جام شراب حاجی کے لیے لاؤ۔

(میری طرف مخاطب ہو کر۔) لیکن پہلے تم ہمیں یہ بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

روسیوں نے کہاں اور کس جگہ قیام کیا ہو کتنے روسی وہاں ہیں۔ کیا انکے پاس توپیں بھی

ہیں۔ انکی کون کمان کرتا ہو۔ وہاں کوہ قافی بھی ہیں۔ تم نے جارجیا والوں کی بھی کوئی کیفیت

سنی۔ روسیوں کا کمانڈر انچیف کہاں ہو اور منکر اسلام ہما عیل خان کا بھی کچھ بتہ ہو کہاں ہو۔

آؤ اور یہ باتیں مجھ سے کہو۔ (اپنے ایک کاتب کی طرف مخاطب ہو کر) مرزا تم جو کچھ حاجی

کے سب لکھ لو۔

یہ سنکے ذرا میں تنا اور گردن آگے بڑھا کے یہ بیان کرنے لگا۔ قسم ہر سردار کی روح اور

فسر جلاؤان کی جان کی روسی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر ایرانیوں سے انکا مقابلہ کیا جا

تو وہ نرے گدھے ہیں۔ میں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہم سکتا ہوں کہ ایک ایرانی ہاتھ

میں بھالالے کر دس کینوت اور بڑول نامہ روسیوں کو میدان جنگ میں قتل

کر سکتا ہو۔

یہ سنکے میرے فہرے کہا (لیکن بہت خوش ہو کر)۔

آہ تم شیر نہ ہو۔ یہ تو میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم بھی کچھ چیز ہو۔ صرف ایک صہفہائی

کافی ہو وہ ہو دیکھ لو کیا عقل و دانش سے کام کرتا ہو۔

میں حضور حدود پر بہت ہی کم روی ہیں۔ پانچ چھ سات یا آٹھ سو ہونگے شاید ایک ہزار یا دو ہزار ہو جائیں لیکن تین ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتے انکے پاس سن میں تیس تو ہیں ہیں۔ اور کوہ قافون کو آپ دریافت کریں تو وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ ایک بہت ہی سخت بات ہو کہ جہاں انکی ضرورت ہو وہیں موجود ہیں۔ انکے ہاتھوں میں ڈبل ڈبل بھالے جنکی صورت بیل کے آنکس کی سی ہوتی ہے اور یہ بھی سچ ہو کہ وہ اس سے ہلاک بھی کر دیتے ہیں لیکن جب وہ یابوؤن پر سوار ہوتے ہیں جو ہمارے گھوڑے کی طرح نہیں ہو سکتے جتنکے یابوؤن کی قیمت تیس چالیس پچاس تہن ہوتے ہیں اور جنکی یہ پھرتی ہو کہ جہاں انپر سوار ہوئے اور وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کہاں چل دیے۔

اسر جلا دان تم کوہ قافون اور انکے گھوڑوں کا کیوں ذکر کرتے ہو میان حاجی ان بندروں کا ذکر کر دو جو زچھون پر سوار ہیں۔ کافروں کی کون کون کر تا ہے۔

حاجی حضور جو انکی کمان کرتا ہے اسکو وہ دلی میجر یعنی متوالا میجر کہتے ہیں اور جب اسکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ جنگ سے کبھی نہیں بھاگتا صد واقعات اور قصص اسکے متعلق بیان ہوئے ہیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی ہو کہ اسکے پاس ایک جیسی قرآن ہے۔ اور اس قرآن کی نسبت اسکا بیان ہو کہ میں نے سردار یعنی حضور جلاہ سے پھینا ہے۔ یہ قرآن وہ ہر ایک کو دکھاتا ہے۔ کہ دیکھو یہ میری فتح کا نشان ہے سردار۔ ہاں یہ درست ہے۔ سال گزشتہ میں ان نامعقول کفار نے مجھے بہت متعجب کیا۔ بن یہاں سے پانچ فرنگ سے زیادہ فاصلے پر خیمہ زن نہ تھا اسوقت مجھے صرف یہ وقت ملا کہ میں اپنے جاسے اور شلواردوں کو سنبھال کر بے کسے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگون لیکن غیر اب دیکھا جائیگا۔

میں نے اپنے یہ تو ظاہر کر دیا کہ میں کیوں شلو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور ابھی دیکھیے

اگر انکے باپ دادا کی قبریں اُکھڑ کے نہ پھینک دی ہوں تو جب ہی کہنا۔ ہاں حاجی تھے
کتنی توہین بتائی تھیں کہ روسیوں کے پاس ہیں۔

مین۔ چار۔ پانچ۔ یا چھ۔

مرزا۔ (کاتب) مین نے ابھی تو میں تمیں لکھی ہیں۔ مرد آدمی اب چار پانچ بچہ بتاتا
ہو اب یہ بیان کر کہ دونوں مین کتنا صحیح ہو اور کون سی تعداد درست ہو۔

سردار۔ ذرا آنکھیں نکال کر۔ حاجی جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ اگر تجھے معلوم ہو کہ کچھ
تھے کہا ہو اسکا کوئی حصہ بھی غلط ہو تو یہ سمجھ لیتا حضرت علی کی قسم بس دقت ہی آ کے
واقع ہوگی اور داڑھیوں پر خندہ زنی ہوگی وہ جدا۔

مین۔ حضور یہ درست ہو غلات بیانی یوں آ کے واقع ہو گئی کہ یہ خبر مین نے
خود جا کر نہیں لگائی ہو خدا کی قدرت ہو کہ حضور کی یادری بخت سے ایسی صحیح صحیح اور
پوری خبر ایک آرمنین کے ذریعہ سے لگی ہو کہ مین کیا بیان کر دن یہ بھی اتفاقیہ ہوتا ہو
کہ ایسے ایسے وسائل مل جاتے ہیں۔ اُسے آپ یہ خیال کریں کہ اپنی جان خطرے میں ڈال دی
اور کن کن مصائب اور تکالیف سے وہ جان پر کھیل کر خبریں لایا۔ اور یہ جان
جو کونسا کام اُسے صرف اس امید پر کیا ہو کہ سردار سے اُسے کچھ معاوضہ ملے گا۔

سردار۔ مجھے معاوضہ کا خواہاں ہو۔ کہان ہو وہ آرمنین۔ کیا آرمنین اس
قابل ہو کہ اُسے معاوضہ دیا جائے۔

یہ سنکے مین نے آرمنین کی مفصل تاریخ کو سردار کے آگے بیان کیا اور عام طور پر
حرف بحرف سُنا دیا اور پھر مین نے عرض کیا کہ مجھے یقین ہو کہ آپ اپنی طبیعت جیسا کہ
اُسکی حالت مظلومانہ دیکھ کے اُس پر رحم کر نیگے تاکہ میرا یہ نوجوان آرمنین ہر مشقت
رہا ہو جائے اور وہ خوف اُسکی طبیعت سے نکل جائے جو آپ کی طرف سے بیٹھا ہو ہو
اور اُسے یقین ہو جائے کہ میری بیوی پوری میرے قبضہ میں آ چکی۔

جب میں یہ کہ چکا تو سردار کی ادھر ادھر آنکھیں پھرنے لگیں اور یہ کہنے لگا اللہ اللہ (یہ بہت ہی استعجاب اور حیرت کے وقت مسلمان کہا کرتے ہیں) اپنے منہ کی نئی نئی صورتیں بنا کے یہ کہا کہ اس زمین کی ہر بہت ہی عجیب بات (زور سے اپنے خادم کو آواز دے کر) میرا قلیان لاؤ۔

جب دو چار گھونٹ پی چکا اور منہ سے بقلے کے بقلے دھوئیں اڑا چکا تو یہ کہا۔ آئینہ آسمان ہر خلیفہ سچی کو بھی حکم دو کہ وہ بھی آ کے حاضر ہو۔

یوسف اُسی طرح سے جھٹک کہ ایک غریب آرمین ایک ایرانی سردار کے آگے لایا جاتا لایا گیا اور وہ تمام مجمع کے آگے اپنے خوبصورت چہرے۔ اور حسین صورت چوڑے چوڑے بازوؤں۔ اور فراخ سینے سے کھڑا ہوا۔ سب کی آنکھیں اُسکی طرف لگی ہوئی تھیں اور نیز سردار نہایت ہی پسندیدگی کی نظر سے اُسکی طرف ٹٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا خلیفہ بھی سرخ و سفید چہرے کا سیاہ پوشاک پہنے ہوئے جو خالص آرمین پادری زیب کرتے ہیں مع اپنے چند اور پادریوں کے حاضر خدمت ہوا۔ کچھ دیر تک تو وہ سردار کے آگے کھڑا رہا اسکے بعد بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔ وہ بیٹھ گیا اور جیسا ایسے مواقع پر معمول ہوتا ہے کہ کچھ تعظیمی اور کچھ تعریف کے الفاظ کہتے ہیں اُسے ادا کیے اور بہت ادب سے اپنے ہاتھ بیرون کو ڈھانک کر آگے کے نشست کی۔

سردار۔ (خلیفہ کی طرف مخاطب ہو کر) ہم مسلمان ایران میں تو نہایت ذلیل اور حقیر ہو گئے۔ آرمین نے ہماری حرم سرا میں بھی دخل کیا اور وہاں بھی جا کے جوڑ توڑ بٹھایا۔ ہمارے آگے ہماری بیویوں اور ہماری لونڈیوں کو بھگنا کر لے گیا اور ہمارے بزرگوں کی قبروں پر نجس اور غلاطت پھینکی اور انکو ناپاک کر دیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ خلیفہ یہ کس کا کام ہے۔

یہ سنتے ہی خلیفہ جکرا گیا اور بہت ہی خوف زدہ ہوا اور حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ

ہمارے دہشت کے اسکی پشیمانی پر شبنم کی طرح قطرے نمایاں ہونے لگے۔ تجارب نے اسے یہ بتا دیا تھا کہ اس قسم کے حلون کا نتیجہ سوا اسکے اور کچھ بھی نہیں ہوتا کہ بڑا بھاری جرمانہ ہو۔ اس نے اپنی ایک لرزتی ہوئی اور متعجبانہ صورت بنا کر یہ کہا۔

حضور یہ معاملہ کیا ہے۔ ہم کون ہوتے ہیں جو حضور والا جاہ کی نسبت یہ خیال رکھیں ہماری کیا مجال ہے ہم تو شاہ کی رعیت ہیں۔ آپ ہمارے امن و محافظ ہیں آپ ہی کے سایہ عاطفت میں آر مینی صلح دامن سے بسر کرتے ہیں۔ وہ کون سا شخص ہے کہ جس نے ہمارے سرور پر یہ خاک ڈالی ہے۔

سردار۔ (یوسف کی طرف اشارہ کر کے) دیکھو وہ شخص یہ ہے۔ اسے شخص کہتے میری حرم سے لونڈی چرائی ہے یا نہیں۔

نوجوان۔ اگر میں حرم سے کسی شخص کے بھگا لیجانے کا قصور دار ہوں۔ اور یہ میں نے گناہ کیا ہے تو میں بذات خود موجود ہوں اور اسکا جو کچھ پاداش مجھے ملے گا وہ مجھ کو براداشت کرنا پڑے گا۔ جان تک حاضر ہے۔

جس عورت نے اپنے کو آپ کی حرم سے میری گود میں ڈالا وہ آپ کی لونڈی بننے سے پہلے میری پیاری بیوی تھی۔ ہم دونوں شاہ کی رعیت ہیں۔ اور اس امر کو حضور بخوبی جانتے ہیں کہ آپ انھیں حلقہ بگوش کریں یا نہیں۔ یہ درست ہے کہ ہم آرمینین ہیں لیکن آخر لباس انسانی تو خداوند تعالیٰ نے ہمارے بھی زیب تن کیا ہے اور جو فیملنگ کہ انسان میں ہوتے ہیں وہی تو ہم بھی ہیں نا۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے والا قدر ذی شان شاہ نے کبھی بھی اپنی کینتہ سی کینتہ رعیت کی طرف بھی تو نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھا نہ اسے حرم بننے کے لئے مجبور کیا۔ لے والا جاہ سردار پھر ہم یہ کیونکر خیال کر سکتے ہیں کہ دیسی ہی حفاظت اور امان ہمیں تیرے سایہ عاطفت میں نہ ملے گی۔ واقعی آپ کو دھوکا ہوا اور آپ نے یہ سُنکے کہ وہ جارحین ہیں اپنی حرم

میں بھجوا دیا اور کاش اگر حضور کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ آپ کے ایک ادنیٰ کسان کی جو رجوہ تو آپ ہرگز اسے حرم بنانا قبول نہ کرتے نہ اُسے اپنی ملک بناتے۔

یہ سنتے ہی نوجوان کی تیز بیانی سے خلیفہ بہت ہی خائف ہوا اور چونکا۔ ڈانٹ کر بہت زور کی آواز میں اُسے ٹھہرایا۔ سردار بجائے اسکے کہ اسکی ان باتوں سے خفا ہوتا نہیں کچھ اسکی آوازیں اُسکے دل کو ایسی کھلین کہ چہرے پر بجائے غصہ کے خوشی نمایاں ہو گئی۔ اور اس نوجوان کی طرٹکلی باندھ کر دیکھنے لگا۔ جو کچھ اس سے قصور ہوا تھا سب فراموش کر کے یکایک اسکی طرٹکلی مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا۔ بس بس کافی ہے۔ جاؤ اور اپنی بیوی کو لو اور زیادہ کچھ نہ کہو۔ چونکہ ہملوین تھے ہماری خدمت کی ہوا سلیے تم خاص میرے ملازم ہوے۔ جاؤ ہمارا افسر تھیں تمہارے اُن فرائض کی تعلیم کر دے گا جو تم کو کرنے پڑینگے اور تمہیں تمہارے عہدے کی پوشاک بھی پہنا دے گا۔ پوشاک پہن بھنا کر ہمارے سامنے پھر حاضر ہو۔ جاؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ میرا انتقام ضرور تمہاری صورت دیکھ کر قہر برپا ہوا ہے۔ اور میں نے تم پر یہ نوازشات کی ہیں۔

یہ سنتے ہی یوسف ددڑ کے سردار کے پیروں پر گر پڑا اور اُس کی زرق برق پوشاک کا دامن چوم لیا اُسے کب خبر تھی کہ مجھ پر یہ التفات خسرانہ ہو گئے اور میری تقدیر یوں یکایک پلٹ جائے گی

حاضرین دربار میں سے ہر شخص یہ دیکھ کے متعجب ہوا۔ فسر جلا دان نے ذرا اپنے کو مسکڑا اور انگڑائی لے کے بہت ہی زور سے جمائی تھی۔ خلیفہ کی بھی عجیب نوبت تھی دیکھئے اب کیا آفت آکر نازل ہوتی ہو اور وہ عرق جو اس کی پیشانی پر نمایاں ہوا تھا جاتا رہا اور اب اُسکا مڑجھایا ہوا اور الم لود چہرہ تروتازہ ہوا۔ سب نے سردار پر اُسکے رحم اور اُس کی انسانیت کو دیکھ کے مر جاکھا۔ اور اسکی فیاضانہ طبیعت پر آفرین کی اور سب یک زبان ہو کے بولے کہ آپ نوزیر دان ہیں ہر ایک زبان سے آوازیں

اگر ہی تھیں بارک اللہ۔ ماشاء اللہ سردار کی بلند مہمتی کی یہ رام کہانی سب میں پھیل گئی اور تمام کمپ میں روشن ہو گئی کہ سردار ایسا فیاض ہے اور ایسا ہے۔

پندرھواں باب

ایرا نیوں کا رد سید نے مقابلہ ہوتا اور حاجی بابا کے سردار کی

نامروی ظاہر ہوتی

سردار اور میرے افسر جلا دان نے مجھ سے اور پورے سارا بھیدر دسیو نکالنے کے وہ فلان جگہ مقیم ہیں اور مستعد رہیں یہ ارادہ کیا کہ ان پر فوراً حملہ کیا جائے۔ لشکر کو حکم ہوا کہ جھلو پر بڑھے۔

اس وقت ہر شے گویا متحرک تھی رقلعہ کی فوج مستعد ہو ہوا کے پہاڑ زمین اپنا ڈنڈا اٹھاتا رہا اس تہ طے کرنے لگی جو نسا راستہ صاف اور سیدھا تھا وہاں سے فوج تبدیل روانہ ہوئی اور سواردنگی میدان میں ادھر ادھر ٹکڑے یاں معلوم ہوتی تھیں کوئی ادھر جا رہا ہے تو کوئی وہاں جاتا ہے۔ اس امر کو تو میں ہرگز فرو گذاشت نہ کرونگا کہ آرمینین کا ذکر نہ کروں کوچ سے ایک دن پہلے مجھ سے آرمینین سے ملاقات ہوئی۔ یکایک اسکی عجیب صورت بل گئی سر پر بھڑکے چڑے کی ٹوپی۔ اسکا چھوٹا سا جاجین کرتے اس کے کھڑاؤں دے پر اسکا چہرہ جو گھٹنے تک لٹکتا رہتا تھا اور اسکی بندوق جو بیٹھ پر آویزاں رہتی تھی یکایک چیزیں غائب ہو گئیں اور اب بجائے ان جنگلی کپڑوں کے ایک کام کیا ہوا مخملی جامہ جس میں ایک سنہری لیس اور سونے کے یمن لگے ہوئے۔ ایک خوبصورت قیمتی کشمیری شال جو اسکی کمر سے لپٹا ہوا۔ بخارا کی بھڑکے بچے کے چڑے کی چھوٹی ٹوپی۔ رد بل گھائی ہوئی زلفیں جو گندلی ہو کر اس کے کانوں پر پڑی ہوئی تھیں سمیسا ہی خوب اسے اچھی معلوم ہوتی تھیں۔ یہ بالکل ایک خوبصورت عورت کی صورت معلوم ہوتا تھا

اسنے ایسے مناسب اعضا پائے تھے کہ بس کچھ کمانہ جاتا تھا۔ اسکی قیمتی پوشاک اسکے اعضا کو چھپائے ہوئے تھی۔ اور جب یہ اس شان و شوکت سے میرے پاس آ یا مین ہرگز اسکی اس تبدیلی ہنیت اور تغیر شکل سے اُسے نہ پہچان سکا۔ اسنے مجھے دیکھتے ہی دل سے میل شکر یہ ادا کیا اور بہت ہی میرا ممنون ہوا اور اُسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جو وقت مین سردار کے آگے کھڑا ہوا تھا اور اُسنے مجھ سے یہ سوال کیا تھا مین نے سمجھ لیا تھا کہ میری اور بیوی کی جان جاتی رہے گی پھر کیا پردا ہو مین پہلے ہی اپنی جان بچھلی پر رکھے ہوئے تھا پس اسی خیال پر مین نے دیری اور تیزی سے اُسکے آگے یہ گفتگو کی۔ لیکن اے میرے حقیقی دوست تو یہ غیب سمجھ لے کہ مجھے سردار کی یہ نوکری اور یہ اعزاز ہرگز نہیں بھاتا مجھے اپنی وہی عاجز و ناتوان حالت اچھی معلوم ہوتی ہو جب تک کہ میری بیوی میری حفاظت مین نہیں جاتی۔ مین اس فرض کو پورا کر دنگا۔ اور جب وہ میرے ہاتھ بحفاظت تمام لگ جائیگی بس پھر سلم ہو۔

بار صین پہاڑ و زمین مین زندگی بسر کرنا چھالگتا ہو۔ مین بے خانمان۔ برہنہ و مہتا ان ریشمی اور مخملی زرق برق کپڑوں نے اچھا معلوم ہوتا ہو یہ عیش و عشرت خدا کرے ایرانیو محو ہی نصیب ہو۔

مین اسکی اس تجویز مین اسکا شریک نہوا اور نہ مین نے تائید کی مین تو اسکی اسے خوش ہوا تھا کہ ایک تو بھر دوسرے کرنے والا شخص میرا ہو گیا اب مجھے بڑا خیال اس بات کا ہوا کہ وہ بھاگ جائیگا تو جوابہ تو مین بنایا جاؤنگا۔

اُسوقت فوج مولج بل بھرتی ہوئی روانہ ہوئی رجون ہی ہم شتراک پہونچے پوسٹ کو اجازت ملی کہ جا کے اپنی بیوی کو سنبھال لے۔ یہ وہی مریم ہو جو سردار کی حرم بن کے پھر پوسٹ کی بیوی بنی۔ اور ایک گھوڑے پر بڑی عزت اور توجہ کے ساتھ اُسنے بیٹھ کے سفر کیا۔

ایزن اور گیسو مشلو میں کمپ خیمہ زن ہوا یہاں جو چیز کہ ہم میں لیجانے کے لائق نہیں تھی اسکو ہمیں چھوڑا گیا۔

جب ہم میں موقع واردات پر پہنچے تو سردار ویر و تامل ہونے پر متروک معلوم ہوا اور اپنی رائے ظاہر کی کہ جلدی سے سواروں کا دستہ آگے بڑھایا جائے۔ میں اپنے فسر جی صفرانی حالت کا زیادہ حال بیان نہ کر دینگا۔ اسنے اپنی سچی کو بھی حد کے درجے تک پہنچا دیا۔ یہ ہر ایک کو اس امر کا یقین دلوا رہا تھا کہ جہاں میں پہنچا اور دشمن میں کھلائی مچی۔ آخر افسر جلا دان نیچے کے گارڈین رہے اور سردار سواروں کا رسالہ لے کر روانہ ہوا میں اپنے فسر کے حکام کی بجا آوری کے لئے نیچے رہ گیا۔ سردار کا یہ ارادہ ہوا کہ دن نکلنے سے پہلے ہملو پہنچ جائوں تاکہ دروازوں پر یک بیک جا پڑنے کا موقع ملے اور دریائے چمیا کی پابائی کو اترنے کے لئے مٹرک کا راستہ چھوڑ دین ہم سیدھے اس مقام کو روانہ ہوئے۔

جب ہم دریائے کناروں پر پہنچے ہیں تو دن نکل آیا تھا۔ افسر جلا دان کے گرد تقریباً فوسو سوار اور کثرت سے پیدل حلقہ کیے ہوئے تھے ہم دریائے پابین اترنے کو تھے کہ ہماری دوسری جانب سے زور زور سے دو آوازیں آئیں اور وہ آوازیں ایسی باتیں تھیں جسکو ہم نہیں سمجھتے تھے انھوں نے اپنا مطلب بندوق کی آواز سے آشکار کیا اس آواز نے ہماری سبیل کو روک دیا اب ہمارے فسر کا خیال اس طرف رجوع ہوا جو بالکل یاسزد پڑ گیا تھا کہ جیسے مڑے کی صورت۔

فسر جلا دان۔ بہت ہی دلی اور دھیمی آواز سے کیا معاملہ ہے۔ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ حاجی بابا (میر لطف دیکھ کے) کیا یہ تمھاری بندوق تھی جو ہفت چلی تھی۔

میں۔ نہیں میں نے کوئی فیر نہیں کیا۔ معلوم ہونا ہے کہ روسیوں میں بھی آرمینون

کی طرح غول بیابانی ہین اور یہ اٹھین کا کام ہو۔

کچھ ہی دیر کے بعد ایک وحشیانہ غل غباڑا سنائی دیا۔ اور دوسری بندوق اور بھی چلی
اُسوقت دن پورے طور سے نکل آیا تھا یہ معلوم ہوا کہ دوسرے کنارہ دریا پر دوسری
سپاہی کھڑے ہوئے ہین۔

جون ہی ہمارے سردار نے خطرے کے وزن کو پہچانا اور دیکھا کہ صرف مخالفین ہین
دو ہی تو کھڑے ہوئے ہین تو ایک دفعہ آپ ذرا کھل گئے اور وہ جو پہلے خون جھانگ تھا
جاتا رہا بہت زور اور ذرا غضبناکی کی صورت بنا کے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اون سائے
کے دوا دیوں کے جا کر ذرا سرے آنا۔

فورا چند آدمی تلواریں سوتے ہوئے دریا میں گھس پٹے اور ان کے سر کاٹنے کیلئے
کپے۔ انھوں نے بھی پیچھے ہٹ کر ایک محفوظ مقام میں کھڑے ہو کر اپنے حملہ آوروں کا
بہت مستعدی اور مدانگی سے مقابلہ کیا ہلکوا کی یہ مستعدی دیکھ کے بہت ہی تعجب ہوا۔
انھوں نے دوا دیوں کو مار ڈالا۔ باقی ماندہ اپنے سردار کے پاس دوڑ آئے۔ اب ہم میں
کوئی شخص قدم آگے نہیں بڑھاتا۔

آخر کار ہمارے فسر نے قسین کھائیں روپیہ کا بھی لالچ دیا کہ جو انکا سر لے آئیگا اسے
یہ یہ زرد جواہر دوں گا ہر چند چاہا کہ وہ کسی طرح سے آگے بڑھیں لیکن کوئی بھی اپنی جگہ
سے نہ سرکا۔ آخر ذرا بڑی شوکت دکھا کے اور لٹکار کے اُسے یہ کہا۔ تم میں سے کوئی بھی
نچائے میں خود تنہا جاؤں گا۔ یہ کہہ کے ٹھہر گیا اور میری طرف مخاطب ہو کے یہ کہا۔

حاجی میری رشح۔ میرے دوست تم بھی نہیں جاتے اور ان افکار کا سر کاٹ کے نہیں
لے آتے۔ جو کچھ تم مانگو گے تمہیں ہر شے دوں گا۔ (ایسا ہاتھ میری گردن میں ڈال کے)
جاؤ جاؤ مجھے یقین ہو کہ تم انکا سر ضرور ہی کاٹ لاؤ گے۔

ہم یہ باہم فیصلہ و قال کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک روسی گولی ہمارے فسر کی رکاب

کے پاس ہو کر نکل گئی بس صاحب پھر جو اسپر ڈر غالب ہوا ہر اور اس کے خون میں ترقی ہوئی
 ہر در در سے غل جچا چا کے ہزار با قسین دینے لگا۔ اپنے لشکر کو بلایا اور بہت تیزی سے
 لیکھا۔ لعنت ہر تھاری داڑھیوں پر۔ لعنت ہر تھارے پاؤں پر۔ لعنت ہر تھاری ماٹوں پر
 بھٹ ہر تھارے بزرگوں پر۔ کخ ہر تھاری نسل پر۔ کون اور کسے آج تک اس طریقے سے
 جنگ کی ہے۔ مار ڈالو مار ڈالو ہم اتنے سورتو یہاں جمع ہیں دیکھو تو سہی وہ کیا جانور ہیں۔
 وہ ہرگز تھارے آگے سے نہ بھاگینگے یہاں تک کہ تم جو چاہو گے انکے ساتھ کرو گے تم کل
 جانور ہو جانور ہیں بھی فیملنگ ہوتے ہیں لیکن تم میں وہ نک تو ہے نہیں۔ ہاے اللہ ہاے اللہ
 جب انھیں لڑنا مرنہ تھا تو یہ اپنے گھر دئے نکل کر کیوں آئے تھے ہوتے ہم کچھ دوسرے
 بڑھ کے ٹھہر گئے۔ ہمارا فراس میر میں تھا کہ روسیوں کو پشت بہ پشت جھاڑیوں میں
 دیکھ کر کچھ کارروائی کرے لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اب کیا موقع آئے واقع ہو گا ہمنے دیکھا کہ سردار
 سوار دن کا رسالہ لیے ہوئے بھاگا چلا آتا ہے اور اسکی صورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ
 یہ اپنے کارخیم میں کامیاب نہیں ہوا اور اسے ضرور شکست حاصل ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا تھا
 کہ دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگا ہے یہ ایک بدیہی امر تھا کہ جب وہ شکست کھا چکا تھا تو لشکر کے لیے
 سوار اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ جہاں سے آیا ہو وہاں واپس پھرے۔

سردار کی فوج پر جو کچھ مصیبت پڑی اور اسکی آفتناک حالت ہوئی اسکی تصویر
 کھینچنے کی میں کوشش نہ کرونگا۔ انکی وہ بڑی نوبت ہوئی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے
 تنگ اور ماندہ ہو گئے ہیں کہ ایک سے لے کے سب کی بس یہ حالت تھی کہ منہ گھر کی سیدہ
 میں اٹھا ہوا تھا اور فراتے بند بھاگے چلے جاتے تھے ہر قدر بیتاب تھے کہ یہ پھر کبھی کسی
 نہیں دیکھا کہ پیچھے کیا ہو رہا ہوں لوگوں کی روچھین کھٹی ہوئی تھیں اور ہر قدر مردانگی کے
 شعلے اٹھے تھے وہ سب ہوتے ٹھنڈے تھے لیکن ہمارا کمانڈر یعنی فسر بہ خلان اسکے
 اپنی بہادری اور مردانگی کی بہت ہی ہوا باندھ رہا تھا اور اس زخم کا بیان کر رہا تھا

جو اسے روپیوں کی جنگ میں لگا تھا کہ میں اس زخم کا کچھ بھی خیال نہیں کرتا یہ کہہ کے
نیزہ نے اسے گھوڑے کو ہمیں کی اور رک رک کر بیچارے خاص اپنے باورچی پر چھپٹ پڑا اور اسکی
کمر میں جو شال سے کسی ہوئی تھی نیزہ ڈال کے اٹھالیا۔ اور کہا کہ دیکھو یہ مرد ہوتے ہیں۔
یہ ہم سردار نے اس طریقے سے ختم کی جس سے بڑی بڑی ہیدین تھیں کہ یوں روپیوں
کے سر کاٹ کر لائینگے اور یہ ہوگا۔ اور جس بات کا فسر علاوان فر کرتا تھا یہ امر اسے تمام اسکی
باقی ماندہ زندگی میں بشارت اور تفاخر کا موقع دیا۔ اور باوجودیکہ اس میں یہ نقص تھا کہ
مردانگی کا نام و نشان تک کہیں نہیں پایا گیا لیکن تاہم اس کے لئے وہ موقع تھا جس سے
وہ لوگوں سے اپنی فحشی پر مر جا کھلا سکتا تھا۔

تمام اس کے متعلقین ہمراہ تھے جن میں ایک میں بھی تھا اور یہ اُوقت سب کے بیچ میں گزرا
تھا کہ میں ایسا بہادر ہوں اور ایسا ہوں اتنے میں ایک قاصد سردار کے پاس سے آیا اور
یہ اگر اسے اطلاع دی کہ حاجی بابا کو سردار نے یاد کیا ہے میں اس قاصد کے ہمراہ فوراً
سردار کے پاس پہنچاؤں اسے میری صورت دیکھتے ہی پہلے یہ الفاظ کہے۔ یوسف کہاں ہے
اور اسکی بیوی کہاں گئی۔

مجھے یہ سنتے ہی معلوم ہو گیا کہ وہ بیچ کے نکل گئے۔ میں نے صاف ہکا کر کیا کہ حضور
مجھے تو معلوم نہیں۔ میں صلا آگاہ نہیں کہ وہ کہاں چلے گئے۔

یہ سنکے سردار نے اپنی بٹاسی ہاتھوں کو چاروں طرف پھیرا اور گرگٹ کی طرح سے
کئی کئی رنگ بدے۔ اس کی چھاتی میں شعلے مشتعل ہونے لگے اور بہت زور سے
اسے جوش آیا اور اسنے اس امر کے لئے دینی حمد کیا کہ میں اس سے اسکی قوم سے اسکی
جگہ قیام یعنی گاؤں سے۔ ہر ایک شے سے۔ اور ہر ایک شخص سے جو اس سے تعلق رکھتا
ہو ضرور بدلاؤنگا۔ اور سردار نے مجھے بے گناہ سمجھ کے یہ کہا کہ یاد رکھو حاجی اگر مجھے
ایک رمت برابر بھی یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے فرار ہو جانے میں تو بھی شریک تھا تو جہتہ درجہ

جوش اور غضب کے شعلے ہیں انکا متحمل تجھے بنا پڑیگا اور اس طرح سے میں تجھ سے
میں آؤنگا جو دنیا میں کم ہوا ہو۔ میں نے سنا بعد از ان سردار نے کچھ آدمی اسکے گائون میں
اسکے والدین اور رشتہ داروں کے کپڑوں کے لیے بھیجے ہیں۔ تاکہ وہ اسکے پاس اس کے
والدین کو اور جو کچھ انکا سامان تھا سب کو لے آئیں انکے مال پر قبضہ کر لیں اور جو کچھ وہ اپنے
ساتھ نہ لاسکیں سب کو بردار دیا اور بھوک ڈالا جائے۔ نوجوان دور اندیش اور عقلمند نے
پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ آخر یہ ہونی ہی تو ایسی حکمت سے کہیں جا کے سو پویش ہوا کہ اسکو سخت
ظلم نہ سہنا پڑا۔ اور خزانے اسے اس وقت سے بچایا۔ یہ نوجوان اسکی بیوی اور اسکے شہداء
اور اسکے والدین بچا رہے بھاگ کے روسی حدود میں چلے گئے اور وہاں جا کر پناہ گزین بنے۔
”فارغ البال ہوئے خوب فراغت پائی۔“

جو کچھ بعد از ان انکی بات سنا گیا وہ یہ تھا کہ جب وہ وہاں پہنچے تو خود گورنمنٹ اور لنگے
ہم مذہب بھائی اُن سے بہت مہربانی سے پیش آئے۔ انکو زمینیں دیدی گئیں کہ وہ اپنی بھتی
باڑی کریں اور جس قدر انکا مال ضائع ہوا تھا اسکے لیے ہر طرح سے انکی مدد کی گئی۔

سوٹھوان باب

حاجی بابا کا شاہ کے کپ میں پہنچنا اور کارناما انکی پاکلی کھانا

میں اپنے فسر کے پاس اس دن صبحی سے جو سردار نے دی تھی ڈرتا ہوا اور خوف کرتا ہوا
واپس پھر کر آیا اور مجھے اس بات کا علم ہوا کہ ماتحتوں پر ان لوگوں کو کس قدر اختیارات ہیں کہ
چاہے جو کچھ دم بھر میں کر دیں۔ میں نے اپنے فسر کو اس امر کے آگاہ کرنے میں ایک لمحہ کا بھی
توقف نہیں کیا کہ مجھے یوسف کے فرار ہونے پر اسے یہ کہا ہوا اور یوں دھکی دی ہو۔ یہ سننے ہی
وہ آگ بگولا ہو گیا اب کیا تھا میں نے اسکی طرف سے اور بھی غصہ کے شعلے بھڑکانے شروع کیے اور
جہانک مجھ سے ممکن ہو کوئی بھی دقیقہ باہم لڑوانے کا باقی نہیں چھوڑا۔ خوب ہی خوب بھڑکایا۔

لیکن اس بات سے خوف زدہ ہو کر کہ سردار میں اتنی قوت ہو کہ مجھے ایذا پہنچا سکے اور اس
مقابل میں مجھے اپنے فسر پر بھی یہ کال بھروسہ تھا کہ وہ مجھے بچالیکا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنے
مالک کی اجازت لے کر میں طہران چلا جاؤں۔ میں نے ایک دن موقع پا کے یہ کہا کہ بہتر ہو آپ
مجھے طہران روانہ کر دیں کیونکہ اگر سردار نے مجھے زور ڈالا اور کچھ دوسری صورت پیش آئی تو آپ کی
توہین ہوگی اس نے مجھے فوراً اجازت دی اور مجھے چند باتوں کی تعلیم کی کہ جو قوت و زیرِ اعظم سے
ملو تو اس ہم کی بابت یہ کہنا اور میری بہادری اور جرات کی یہ یہ تعریف کرنا۔ غرض
جہانمک ہو سکے سب میں میری دلاوری اور بہادری۔ اور شجاعت ہی آشکارا ہو۔
مجھ سے پھر فسر نے یہ کہا۔ اس ہم میں تو حاجی تم بھی شریک تھے تو جہان تک تم سے
ممکن ہو تمام معاملات کو پورے پورے طور سے بیان کرنا ہم قطعاً تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں
فتح حاصل ہوئی حیف ہمارے پاس روسیوں کے سرتوہین نہیں لیکن یہ بات تو آب بھی ہو
کہ شکست تو نہیں ہوئی۔ سردار جو کہ بالکل ایک گدھا ہو جہن مطلق شعور نہیں نہ نواسے
فوج قطعاً شکن کا راستہ دیکھنا اسے فوج پیادہ سے کچھ مدد ملی۔ صرف اپنے سواروں کو لے کر
فصیل واسے شہر پر حملہ آور ہوا۔ وہاں اسے گولہ باری ہونے لگی کیجیہ فیصلہ ہوا وہاں سے
بعض ذلت و خواری بھاگ کر آیا۔ اگر میں ہاں کمانڈر ہوتا تو حضرت صورت معاملہ ہی
اور ہو جاتی۔ اور دیکھ لیجیے جہاں موقع ہوا میں دشمن سے سینہ بسینہ ہو کر لڑا۔ میں
دیکھو کیسا بجکری سے مجروح ہوا تھا کاش اگر ان کے بیچ میں دریا نہ ہوتا تو ایک منہفص بھی تو اس
نہیں بچتا جو جا کر کیفیت جنگ تو بیان کرتا۔ یہ ساری باتیں تم کہنا اور جس قدر تمہارا جی چاہے
اس سے بھی زیادہ بڑھا دینا۔ یہ یقین اختیار رہا۔ پھر مجھے ایک بیکٹ چھٹیوں کا وزیرِ اعظم
کے نام دیا اور کئی چٹھیاں دفتر کے مختلف اشخاص کے نام کی یقین اور ایک عریفہ شاہ کو دیا
اور پھر مجھے رخصت کیا اور حکم دیا کہ روانہ ہو جاؤ۔

مجھے معلوم ہوا کہ شاہ ابھی تک سلطانہ ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ گو فصلِ گند پکی تھی۔

اور طران واپس پھرنے کا وقت پہنچ گیا تھا۔

میں وزیر اعظم کے صبح کے دربار میں پہنچا میرے ساتھ مختلف ملک کے حصص سے جو قاصد آئے تھے وہ بھی وہیں کھڑے ہوئے تھے ہم سب داخل دربار ہوئے اُسے میری خبر سنی اور مجھ سے وہ خطوط لیے جب اُسے میری طرف دیکھا تو جھکوا گئے بلایا اور بہت زور سے کہا۔ "خیر مقدم" اور آدیت باعث دلجوئی ما، تم بھی ہملو میں تھے۔ کفار کو اتنی دلیری نہیں ہوتی کہ قزلباشوں کا مقابلہ کرتے۔ ایرانی سوار اور ایرانی تلوار کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا ممکن ہے کہ کوئی آنکھیں تو ملائے۔ اس جھپی سے معلوم ہوا کہ تمہارا خان زخمی ہو گیا واقعی وہ شاہ کے عمدہ ترین ملازمین سے ہے خیر اللہ کا شکر ہے کہ جان تو بچی۔ یہ تو کچھ بات نہیں ہے تم نے بھی دریا کے کناروں پر بہت ہی شدت اور سختی سے کام انجام دیا ہے۔

ان ساری باتوں کے علاوہ میں نے اور بھی ٹک مچ لگا کے کہا اور جہان جہان ہان ہان۔ اور نہیں نہیں کا موقع ہوا برابر ہان ہان ملاتا چلا گیا۔ مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوئی اور اس خوشی کی لذت میں نے ہی اٹھائی کہ میں ان نظروں سے دیکھا جاتا تھا گویا میں عین میدان جنگ سے آیا ہوں۔

وزیر نے پھر اپنے سکرٹری مرزا کو طلب کیا۔ اور کہا دیکھو تم ابھی ایک فتحنامہ بناؤ جو ملک کے مختلف حصص میں ابھی روانہ ہو گا خصوصاً وہ خراسان بھیجا جائیگا تاکہ سرکش اور باغی خان و مین اور لشکی پوری پوری کیفیت ہمارے فاتح سلطان کو مفصل لکھی جائے ہم ابھی فتح کی آرزو کر رہے تھے کہ ابھی ہمارے پاس فتح اور فتح بھی کیسی خوشخوار فتح کی خوشخبری آئی۔

مرزا۔ دشمن کس قدر قوی تھا۔ (میری طرف دیکھ کے)

میں۔ (ذرا سوچ کر اور ول میں خیال کر کے کتنے کہوں کس قدر مناسب ہونگے)

بسیار بسیار۔

وزیر (فراہستگی مین) کیا پچاس ہزار سے نیچے نیچے تھے۔

مرزا پہلے وزیر کی طرف دیکھ کے اور پھر میری صورت پر نظر وال کے، تم نے کتنے قتل کیے۔

وزیر۔ لکھو ہزاروں لاکھوں مارے گئے۔ ان چھپوں کو دیکھو جو کتنی دور سے یہاں آکر پہنچی مین۔ یہ ہمارے شاہ کی تو مین ہوتی ہو اور یہ اسکا درجہ نہیں ہو کہ کچھ کم تعداد بتائی جائے۔ بلکہ ہزاروں۔ لاکھوں لکھو دیکھا تم ہمارے شاہ کو ستم سے کم اور افراسیاب سے کم درجے ہو نہیں ہمارا شاہ ضرور خون کا پینے والا ہو۔ اور قاتل عدو ہی ہزاروں کو دم بھر مین فنا کر دیتا ہو۔ اچھا فرامتنے لکھ لیا۔

مرزا۔ ہاں حضور کی توجہ اور لطافت سے لکھ لیا۔ (پنا کا غڈ پڑھ کے) کہ کفار و سب (خدا) انکو غارت کرے اور انکو دوزخ کی آگ مین بھونکے، بڑی دیر سے پچاس ہزار فوج لے کے ہم بند ہوئے تھے جو بہادر گویوں کی آگ برساتے ہوئے چلے آتے تھے۔ لیکن جون ہی شاہ کا لشکر ظفر پیکر مقابلے کے لیے تیار ہوا انہیں سے دس سے پندرہ ہزار تک فی النار و اسقر کر دیے۔ اور اس کثرت سے تندرہ قید کیے مین غلاموں کی قیمت سو روپیہ فی صدی گھٹ گئی۔ (تمام ایشیا کے غلاموں کے بازار مین)۔

وزیر اعظم۔ بارک اللہ۔ تم نے بہت ہی خوب تحویر کیا ہو اگر یہ امر صحیح بھی نہ نکلا تو بھی شاہ کی خوش قسمتی سے ایسے موقع ہو جانے مین کیا ویر لگتی ہو۔ راستی بہت ہی اچھی ہو ہو کہ جب تک خاص مطلب کے لیے ہو لیکن بعض موقع پر یہ حضرت بھی دیتی ہو۔

مرزا۔ اپنے گھٹنے کی جانب سے نگاہ اٹھا کے جو اس خط پر پڑی ہوئی تھی کہ جو شاہ کو لکھا جا رہا تھا حضور آید حدی کا یہ قول گوش گزار فرما مین دروغ مصلحت مینر باز راستی قسمہ انگیز وزیر نے اپنی جوتیان منگائیں اپنی نشست کی جگہ سے اٹھا اور اپنے گھوڑے پر

سوار ہوا جو بڑی دیر سے دیر سے کے دروازے پر اسکی انتظار سی کر رہا تھا سید شاہ کی بارگاہِ فلکِ رفعت کی طرف روانہ ہوا تاکہ جو کچھ اُسے بخوش ملی بین وہ سب جا کر شاہ سے عرض کرے مین بھی اسکے اور ملازمین کے جرگہ مین اسکے ہم کاب وادہ ہوا اسنے چلتے مین میری طرف لکھا۔ اور کہا جاؤ تھیں خصلت کیا۔ جاؤ اور ماندگی سفر سے آرا کر

سترھواں باب

حاجی بابا کا آفت ناگمانی مین پھنسا

چند روز کے بعد وہاں سے کسب اکھڑا اور شاہ اسی ترک و شان سے طران اپنے موسمِ سرما کی گزارنے کے مقام پر روانہ ہوئے۔ مین نے اپنے عہدہ سب نشینی سے اپنے سوار کے فرائض بھی اُکی غیر موجودگی مین انجام دیے اور جو لوگ میرے ماتحتون مین سے تھے انکا مین خوب مند ہی سے انتظام کرتا رہا۔ اور برابر شاہ کی سواری اور کل انتظام کو اچھی طرح سے نبھا ہا۔ حکم ہوتے ہی مین نے ایک قاصد طران روانہ کر دیا تھا کہ گانے بجانے والیاں اپنے اپنے ساز و سرور ست کر کھین کر جوقت سلیمان مین شاہ پہنچیں وہ ہر طرح سے تیار پائیں سلیمانہ ایک محل ہو جو کا بج کے کناروں پر واقع ہو اور دار الخلافہ سے اسکا فاصلہ نو فرسنگ کا ہو۔

جوقت مجھے یہ حکم پہنچا تو میری بھولی ہوئی پیاری رینب پھر مجھے یاد آگئی میری وہ محبت اور الفت کے جوش جو دھیمے پڑ گئے تھے اور وجوہات پر در پر کے باعث میرے عشق کی جلتی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی اب پھر بھڑک اٹھی۔ اول ملاقات کو سات ماہ کا ل گزر چکے تھے گو اس عرصے مین میری زندگی کا بہت سا حصہ بالکل وحشی ناخدا ترس آدمیوں مین گذرا تھا جس سے میرے فیملنگ برباد ہو جاتے۔ تاہم اب بھی وہی نرمی ہی ملائیت وہی الفت میرے دماغ مین باقی تھی۔ اور اسوقت جو خیال میرے دل مین

بسا ہوا تھا صرف وہ مقام تھا جہاں وہ رکھی گئی تھی وہ دمدم مجکوار کا خیال آتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں تصور کیا کہ ہم بہت جلد ہی ایک دوسرے کے دیدار سے شادان ہونگے۔

گو کہ شب آخر ہوئی اور شمع تو زاری نہ کر
پھر وہی محفل وہی تیرا شبستان غم نہ کھا

چند ہی روز میں ہم سلیمانہ پہنچے ہمیں پھر اسکی قسمت کا فیصلہ کرینگے۔
پہنچنے کے روز میں جلوس سے آگے آگے تھا تاکہ اس امر کو دیکھوں کہ آیا شاہ کے لیے تیاری مکمل ہو گئی ہے یا کچھ کسر باقی ہے جو نہ ہی میں اس محل کی دیواروں کے پاس ہو بچا جہاں یہ تمام مجہدین اپنا ساز و سامان درست کیے جلوہ فرما تھیں۔ میں نے انکی اور بڑے موسیقی کے آلون کی آوازیں سنیں کیا میں زینب کی آواز نہ سن سکو نکا اور کیا اور خدا اسکی دور سے بھی صورت نہ دیکھ سکو نکا مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ میں زیادہ اسکی نسبت کسی سے سوال نہ کرو نکا۔ کیونکہ پھر کسی کو شبہ نہ ہو جائیگا۔ یہ دونوں کے لیے ایک خطرے کا مقام ہوا اور عجیب نہیں کہ اس سے وہ فتنہ اٹھے جو دونوں کو نیست نابود کر دے۔ اسکی نسبت خیال کرنا اور داغ بچی کرنے کا مجھے کوئی بھی فائدہ نہ ہوا کیونکہ بہت ہی کم دیر میں میں نے اوٹوں کے گرد دون (جھوٹی توپ) سے سلامی کی آوازیں سنیں معلوم ہوا کہ شاہ گھوڑے پر سے محل کے دروازے پر اترے ہیں۔ عام دربار کے قیام پر شاہ نے کچھ دیر قیام کر کے حقہ پیا اور پھر تمام درباریوں کو خضعت کر کے آپ حرم میں چلے گئے جب شاہ محل میں داخل ہوئے تو میں نے عورتوں کے گانے کی آوازیں سنیں۔ طنبور۔ دف۔ اور تار بجتے جاتے تھے۔ اور خوب ہجوم و حاشام ہو رہی تھی جسکی برابر آوازیں آ رہی تھیں میں نے وہاں دیکھا اپنے کانوں سے زینب کی خوش آواز کو سنا کہ کس لبک سے گاہ رہی ہے۔ ہر چند اس کے سننے کی کوشش کی لیکن محض فضول تھی کیسین نام بھی نہیں تھا۔ اب میں ایک خوف اور ناامید محض شکستہ دلی کی

حالت میں رہ گیا۔ یہ تو ظاہر ہو کہ عاشق کو سوائے اسکے اور کچھ حصہ ہی نہیں ملتا۔

عادت عشاق حبیت مجلس غم دشتن | ماتم شیدون زدن نالہ ہم دشتن

بر سر سخاں در موج حلاوت ردن
بر در میدان دل فوج ستم دشتن

اُسی وقت بہت جلدی کا شاہ کے پاس سے ایک حکم نازل ہوا کہ ابھی مرزا احمت میرا
بہرانا مالک حاضر خدمت ہوئے۔

جب میں نے سنا کہ حکیم بلایا گیا ایک سالہ میرے سر سے اٹھا اور دل میں جا کے
بجھا برا بر بنسیدیاں اٹھنی شروع ہو گئیں کہ مرزا تنی جلدی حکیم کو بلانا کچھ دال میں
کا لاکا لا ہو شاید پیاری مگر مظلوم زینب کی جان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑی ہو۔
مرزا احمت حاضر ہوتے ہی زحمت کر دیا گیا حرم کے دروازے پر میں کھڑی
ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی مرزا احمت نے ایک طرف بلایا اور کہا۔

حاجی۔ شاہ بہت ہی خفا ہو رہا ہے۔ بھین یاد ہو گا کہ جب نوروز کی تعزیت
میں شاہ میرے یہاں دعوت کھانے آیا تھا تو میں نے اپنی کردش لونڈی کو نذر دیا
تھا اب اس وقت وہ ناچنے والی عورتوں میں نہیں آئی اور اسے مرض کا غدر کیا ہے۔ شاہ
اس پر مٹا ہوا ہے اور وہ اس بات پر اپنی جان قربان کیے دیتا ہے کہ کسی طرح اسے
دیکھے۔ اس نے بتا کید مجھ سے کہا کہ تم جا کر فوراً اس کا انتظام کرو اور ابھی اسے یہاں حاضر
کرو اور یاد رکھنا کہ اگر اسے پوری صحت نہ ہوئی اور وہ جس نہ ہو کہ جب وہ محل میں
داخل ہوتے وقت اپنے چہرہ پر نور میں کھتی تھی تو یاد رکھیو اور مرزا احمت تیری جڑ
سے دائر ہی اکھیر لجا بیگی۔

لغت ہو اس منجبت گھنٹے پر جب وقت وہ میری لونڈی بنی تھی اور نیزہ زار درجہ
لغت ہو اس ساعت پر بھی کہ جب شاہ میرے یہاں جہان آیا تھا۔

یہ لکے طیب صاحب تو طران روانہ ہوئے اور میں اپنے ڈیرے میں واپس چلا آیا اور اس کجخت اور بد نصیب لڑکی کی قسمت پر خیال کرنے لگا کہ دیکھیے آئندہ اُسے کن کن آفتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اس امر سے گونہ خوش تھا اور یہ مجھے پوری امید بندھی تھی کہ جب طبعی وہ مریض ہو تو پھر اسی حالت میں وہ شاہ کے آگے حاضر کیونکر ہو سکتی ہو۔ پھر مجھے اس امر سے بھی خوف ہوتا تھا کہ جب شاہ نے مرزا احق کو یون یون دھمکایا ہو تو وہ ضرور اُسے جا کے چھینٹے دیگا اور کسے گا کہ تو ذرا چہرہ بشارت بنا کے شاہ کے آگے جلی چل۔

پھر بھی اگر واقعی میرے جذبات کچھ قوی اور بہادر ہیں تو پرواہ ہی کیا ہو؟ تو نہیں اور سی اور نہیں اور سی!

مجھے اس وقت ایک شاعر کے چند مصرعے یاد آئے۔

اگر عالم میں ایک ہی آہ و خیم پیدا ہو جائے۔ اگر ایک ہی سرقہ کا دنیا میں ظہور ہو جائے یا ایک ہی ماہ کا لہوہ فرا ہو تو ضرور مجھ کو ایسے کے جاتے رہنے پر رونا اور وا دیا و بکا کرنا چاہیے۔ میں کیوں سوختہ ہوں۔ کیوں اپنے کو آپ قتل کروں سا و کیوں میں جشٹان پر غم سے خون کی ندیاں بہاؤں۔

نہیں جہاں عشق سستا ملے وہیں سے کیوں نہ خریدوں کیونکہ میں خود اپنی محبت و عشق کے جذبات کا بہت بڑا ممسک ہوں۔

اس طرح سے میں نے اپنی طبیعت کا اطمینان کیا اور اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ تو ایک راسخ الاعتقاد بکا مسلمان ہو کیوں اپنی ایک عورت کے پیچھے جگ ہنسائی کی لیکن پھر بھی جہاں میں جاتا اور جس خیال میں ہوتا زینب کی صورت یا ایک لغزش خاک و خون میں لتھری ہوئی میری آنکھوں کے آگے رہتی اور ہر ساعت اور ہر وقت میرے خیالات کا شکار کھیلتی۔

آخر کار شاہ کے طہران کے داخلے کی خوش ساعت بخومیون نے بتائی اور شاہ مع اپنے تمام جلوس کے اسی طرح سے طہران کی بھری آبادی میں دارالخلافہ میں داخل ہوئے یہاں بہت ہی شاہ کے پونچنے پر مبارکبادی کی آواز سن بلند ہوئیں۔ اب میری ملی خواہش یہ ہوئی کہ کسی طرح سے حکیم سے ملاقات کروں کہ خبر نہیں زینب کے معاملے میں کیا کارروائی ہوئی مگر اس طرز سے یہ حال معلوم ہو کہ مجھے کوئی شہہ آکر نہ واقع ہو داخلہ ہی کی شام کو میری آرزو میں اور خواہشیں (وہ خواہشیں جو خونی تھیں) پوری ہوئیں میں اپنے ایک ماتحت کو کچھ احکام سنارہا تھا کہ میں نے دیکھا حکیم صاحب بہت ہی تر و شاہ کے خاص کرے میں سے نکلے۔ ایک ہاتھ تو انکا اپنی مکر کی پٹی پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ ایک طرف پڑا ہوا تھا ہمیشہ سے زیادہ مگر جھکی ہوئی اور زمین کی طرف بہت مضطربانہ حالت میں پریشان نگاہیں نگران تھیں میں نے اپنے کو مرزا احق کے راستہ میں کھڑا کیا اور اُسے سلام کیا جس سے مرزا احق نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔

جب مجھے حکیم صاحب نے پہچانا تو میری طرف مخاطب ہو کے بولا۔ تم ہی کو تو میں تلاش کر رہا تھا آؤ ذرا بیان آؤ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ یہ کہنے کے مجھے ایک جانب لے گیا۔ حکیم۔ ایک عجیب معاملہ درپیش ہو۔ اس کروٹ لڑکی نے میری دائیں کو بھی خاک آلود کر دیا۔ وائے شاہ تو بالکل اُسکے پیچھے مجنون بن گیا ہو۔ اب وہ یہ کہتا ہو کہ جس قدر میری حرم میں یا حرم کے باہر مرد ہیں سب کا قتل عام کرنے کو حکم دیتا ہوں نہ وزیر بچے گا اور نہ کوئی خواجہ سرا محفوظ رہے گا۔ اسنے اپنے سر کی قسم کھا کے کہا ہو کہ اس حکیم پہلے تھی کہ قتل کرونگا۔ اگر مجھے وہ مجرم نہ ہاتھ لگا۔

بہن۔ کون۔ کیا۔ کیسے تو سہی کیا واقعہ ہوا وہ مجرم کون ہو۔

حکیم۔ وہ مجرم اصل زینب ہو۔ اور کس کو بتاؤں۔

میں۔ ام ہو زینب تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ اُس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ اور

میں نے یہ بات حکیم سے یوں کہی کہ کہیں اُسے مجھ پر شبہ نہ ہو۔
حکیم۔ استغفر اللہ حاجی یہ تمہارے کہنے کی بات ہو خدا کے لیے یزدبان سے
ہرگز نہ نکالو۔ اگر شاہ کو اشارہ تا بھی یہ معلوم ہو گیا تو ابھی میری گروں اڑا دیگا۔ یہ سننے
کہاں سنا کہ زینب پر مین مڑتا ہوں۔

میں۔ آپ کی نسبت جب یہ غلط اڑا تھا کہ آپ اسپر جان ہول سے فریفتہ مین
حضرت مجھے تو یقین نہیں آیا تھا کہ آپ جیسا دانا شخص لقمان زمان فارس مین
جالینوس ایسی بات کرے اور ایک کروڑ لوندی کے ساتھ محبت کر کے اپنی جان
کو خطرے مین ڈالے گا۔ اور وہ لڑکی جو شیطان کی بیٹی ہو اور جبکا وہ نخس قدم پر لڑنے
سب کو بچا رکھا ہو جس نے تمام سلطنت کو کس طرح غارت مین الیا ہو۔ خدا محفوظ رکھے ہر لڑکا۔
حکیم۔ حاجی یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ اپنا سرا و سرا دھر ہلا کے اور اپنا بابا یاں ہاتھ پیٹ
پر رکھ کر مین بڑا ہی جید بیوقوف تھا کہ اسکی سیاہ سُر ملی نشلی آنکھوں کا رام ہو چکا تھا
بھائی حاجی وہ آنکھیں تھوڑی ہی تھیں وہ تو خود سحر تھیں۔ وہ لڑکی خود نہیں نظر ان بھی
بلکہ شیطان انہیں ہو کے دیکھتا تھا۔ مین کجبت تو فرساق ہو گیا اور زندگی بھر یہ دھبہ
میرے دامن غرت سے نہیں جاسکتا۔ خیر جو کچھ ہوا وہ تو ہوا اب یہ بتاؤ کہ کیا کیا جائے۔
میں۔ کیا کہہ سکتا ہوں شاہ دیکھیے اب اسکا کیا کرے گا۔

طیب۔ شاہ کو تو جہنم واصل ہونے دو۔ شاہ کو اسکے باپ کے مقبرے مین دفن
ہونے دو اب تو مجھے اپنی جان کے لالے پڑ رہے ہیں۔

یہ کہ کے مرزا احق نے مجھتا نہ نظرون سے میری طرف دیکھ کے کہا۔ آہ حاجی
اسکا تو تمھیں بخوبی علم ہو کہ مین تم سے کیسی الفت کرتا ہوں۔ جب تم بے خاتمان تھے
میں نے حاصل پنا گھر تمھیں رہنے کو دیا۔ مین نے تمھیں کیسا عمدہ دلوا یا۔ اب تم
میرے ہی سبب یہاں تک پہنچ گئے۔ دیکھو حاجی دنیا مین احسانندی اور حق شناسی

سے بہتر کوئی چیز بھی خداوند تعالیٰ نے پیدا نہیں کی بس ہی ایک بیش بہا زیور ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ تم اس میں کار بند ہو۔

کچھ دیر توقف کر کے اور میری وارسی کو ہاتھ لگا کے۔

جو کچھ میں نے کہا تم نے اس کا خیال کیا۔

میں۔ نہیں اب تک یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

طیب۔ بھائی اصل یہ ہے کہ تم مجرم بن جاؤ۔ تم تو جوان ہو اور یہ عشق و محبت کی بات تم پر بخوبی صادق آسکتی ہے۔

میں۔ (ہوش و حواس باختہ ہو کر) اس میں تو جان کی جو کھون ہے۔ اور طیب دیوانہ تو نہیں ہو گیا۔ آپ مجھے ایسا بھی خیال کرتے ہیں۔ میں کیوں مرنے لگا آپ میرا خون اپنی گردن پر کیوں لینا چاہتے ہیں۔ جو کچھ ہے وہ صاف صاف یہ ہے کہ اگر مجھے اس امر میں سوال ہو تو اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ حکیم صاحب مجرم نہیں ہیں اور نہ ان کا زینب سے کچھ تعلق ہے کیونکہ جس زمانے میں وہ انکی حرم میں تھی ان کا تو خاتم کے ڈر کے مارے دم نکلتا تھا۔ یہ نہیں ہو گا کہ میں اپنے کو کمدون کہ ہاں میں اسپر مارتا ہوں۔ اور گناہگار میں ہوں۔

ہم باہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خواجہ سرا آیا اور اُس نے یہ کہا کہ ہمارے سردار نے حکم دیا ہے کہ افسر جلا دان کا سب فٹنٹ آدھی رات کو پانچ آدمیوں کو لے کے اس بلندی پر لے کے دامن میں انتظار کرے جس کا راستہ شاہی محل میں جاتا ہے کیونکہ انھیں تدفین کے لیے ایک تابوت لیجانا ہو گا۔

میں نے جواب میں ہی کہا کہ کچھ نہیں۔ میری یہ بہت ہی خوش ساعت تھی کہ اُس نے مجھے جلدی سے رہا کیا۔ مرزا احمد بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اب شام ہو گئی تھی جو کچھ اس خبر جانکاہ کے سننے سے مجھے ایک آفت نازل ہوئی تھی اسکو میں ہی چھوڑتا ہوں۔

ایک سنا چھاتی مین سے اٹھا اور کلیجے مین جا کے پار ہو گیا۔ آنکھیں ادا صرا دوڑو کر گر کر
کر رہی تھیں میرے گھٹنوں نے جواب دیا تھا خود بخود پیٹھے چلے جاتے تھے۔ اگر مجھے اپنی
اس بات کا خیال نہوتا کہ کوئی مشبہہ کر گیا تو مین واقعی لڑکھڑاکے بیہوش گر پڑتا اور اسی
محل کے مرنے سے مین ہرگز نہ ہڑکتا۔

مین نے اپنے دل مین کہا۔ کہ کیا یہی کافی نہیں ہو۔ مین اسکی موت کا باعث ہوا
کیا یہی سزا دار ہو کہ مین ہی اسکا قاتل بھی ہوں۔ مین ہی اپنے بچے کے لیے قبر کھودوں
مین وہ بد قسمت ہوں کہ جس نے اپنے سردار ریحان اعضا قبر مین پھیلانے مین۔ اس بے رحم
تقدیر اس بے رحم سرنوشت مین کیوں ایسا کروں کیا مین اس ظلم کے راستے سے
بچ نہیں سکتا کیا مین اپنے کلیجے مین چھری نہیں بھوک سکتا لیکن نہیں یہ صاف ہو
کہ میری سرنوشت مین ہی لکھا ہوا تھا۔ روز ازل سے میرے لیے یہ قسمت ہو چکا تھا تو اب
اس سے جھگڑا کرنا بے سود ہو جو کام کہ میرے لئے مقرر ہوا ہو اسکو ضرور مجھے کرنا چاہئے۔ اس دنیا
اس دنیا تو بھی عجب ہو خبر نہیں تو نے کیا کیا کیا ہو اور کیا کر لیگی۔ ایک شخص اپنی راز کی
باتوں پر نقاب ڈالتا ہو اور تو اسے ظاہر کرتی ہو کہ اصل یہ ہو۔

ان جذبات اور خیالات جانکاہ سے میرے دل پر ایک غم کا بھاڑ ٹوٹ پڑا تھا
تو تھا معلوم الفت مین کہ غم کھانا بھی ہوتا ہو
سکنا آہ کرنا اشک بھر لانا بھی ہوتا ہو
جگر کی ہلکی اور دل کا گھبراتا بھی ہوتا ہو
کیے کو اپنے آخر کار پتہ نا بھی ہوتا ہو

اگر دستم از روز ازل داغ جدائی را

بہنی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را

فوراً اپنے کام کی انجام دہی کے لیے مین روانہ ہوا اور مین نے اپنے آدمیوں
کو اس خونی کام کے لیے جمع کیا۔ یہ لوگ اس واقعہ سے محض نا بلند تھے وہ سوچ رہے
تھے کہ آیا ہم اسے قتل لے کے چلیں یا ہمیں صرف لغش اٹھانی پڑیگی۔

رات کی اندھیاری چادر کافی طور پر زمانے میں بھیل گئی تھی اور کام کرنے کا وقت آچلا تھا۔ آفتاب خون آلود شفق میں غروب ہو گیا تھا جب بہت رات ہو گئی تو وہ بجلی اور مینھ کی طرح سے موقع واردات پر پہنچے۔

جون ہی ہم پہنچے چاند اچانک غبار میں سے نکل آیا لیکن پھر فوراً ہی غروب ہو گیا رات کی اندھیاری اور سیاہی کی وہی کیفیت ہو گئی۔ میں محل کے گارڈ روم میں تین تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے پہرے والے مینار سے پاسباؤن کی آوازیں سنیں جو ادھی رات کے ہونے کی شاہد تھیں۔ اور موزوں کی آوازیں جو دھشتناکی سے میرے کانوں میں ہو کے رگوں میں ایک سناٹا سا پیدا کر رہی تھیں اور میری آنکھوں کے آگے خون آلود صورت گردش کر رہی تھی میں نے سمجھ لیا کہ وقت قتل آپہنچا ہے۔ یہ سب باتیں گویا اس مظلوم لڑکی کے قتل کی مقدمہ نمائش تھیں میں چونکا اور ان آوازوں کے زیادہ دیر سننے کی تاب نہ لایا۔ میں نہایت ہی مایوسانہ حالت میں لپکا جب میں جاگے مقررہ پر پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے باج ساقی بھی ہان موجود ہیں۔ اور تابوت کے اصرار و ہر پے پروائی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھ میں صرف اس لفظ کے کہنے کی تو طاقت تھی کہ شہر یعنی کیا یہ کام ہو گیا۔ انھوں نے جواب یا نہ شہر یہ سننے میں غمگین ساکت ہو گیا۔ میں سمجھا تھا کہ یہ خوفناک امر ہو چکا ہوگا۔ ہان اتنا ہوگا کہ میں صرف اسکے مدفن تک چلا جاؤنگا تاکہ مجھے اور دوسرے خوفناک موقع کے بچھنے کا موقع نہ ملے۔ مگر نہیں یہ اب ہونے ہی کو تھا۔ تو اب میں بھلا یہاں سے باز گشت کیونکر کر سکتا تھا۔

جہان شاہ کی عورت مقید بہتی ہیں یہ مقام ایک بلند شہت پہلو گرج ہے۔ تین گز اسکی بلندی ہوگی۔ شہر کے تمام حصص سے یہ بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ چولی ٹپرا ایک کمرہ بنا ہے جہاں شاہ اکثر آکے ہوا خوری کرتا ہوا آرام لیا کرتا ہے۔ اسکے محیط ایک غیر

مشخص زمین واقع ہو حرم کا خاص بڑا پھانک اسکے بہت ہی پاس ہے۔ اس گرج کی
 کی چوٹی پر ایک بالائے خانہ کا صحن ہے۔ (وہ صحن جو تمام عمر مجھے نہیں بھولے گا یہی جگہ تھی
 جس پر ہمارا بالکلہ خیال جمع کیا گیا تھا۔ میں ہاں بہت مشکل سے پہنچا تین سو تین بیٹے
 دیکھیں۔ ان میں دو مرد تھے اور ایک عورت تھی جنکی صورت چاندنی سے چمک رہی تھی۔
 اور انکی ہیئت سے وحشت اور خونخواری ٹپک رہی تھی۔ وہ اپنے وکم اقرباں کو بہت
 سے گھسیٹ رہے تھے۔ وہاں زینب کھائی دی جو اپنے ہاتھ پھیلانے ہوئے گھٹنوں کے
 بل کھڑی ہو کر اپنی وضع میں اتجا اور منت کر رہی تھی۔ یہ گویا نہایت ہی جانکنی اور حد سے
 زیادہ اندوہ و الم کا موقع تھا جس سے زیادہ خونخوار وقت چشم خون آلود فلک نے بھی
 نہیں دیکھا ہو گا جب یہ دونوں قاتل گرج کے کونے پر تھے تو مظلومہ زینب کی آواز وہاں
 سے تو سنائی دیتی تھی لیکن وہ آوازیں ایسی پُر وحشت اور خطرہ آمیز تھیں جب اس تینوں
 میں جو گرج کے گرد بہت زور شور سے چل رہی تھی اس طرح سے آتی تھیں جیسے کوئی دیوانہ ہو گیا
 ہم سب اس طرح سے بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہماری جانیں تنوں میں تھی ہی نہیں۔ میرے ساتھی
 قاتل پھر متحرک ہوئے میں تو بالکل بیجان مٹی کے دھیلے کے موافق ہو گیا تھا اگر کوئی مجھے
 یہ دریافت کرتا کہ تیری اس وقت کیا حالت ہوگی تو میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جب میں
 اپنے آپے ہی میں نہیں تھا تو میری حالت کیا ہو چھتے ہو۔ گو میں محض ایک تو وہ کل و بیجان تھا۔
 لیکن پھر بھی میں اس سے واقف تھا کہ اب کیا ہو رہا ہو آخر شایک زور کی اور غمگین دیکھ دینے
 والی صدا سنائی دی جو کلکتی ہوئی سہراکت ہو گئی جس وقت ہم سے یہ کہا کہ معاملہ ختم ہو گیا بس مجھ تو
 غم کا کوہ ہمالیہ ٹوٹ پڑا۔ الم کا ایک بھالا تھا جو جگر کے پار ہو گیا۔ میں جلدی سے اٹھا اور چل پڑا
 ہوا موقع واردات پر پہنچا جہاں میری زینب خاک خون میں لٹھڑی ہوئی رنگوں پڑی
 ہوئی تھی۔ اب بھی کچھ کچھ زینب کی سانس چلتی تھی۔ مگر موت کی پوری حالت اس پر طاری
 تھی۔ اسکے ہونٹ پھر پھرا رہے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ کہے گی۔ مگر اب بھی اسکے

منہ سے براہِ خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ مین اسکی کوئی بات نہ سمجھ سکا حالانکہ اسکی دماغ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ الفاظ کہتی ہو شاید وہ کہتی ہو گی۔ میرے بچے میرے بچے مگر یہ صحت میرے دماغ کو دھوکا دہی تھی۔ مین ایک گہری اور جگر کی شکستہ دلی سے اسکے قریب گیا اور بچے اسکا کچھ خیال نہ رہا کہ ان باتوں سے میری زندگی بھی بچے گی یا نہیں۔ اسوقت میری وہ بچپنی کی حالت تھی اور میں اپنی اُس مایوسانہ اور شکستہ طبیعت پر کام کر رہا تھا کہ اگر وہ بھی کسی کو شہید ہو جاتا ممکن تھا کہ میری جان بچتی۔ مین نے آگے بڑھ کے اپنا رومال اسکے خون میں ڈبو لیا اور دل میں کہا کہ اسے کبھی جدا نہیں کرنے کا۔

جب مین نے اوپر کی چوٹی پر سے زینب کے قاتل کی ایک کمریہ اور ہر جسم آواز سنی کہ کیا زینب کا دم نکل گیا یا ہنوز ترپ رہی ہو تو مین اپنے آپے میں آیا۔
جلاد۔ ہاں وہ تو اب پتھر کے موافق ہو گئی ہو۔
دوسرا جلاد۔ تو پھر اسے گاڑنے کے لیے کیوں نہیں لیجاتے۔

یہ سُنکے میرے آدمیوں نے اسکی خون آلود خُش کو تابوت میں کھا اور اپنے کانڈھوں پر اُٹھا کر قبرستان کی طرف لے گئے۔ یہاں اس مظلومہ مقتولہ کے لیے پہلے ہی گڑھا کھدایا تھا مین بھی جنازے کے پیچھے خونی جگر بدحواسل و سان باختہ چلا۔ تمام جہان کی مصیبتوں اور غموں میں میرے خیال ڈوبے ہوئے تھے جب ہم اسکے مدفن میں پہنچے تو مین قبر کے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ مجھ پر وہ عالم طاری تھا کہ یہ بھی خبر نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہو مین نے یہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ایک شخص نے نہایت ہی بے پردائی سے مُردے کو قبر میں ڈال دیا۔ پھر اسپرٹی چٹری دسی اسکے بدن ایک پتھر کے سرخانے رکھا اور ایک پیروں کی طرف رکھا جب انھوں نے اپنا کام پورا کر لیا تو وہ میرے پاس آئے اور کہا کام تمام ہو گیا۔ مین نے اُن سے کہا تم گھر جاؤ مین بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ انھوں نے مجھے قبر ہی پر بیٹھا ہوا چھوڑا۔ اور وہ

شہر واپس چلے گئے۔

رات کا بہت ہی گھپ گھاپ اندھیرا تھا۔ پہاڑوں میں سے کچھ گڑگڑاہٹ کی آوازیں آرہی تھیں۔ سوائے گیدڑوں کے جو بچوں کی طرح شور مچاتے ہیں اور کسی کی بھی آواز نہیں آتی تھی۔ یہ گیدڑ ٹھوسے کی بو بکا کر قبر کے ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے۔

میں بڑی دیر تک قبر پر بیٹھا رہا یہاں سے نہ گھر واپس بھرنے اور نہ اپنے خونخوار عمدہ جلادہی کا اصلا خیال آیا۔ ہزار ہا قسم کے توہمات اور خیالات میری طبیعت میں آنے لگے اور دنیا سے دل وہ بیزار ہوا اور اسکی بیوفائی کا نقشہ کھنچا ایسا قلب میں بیٹھ گیا کہ سچ جی میں ٹھان لی کہ اس تمام جھگڑے ٹٹنے کو چھوڑ چھاڑ کر الگ کروں اور پھر اچھا خاصہ درویش بن جاؤں تاکہ میری زندگی کا باقی ماندہ حصہ صبر و آرام سے گزرتے ہیں مجھے اس امر کا خیال ہوا کہ اگر میرے کوئی فعل یا کسی بات سے افتاءے راز ہو جائے تو پھر ظاہر ہو کہ مظلومہ مقتولہ کے پہلو پہ پہلو مجھے بھی آرام کرنا پڑے گا۔ پس میں نے تویہ ارادہ کیا کہ اس منحوس شہر کو چھوڑ ہی دو۔

اس وقت دن نکل آیا تھا اور ڈو دو جومات سے یہ خواہش میری طبیعت میں آئی کہ سب کو چھوڑ چھڑا کے چلتے بھی بنو وہ یہ وجوہات تھیں کہ اول تو مجھے اپنی جان کا ڈر تھا دوسرے طہران سے مجھے سخت نفرت ہو گئی تھی میں نے ارادہ کر لیا کہ پیدل ہی روانہ ہو۔ اور کنارہ گرد پر چل پڑو۔ وہاں سے قافلہ اصفہان روانہ ہو گا اسی کے ساتھ چلے چلنا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ خبر نہیں میرے والدین کی کیا ذہبت ہوئی ہوگی شاید میں اپنے باپ کو زندہ و سلامت پاؤں اور اس کے گلجے کو جا کے تسکین دین جو میری مفارقت سے جھپٹنی ہو گیا ہو گا۔ اور اس کے بڑھاپے میں اسکو مدت کے گم شدہ بیٹے کے ملنے کی خوشی دوں۔ بھلا میں کیونکر اس بدستی سے جو میرے گلجے

ہا رہو رہی ہر اپنے فرائض پورے کرونگا۔ میں نے بہت کچھ اپنی زندگی میں برائیوں کی ہیں۔ اور بڑے بڑے گناہ کیے ہیں اب مجھے اُن سے توبہ کرنی چاہیئے۔

اس خوفناک واقعہ نے میری طبیعت میں کچھ ایسا گھر کیا اور میرے دماغ کو ایسا پلٹا یا کہ آخر میرے قطعی ارادہ ہو گیا کہ بالکل فقیر بن جاؤں اور ان تمام مکروہات کو چھوڑ دوں۔

اٹھارھواں باب

حاجی بابا کا اپنے پُرانے دوست سے ملنا

میں نے اپنی چھاتی سے وہ خون آلود رومال نکالا جو پیاری زینب کے لبوں سے اب بھی گیلّا تھا۔ کس حسرت اور غمناکی سے میں نے اُسکی طرف نظر کی ہو۔ پھر میں نے اس خون آلود رومال کو قبر پر پھیلادیا اور میں نے جیسا کہ میں کبھی دیکھ کے عادی ہو گیا تھا اُسکی قبر پر فالتو پڑھی جب میں یہ کر چکا تو اب میرا ارادہ قوی ہو گیا کہ میں طہران چھوڑ دوں خوب مصمم قصد کر کے میں نے اپنا رخ اصفہان کی طرف کیا۔

جب میں کنارہ گرد پہونچا اور وہاں کاروان کا کوئی کھوج نہ دیکھا تو میں کاروانسرا میں چلا گیا اور شب بھر وہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا۔

جنگل سے کچھ دور فاصلے پر جب میں ایک عمارت کے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین پر بیٹھا ہوا ہے اور عجیب سا ناگ کر رہا ہے کوئی شواہکے آگے پڑی ہو اس سے وہ کہیلتا بھی جاتا ہے اور کچھ اُس سے کہتا بھی جاتا ہے جب میں اُسکے قریب پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ کچھ اپنی ٹوپی سے باتیں کر رہا ہے جو وہ میں اُسکے آگے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی ہے۔ میں نے وہ صورت دیکھی جو میری پہلے شناسائی تھی۔

میں نے اپنے جی میں خیال کیا کہ یہ کون شخص ہو شاید میرے مشہدی درویشوں میں سے یہ ایک درویش ہو۔

غرض کہ معلوم ہوا کہ یہ قصہ گو درویش تھا جو اپنی ٹوپی سے مخاطب ہو کے قصہ کہہ رہا تھا تاکہ اُسکی مشق بڑھے۔ جون ہی اُسکی نگاہ مجھ پر پڑی اُسنے مجھے پہچان لیا اور دوسرے گلے سے لگا لیا اور بہت ہی محبت و اُلفت دلی ظاہر کی۔

درویش۔ اے حاجی بھائی السلام علیکم۔ اتنے سال گزشتہ کہاں ہے تمھاری جگہ مدت سے خالی پڑی ہو۔ اسوقت تمھیں کچھ کے میری آنکھوں میں نور آگیا۔ غرض یوں ہی اُسنے کئی بار کہا کہ تیرے ملنے سے حاجی مجھ میں جان آگئی ہقدر دل خوش ہوا ہر جیسے ہفت قلم کی سلطنت مل گئی۔ پس یوں ہی کہتا رہا۔ اسکے بعد اصلی مطلب کا ذکر آیا اور اُسنے ذکر چھیڑا۔

جب سے کہ ہم جدا ہوئے تھے اُسکو ایک زمانہ مدید گزر گیا تھا۔ جب سے اُسنے مختلف باتوں کا ذکر کیا۔ سفروں کی شدائد و تکالیف جو اُسنے بھگتی تھیں کبھی شروع کیں اور جن جن مسائل اور طرق حیلہ و حوالہ سے اپنی روٹی پیدا کی تھی سب بیان کیے۔ یہ قصہ گو درویش قسطنطنیہ سے آیا تھا اور اب اسکا ارادہ تھا کہ موسم گرما کو افغانستان میں صرف کر کے دہلی چلا جائے۔

گو مجھ پر ایک غم کا پائر ٹوٹا ہوا تھا اور اپنی بے گناہ مظلومہ کو خون آلود دیکھ کے قلبِ خود غم ہو رہا تھا اور اُسکی باتوں کی طرف بہت ہی کم توجہ تھی لیکن پھر بھی اس خیال سے کہ کہیں میرا ساتھی مکدر خاطر نہ ہو اور اسکو ملال نہ گزرے میں نے اپنی صورت جان کے کچھ بشاش سی بنائی اور اُسکی طرف پوری اپنی توجہ مبذول کی اور جو کچھ مشہور چھوڑا۔ مجھ پر مٹی تھی آج تک کی رام کہانی اُسے کہ سنائی۔

میں نے سارا اپنا مفصل حال اُس سے بیان کیا اور قدم بقدم جس طرح سے کہ میں نے ترقی کی تھی اور اتنے بڑے عمدے پر پہنچا تھا سب اُس سے کہہ دیا۔ اور میں اس امر کا خیال کر کے بہت ہی مسرور تھا کہ میری ایسی کامیابی اور اعلیٰ درجے پر پہنچ جانے سے

یہ میری بہت توقیر کر بگا اور اسکی نظردن میں میری عزت بڑھے گی جب میں نے یہ بیان کیا کہ میں نے نسب نفیٹنٹی سے عہدہ چیف جلا دھال کیا تو مجھے اس امر کا یقین کامل تھا کہ یہ ضرور میرے آگے و نڈر ت کرینگا۔ تجارت نے اُسے اس بات کی تعلیم کی تھی کہ وہ ایسے عہدے والے کے سامنے گردن عجز خم کرے لیکن جب وہ میری رلام کافی گوشگزار کر چکا کہ میں نے کس طرح سے صرف ایک عورت کے لیے اپنا ایسا اعلیٰ عہدہ چھوڑ دیا۔ بیان خیال در تھا اور اُسے کچھ اور ہی کہا۔ وہ بولا۔ حاجی تو اُس عزت کے خلعت کے قابل نہیں تھا جو خوش قسمتی نے تجھے چھانٹ تراش کر پہنائی تھی۔

کیونکہ اگر شاہ نے ایک بے ایمان لڑکی کو قتل کروا ڈالا جسکے قصور میں نصف تم بھی حصہ دار ہو تو متنے اس عہدہ اور اعلیٰ عہدے کو جو اتنی مصیبت میں مقیمین حاصل ہوا تھا چھوڑ دیا اور پھر بھٹا را ہی جی چاہے کہ اسی مصیبت اور فلاکت میں گرفتار ہوا اور فاقہ مستی میں پا پڑ بلیو جس میں کہ میں بھنسا ہوا ہوں۔

اچھا دیکھو جو شخص زندگی میں صرف خوشی حاصل کرنے کے لیے جو راستے اختیار کرتا ہو اُنکا کوئی شمار نہیں ہو۔ کوئی تو بلند ٹرک پر چلتا ہو کوئی کم درجہ اور کمینہ وسائل سے خواہان خرمی ہو تا ہو بعض لوگ اپنے لیے اور بھی نئے راستے نکالتے ہیں اور بعض کوئی راہ بھی اختیار نہیں کرتے اور ہمیشہ مذہب کی حالت میں رہتے ہیں لیکن میں نے آج تک تم جیسا شخص نہیں سنا ہو جو ہر راستے پر چلا ہو۔ اور جب بعد محنت مشقت کے کچھ حاصل کر لیا تو اسے صاف کھو بیٹھے۔

بعد ازاں اُسے پھر میرے آسنو پونچنے اور فردوسی کا یہ شعر پڑھ کے اپنی مشفقانہ نصیحت کو ختم کیا۔

چنین است رسم سراے درشت	گئے پشت برزین گئے زمین بر پشت
------------------------	-------------------------------

ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک کاروان صفہان کی ٹرک سے آتا معلوم ہوا جو

سیدھا کاروان سرزمین چلا گیا اور وہاں اُسے اپنا ڈنڈا ڈیرہ ڈالا۔

درولیش۔ (ایک خوش اور عمدہ جلیس) آؤ حاجی اور اس وقت اپنا سارا غم بھلا دو
 باوجودیکہ ہم خشک اور ویران جنگل میں ہیں لیکن پھر بھی اپنی شام غریبی پسندیدہ طور پر
 بسر کریں گے۔ کو آؤ مسافروں کے پاس جلو حسین تاجر۔ خچر سہکانے والے سہی طرح
 کے لوگ موجود ہیں اور چل کر یا لو کر کو حقہ پی لو۔ پھر میں تم سے ایک تازہ کمانی کنو گلو
 ابھی اسٹنبول میں گذری ہے اور جو فارس میں مجھے یقین ہو اتنا شہور نہیں ہوئی۔
 بہت ہی خوشی سے میں نے اسکی اس تجویز کو پسند کر لیا اور اُس پر دل سے کاربند ہوا
 کیونکہ اسکی اس سحر آمیز تقریر سے میرے دماغ اور دل میں جو غم بھرے ہوئے تھے وہ سب
 کمر ہو گئے تھے۔ ہم وہ دونوں ملے مکان کاروانسرا میں داخل ہوئے۔ یہ درولیش جو قصہ
 بھی تھا بڑا ہی چلتا ہوا شخص تھا ہستی اور مکان سفر نے ہم میں سے کلکرا اس کی جنگل
 کو عبور کیا اور وہ خوب کھا چکے اور اپنا اپنا من تازہ کر چکے تو وہ کھلے ہوئے جو کو صحن
 میں اُنھیں جمع کر کے آیا اور اُسے اپنی دہ کمانی کنی شروع کی جب اُسے اقرار کیا تھا۔
 آپ بچ میں بیٹھ گیا اور سب کو اپنے چاروں طرف بٹھا لیا۔ میں نے ہر چہ کوشش کی
 کہ جو کچھ درولیش کہے اُس پر وہیاں کھوں مگر میرا دھیان کچھ متغصن حکایات باتوں سے ایسا
 اُٹتا ہوا تھا کہ یہ میرے لیے محض ناممکن تھا کہ میں اُسکی کمانی کو ذہن نشین کرتا۔ ایک مقام
 پر درولیش نے قصہ میں سامعین کو بہت ہی دلچسپی دی جب میں اپنے شیخ چلی کے خیالات
 میں سے کسی خیال میں غرق تھا۔ سامعین کی جو واہ وا اور آفوس کی صداکین آئین تو میں
 چونکا۔ میں نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا کہ اگر آئندہ اسے کبھی اس کمانی کو بیان کیا تو
 میں ضرور لگا کے سنونگا اور جس قدر مجھے ہو سکا ہمہ تن باقی ماندہ قصہ سننے کے لیے گوش
 بن گیا۔ مجھے اپنے ساتھی کی کیفیت دیکھ کے بہت ہی رشک آیا کہ اسکی کس قدر بات بات
 پر واہ واہ ہو رہی ہے اور لوگوں کا یہ عالم ہے کہ اس پر مٹے جاتے ہیں اور کس قدر متوجہ ہیں

اور ہر ایک خود انکی امیری دیکھ کے دل میں رشک کرتا تھا اب میں نے پھر اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ جس طرح سے ہو سکے پھر میں ان لوگوں کا سادو و متمذ بنوں۔ اور بغیر کسی فکر و تردد کے اپنی زندگی عیش و عشرت میں بسر کروں۔

فرصت اگر ت دست و ہد مختتم انکار | اساقی و مغنی و شرابے دسر دے

ز نمار ازان قوم نباشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

یہ ایک فطرتی امر ہو کہ غم بھی اور جوش خودیش کی طرح سے اپنا راستہ ضرور پکڑتا ہے۔ صد ہا دلوں نے اٹھتے ہیں اور بچھ جاتے ہیں یوں ہی غم کا بھی ایک لولہ ہو کہ جواٹھتا ہو اور پھر ٹھنڈھا پڑ جاتا ہو۔ مثلاً جب بہار ہوتی ہے تو روکھے خشک چٹانوں میں سے کونے کونے گوشے گوشے سے پھوٹتی ہے اور جب اسکا زمانہ ختم ہوتا ہے تو کسی ندی نالے میں جا کے تمام ہو جاتی ہے۔

یوں ہی رفتہ رفتہ غم کی ترقی ہوتی ہے اور پھر یہ عروج پر پہنچ کے دنیا کے بھنور میں غائب ہو جاتا ہے۔

جس وقت فقیر نے اپنی رام کہانی ختم کی ہو دن چھپ گیا تھا۔ آسمان کی نیلی چادر پر چمکتے ہوئے ستارے جگ جگ کرنے لگے تھے۔ گویا شب کے آنے کی اپنی حکمتی ہوئی آنکھوں سے شہادت دیتے تھے۔ چاند نے بھی اپنی مصفا اور خشک چادر کو عالم پر پھیلا دیا تھا کہ اتنے میں ایک سوار گھوڑے کو دوڑاتا ہوا کاروانسرا کے دروازے میں آیا۔ کاروان کے خاص آدمی بھی پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے اپنے قلیان پیتے جاتے تھے اور درویش کی کہانی کو بگوش دل سن چکے تھے۔ ملازمین نے چار پائیوں پر اپنے آقاؤں کا بچھونا بچھا دیا تھا۔ اور چچر بھکانے والے شب کو آرام کرنے کے لیے اپنے چچروں اور اسباب کے پاس چلے گئے تھے۔

یہ تو سب کچھ تھا لیکن جب میں نے اپنے اوپر خیال کیا کہ میں شب کو کاہنے پر آرام کرونگا تو مجھے معلوم ہوا کہ سوا سے برہنہ زمین اور پتھر کے تکیہ کے اور کیا ملسکتا ہو۔ لیکن جب میری نگاہ ایک سوار پر پڑی جو گھٹ گھاپ اندھیرے سے یکایک روشنی میں آیا تھا تو یہاں تو بہت ہی دوسری ہو گئی۔

میں نے اسے پہچان لیا کہ یہ وہی جلا دہو جو میرے ماتحت تھا اور جسے اس کجبت مقتولہ لڑکی کے قتل کی میرے احکام سے شہادت دی تھی۔ اب مجھے سوچ ہوا کہ یہ جو یہاں آیا آخر کچھ تو سبب ہوگا۔ یہی صورت دیکھتے ہی میرا منہ تھا ٹھنکا کہ ضرور کچھ دال میں کالا کالا ہو۔ میں نے یہ سنا کہ وہ کاروان سے دریافت کر رہا ہو کہ جو طہران جاتا تھا آیا تم میں سے کسی نے اس شکل و شباہت کا شخص دیکھا ہو۔ بس اب کیا تھا میں کھٹک گیا کہ یہ مجھے ہی دریافت کرتا ہو اور وہ میں ہی ہوں۔

میرے دوست فقیہ نے فوراً اس معاملے کی طرف توجہ کی اور اپنا قیاس مڈرایا کہ کیا ہو گیا۔ اسے بہت بڑا خیال ہوا چھوٹے ہی اسے تمام جماعت کے جواب کا بوجھ اپنے اوپر لے لیا۔ اسے کہا کہ سوا سے میرے اور میرے دوست کے سب لوگ طہران چلے گئے۔ وہ بھی درویش ہی۔ ہم اور وہ ابھی قسطنطنیہ سے آئے ہیں لیکن ہاں جس شخص کی نسبت آپ کہتے ہیں میں نے اسے دیکھا ہو۔ جو بہت ہی چوکتا معلوم ہوتا تھا۔ غموم و آلام نے اسکو گھیر رکھا تھا اور وہ اس حشتناک جنگل میں یوں ہی مارا مارا پھرتا تھا۔ عرض یوں ہی درویش نے بہت سی ایسی باتیں بھی بیان کیں جو مجھ سے خصوصیت کہتی تھیں۔ سوار کی کیفیت سن کر ایک لمحہ بھی مشتبہ نہ رہا۔ یہی شخص تھا جو حاجی بابا کی تلاش میں تھا اسنے مجھے ہی فقیہ کے بتانے کے موافق اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور بہت پھرتی سے وہاں سے چل دیا یہ اس درویش کی حکمت عملی تھی جسے اسکو ہبکا دیا۔

جب وہ چلا گیا اور اسکو کچھ عرصہ گزر گیا تو درویش مجھے ایک جانب بلا کے

لے گیا۔ اور کہا اگر تم اس شخص سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ تم فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ جب وہ جنگل میں ادھر ادھر مارا رہے گا اور تمہارا اُسے کہیں پتہ نہ ملے گا اور اُسکی جستجو بیکار جائیگی تو پھر وہ یہیں دابیں بچ کر آئیگا تو پھر تمہارا چھپنا اور ظاہر ہونا یہ مشکل ہوگا۔

میں۔ یہ ایک امر بدیہی ہو کہ وہ میری گرفتاری کے لیے آیا ہو۔ میں ہرگز نہیں امید کر سکتا کہ ایسا جلا دہر سر رحم آئے اور ایک یہ بھی بات ہو کہ میرے پاس کچھ زر نقد بھی نہیں ہو کہ اسکی ندمی کر دوں کہ لے با با میرا بیچا چھوڑ۔ کیونکہ منہ پھیلانے کا بہت اُسکو میں بخوبی جانتا ہوں۔ اب میں کمان جا سکتا ہوں۔

درویش۔ (کچھ دیر تامل کر کے) تمہیں کو م جانا چاہیے۔ تم وہاں صبح ہوتے ہوئے پہنچ جاؤ گے اور دیکھنا جب تم وہاں پہنچو فاطمہ کے مقبرے کے عبادت خانے میں چلے جانا اس میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہ ہو۔ وہاں تم اب اور جب کبھی ہو گا محفوظ رہی رہو گے وہاں شاہ کا بھی کچھ نہیں چل سکتا اگر تم وہاں سے نکلے اور اُن دیواروں کے باہر ہوے تو پھر اپنی خیر نہ سمجھنا۔ اور جو تمہیں تقدیر نے گرفتار کر دیا اور وہیں لوگ پہنچے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی امن میں لے گا۔

میں۔ اچھا جب میں وہاں رہا تو میں کیا کرونگا اور کیونکر جیونگا۔

درویش۔ یہ بات تو میرے اوپر رکھو میں تمہارے لیے سب کچھ بندوبست کر دوں گا میں اُس مقام کو اور اُن آدمیوں کو جو اس میں رہتے ہیں بخوبی جانتا ہوں یہاں میں خیال ہو انشاء اللہ وہ نہیں ہو گا اور تم آرام تمام گزارو گے۔ ایک دفعہ مجھ پر بھی اسی قسم کی آفت نازل ہوئی تھی اور میں نے وہاں جا کے پناہ لی تھی اصل یقینی کہ میں نے شاہ کی ایک حرم کو کچھ نہ ہر لایا تھا اور یہ نہ ہر اسنے اپنی ایک حریف یا سوکن کے لیے منگا لیا تھا یہ بات بہت دور تک پہنچی اور شاہ کا حکم ہوا کہ یہ شخص گرفتار کیا جائے میں شاہ عبدالعظیم

کی نپاہ گاہ میں پہنچ گیا۔ پانچ ہی منٹ گزرے ہونگے کہ ایک جلا دیرے پکڑنے کے لیے آ پہنچا اب کیا ہوتا تھا۔ میں نے کبھی اپنی زندگی میں خوش اوقات بسر نہیں کی کیونکہ میں نے کبھی کچھ نہیں کیا۔ وہ لوگ جو زیارت کرنے کے لیے آتے تھے اُن سے میری اوقات بسر ہوتی تھی اور نیز زائر عورت بھی میری بہت ہی خاطر مدارت کرتی تھیں۔ ہاں بیشک ایک بات بہت ہی مشکل کی ہو اور وہ تحقیق بہت دہرا لگی۔ وہ یہ ہو کہ اگر شاہ کا حکم آ گیا کہ کوئی محققین روٹی کھانے کو نہ دے اگر دیگا تو اُسے سترے موت ملے گی تو بیشک یہ تحقیق خفاہ کشی یہیں ہلاک کر ڈالیگی لیکن میں تم آئیں بھی جسے کرنا پیغمبر محققین اپنی حفاظت میں لینگے۔ لیکن چھارایہ معاملہ ایسا نہیں ہو کہ تمہارے لیے یہ حکم جاری ہو۔ ایک لونڈی کے لیے وہ کیا خیال کر سکتا ہو جب صدمہ اُس کے محل میں موجود ہیں۔

ان سب باتوں کے بعد آدمی اس آسانی سے نہیں مر سکتے جیسا ہم ارا نیون کا خیال ہو تم دیکھو شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ابرو باد و مہ و خورشید و فلک رکاز اند | تا تو نانے بکفت آری و بخت و نحوری

میں۔ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ اگر میرے دوست درویش تمہاری عنایت مہربانی کو بھول جاؤں۔ شاید میری تقدیر نے پھر زور پکڑا اور وہ عروج پر پہنچی تو میں اپنی دائی تمہارے ہاتھ میں دید و نگا۔ تم حاجی بابا کو مدت سے جانتے ہو وہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جو اپنی نیکیوں کو تو ہتھیلی پر رکھ کے بچائے پھرتے ہیں مگر اپنی بُرائیوں کو نفل میں سے نہیں نکالتے جو انھوں نے چھپا رکھی ہیں۔ میں شہد میں گیا تھا صرف ایک ادنیٰ شرا ایسا متبا کو خردش بنا اور یسا ہی اب ہوں اور پھر میں سب لفظ لفظ اور اس سے سب کا افسر گیا تو اسی طرح سے مجھے اب بھی امید ہو کہ میں ہو سکتا ہوں۔

درویش بہت خوب پیارے اب تم جاؤ خدا کو سونپنا۔ خدا تمہارے ساتھ ہو جب تم یہ ٹکی جنگل عبور کرنے لگو تو ذرا غول سیا بانی اور جنوں کا خیال کھنا۔ اور پھر میں یہی

کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس مین رکھے۔
جب دن نکلا تو مین نے لمع شدہ سنہرا قبہ دور سے اتیار کیا۔ اپنی پناہ اور اس
کا نشان دیکھ کے مجھے اور بھی جرات ہوئی اور مین وہاں پہنچنے کے لیے جو مجھ سے
بہت ہی دور تھا تازہ دم ہو گیا۔ اور یہ تازہ دمی اس سنان بن و دق خشک جنگل
کے سفر میں کام دیگئی ایسے کالے کوسوں کا سفر اور پھر تنہائی۔ اُفتہ۔
مین بہت ہی مشکل سے شہر کو مکی حدود میں پہنچا ہونکا کہ مجھے معلوم ہوا ایک سوار
میرے پیچھے آ رہا ہے اور جکا نشان میرے پیٹھ پر کھینچنے کا ہے مین نے نہ دامن نہ با مین ذرا بھی
پھر کر نہیں دیکھا یہاں تک کہ وزنی زنجیر جو عبادت گاہ کے خاص ٹپے دروازے کے بیچ
مین لٹک رہی تھی میرے اور اس کے درمیان فارق رہ گئی۔ اب مین نے یہ کہنا شروع کیا
الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ علی مشکل کشا۔

دستِ مرا بگیر کہ دستم ز کار رفت | در بحر رنج بسکہ منو دم شناوری

شاہا منم کہ بعد ہزار آرزو سے دل | بنخم منو دہ سوے جناب تو رہ میری

یہ کہ کے مین نے آستانے کو بوسہ دیا اور اس صدق ولی اور سرگرمی سے
عبادت میں مشغول ہوا جیسے وہ شخص جسکی کشتی عمر طوفان اور تلاطم گردا بے بچ کے
کنارے پر آ جاتی ہے اور وہ جان لڑا کے شکر بھیجتا ہے۔
مین اپنی ادھر ادھر جانب وقت سے دیکھنے پایا تھا کہ اتنے مین دہی جلا د
جو میری گرفتاری کے لیے آیا تھا میری طرف پھرا۔ اور اس نے بہت ہی سر و سلام
کر کے مجھ سے مخاطب ہوا کہ مجھے شاہ کا حکم ہوا کہ جہاں تم مجھے ملو مین تمہیں پکڑا کے
شاہ کے آگے حاضر کروں۔

مین۔ بھائی مین نے تو ایسے پیر کے فرار مین آ کے پناہ لی ہے جو ہر امیر و غریب کا

لیجا دیا وہاں۔ تو کیا اگر کوئی دسترخوان بھی آجائے جب بھی مجھے یہاں سے نہیں
لیجا سکتا۔ علاوہ ان تمام باتوں کے یہ شاہ شاہان کا پیارا پیر، پورا خود شاہ اور
کی نسبت اسکے مزار کی بہت ہی عزت کرتے ہیں اور انکا پاس طبیب منظور ہے۔
جلاد۔ اے حاجی بھیرین کیا کرونگا۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ یہ محکم میں نہیں لکھا ہوا
ہو اگر میں بغیر تمہیں گرفتار کیے چلا جاؤنگا تو بجائے تمہارے میرے کان کاٹ دالے جائیگے
میں۔ انشاء اللہ۔

جلاد۔ آپ انشاء اللہ کہتے ہیں (آگ بگولا ہو کے) چہ خوش چرا بتا شدہ کیا میں
وہ طریقہ برتون کہ لوگ مجھے گدھا کہیں میں وہ شخص نہیں ہوں کہ تمہیں یہاں چھوڑ جائوں
جس طرح سے چلو گے چلنا ہی پڑے گا۔

اب باہم ہم میں خوب تو تو میں میں ہونے لگی اور یہاں تک یہ ٹھکانہ بھی نہیں
کہ خدام درگاہ کے کان تک یہ آواز پہنچی وہ اپنے حجرون میں سے نکل نکل کے دور
ہوئے آئے کہ یہ معاملہ کیا ہو اور کیوں امن و حفاظت کے مقام میں لپاؤ لگی ہو رہی ہے۔
میں سوچتی تھی حضرت یہ وہ شخص ہے جو ایسی بڑی درگاہ کی بے ادبی کرتا ہے میں نے
تو یہاں آ کے پناہ لی ہو اور یہ چاہتا ہے کہ مجھے یہاں سے گرفتار کر کے لیجائے۔ آپ جو کہ
ولی اللہ میں اچھا آپ ہی ارشاد کریں کہ کیا یہ اسکی زیادتی نہیں ہے اور کیا آپ اسے
ایسا امر کرنے کی اجازت دیجئے۔

ملا۔ (سب میری طرف ہو گئے)۔ یہ تو آج تک کبھی ایران بھر میں نہیں ہوا اگر
تم اسکو یہاں سے لیجانے کی دیر لے کر دے گے تو تم پر نہ صرف اس پر کا مہ نازل ہوگا
اور وہ تمہیں اسکا انتقام لیگا بلکہ علماء کی تمام جماعت تم پر پل پڑے گی۔ پھر نہ تمہیں کوئی
شاہ شاہان بچا سکتا ہو اور نہ تمہاری شاہ دیوان حفاظت کر سکتا ہو۔ سوقت تمہیں ان
سب کا پورا غصہ سہنا پڑیگا اور انکی غضبناکی کی آتش فشاں تمہیں بربستہ کرنی پڑے گی۔

یہ سنکر جلاد کے ہوش اڑ گئے اور اب بین ند بزمین میں رہ گیا کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے ذرا دھیما پڑا اور مجھ سے یہ عہد و پیمان کرنے لگا کہ اچھا اگر میں بھینس میں چھوڑ جاؤں تو کسی قسم کی ایذا نہ دوں تو جو کچھ تم دہان سے لائے ہو وہ میں سے مجھے کیا دلوانا میں نے اُسکے حق سے ہرگز انکار نہیں کیا کیونکہ اُس نے میرے لیے اتنی تکلیف اٹھائی تھی یہ ظاہر ہو کہ جب میں اس طرح سے اُسکی جگہ پر ہوتا تو کیا بغیر لیے ہوئے چھپا چھوڑتا۔ لیکن میں نے اُس سے یہ کہا کہ میں بھینس اُسکی مکافات دینے میں بہت ہی قاصر ہوں کیونکہ تم بخوبی جانتے ہو کہ میں طہران سے کس طرح سے بھاگا ہوں میں ایک چیز بھی دہان سے نہیں لایا۔ بس یوں ہی مُسنف اُٹھائے ہوئے چلا آیا۔

اس نے مجھ سے یہ دریافت کرنا چاہا اور اس امر کی ہدایت کی کہ تم یہ بتاؤ کہ اصل اصل بدعالم کیا تھا جس سے تم یہاں بھاگ آئے میں نے وہ سب بتا دیا اور اُس سے کہا بس اب آپ جہان سے تشریف لائے ہیں واپس چلے جائیے۔

مجھے بعد کو معلوم ہوا اسکا اصل سبب یہ تھا کہ اس بدعالم نے اول تو میرے سارے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جس میں میرے کپڑے میرا صندوق میرے گھوڑے کا سامان۔ پاکھر۔ کاٹھی وغیرہ۔ اور قلیان اور اسی قسم کی درادریز بھینس اور اسی حوازاوے نے شاہ کے آگے مجھے ملزم گردانا تھا اور میری طرف سے کئی کئی باتیں لگا کے کہی تھیں۔ یہ تو اس امر کی انتظار ہی ہی کر رہا تھا اور اُسے بہت خیال تھا کہ کسی طرح سے منجست اور ناخوش کردش لڑکی کا سبب موت میں قرار دیا جائے۔ اب اسکو موقع لگا تو اس نے میرے نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی غرض یہ تھی کہ میری جگہ پر وہ مقرر ہو جائے۔

جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اب میری بہانہ دال نہیں لگنے کی اور نہ حاجی بابا اس پناہ کی جگہ سے قبضے میں آسکتا ہے تو وہ بایوس و مجبور ہو کے طہران

واپس پھر گیا۔ مگر چلتے چلتے گورنر صوبہ کوم (قم) کو ہدایت کر گیا کہ جس وقت حاجی بابا اس مقبرے کی چار دیواری کے باہر نکلے اسی وقت اُسے گرفتار کر کے طہران روانہ کر دینا۔

۱۹^ا ایتھان باب

حاجی بابا کا مقبرے میں پناہ گزین ہونا اور ایک عجیب غریب کہانی سے اپنے آلام کو بہلانا

خدا نے اس جلا سے مجھے رہائی دی تھی اور وہ جانے ہی پایا تھا کہ اتنے میں میں نے اپنے دوست درویش کی آواز سنی جو کس طرح ملک ملک کے خداوند تعالیٰ سے مناجات کر رہا تھا کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس پاک اور مقدس مقام میں پہنچایا اور میرے دوست درویش کی مناجات اور حمد باری تعالیٰ ایسی تھی جیسے سچے مسلمان کیا کرتے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں اُسکا خوش نظارہ کرتے ہی کھل گیا اور میں نے اسے سنا دیا کہ اللہ نے مجھے اس اس طرح سے میرے تعاقب کرنے والے سے بچایا ہو۔ میں یہاں آ کے داخل ہو گیا ورنہ اسنے تو مجھے لے ہی لیا تھا۔
درویش - خدا نے بڑی خیر کی۔

ہم نے اس مقبرے کے چرون میں سے ایک حجرہ اپنے رہنے کے لیے لے لیا۔ میرے پاس خوش قسمتی سے بیس اشرفیان علاوہ روپیوں کے تھیں۔ میں نے پہلے اس حجرے میں ایک چٹائی لے کے بچھائی۔ اور ایک جھجھری پانی رکھنے کے لیے خریدی۔ جب ہم یہ سامان کرچکے تو پھر ہمیں کوئی اور چیز خریدنے کی ضرورت نہ ہوئی۔

اب ہم بیان بہت آرام سے اپنی زندگی گزارنے لگے۔ ہیکو پیٹ بھر کے کھانا مل جاتا تھا۔ اسکے علاوہ اور کسی چیز کی ہمیں ضرورت بھی نہیں تھی جس کے بغیر ہیکو تکلیف ہوتی۔

ایک روز میرے دوست درویش نے مجھ سے پوچھا کہ حاجی کو تمہاری نماز تو کبھی قضا نہیں ہوتی ہے۔

میں۔ حضرت آپ کو اس سے کیا مطلب چاہے میں نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں آپ کو اس سے کیا سروکار ہے۔

درویش۔ بھائی میرا مطلب ہی اور ہے۔ اور تم خدا جانے کیا سمجھتے ہو آخر اسکے بتانے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔

میں۔ مجھ کو ہی تعجب ہے کہ آپ کو اسکے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ میں نماز پڑھتا ہوں یا نہیں۔

درویش۔ پیارے حاجی میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ضرور ہی نماز پڑھو یا روزہ رکھو۔ مجھ کو تو تمہاری دوستی سے مطلب ہے۔ مگر بھائی یہ مقام کوم (رقم) ہے۔ اور اس مقام پر جتنے لوگ ہیں ان میں یا تو بزرگان دین کی اولاد سے ہیں۔ یا عالم ہیں جس کسی کو دیکھو گے ڈبلا اور ضعیف پاؤں گے چہرے کا رنگ زرد ہوگا۔ یہ کس وجہ سے۔ یہ عبادت اور نفس کشی کی وجہ سے۔ یہاں ہر شخص عبادت خدا میں مصروف رہتا ہے۔ انکی اس شخص پر نگاہیں پڑتی ہیں جس کا گل رخسار تروتازہ ہوتا ہے۔ جس کی باتوں میں مسکراہٹ پائی جاتی ہے۔

جس شخص نے یہاں رہ کے اپنے چہرے کو حسین بنایا بس یہ سمجھ لو کہ اسکی تقدیر پلٹ گئی۔

حاجی حکو نہیں معلوم کہ اس مقام پر آدمی کو کیونکر رہنا چاہیے۔ اور کس قسم کی صورت بنانی چاہیے مجھ کو دیکھو کہ جب میں کوم میں آتا ہوں تو اپنے رنگ کو میلا کر لیتا ہوں۔ اور بالوں کو اُلجھا لیتا ہوں اور جب بیان داخل ہوتا ہوں تو پھر تو کچھ نہ پوچھو ایسی صورت بناتا ہوں جیسے کسی بڑے عبادت کرنے والے اور نفس کش کی ہوتی ہو۔ بیان میں اپنی اوقات عبادت کرنے ہی میں بسر کرتا ہوں۔

اگر تم بھی ایسا نہ کر دگے تو علما کی جماعت پتھر پیل پڑے گی اور تم کو تکا بونی کر ڈالے گی۔ پھر تمہارا بچنا محال ہو۔

یہ سب تم کو مار ڈالنا ایسا سمجھیں گے گویا اُنھوں نے اپنے لیے جنت کو جانے کا ایک سیدھا راستہ بنا لیا۔ انکو بہت بڑے اختیارات چل ہیں۔ اور سب سے بڑا مجتہد جو ہو وہ تو ایسا زبردست ہو کہ چاہے تو سلطان کے حکم کو بھی پھیر دے اور ہر ایک کو دیکھا دے کہ صل یہ تھی۔

لوگوں کے دلوں کا پھیر دینا اسکے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہو۔ اور سلطان تو اسکے ایسے معتقد ہیں کہ کوئی بھی نہ ہو گا۔ جس بات کے لیے یہ کہے پھر کیا ممکن ہو کہ وہ ٹل جائے۔

اے حاجی اگر تم میرے کہنے کے موافق میری سی روش اختیار کر دگے تو اس میں تم کو فائدہ بھی بہت کچھ ہو گا۔

میں نے یہ سیکھے اپنے دوست کا کہنا منظور کر لیا اور جو کچھ ارکان مذہب کے مجھ کو یاد تھے اُنکے علاوہ میں نے اور بھی سیکھ لیے۔

اب میں ہر وقت عبادت کرنے لگا اور ایسی صورت بنائی کہ جو کوئی دیکھتا یہی خیال کرتا کہ یہ بڑا پرہیزگار اور نفس کش ہو۔

میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں میرے کان میں اللہ اکبر کی آواز پہنچی اور فوراً اٹھ بیٹھا۔ اور حوض میں وضو کر کے اگر مستعد ہوا اور جس قدر ارکان شیعہ مذہب کے ہوتے ہیں سب کو بہت ہی مضبوطی سے ادا کیا اور ایک ظاہر مقام میں نماز پڑھنے لگا۔ مقبرہ کے ہر کونے میں میری آواز اللہ اکبر برابر پہنچنے لگی اور میں نے یہ امید کی کہ مزدربہ بیان کے رہنے والوں کے کان تک بھی پہنچتی ہوگی۔ اب کیا تھا میں عبادت و نفس کشی میں سب سے بڑھ گیا کوئی صورت بھی ایسی کھائی نہیں دیتی تھی جو مجھ سے زیادہ نفس کش معلوم ہوتی ہو حالانکہ میرا پیارا اور عزیز دوست جو کہ بہت ہی ظاہر داری کرتا تھا اور اس قدر ناصیہ مائی کرتا تھا کہ تو بے لکین اسکو بھی میں نے اپنی عبادت کے آگے مات کر دیا۔ اب لوگ اتنا مجھے جاننے لگے کہ شیخ اس مقدس اور پاک مقام میں آکے پناہ گزین ہوا ہے۔ حیدر منافع کی درویش نے مجھے اُمید دلائی تھی اُسی قدر میں نے اس عبادت سے حاصل کیے۔ اور لوگوں کے خیال میری طرف متوجہ ہونے لگے اور وہ سمجھنے لگے کہ یہ بہت ہی بچہ مسلمان ہے۔ درویش نے تمام اندر باہر میری مصیبتناک رام کہانی کو پھیلا دیا۔ یہ سب باتیں گویا میرے نفع کے لیے تھیں کہ شیخ حاجی بابا دوسرے کے گناہ میں بکڑ گیا ہے۔ کیا کہنے ہی اور آفت اسپر نازل ہوئی ہے۔

شہر کے خاص خاص اشخاص مجھ سے بخوبی واقف ہو گئے جنھوں نے میری نسبت اس امر کا اعتراف کیا کہ ہم نے آج تک ایسا پاک مسلمان اور ایمان والا شخص حاجی بابا جیسا نہیں دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ انھیں یہ تردد ہونے لگا اور اس امر کا خیال ہوا کہ مجھے وہ اپنا پیش نماز بنائیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ میری خموشی اور سکوت سبب ناموری اور عقل مشہور ہو گا یعنی لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا ہی عقلمند ہے ہر وقت خموش ہی رہتا ہے۔ کیونکہ نظامی نے یہاں پہلے ہی فرما دیا ہے۔

نہ گفتن ہم از گفتن بہ بود

سخن گر چہ باوازا ز ہ بود

اور میری تسلیج جبکو میں ہمیشہ پھیر کرتا۔ اور ہوسٹون ہی ہوسٹون میں بڑھاتا۔ اور کچھ
یکایک روئے لگتا۔ یہ سب میرے افعال مجھ پر لوگوں کی بہت بڑی توجہ کے
باعث ہوئے۔

میں اور میرے رفیق درویش کو اب خراج کی بھی ضرورت نہ تھی بے خرچ کیے ہی
اس قدر خوراک آتی کہ کھائی بھی نہ جاتی۔ خصوصاً عورت جو بلا توقف میرے پاس
بطور پیش کش میوہ شہد۔ روٹی وغیرہ لاتیں۔ اور بہت ادب سے پیش کرتیں ہیں بہت ہی
شکر ہے سے لے لیتا۔ اور کبھی کبھی انکو تعویذ لکھ کے بھی دیدیتا۔ اور تعویذ میں اپنے ہاتھ سے لکھتا
گوہیں بیان آرام وغیرہ سب کچھ حاصل تھا مگر ہماری زندگی کی ایسی سست عادتیں
ہوتی تھیں اور ہمارا وقت واقعات مختلف سے ایسا غالی ہوتا تھا کہ بعض وقت
بہت ہی طبیعت گھبرانے لگتی اور میرا رفیق بھی اسی میں ڈوب رہتا کہ دل ہلانے کی کیا
ترکیب ہو میں نے اس سے ایک دن کہا کہ آپ کو جس قدر کہانیاں قصص یا دہین
آپ سب ایک ایک کر کے مجھے سناد دیجیے اور خصوصاً پہلے وہ قصہ سنائیے جو آپ نے
کاروانسرا میں سنایا تھا اسکے سننے کا بہت مشتاق ہوں۔ یہ طریقہ ہمارا دن
گزارنے کا اچھا ہاتھ لگا یوں دن تیر ہو جاتا اور سہیں معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔

اور میرے ناظرین باتمکین میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی میری اس سستی میں
سے کچھ حصہ لیں جس میں میرے دن گزرتے تھے اور میں نے اس سستی کو اپنے رفیق
درویش کے صدرتے میں کالعدم کیا تھا تو میں آپ کی خدمت میں وہ کہانی دہراتا
ہوں جو درویش نے مجھ سے کہی تھی۔ چاہے آپ کو اس سے دلچسپی ہو یا نہ ہو۔ لیکن
آپ کو اتنا تو معلوم ہو جائیگا کہ ایک غریب قیدی نے شہر کوم اور اس مقبرے
میں اپنی زندگی کے آلام کو کیونکر بلایا ہوا اور اس نے اپنی تکالیف کو کیونکر
کاٹا ہی۔

حال کاروم کا خوشخو رہ۔ (ایران والے سلطان روم کو خوشخو رکھتے ہیں) ایک چکا مسلمان اور حامی دین متین ہو۔ جب وہ تخت پر جلوہ آرا ہوا تو اُسے اپنا خیال اس طرح سے ظاہر کیا کہ میں اُن عادتوں اور طرق کو محمدیوں میں سے نکالنا چاہتا ہوں جو کفار کی خاصیتیں ہیں اور سلطنت کے انتظام میں گزشتہ فرماؤں کے سبب سے بہت جاری ہو گئیں۔ اسے یہ خیال کیا کہ یہ امر بہت ہی ضروری ہو گا کہ میں تمام چیزوں کو انکی اصلی حالت پر پھر دوں اور ترکی سلطنت کا ایک صاف اور شفاف قانون بنا دوں اپنے خیال کے مطابق اُسے ایک سے سم اختیار کی جو آخر کار جھوڑنی پڑی۔ یہ سلطان تبدیل بیعت کر کے بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور یہ اس ہوشیاری اور دانا ئی سے تبدیل بیعت کرتا تھا کہ کوئی بھی نہ پہچان سکتا تھا جن آدمیوں سے کہ یہ ملاقات کرتا تو اُسے بہت کچھ پیشبندی کرنی پڑتی اور جس پوشاک میں ہوتا تھا اور جس صورت میں جلوہ کرتا تھا اُسے بہت ہی اُسے چھپانا پڑتا۔ مبادا کہ میں ظاہر ہو جاؤں اور وقت آکے واقع ہو۔

اُسکو بہت زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ایک عام ناراضگی ترکی میں پھیل گئی اور خاص قسطنطنیہ میں بغاوت کے شعلے اُٹھنے لگے۔ اب سلطان کو اس امر کا بہت تردد ہوا کہ پبلک کے خیالات کی تحقیق کرنی چاہیے۔ اُسے اپنے وہی عامی اندیشناک طریقے کو برتنا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ یہ اس طرح سے کیا جائے کہ خود ان لوگوں کو بھی خبر نہ ہو جو ہر وقت حاضر باش رہتے ہیں۔

وہ ہمیشہ درزیوں کو مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں بلاتا تھا۔ اس موقع پر اس سلطان نے اپنے پیارے خواجہ سرانصوری کو بلا کے کہا کہ ایک ایسا

دزری بلا کے لاجب کو کوئی نہ جانتا ہو۔ اور یہ راز کسی کو آشکارا بھی نہ ہو ٹھیک
آدھی رات کو ۱۲ بجے تو یہاں اُسے لے کے پہنچو تاکہ مین اُسے سمجھا دوں کہ اس
قسم کی پوشاک بنے گی۔

غلام نے بہت ہی عاجزی سے اپنا سر جھکا کے یہ کہا۔ باش اسلم یعنی یہ میرے
سر پر اور حکم کی بجائے اور سی کے لیے چلا گیا۔

نیرستن (نیرازہ) کے دروازے کے قریب ایک بوڑھے شخص کو ایک ایسی تنگ
دکان میں دیکھا کہ وہ اُسین بہت ہی شکل سے ٹسکتا تھا بس جس منہ بیٹھا ہو پھرنا
یعنی چہ۔ یہ ایک پیر نے چہ مین پیوند لگا رہا تھا۔ یہ سچا رہ جنت کرنے کرتے جھک گیا
تھا اور اُسکی کمر ہلال آسا ہو گئی تھی۔ اور اُسکی دونوں آنکھیں ایسی معلوم ہوتی تھیں
گویا کسی نے ناک پر دو شیشے کے ڈرے رکھ دیے۔

غلام نے اپنے دل میں کہا بس ایسے ہی شخص کی مجھے ضرورت بھی تھی مجھے
یقین ہو کہ اُسکی اتنی کیا شہرت ہوگی۔ یہ سچا رہ بوڑھا جھکی ہوئی کمر کا دزری اپنے کام
میں ایسا مشغول تھا کہ منصوری نے پاس جا کے سلام بھی کیا کہ اے درست سلام علیکم مگر وہ
بھی باخبر نہ ہوا۔ جب اس دزری نے منہ اٹھا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص خضر میرانہ
پوشاک پہنے ہوئے کھڑا ہو دل میں خیال کیا کہ ایسا امیر مجھے بھلا سلام کیوں کرنے لگا۔
کسی کو کیا ہو گا بس یہ خیال کر کے گردن جھکائی اور بغیر جواب دے بھرنایا کام کرنے لگا۔
لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ خواجہ سرامیری ہی طرف محتاط ہو اور جسے ہی
باتیں کرتا ہو اُس نے اپنی عینک اُتار کے رکھ دی اور اپنا کام علیحدہ سمیٹ کے
پیش دیا۔ اور اُسکے قدم لینے کو تھا کہ خواجہ سرامیر نے اُسے روکا اور کہا کہ اے دینی بھائی
تو اپنے کو اس قدر تکلیف نہ دے۔

منصوری۔ تمہارا نام کیا ہے۔

دزری حضور میرا نام عبداللہ ہے۔ لیکن میرے دوست مجھے بابا بادل کہتے ہیں۔
منصوری۔ تم دزری بھی ہو یا نہیں۔

دزری۔ میں دزری بھی ہوں اور مچھلی بازار کی چھوٹی سی مسجد کا موزن بھی
ہوں اس سے زیادہ میں کیا کر سکتا ہوں۔

منصوری۔ تم کچھ متفرق چھوٹا چھوٹا کام بھی کر سکتے ہو۔

دزری۔ کیا میں بیوقوف ہوں۔ آپ مجھ سے کہیں کہ وہ کیا کام ہو۔

منصوری۔ (بہت نرمی سے) بہت اچھا بہت اچھا آپ اس قدر ناراض
نہ ہوں۔ کیا تم پسند کرو گے کہ میں بھین آٹکھوں پر پٹی باندھ کے متفرق کام کرانے
کے لیے آدھی رات کو ایک مقام پر لیجاؤں۔

بابا بادل۔ یہ سوال ہی اور ہو۔ اسکل بہت نازک وقت ہے۔ سربے اتنا اڑ رہا
ہے کہ میں اور کیا ایک غریب دزری اس طرح سے جاسکتا ہے جیسے ذریر۔ یا کپتان سیایا شا۔
لیکن میری مزدوری بھر پور دو گے تو میں یقین کرتا ہوں کہ میں بہت ہی اچھا کپڑوں
کا جوڑا بنا دوں گا۔

منصوری۔ بہت خوب تھے میری اس تجویز کو تو پسند کر لیا جس وقت تم وہاں
پہنچو گے دو اشرفیان تم اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی دیکھ لینا۔

بابا بادل۔ ہاں بہت ہی یقیناً۔ اب میں موجود ہوں جو کچھ آپ فرمائیں
بس آپ مجھے مختصر رہیں۔

غرض دو دنوں نے باہم اقرار کر لیا کہ آدھی رات کو میں آؤں گا اور تیری
آٹکھوں میں پٹی باندھ کے تجھے لیجاؤں گا۔

منصوری۔ یہ قول و قرار کر کے چلا گیا۔ اب بابا بادل بہت ہی خوش ہوئے
کہ خدا نے تقدیر سے ایسا شخص بھیج دیا۔ اس سے وہ کام بھی نہوسکا۔ اب یہارا وہ کیا

کہ بیوی کو بھی چلے اس خوش قسمتی کا شریک بناؤں۔ غیر معمولی وقت میں دکان کو بند کر کے سیدھا اپنے گھر کی طرف جو چھلی والے بازار کی مسجد کے کچھوڑے واقع تھا روانہ ہوا۔

دلفریب کہنے۔ اس درزی کی بیوی بھی ایسی جھکی ہوئی تھی کہ جیسے یہ خود درزی دو اشرافیوں کی خوشی میں اور اس امید میں کہ اور بھی بہت کچھ اوپر سے ملے گا دونوں نے ملے کچھ شیرینی اور کباب وغیرہ بہت خرچی سے ایک رکابی میں تناول کیے اور بعد ازاں کچھ کافی بھی اڑائی۔

ٹھیک آدھی رات کو ۱۲ بجے منصور ی بابا بادل سے دکان پر ملا۔ بغیر کسی بات چیت کے بابا بادل نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور منصور ی اسکا ہاتھ پکڑ کر بیچدار راستوں میں بھڑتا ہوا حرم سرا میں لے کے پہنچا۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر منصور ی نے لوہے کا دروازہ کھولا اور درزی کو سلطان کے خاص کمرے کے جگر میں لے گیا اس کمرے میں اسکی آنکھوں کی پٹی کھوئی گئی۔ صرف ایک چھوٹا سا لیمپ وہاں روشن ہو رہا تھا مگر اسباب سب شاہانہ موجود تھا بلنگون پر خلی زر لفت کا بھجونا اور بڑے بڑے قیمتی غایچے بچھے ہوئے عجیب کیفیت دے رہے تھے۔ بیان بابا بادل کو بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ اتنے میں منصور ی ایک بتل کپڑوں کا لے کے آیا جو نشی رومال میں نہا ہوا تھا۔ اس رومال کو کھولا گیا ایک درویشانہ پوشاکی سی اور کہا کہ اسکو تو خوب غور سے دیکھ لے کہ ایسی کتنے دن میں تیار ہو جائے گی۔ اور پھر اسے واپس دیکھ پھر وہ پوشاک نشی رومال میں باندھی گئی۔ اسی وقت منصور ی نے درزی سے یہ کہا کہ تم بیان ٹھہرو میں ابھی تمکو گھر پہنچانے کے لیے واپس آتا ہوں۔ یہ کہنے اسکو کھلا جھوڑ چھڑا کے چل دیا۔

بابا بادل نے اسکو الٹ پلٹ کر کے کھول کے دیکھا اور پھر اسے باندھ دیا۔ اتنے

میں دوسرا شخص ایک لانا تھا اور پھر عرب صورت کا اس کمرے میں آیا۔ بابا بادل دیکھتے ہی تھر تھرا گیا۔ اُس نے اس سے کچھ بات بھی نہیں کی اور وہ بندل اٹھا کر لیے چلا گیا۔

بابا بادل یہ دیکھ کے سخت حیران تھا کہ یہ جگہ بھی عجیب ہے اور یہ معاملہ خیر نہیں کیا ہو رہا ہے کہ اتنے میں چند منٹ کے بعد کمرے کا دوسرا دروازہ کھلا۔ ایک چھپی ہوئی صورت اندر آئی۔ کپڑے بہت ہی امیرانہ پہنے ہوئے تھے ہاتھ میں ایک بندل تھا جو شال سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس نے پہلے تو ایک لمبا چوڑا فراشی سلام دڑی کو کیا اور بہت ہی ادب اور عاجزی سے اُس کے پاس گیا۔ اس کے پیروں پر یہ بندل رکھ دیا۔ نہ تو ایک لفظ کہا اور نہ اوپر نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ اور پھر کے چل دیا۔

بابا بادل نے یہ معاملہ دیکھ کے کہ یہ چیز کچھ بہتر ہوگی اور میں تو بڑی ہی معزز شخصیت کا ہوں کہ میرے آگے یہ مذمت ہوتی ہے۔ یہ تو ایک امر محقق ہو کہ میں اس کام میں زیادہ فائدہ اٹھاؤنگا یا مجھے پرانے چغہ میں پیوند لگانا زیادہ منفعت بخشنے گا۔ وہ اُس کے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ بیان میں کس لیے لایا گیا ہوں۔ اس طرح سے لوگوں کا آنا اور بغیر کچھ کہے چلے جانا یہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کچھ باتیں چیتیں کریں تو معلوم ہو کہ وہ مجھ کو اس ساری محنت کا کیا دلوا بیٹے۔ میں نے سنا ہے کہ غریب عورتیں کپڑے میں سلوا سلوا کر سمندر میں پھینک دی جاتی ہیں کیا خبر ہے کہ اس کپڑے کے سلوانے کے لیے تو میں بن لایا گیا یہ دڑی اسی بیچ دتا ہے کہ اتنے میں مصوری کیا اور کہا کہ یہ بندل اٹھا لو بس اس سے زیادہ کچھ نہ بولا۔ دڑی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور اُس کو وہ اُس جگہ پہنچانے لے چلا کہ جہاں سے وہ آیا تھا۔

بابا بادل کو چونکہ مصوری کے اقرار پر پھر دس تھا اُس نے اُس سے کچھ سوال نہ کیا بلکہ

یہ اقرار کیا کہ تین دن بین بین اس پوشاک کو سی کے دید و نگا منصوبی نے اس شرفیاء
دینے کا وعدہ کیا تھا۔

غرض بیان سے دزری ہل ہانکتا کو دون بھانکتا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا
جہاں لے یہ خیال ہوا کہ میری بیوی بہت ہی مضطربانہ حالت میں راہ دیکھ رہی
ہوگی جب آگے آپ روانہ ہوا تو دل میں خود اپنے کو مبارک باد دیتا جاتا تھا کہ
کیا تقدیر آکر کھلی ہو کہ یہ فقیرانہ پوشاک سینے کو ملی ہو۔ تین دن بین و شرفیاء
آجائینگے جس سے بڑھاپے کے کچھ دن تو آرام سے کسین گے۔

پورے رات کے دو بجے تھے کہ جب یہ اپنے گھر پہنچا۔ بیوی یہاں بہت ہی
بے صبر بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنی دیر میرے بوڑھے خاوند کو کہاں لگی اور اسپر کیا بیٹی
جب دزری یہ بندل اسکے آگے لے کے پہنچا ہو تو وہ اُسی وقت چراغ اٹھا لائی اسکے
بعد دزری بولا۔ لاؤ کچھ دنو اتی ہو تو تھیں مشدہ سناؤں۔ دیکھو میں اپنا کام بالا
یہ وہ کام ہو کہ جب پورا ہو جائیگا تو ہمیں۔ اسکا معقول معاوضہ ملے گا۔ عورت بھی
بہت خوش ہوئی اور زیادہ شادمان بنی۔

دزری۔ اب تو اسے رکھ دو صبح کو اٹھ کے دیکھیں گے۔ نیند آرہی ہو۔
دزرن نہیں نہیں جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں گی کہ کیا لائے ہو میں سوؤنگی
تھوڑے ہی مجھے اسکے خیال میں نیند ہی کا ہے کو آئے گی۔

یہ کہہ کے دزرن چراغ اٹھا لائی اور اس بندل کو کھولا لیجی وہاں بات ہی
کچھ اور تھی جب اسے کھولا تو بجائے کپڑوں کے ایک رومال میں ایک آدمی کا سر
نہایت ہی خوفناک اور ہر دہشت حالت میں لپٹا ہوا دیکھا۔

سر دیکھتے ہی یہ دزرن کے ہاتھ سے چھٹ پڑا اور کچھ دور لڑھکتا ہوا گیا یہ دیکھ کر
دونوں خاوند جو رونے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے کیونکہ اچانک وہ اس کٹے ہوئے

سر کو دیکھنا برداشت نہ کر سکے اور پھر انھوں نے آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھائے اور ایک دوسرے نے تعجب حیرت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا۔

دو زرن کام۔ وہ کیا خوب کام کر کے آئے ہو سچان اشد۔ کیا یہی ضرور تھا کہ اتنی دور جا کے یہ نازک معاملہ اٹھالائے۔ اور اپنے سر پر خود مصیبت اور قہقہہ کو بلا لائے کیا تم اس شخص کے سر کو گھومیں کپڑے بنانے کے لیے لائے ہو۔

دزری۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے تو اس خواجہ سرا کے کہنے پر دھوکا کھایا اسنے میری آنکھوں پر پٹی باندھی اور مجھے ہدایت کی کہ زبان سے کچھ نہ نکالنا۔ میں جیسا سیدھا اور صاف ٹرک ہوں یہاں میں نے خیال کر لیا کہ متفرق کام میں سوائے کپڑوں کی پوشاک کے اور کیا ہوگا۔ اور اس خواجہ سر نے مجھے اسکے بدلے ایک سر ویدیا یا اشداب میں کیا کر دیا۔

میں اسکا گھر بھی تو نہیں جانتا کہ اسے ابھی فوراً واپس لیجاؤں اور اسکے منہ پر مار کر آؤں۔ ابھی آنا فانا میں پولیس کھڑی ہوگی فوراً ہمیں گرفتار کرے گی۔ اور پھر ہمارا بچانے والا کون ہوگا اور میری روح و نفس پیاری مشورہ دے۔ کیا کروں۔ ولفریب۔ جلدی اس سر سے رہائی حاصل کرو صرف ہمارا ہی حق نہیں ہو کہ ہم ہی اسکو اپنے ہاں رہنے دیں۔ دوسرے کو نہ پسین ہمارا بلا کو غرض پری ہو کہ خواہ مخواہ اپنے سر پر نئی آفت لیں۔

دزری۔ لیکن دن جلدی نکل آئیگا اور پھر اسکو بہت عرصہ ہو جائیگا مجھے بھرتی سے کوئی کارروائی کرنے کو تباؤ ورنہ وقت پڑے گی۔

دلفریب میرے دل میں ابھی بیخیال آیا ہو کہ ہمارا پڑوسی نان پڑا سو قسط پنا تنور جلاتا ہو۔ اور جلدی جلدی اپنے صبح کے گاہکوں کے لیے روٹیاں پکاتا ہو اسکے ہاں مختلف پڑوسیوں کے گھر کی چیزیں پکنے کے لیے شب کو اسکے تنور کے پاس رکھی رہتی ہیں تو

مجھے خیال آیا ہو کہ میں بھی یہ سر اپنے ایک مٹی کے برتن میں رکھ کے اُسکے تنور کے پاس رکھ آؤں جب تک کہ یہ پکنے نہ لگے گا کوئی بھی اسے نہ دیکھ سکے گا بس پھر تو اسکی بلا نانبائی کی ہی جان پر نازل ہوگی۔

یہ نیکے بابا دل بہت ہی خوش ہوا اور اسنے اپنی بیوی کی اس صلاح کی تعریف کی اور پھر وہ اس تدبیر کے بجالانے میں مشغول ہوئے۔ جب یہ عورت دلفریب نامے وہاں برتن میں رکھ کے سرے کے پونچھی تو وہاں کسی کا پتہ بھی نہیں تھا صرف او مختلف چیزیں رکھی ہوئی تھیں ہاں اسنے اس سر کو بھی ٹھیکے سے رکھ دیا اور یہ دونوں بوڑھا بوڑھی ورواڑہ بند کر کے سو رہے اور جس وصالے میں کہ سر لٹایا ہوا تھا اُسکو قبضے میں کر کے انھیں گور اطمینان ہوا کہ اتنی محنت و مشقت کے بعد کچھ چیز تو باقی تھ گئی۔

اس نانبائی کا نام حسین اور اسکے بیٹے کا نام محمود تھا یہ دونوں ادھر ادھر کے کوڑا کرکٹ اور لکڑیوں سے اپنا تنور گرم کر رہے تھے کہ اتنے میں انھیں شبہ ہوا اور یہ متعجب ہوئے کہ آج یہ کتنا کیوں بھونکتا ہے جو ہمارا پلا ہوا ہے اور جب اسکو بچے کھٹے کھڑے دے جاتے ہیں تو یہ بہت ہی صبر سے کھا لیتا ہے اور آج بہت ہی بیاب و بقرار معلوم ہوتا ہے حسین۔ (اپنے بیٹے سے) محمود دیکھ تو سہی کہ یہ معاملہ ہی کیا ہے یہ کیوں بھونکتا ہے ہو ضرور اسنے کچھ تو دیکھا ہی ہوگا۔

محمود نے اپنے باپ کے حکم کے بموجب اُٹھ کے چاروں طرف دیکھا مگر کچھ بھی نہ معلوم ہوا۔ کہا ابا جان کچھ بھی نہیں ہے اور پھر کتنے کو نکال دیا۔ پھر بھی کُتا بند نہوا اور برابر چنچے چلا گیا کہ حسین خود اُٹھا اور جس طرف کُتا جھکا ہوا چنچ رہا تھا اس طرف مڑا تو معلوم ہوا کہ وہ درزی کے برتن کی طرف ٹھہر کر رہا بھونکتا ہے۔ اسنے آہستہ سے اس برتن کو اُٹھا کے دیکھا تو وہاں کیفیت ہی اور معلوم ہوئی۔ ایک انسان کا سر گٹا ہوا رکھا ہے۔ اس خوفناک صورت کو دیکھ کے وہ سٹ پٹا گیا۔

یا اللہ۔ نانائی نے کہا لیکن چونکہ یہ بہت ہی متین اور مقبوط دل تھا اسے
اور آدمیوں کی طرح اسکو پرے نہ پھینک دیا جیسے اس موقع پر خوف زدہ ہو کے پھینک
دیتے ہیں اسنے اسی برتن میں اُسے رہنے دیا اور اپنے بیٹے محمود کو آواز دی۔

نانائی۔ (محمود سے) یہ ایک بہت ہی خراب دُنیا ہو اور آدمی جتنے اس میں
سب شریر ہیں۔ چند بد معاش کفار نے ایک آدمی کے سر کو پکانے کے لیے بھیجا ہو۔
لیکن ہماری خوش تقدیر ہی اور اس گتے کا سلوک ہو کہ ہم اس سے پہلے ہی آگاہ
ہو گئے۔ اور یہ بھولے سے پاک نہ گیا۔ اب ہم اپنی روٹیاں صاف صاف ہاتھوں سے
سجوبی پکا سکتے ہیں۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس ایک آدمی کا سر کپنے کے لیے
آیا ہو تو پھر تو کوئی بھی ہم سے کام نہ لے اور کوئی چیز بھی نہ پکوائے۔ ہم قانونِ مہجائی
ہمیں اپنا توفیر بند کرنا پڑے گا۔ ہمارا یہ نام ہو گا کہ یہ خمیر میں انسان کی چربی ملا ہوا
اگر اتفاقہ کبھی کوئی بال نکل آیا تو لوگ یہ کہیں گے اور انھیں فوراً شہہ ہو جائیگا کہ یہ
آدمی کی داڑھی کا بال ہو۔

محمود جبکی کلمہ میں برس کی عمر تھی اور جسے اپنے باپ کا اس اضطراب اور
اوسانِ باختگی میں حصہ لیا تھا اس نے اس سر کی طرف براہِ تخر دیکھا تو اس سر کی بری
صورت پر بہت ہی خندہ زن ہوا جو اسکے سامنے برتن میں رکھا ہوا تھا۔

محمود۔ یہیں چاہیے کہ اسے ہم جام کی دکان پر رکھ دیں جسے ابھی کھولی ہوگی چونکہ
وہ کانابو اسے ہرگز نہ دکھائی دینگا اور ہم اپنا کام کر لینگے۔ تو آپ اچھے دالہ
جلدی سے کرنے دیں میں خود یہ کارروائی کر کے آتا ہوں لیکن ہو کہ کوئی اسے دیکھ لے اور
یہ سب کام میں دن نکلنے سے پہلے کر لوں گا۔

باپ نے اسکو منظور کر لیا اور وہ سر اٹھا کے لے چلا۔ نانائی بچارہ ٹرک پر
کچھ کام کے لیے ادھر ادھر ٹھہر رہا تھا کہ اس نے چپکے سے اُسکی دکان میں گھس کے اور

مکیہ پر وہ سر رکھ دیا اور اسکی چاروں طرف تو لیے رومال رکھ دیے جیسے کوئی شخص
حجامت بنوانے بیٹھا ہو۔ وہاں سے یہ پھر واپس پھر کے چلا آیا اور اپنے تنور پر آکے بیٹھ گیا
کہ دیکھو اب کیا معاملہ پیش آتا ہو اور کانٹائی اس اپنے منے گاہک کے سر کی کیونکر حجامت بناتا ہے
حجام اپنی دکان میں آیا۔ کچھ یون ہی سا اُجالا ہو چلا تھا اور آفتاب کی بٹھمائی
ہوئی روشنی اسکی کھڑکیوں میں سے ہو کر گزرنے لگی تھی۔ اسکو معلوم ہوا کہ کوئی شخص
کاندھے پر رومال ڈالے ہوئے شاید حجامت بنوانے کے لیے آیا ہو۔

حجام۔ (سر کی طرف مخاطب ہو کے) آہا۔ السلام علیکم آج صبح کو تم بہت ہی
سویرے اُٹھ آئے ہو۔ میں نے اس سے پہلے تھیں کبھی نہیں دیکھا۔ میرا پانی ابھی گرم
نہیں ہوا۔ اُو ہو مجھے معلوم ہوا کہ آپ اپنا سر منڈوانا چاہتے ہیں۔
لیکن تم نے اتنی جلدی اپنی ٹوپی کیوں اتار لی تھیں سر دی نہ ہو جائے۔

جب نائی یہ کہ چکا تو اپنی باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں پایا۔ تو نائی اپنے دل میں
کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے یہ گونگا ہے۔ بہرا ہو اور بالکل چوٹ ہے کہ اسنے کوئی جواب بھی
میری بات کا نہیں دیا۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں ہو۔ میں نصف اندھا ہوں پھر ہم دونوں
ایک مدین ہوں۔ مگر اے میرے بوڑھے چچا اگر میں اپنی دوسری آنکھ بھی کھودوں
تو میں دیر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا اُسترہ بخاری کھوپڑی پر قدرتی ایسا صاف
چلے گا کہ جس صفائی سے مٹرنلین کا ایک جرعہ میری حلق میں چلا جاتا ہو۔

اب یہ حجام حجامت بنانے کے لیے اپنے سامان کی درستی کرنے لگا ایک پھیلی میں
سے اپنے ٹین کے برتن نکالے۔ پھر صابون کو تیار کیا۔ اپنا لبا اُسترہ ذرا ایک چمڑے کے
بڑے ٹکڑے پر پھیرا۔ جب اُسترہ خوب صاف کر لیا تو یہ اُس خالی گاہک کی جھل میں
صرف ایک سرتھا حجامت بنانے بڑھا۔ بائیں ہاتھ میں ٹین کا برتن لے لیا۔ دہنہا ہاتھ
گو یا پانی کو چند یا پر گڑا تھا کہ بال نرم ہو جائیں تو اُسترہ چلے۔ اُسنے اُسکے سر پر ہاتھ

رکھا ہی تھا کہ سرٹھا ہوا چلا آیا۔ آہ۔ اے میرے دوست یہ معاملہ کیا ہو تم تو برت کی طرح خنک ہو۔ بھٹا لا سرتنا ٹھنڈا کیوں ہو گیا۔
لیکن جب بار و گر حجام نے ذرا زور سے دیا تو وہ سر نیچے آ پڑا۔ سر کا گرنا تھا کہ یہ خوف زدہ دکان کے باہر چپک کے بھاگا۔

حجام امان امان پکارنے لگا۔ اب یہ بہت نہ تھی کہ سر کی طرف قدم بڑھاے وہیں کھڑا ہو امان امان کرتا رہا۔ میری دکان لے لے میرے استرے لے لے میرے تولیے لے لے لیکن خدا کے لئے میری زندگی پر دست شفقت دراز نہ کیجیو۔ اگر تو شیطان ہو تو کہہ دے اور مجھے معاف کر کہ میں تیری حجامت بنانے بیٹھ گیا۔

لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ نہ ہلے نہ چلے نہ کچھ کرتا ہو نہ اسنے کسی بات کا جواب دیا تو وہ اس سر کے پاس گیا اور اسکو بال پکڑے اٹھا لایا اور بہت ہی تعجب کی نظر سے اسکی طرف دیکھا اسنے اسکی طرف خطاب کر کے کہا کہ آپ یہاں تشریف کیوں لائے کیا تم میری بے غرتی کرنی چاہتے ہو۔ تم ایک ناباک گوشت کے ٹکڑے ہو۔ گو میری آنکھ جاتی رہی ہو لیکن دوسری تو اتنی تیز ہو کہ میں جب کچھ دیکھ سکتا ہوں۔ میں تجھیں نانابائی کی دکان پر دیتا اگر اسکا بیٹا جو اس معاملے کو دیکھ رہا ہو میری آنکھ کی طرح سے تیز نہ رکھتا ہوتا۔ خیر اب میں تجھیں وہاں تو لیجا نہیں سکتا کیونکہ مجھو بہت ہی کامیاب ہیں۔ اب میں تجھیں ایسی جگہ لیجاؤں گا کہ جہاں تم مجھ کو کچھ مضرت نہ پہنچا سکو۔ اچھا تو میں تجھیں یونانی کبابی کے پاس لیچتا ہوں جہاں تمھارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور تم اسکے کفار گاہکوں کے لیے کباب بنائے جاؤ گے۔ یہ کہہ کے نائی نے اُسے اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی عبا کے ایک کونے میں ڈھاک کر یونانی کباب فروش کی دکان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک ہاتھ میں سر اور ایک ہاتھ میں پائپ پیتا ہوا وہاں پہنچا۔ چونکہ یہ شراب وغیرہ وہاں جا کے پیا کرتا تھا اس لیے وہ اس سے واقف تھا یہ اس سر کو وہاں لیجا کے بیٹھا اور آنکھ بچا کے ایک اندھیرے کونے میں جہاں بکری کا بھی

گوشت وغیرہ کباب ہونے کے لیے رکھا ہوا تھا رکھ دیا۔ کسی نے بھی دکان میں اس نانی کو یہ بدعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا آفتاب اُس وقت نکل آیا تھا۔ اسے اپنا پائپ سلگایا۔ اور اس یونانی سے کہا کہ صبح کے ناشتے کے لیے کبابوں کی ایک رکابی میرے لیے بھیج دینا تاکہ اسے شہہ نہ ہو کہ یہ علی الصبح کیوں آیا تھا۔ بہانہ بھی خاصہ ہو جائیگا کہ میں کبابوں کے لینے کے لیے آیا تھا۔

یونانی نے اسی وقت اپنے برتن وغیرہ صاف کیے۔ آگ کو سلگایا اور سچن کو اُس پر رکھا۔ شربت کو تیار کیا اور اپنی تمام دکان کو صاف کیا۔ پھر وہ اس کو ٹھری میں جہان کباب وغیرہ کا سب سامان رکھا ہوا تھا گیا۔ تاکہ وہاں سے جاکے نانی کا ناشتہ بنانے کے لیے کباب کا گوشت نکال لائے۔ یہ یونانی کبابی صلی یونان کا رہنے والا تھا یہ بہت ہی بڑا فیلسوف عیار غدار اور فریبی تھا۔ اپنے بھرون کے آگے تو بجا جت و منت کرتا تھا اور چھوٹوں کو کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ اور نہایت ہی اپنے درے ہوئے دل سے اپنے آقا مہرور ترکون کی حقارت کرتا تھا مگر پھر بھی اُنکے مُنہ پر انکی تعریف ہی کرتا مگر جب کوئی کم درجہ کا آجاتا تو پھر اسکو تو یہ خوب ہی اڑے ہاتھوں لیتا۔

جب یہ گوشت لینے کو ٹھری میں گیا تو اُسے تمام چیزوں کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا۔ کبھی یہ مچا گوشت کا اُلٹتا ہوا اور کبھی وہ غرض اسے اپنے دل میں یہ کہا کہ کوئی شرابو بوٹا ہاتھ لگ جائے تو وہ ایک ترک کے لیے موزوں ہوگا نصف بیٹر کٹی ہوئی تازہ رکھی تھی اسکو ذرا پلٹ کر دیکھا دیکھ کے رکھ دیا کہ نہیں اسکو تو ابھی رہنے دو لیکن جب اسکو دُم کے پاس سے اُلٹنے لگا تو انسان کی آنکھ اسے چکیتی ہوئی معلوم ہوئی اسنے دیکھتے ہی اپنے قدم پیچھے ہٹائے اور بہت ہی چونکا کہ یہ معاملہ ہی کیا ہو۔

کبابی۔ (سر کی طرف مخاطب ہو کے) خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کون ہیں جواب نہ دارو پھر اسے جھٹک کے دیکھا۔ پھر دیکھا آخر قریب گیا۔ پھر اپنا ہاتھ بھیر کے پارچوں

اور سری مین ڈالا۔ اور اس سر کو گھسیٹ لیا۔ وہ خوفناک سر اٹھا ہوا چلا آیا جب نے آگے کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو مجھے مضرت پہنچائے گا۔ اُسے سر کے بال بکڑے یہ کہا آہا یہ ایک مسلمان کا سر ہے۔ اگر اسی طرح سے تم سب کے اتر کو میرے ہاتھ سر لگ جاتے تو میں حضور کباب بنانا۔ خدا کرے اتر کو تم سب کی یہی نوبت ہو۔ خدا کرے جیسی میری قسمت ہوئی ہے یہی ہر ایک یونانی کی ہو۔ ہمیشہ ہر یونانی کے ہاتھ تھارا سر لگا کرے۔ اسی غصہ میں اُسے سر کو اٹھا کے پھینکے یا اور اُسے لات مار دی مگر خیال آیا کہ یہ تو صرف غصہ ہے اگر کسی نے دیکھ لیا تو بت ہی وقت آکے واقع ہوگی اور چاہے جو کچھ کہو ننگا لیکن کوئی یقین نہیں کرنے کا اور یہی کہے گا کہ یونانی نے ایک ترک کو مار ڈالا یہ ایک وہ نہایت ہی سیاہ دلی سے چھنے لگا۔ اتر کو ہودی ہودی اس سر کے بلے وہ جگہ تجویز کرنی چاہیے جو آج تک کبھی مٹی نہیں گئی۔ اور وہاں تم اسے لے کے جاؤ۔ اور اسکو رکھ دو۔

یہ کہ کے یونانی اُس سر کو اپنے کوٹ مین چھپا کے لے گیا اور وہاں پہنچا جہاں ایک یہودی مرا ہوا پڑا تھا اور اسکا سر اسکی ٹانگوں مین رکھا ہوا تھا۔ (درودیش کتا ہے) اتر حاجی بابا اس سے بھی تھیں آگاہ ہونا چاہیے کہ ترکی میں جب کسی ترک کی گردن اڑائی جاتی ہو تو اسکا سر کے دونوں بازوؤں مین رکھ دیتے ہیں اور جب کسی سچی یا یہودی کو ایسا موقع ہوتا ہو تو اسکا سر اسکی ٹانگوں مین رکھ دیتے ہیں یہ گویا ایک نہایت ہی توہین کی بات ہے۔

بس یونانی نے وہ سر لے کے اس مردہ یہودی سے بہت جلدی مین بٹھرا کے رکھ دیا۔ جلدی مین یہ اسے کافی طور پر نہ دیکھ سکا۔ گو دن نکل آیا تھا لیکن روشنی بہت ہی کم پھوٹی تھی۔ اور یہ گھبرا یا ہوا بہت جلد واپس دکان پر چلا آیا کہ ایسا نہ کوئی اسے دیکھ لے اور پھر ایک غضب نازل ہو جائے۔

جس بدقسمت شخص کی یہ بخش تھی اُس پر یہ الزام قائم ہوا تھا کہ اُس نے مسلمان بچہ کو چرائے
 قتل کر ڈالا کیونکہ ایران و روم دونوں ملکوں میں یہ بات مشہور ہو کہ یہودی اپنی کسی
 تقریب میں ایک مسلمان بچہ کی قربانی کرتے ہیں، تو اس سے تمام قسطنطنیہ میں ایک شہنشاہ
 طبع بھیل جاتی ہے۔ اور جب تک کہ وہ شخص قتل نہیں کیا جاتا یہ غصہ ترکوں کا فرو نہیں ہوتا
 غرض اسی طرح سے یہ ایک دولت مند یہودی کے دروازے کے آگے قتل کیا جاتا ہے۔ تین دن
 کامل بخش پڑی رہتی ہے اس کے بعد یہ اجازت ملتی ہے کہ اسے دفن کرنے کے لیے لجاؤ۔ اور اس کا طلب
 یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح سے یہ افسر کو منہ بھرائی دے کہ میرے دروازے پر یہ سانحہ نہ ہو کیونکہ دولت مند
 یہودی کو یہ ڈر بھی تو رہتا ہے کہ ایک ہی دفعہ ہو کر تو بچھا نہیں چھٹے گا جب کبھی یہودی کو قتل
 کرنا ہوگا وہ نہیں کہے کہ یہ لگے، اور جو وہ نہیں مانتے اور یہودی قتل ہی کیا جاتا ہے تو وہ دولت مند
 یہودی اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے اور جب تک کہ اس کی بخش اٹھ نہیں لیتی وہ دروازہ نہیں
 کھولتا کبھی کبھی وہاں چند مسلمان آکے کھڑے ہوتے ہیں لیکن چونکہ انھیں یہ ڈر لگتا ہے کہ
 ایسا نہ ہو حکام کچھ شبہ کریں۔ اس ڈر سے صرف بخش ہی پڑی رہتی ہے اور کوئی اسے کبھی نہیں
 پھٹکتا۔ اب یہ موقع اس وقت یونانی کو ہاتھ لگا کہ وہ اپنی بلا بھی دین مال کیا یعنی اس
 سر کو یہودی کے پاس رکھ دیا۔

جب دن بخوبی نکل آیا اور لوگ راستہ چلنے لگے تو اُنھوں نے ایک اور سبھی یہودی
 کے سر کی ضمن میں رکھا ہوا دیکھا ہزار ہا آدمی چلے آئے۔ اور ایک غل مجلیا۔ یہ انواہ اُٹھ گئی
 کہ ایک معجزے کا وقوع ہوا ہے کیونکہ ایک مردہ یہودی دوسرے کا بنگیا اٹھ بٹھ یہ روایت
 گو شکار ہوئی اور تمام شہر معجزہ دیکھنے کے لیے اُٹھ آیا۔ یہودیوں کی جماعت میں یہ خبر ہوئی
 کہ تمہارے ہم قوم بھائی میں ایک نئی بات دیکھی گئی جب وہ قتل ہوا تو ایک سر تھا اور جب
 قتل ہو چکا تو دوسرے ہو گئے۔ بڑے بڑے یہودیوں کے رہنما ادھر ادھر ٹپکتے ہوئے معلوم
 ہونے لگے۔ تمام یہودی اس میت کے گرد بیٹھ گئے اور پھر پھر کے پھونکنے لگے کہ شاید یہ

مردہ زندہ ہو جائے۔ اسکا سر بھی گردن پر رکھ دیا۔ مگر وہاں پتہ بھی نہیں۔
چونکہ ایک دہال اُنا تھا ایک جنیسری اُس جماعت میں ملا ہوا کھڑا تھا اور
وہ بہت غور سے دیکھ رہا تھا کہ یہ سر کس کا ہو۔ دیکھتے دیکھتے نہایت ہی شبہ اور تعجب
کی حالت میں بولا۔ اللہ اللہ یہ کافر دن کے سر نہیں ہیں ایک تو میرے مالک میرے
آقا آغا جنیسری کا ہو۔ پھر اسے چاروں طرف دیکھ کے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ (اپنے
انکے غصے کا کیا ٹھکانا تھا وہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے۔ اور اپنے سردار کو انھوں
نے جا کے یہ خبر سنائی۔

یہ خبر وحشت اثر خوفناک آگ کی طرح سے تمام جنیسریوں میں پھیل گئی۔ اور
ایک نہایت ہی خوفناک بلوہ فوراً پیدا ہو گیا۔ کیونکہ انھیں معلوم نہ تھا کہ انکا سردار چہر
وہ اپنی جان مال قربان کرتے تھے اس طرح سے مار ڈالا گیا۔

انھوں نے باہم یہ کہا کہ کیا ہمارے ساتھ دغا بازی اور فریب نہیں ہوا ہے کہ جس افسر
پر ہم اپنی جان فدا کرتے تھے اسکو قتل کر ڈالا گیا ہو۔ ہماری سخت توہین ہوئی اور ہم اسی
حقارت سے پیش آئے گئے کہ انسان کبھی ایسی ذلت گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ہمارے سردار
ہمارے والی آغا کا سر ایک یہودی کے ناپاک حصہ سے مس کر کے رکھا جائے تو اب
پھر ہمارے ساتھ کیا کیا جائیگا صرف یہ ہماری ہی توہین نہیں ہوئی ہو بلکہ یہ کل اسلام کی
توہین ہوئی ہو اور سخت بے غرضی ہوئی ہو اور اسوقت اسکی حرمت جاتی رہی۔ اور کس
کٹے نے یہ کیا ہو اور سر بیان کیونکر آہو بچا۔ کیا یہ وزیر کا کام ہو۔ یا یہ رئیس قندی کا
فعل ہو۔ یا فرانسسلی لیچون کا کام ہو قسم ہو خداے بزرگ کی اور قسم ہو پاک کعبہ
کی ہم ضرور اسکا بدلہ لیتے۔

ہم کچھ وقت برپا شدہ ہنگامہ کو چھوڑتے ہیں ہم اپنے ناظرین سے عرض
کرتے ہیں کہ آپ اب وہ معاملہ خیال کریں کہ حسین بیچارے یہودی اب وہاں

بھاگتے پھرینگے اور اپنے کو غصیلے اور پرجوش ترکون سے بڑی ہوشیار ملی در در اندیشی سے پوشیدہ مقامات میں چھپائینگے۔ جو جو شیلے ترک کہ اب جھنڈکے جھنڈکلیون میں پھرتے ہوئے دکھائی دینگے۔ ہاتھوں میں ہتھیار تلواریں پتول وغیرہ ہونگے اور جو شخص سچ میں آئینگا اُس سے وہ اپنا انتقام لے لینگے۔

ناظرین کو یہ بھی ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ قسطنطنیہ ایسا شہر ہے جتنی ننگ تنگ شاہراہ ہیں اور نیچے نیچے مکان ہیں۔ اور جنہیں کثرت سے آبادی ٹھسا ٹھس بھری ہوئی ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی بستے ہیں جنکی قسم قسم کی پوشاکیں ہیں مختلف رنگ ہیں سب متردد۔ سب باہم گفتگو کرتے ہوئے جیسے کوئی عجائب چیز کا وقوع ہوگا اب میں اس قفے کو توہین ختم کرتا ہوں اور اب سلطان کی حرم سرا کی کیفیت لکھتا ہوں کہ جب وزری سرکولے کے چلا آیا تو وہاں کیا گذری۔

اسی شب کو جب وزری حرم سرا میں حاضر ہوا تھا تو سلطان نے ایک پوشیدہ حکم دیا تھا کہ جنیسر کے آغا کا سر اتار لیا جائے۔ کیونکہ ترکون کی جماعت میں جس قدر فساد ہو رہے تھے وہ سب اسی کا طفیل تھا اور اسی کے سبب سے آتش بفاؤ مشتعل ہو رہی تھی سلطان کو اپنے اس فعل قتل کا ایسا خیال تھا کہ اسے یہ حکم دیدیا تھا کہ سر اڑتے ہی میرے پاس لایا جائے وہ شخص اپنا کام کر کے اس سر کو ایک ڈشائے میں لپیٹ کے لایا اور سلطان کے پاس واپس بھرا کہیں وہ اول اسی کمرے میں آیا جہاں وزری موجود تھا اسے نگاہ اٹھا کے بھی نہیں دیکھا کیونکہ اسکو اتنی دلیری کہان تھی اسنے فوراً وہ خون آلود سر سلطان سمجھ کے وزری کے پیردن پر رکھ دیا اور اُسی طریقے سے جھک کے تین بار آداب بجا لایا۔ کہ حبسیا سلطان کے آگے بجا لاتا تھا۔ ایک منٹ نہ گذرا تھا کہ سلطان وہ بندل حبس میں روٹھی کپڑے تھے اٹھا کے لے گیا تھا اور اسے اس بات کا اتنا خیال تھا کہ میری اس تبدیلی سیئت کی خود منصوری کو بھی خبر نہو۔ تو اب بڑی دقت تو یہ آکر واقع ہوئی کہ ایک تو منصوری فوراً وزری

کے پیچھے واپس چلا گیا اور دوسرے اسکو وہ سر نہ پہنچا جبکہ اسنے اسقدر اہتمام کیا تھا اور اسکو سب سے چھپانا چاہتا تھا۔ اب اُسے اسکا بہت ہی تردد ہوا یہ بھی متناہیں جانا کہ منصوری کے پیچھے اور بھی آدمی دوڑا وے کیونکہ اس سے انصافے راز ہوتا تھا تو اب سلطان کو مجبوراً منصوری کے واپس آنے کا انتظار رہا کہ وہ جب اُسے کیفیت معلوم ہو غرضب تو یہ ہوا کہ وہ پوشاک خود سلطان کے قبضہ میں تھی اور سلطان سمجھتا تھا کہ وہ مع پوشاک چلے گئے ہیں اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ بخت درزی سر کا بندل کپڑوں کی جگہ اٹھا کے لے گیا ہو۔

اب اسوقت کی مضطربانہ اور بصیری کی حالت کو خیال کیا جائے سلطان نے اُس فسر کو بلوایا جسکے سبب سے یہ کام انجام پذیر ہوا تھا اور جب باہم گفتگو ہوئی اور اصل اصل واقعہ کی حالت بیان ہوئی تو دونوں کا تعجب اور بھی بڑھا اور دونوں سخت متروک ہوئے سلطان۔ (کچھ دیر تامل کر کے) مجھے اپنے سر کی قسم درزی سر لے گیا ہو۔ جب منصوری اس درزی کو پہنچا کے آیا تو سلطان کے اوسان باختہ ہوئے شخص یعنی منصوری درزی کو حد تک پہنچا کے واپس ہی پھرا تھا اور یہ جا کے آرام کر چکا کہ سلطان کے آگے اسے پھر آنا پڑا۔

سلطان۔ (ذرا مضطربانہ حالت میں آواز دے کے) اے منصوری ابھی تو درزی کے مکان پر جا کیونکہ وہ بجائے درویش کے کپڑوں کے آغا جیسے ریز کا سر لے گیا ہے بالکل ایک لمحہ کا بھی توقف نہ کر ابھی چلا جا ایسا نہ کہ کسی قیمت واقعہ کا وقوع ہو جائے۔ منصوری سے یہ بھی بیان کیا کہ عجیب واقعہ کیونکر ہو گیا۔ اب منصوری چکر ایا یہ بڑی قوت ہو گئی مشکل تو یہ ہو کہ میں صرف اسکی دکان کو تو جانتا ہوں مکان سے تو واقف نہیں اب اگر پوچھوں گا تو کیونکر پوچھوں گا۔ لیکن کیا کرے حکم حاکم درگ مفاجات کا حکم رکھتا ہے یہ سچا رہ اسل راوے میں روانہ ہوا کہ چلے اسکی دکان ہی کے پڑوسیوں سے اُسکے مکان کا پتہ پوچھے

اگر معلوم ہوگا تو وہین سے معلوم ہوگا۔ ابھی رات بہت ہی باقی تھی اور نبرازہ نہیں کھلا تھا۔ ہاں صرف ایک شخص اپنے گاہکوں کے لیے کافی تیار کر رہا تھا وہاں تو اسکا کچھ بھی پتہ نہیں لگا اب یہ بہت ہی پریشان ہوا اسی حالت میں خوش قسمتی سے اسکے کہیں یہ یاد آگیا کہ وہ چھلی بازار والی مسجد کا منوں بھی رہیں ہاں ضرور اسکا پتہ لگے گا بس یہ خیال آتے ہی سیدھا اس طرف قدم اٹھایا۔ موقت برابر اذانیں ہو رہی تھیں اب اسے یقین ملا اور اس یقین کے ساتھ اطمینان بھی ہوا کہ بابدل بھی ضرور اذان دینے آئے گا جب اس مسجد کے قریب پہونچا تو اسے سنا کہ ایک آواز جھرجھری اور کمزوری آرہی ہے اور بہت ہی ٹھہری ہوئی ہے جیسے کوئی ضعیف شخص گلا پھاڑنے چلا تاہر سمجھ گیا کہ قیصری بابدل ہی ہوگا غرض جب مسجد کے اندر پہونچا تو اسکے قیاس نے غلطی نہ کھائی تھی بابدل ہی زرخرہ پھلا پھلا کے اذان کہہ رہا تھا۔

منصوری جب ینار کے نیچے کھڑا ہوا تو اسے بابدل کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے ہوئے ہے اور بہت ہی مضحکہ پھاڑے ہوئے چنچتا ہے کہیں اسی حالت میں اذان دیتے دیتے درزی کی بھی نگاہ منصوری پر جا پڑی یہ اسے دیکھتے ہی سیسا بتیاب ہوا کہ کچھ ٹھکانا نہیں کیونکہ اسکے بیٹ میں تو جوہون نے قلا بازیاں کھانی شروع کیں کہ اس سے اس سر کی کیفیت بیان کروں پس اس جلدی میں دھوری دھوری جو مضحکہ مین آیا جلدی سے اذان کہہ کر اسے اسکو ختم کیا اسکی اس عجلت پر اسکے ہمسایے جو بہت پکے مسلمان تھے بہت ہی ناراض ہوئے۔ اذان کہتے ہی میسر کے دروازے کی طرف لپکا اور اسے گلی میں منصوری کو جا لیا۔ جاتے ہی اسنے کہنا شروع کر دیا کہ واہ آپ سے یہی اُمید تھی مجھے پکڑوانے کی صلاح کی تھی کپڑوں کی جگہ سر کا بندل پکڑا دیا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔

درزی۔ آپ آدمی ہیں ایک غریب سے یوں پیش آتے ہیں۔ آپ نے تو ہمارا

دین د دنیا سے تباہ کرنے کا منصوبہ گانٹھ لیا تھا۔ اب تم مجھ سے میرا خیال ہو کہ دوسرے خون کی قیمت دریافت کرو گے۔

منصوری۔ دوست یہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ تم نہیں دیکھتے کہ غلطی آگے واقع ہوگئی دزری۔ درست ہو غلطی غلطی بھی ایک غریب شخص کے پھنسانے کے لیے ہوئی۔ ایک شخص تو میری کجخت اور نالائق دارھی پر خندہ زن ہوتا ہو اور کہتا ہو کہ تو ہی شخص ہو جو میرے لیے کپڑوں کا جوڑا بنائے گا۔ دوسرا یا وہ کپڑوں کا بچہ اٹھائے لیے چلا گیا۔ تیسرا جو اٹھا تو اُس نے لے کے سہی باندھ دیا۔ اللہ اللہ اچھا میں کجخت اور دغا باز عیار لوگوں میں جا کے پھنسا۔

منصوری۔ دزری کی دارھی پر ہاتھ رکھ کے بس زیادہ نہ بک بس زیادہ نہ بک کیون دیوانہ ہوا ہو۔ تو جانتا ہو کہ کس کو برا کہہ رہا ہو۔

بابا دل۔ میں نہیں جانتا اور نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہو میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ جو شخص مجھے ایک آدمی کا سردیوے اور یہ کہے کہ اسکے کپڑے بنا دے۔ وہ ایک کافر کا گتا ہو۔

منصوری۔ (غفتمین) ای بیوقوف اسے کدہ ناتراش تو ظل اللہ کو کافر کا گتا بناتا ہو۔

جب منصوری نے اپنے معزز آقا کی نسبت یہ تو میں آمیز الفاظ سنے تو غصہ میں سب کچھ بھول گیا کہ آیا رازداری اس امر میں کرنی چاہیے یا نہیں اور یہ معاملہ تو بہت ہی دور اندیشانہ ہو۔

منصوری۔ (بہت لال پلٹا ہو کے)۔ مردود تو عالم پناہ کی شان میں یہ یہ گستاخی کرتا ہو تو کیا کچھ چٹا رہا ہو اور اپنے سر پر کیا خاک ڈال رہا ہو۔ آؤ اور زیادہ نہ بکو۔ مجھے بتا کہ وہ سرکمان ہو اور نہیں اس کے عوض میں تیرا سر نثار ہو جائیگا

یہ سُنکے دزری کا مُنہ کھلا کاکھلا رہ گیا گویا اب اسکی سمجھ کے دروازے کا قفل کھلا۔
 بابا دل۔ امان امان۔ اور آغا منصوری جو کچھ مین کہہ رہا تھا محض جہالت
 مین بک رہا تھا۔ بھلا اسے کون خیال کریگا۔ مین بھی کیا ہی گدھا بیوقوف اور
 خردنا شخص ہوں۔ بسم اللہ آپ میرے مکان پر تشریف لائیں۔ آپ کے قدم میرے
 لیے مسینت لڑھم ہوں گے اور تمھارے غلام کا سر آسمان تک پہنچے گا۔ یعنی آپ
 کے چلنے سے مجھ غریب کو تو معراج ہو جائے گی۔

منصوری۔ تجھے تو حد سے زیادہ جلدی ہو اور بہت ہی عجلت ہو۔ تو یہ بتا
 کہ وہ سرکمان ہو۔ وہ سر تو آغا جان نثار کا ہو۔

جب دزری نے یہ کیفیت سنی کہ وہ سرکس کا ہو تو اب اس کے اوسان باختہ
 ہو گئے اور اُس کے گھٹنے کا پٹنے لگے کیونکہ وہاں تو اس نے اور اسکی بیوی نے اور یہی
 کارروائی کی تھی سر تو کمان کا کمان پہنچا تھا۔

بابا دل۔ اب وہ کمان ہو۔ دیکھیے اب ہم پر کیا آفت نازل ہوتی ہو۔
 ہماری بھی کیا بُری قسمت ہو۔

منصوری۔ ارے جلدی بتا سرکمان ہو جلدی بتا سرکمان ہو۔ بتا بتا بتا۔
 اب بیچارہ دزری اسکا کیا جواب دیتا شش پر سچ مین رہ گیا اور سخت
 حیرت زدہ ہوا۔ ایک ہول اسپر طاری ہو گیا۔ آخر منصوری نے گھبرا کے بہت جلدی
 مین اس سے یہ سوال کیے۔

منصوری۔ کیا تم نے اُسے جلا دیا۔

دزری۔ نہیں۔

منصوری۔ کیا تم نے اُسے کمین بچنیک دیا۔

دزری۔ نہیں۔

منصوری۔ اچھا پھر تھیں منجیر خدا کی قسم تم نے اسکا کیا کیا۔ سچ کہو۔ کیا تم اُسے کھا گئے۔

درزی۔ نہیں۔

منصوری۔ کیا یہ کسی دوسرے شخص کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔

درزی۔ نہیں۔

منصوری۔ اچھا تو وہ تمہارے مکان پر پڑا ہوا ہے۔

درزی۔ نہیں۔

یہ سنکے منصوری کو بہت ہی غصہ آیا بابا بادل کی ایک ہاتھ سے داڑھی پکڑ کے خوب ہی زور زور سے سر کو ہلایا اور کہا کہ اس کو کم عقل پیر فر تو ت جلد بتا کہ یہ معاملہ کیا ہے درزی۔ جناب اصل تو یہ ہے کہ وہ پک رہا ہے۔

منصوری۔ بہت ہی سزا سگی کی صورت میں۔ پکنا پکنا۔ یہ کیا کہتا ہے۔ اچھا تم نے اُسے کیون پکایا کیا تم اُسے کھاتے ہو۔

بابا بادل۔ زیادہ آپ چاہتے ہی کیا ہیں۔ بس یہ پک رہا ہے۔

درزی نے منصوری سے پوری پوری کیفیت بیان کی کہ یہ ہوا اور یہ ہوا میں نے اور میری بیوی نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ کیا۔

منصوری۔ اچھا تو تو مجھے اس نانبائی کی دکان بتا۔ اگر وہاں بھی مل گیا جب بھی غنیمت ہو اللہ اللہ سردار جان شان کا سردار پکے۔

یہ دو تون ملے نانبائی کی دکان پر پہنچے وہ اسوقت روٹیاں پکا رہا تھا جب اُس نے یہ ماجرا سنا تو ایک لمحہ کا بھی توقف صاف صاف کہنے میں نہیں کیا اور جو کچھ گذری تھی سب کہہ دی کہ میرے بیٹے نے اس طرح سے نائی کی دکان پر اس سر کو رکھ دیا تھا۔ پھر یہ تینوں شخص یعنی منصوری۔ درزی۔ نانبائی۔ نائی کی

دکان کی طرف چلے اور اُس سے دریافت کیا کہ تیرے ہاں جو ایک سر رکھا گیا تھا اُسکے ساتھ
تو نے کیا کیا۔

نائی۔ (خوب سوچ کے اور سرگرم بیان تفکر میں ڈال کے) جناب اصل یہ ہو کہ جب میں
اس سر کو دیکھا ہوں تو مجھے بہت ہی خوف معلوم ہوا اور میں سمجھا کہ یہ شیطان کی کچھ کارستانی
ہو کہ مجھے پھنسانے کے لیے کو شمش کرتا ہو۔ میں نے تو یہ مناسب سمجھا کہ اس سر کو
اٹھا کے یونانی نانبائی کے یہاں رکھ دوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا مجھے یقین ہو کر اُسے
اپنے گاہک کفار کے لیے تو اُسکے کباب بھی بنالیے ہونگے۔ سب کے اوسان باختہ تھے اور
سب نہایت ہی تاجر کی حالت میں سوچتے تھے کہ دیکھئے یہ نزلہ کہھر کر تا ہوا آخر یہ چار دن
شخص یونانی کبابی کی دکان پر پہنچے۔

جب یونانی نے یہ یہ صورتیں دیکھیں تو سمجھا کہ یہ گوشت لینے آئے ہیں کباب تو
پکے پکائے کیا لینگے تو وہ گوشت نکالنے کے لیے کوٹھری میں گیا کہ انکے دکان پر پہنچنے سے
پہلے باہر نکال کے رکھ دے۔

لیکن جب اس سے سر کے معاملے میں گفتگو ہوئی تو اسنے صاف انکار کیا اور
کہا میں نے تو سر کو دیکھا بھی نہیں کیسا سر اور کس کا سر۔

نائی نے جہاں سر رکھا تھا بتا دیا کہ اس کو ٹھری میں رکھا تھا اور پھر قرآن شریف
کی قسم کھائی کہ اس میں ہرگز خلاف نہیں ہو۔

منصوری نے اپنی جستجو میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور خوب ہی جان توڑ کے
تلاش کی آخر جب اسے معلوم ہوا کہ شہر میں یہ افواہ اُڑ رہی ہے اور ایک یہودی کے
سر کے دوسرے ہو گئے ہیں اور اس سے تمام فرقہ جان نثار دن میں ایک بدزگی اور
تحرک ہو گئی ہے دل میں خیال کیا ہونہ وہی سر تو کمین وہاں نہیں پہنچا۔

آخر منصوری نائی نانبائی دزری کو لے کے اس مقام پر پہنچا جہاں اسرائیلی

کی نغش پڑی ہوئی تھی دیکھا کہ وہ سر رکھا ہوا ہے۔
 یہ تو بیان آئے اور یونانی کبابی نے سوچا کہ خبر نہیں مجھ پر کیا آفت آئے واقع
 ہو وہ تو جو کچھ روپیہ اسکے ہاتھ لگا سمیٹ سٹھا کے شہر ہی سے بھاگ گیا۔
 منصوری۔ (اپنے چاروں طرف دیکھ کے اور یہ سمجھ کے کہ کبابی بھی ساتھ ساتھ ہی
 وہ کبابی کمان گیا۔ ہم سب کو سلطان کے پاس جانا ضرور ہے۔
 نانی۔ میں اس امر کو دلیری سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھاگ گیا۔ میں ایسا اندھا
 نہیں ہوں مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص ہے جس نے وہ سر ہودی کے سر کے ساتھ ملا کر رکھا
 منصوری نے تو ہر چیز چاہا کہ کسی طرح سے یہ سر ہاتھ لگ جائے مگر اس سر کے ارد گرد
 مسلح سپاہی جنگی طبائع مشتعل ہو رہی تھیں کیونکہ انکا آقا کس برائی لیل صورت میں قتل
 ہوا تھا۔ انکا یہ عالم تھا کہ آگ بگولا ہو رہے تھے۔ اور بدلا لینے کے لیے آمادہ تھے۔ آخر
 کو یہ تہی کہ منصوری ان تین شہاد توں کو لے کے اپنے آقا کے پاس پہنچا۔
 جب منصوری وہاں پہنچا اور اس نے پوری کیفیت بیان کی کہ وہ سرب کمان
 رکھا ہوا ہے اور وہاں تک کیونکر پہنچا اور اب اس سے بلوہ ہو جائیگا سب جان نثار
 ترک آمادہ فساد میں تو اب ناظرین خود خیال کر سکتے ہیں کہ یہ حالت سنکے سلطان کی
 طبیعت کی کیا حالت ہوگی اور اسکو بڑا اندیشہ ہوا کہ اسکا اطوار سبب کمی تو قیر ہوگا۔ اور
 میری وہ غرت اور وہ رعب نہیں رہے گا اور لوگوں کی نگاہوں میں میں کم وقعت
 ہو جاؤنگا۔ اور اگر بلوے کے کچھانے کے لیے لگتے ہاتھ کوئی تدبیر کچھانے تو یہ بھی محض نا ممکن
 ہو شعلہ بغاوت بھڑکین اور بھڑکین جب بارود میں آگ پڑ چکی پھر کمین یہ امید ہو سکتی ہے کہ
 وہ بالکل مشتعل نہ کرے گی۔ یہ شعلہ بغاوت تو اور بھی بلند ہوگا اور ایسا نہ کہ میری جان
 اور تاج پر کچھ آفت آئے واقع ہو۔

کچھ دیر تک تو سلطان میں مذہب میں کی حالت میں رہا اور بار بار بڑبڑا کر کہا کہ

اللہ اللہ یہاں تک کہ اُسے حکم دیا کہ وزیر اعظم اور مفتی ابھی حاضر ہوں۔
جب انکے پاس یہ خبر پہنچی کہ سلطان نے یاد کیا ہے تو یہ کانپ گئے کہ دیکھیے کیا آفت
آتی ہے ڈرتے ڈرتے یہ شاہی محل کے دروازے میں داخل ہوئے۔

جب سلطان نے اسے یہ بیان کیا کہ فرقہ جان نثاروں میں شورش پھیل رہی ہے اور
نہایت دہشتناکی سے سقطنیہ میں بلوہ ہو جانے کا ڈر ہے اسکی کیا تدبیر بتاتے ہو۔ یہ سنکے
انھیں گونہ اطمینان ہوا کہ اور کوئی آفت ہمارے سر پر تو نہیں آئی۔ بڑے لمبے چوڑے شور
کے بعد یہ امر قرار پایا کہ مفتی کی عدالت میں نانائی۔ کبابی۔ اور وزیری حاضر ہوں
کیونکہ یہی لوگ ملزم ہیں کہ آغا کے سر کو موڑنے بھونٹنے کباب بنانے اور کپڑے پہنانے کے
لیے جڑا کے لے گئے انھیں چاروں سے اس سر کی خون بہاؤ یعنی چاہیے لیکن چونکہ
کبابی ہی اس بلوے کا باعث ہوا ہے اور اُسے ہی آغا کے سر کو ہان لیمبا کے رکھا ہے تو
مفتی یہ فتویٰ شائع کر لے کہ اس کبابی کا جو نانائی اور کافری بھی ہے سر کاٹا جائے اور
اُس جگہ رکھا جائے جہاں آغا کا سر اُس نے جا کے رکھا تھا۔

باہم سلطان اور وزیر اعظم اور مفتی میں یہ امر طر پایا کہ فرقہ جان نثار کے شخص
کو پندرہ دین اپنا آغا بنا لیں تاکہ بلوہ فرو ہو جائے اور آغا کی نقش بہت ہی تو قیر سے
دخن کی جائے۔

یہ سب باتیں تو حکم ہوتے ہی ہو گئیں لیکن یہودی کبابی نہیں ملا جو پہلے ہی
سے کافور ہو گیا تھا شہر میں تمام امن و امان پھیل گیا اور فرقہ جان نثار نے غد نہیں کیا۔
یہ ایک بات سلطان کے رحم اور عالی ہمتی کی بیان ہوتی ہے کہ اسے نانائی۔ وزیری
نانائی کو نہ صرف وہی زرقہ ادا کیا جو ان پر جرمانہ ہوا تھا بلکہ اسکے علاوہ سلطان نے
ہر ایک کو معقول معاوضہ دیا اور کہا کہ یہ صرف اُس تکلیف کا صلہ ہے جو تمکو خواہ مخواہ
اٹھائی پڑی۔ اب تم جاؤ اور خوش رہو۔

(حاجی بابا کہتا ہے) میں نے یہاں کہانی بہت ہی مختصر کر دی جہاں کہ ضروری سلطان کے پاس ان تین شخصوں کو لیکے آیا ہوا اور پوری پوری کیفیت بیان کی ہے۔ کیونکہ جتنا مجھ سے درویش نے کہا تھا اگر سب کو بیان کرتا تو بہت ہی طول ہوجاتا۔ اسی میں نے اپنے کو بہت ہی مختصر بیان میں مقید کیا ہے کیونکہ جس قدر کہ میرے ساتھی نے بیان کیا تھا اور ہر امر کی مفصل کیفیت اظہار کی تھی تو وہ اس قدر تھی کہ ایک جلد میں بھی تو نہ سما سکتی تھی۔

قصہ گوئی کا ستر تو یہ ہے کہ جس قدر سامعین ہوں انہیں بات بات پر دلچسپی ہو اور وہ واہ واہ کی صدائیں چاروں طرف بلند ہوں۔ میرے دوست درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ اگر میں ایک شخص کی کہانی بیان کرنے لگوں تو تھیں ساری رات بیٹھا پڑے لیکن پھر بھی آئین سے بہت ہی کم بیان ہوئے۔

بیسواں باب

حاجی بابا کا ولی ہونا اور ایران کے ایک شہر پر سے ملنا آخر کار مرزا عبدالقاسم نے خود میری پاکی اور طہارت کی بہت کچھ تعریف سنی جب وہ زیارت کرنے درگاہ میں آئے تو انھوں نے مجھے بلایا۔ اسوقت مجھے بہت ہی خوف ہوا اور میں بہت چکا ریا کہ دیکھیے کیا بنتی ہے یہاں محض جاہل کندہ ناتراش ہاں وہ عالم ممکن ہے کہ اس سے لیاقت چھپائی جائے وہ تو فوراً ہی ٹاٹے گا اور یہاں لطف تو یہ تھا کہ جہالت بھی حد درجہ کی تھی یہی نہیں جانتا تھا کہ اسلام کے پہلے ارکان کیا ہیں۔ آخر میں نے جو کچھ مجھے آتا تھا وہ خود ہی کہنا شروع کیا۔ دیکھیے میں نے کہا کہ اسکو میں جانتا ہوں۔ اور یہ اصل بیان ہے۔

اول جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین نہ کرے۔ اور حضرت

علی علیہ السلام کو انکا خلیفہ نہ مانے تو وہ کافر ہو بلکہ ہو۔ اور قتل کرنے کے قابل ہو۔
 دوم۔ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ ہم شیعیاں علیؑ بہشت میں جائیں گے۔
 اور یہ بھی میرا یقین ہے کہ میرا دین سچا ہے۔ یہ مجھے یقین ہے اور اس میں ہلا شک و شبہ
 نہیں کہ سب کافر جہنم داخل ہونگے یہاں کے قانونِ شریعت میں نہیں ہے کہ ہم شراب پیوین اور
 سور کا گوشت کھائیں۔ یہ فرض ہے کہ ہم دن میں پانچ وقت نماز پڑھیں اور ہر نماز کے پہلے تازہ
 وضو کیوں پانی برابر بھوڑوں سے انگلیوں تک ڈورے۔ نہیں کہ ناپ شناس وضو کیا جائے
 میں اپنا مذہب ہی علم کا یہ خزانہ ایک جگہ دماغ میں جمجگ کر رہا تھا کہ اتنے میں درویش میری
 کوٹھری میں آیا۔ میں نے فوراً اس سے اپنی مصیبت بیان کی کہ اس وقت اُسے بلایا ہے
 اور مجھے یہ آفت آئے کے واقع ہو رہی ہے اس لیے کہ میں جاہل ہوں۔ کیا کروں۔
 درویش۔ حاجی تمہیں دنیا میں آئے ہوئے اتنا زمانہ ہوا لیکن ابھی تم نہیں جانتے
 کہ دنیا میں کوئی چیز بغیر بے شرمی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ کمائیوں جو درویش سفر اور اسکے
 ساتھی اور میں نے تم سے بیان کی ہیں میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر انکا بہت ہی کم اثر پڑا۔
 میں۔ میرے دماغ میں ان کمائیوں کا ایسا اثر ہوا جیسے میرے پیروں پر لکڑیوں
 کی مار کا ہوا تھا۔ ان کمائیوں سے میرا اخلاق بہت ہی درست ہوا اور میں آپ سے
 اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ یقین ہی کریں جب تک میں زندہ ہوں ہرگز
 نہ آپ کو اور نہ درویش سفر اور اسکے ساتھی کو بھولوں گا جیسے لٹاکے میں لکڑیوں سے
 پٹا تھا کیا میں وہ بھول سکتا ہوں۔ اب تمہارے حساب کے مطابق ایک دفعہ تو
 لکڑیاں کھائیں اب سنگساری کے موقع پر آکے پھنسا ہوں۔ یہ میری سنگساری تمہارا
 آگے وہی وزن کھتی ہے جیسے لکڑیوں سے پٹنا۔ تو اب تو درویش تو مجھے یہ بتا کہ میں کیا کروں۔
 درویش۔ تم وہ حاجی تو ہو نہیں جس سے میں پہلے ملا تھا۔ ہاں جب جانو گا کہ تم وہی
 حاجی بابا ہو جب مجھ سے بنجاؤ۔ اگر مجھ سے بد بختی کی عقل نہیں رکھتے تو کیا ہی کیا۔ بالکل

خاموشی اختیار کر لو سمٹ سٹما کے ایک طرف بیٹھ جاؤ اور اللہ ہو کے سوا اور کچھ نہ کہو نگاہیں بالکل نیچی رہیں پھر دیکھیں کہ تمہیں کون شخص سمجھتا ہے۔ اور کوئی تو کوئی میں خود ہی نہیں سمجھ سکو نگاہ۔

یہ نئے مین نے اُسکی رائے کو قبول کر لیا اور مین مجتہد کی ملاقات کے لیے آنکھیں نیچی کیے ہوئے چلا اور مین نے اپنی قسمتی کا شکریہ ادا کیا۔ مین نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ تمام شہر میں کوئی بھی ایسا شخص نہوگا جو میری سی مقبول کی سی صورت بنانے میں مجھ سے زیادہ فخر حاصل کر سکے۔ مین بہت ہی آہستہ آہستہ زمین پر چلا اور اپنے فلاسفر سعدیؒ کے یہ جڑبہ فقرے اور شعرا سوقت یاد آگئے جو انھوں نے درویشوں کے اخلاق پر کہے ہیں۔ یہ میرے اس معاملے سے ایسا تعلق رکھتے تھے اور مجھ سے کچھ ایسی مناسبت کھاتے تھے کہ اس سے مین بہت ہی خوش ہوا اور اب وہ فکر و تردد جاتا رہا اور مجھے اس امر سے اطمینان ہوا کہ میں بس مجتہد کو اب کا ہے کو چلنے دو نگاہ اسے کبھی اپنی جمالت ظاہر نہ ہونے دو نگاہ وہ سعدیؒ کے جملے مفصلہ ذیل یہ ہیں۔

یکے از بزرگان گفت پارسائے راجہ کوئی بحق فلان عابد کہ دیگران را بحق دی طبع
سخن ہا گفستہ اند گفت بزرگوارش غیب بنی بنیم دور باطنش غیب بنید انم قطع

ہر کر اجامہ پارسا بینی | پارسا دان و نیک مردانکار

در ندانی کہ در نہالتش چیست
محتسب را درون خانہ چہ کار

مین نے پھر سعدیؒ کے اسی باب میں سے چند اور بھی جملے یاد کیے جن سے مجھے اطمینان ہوا کہ اب مجتہد کو میری علمیت اور پاکی کا کامل یقین ہو جائیگا۔ کیونکہ اگر اُس نے مجھے ذرا بھی موقع دیا تو مین یہ کہو نگاہ۔

درویشے را دیدم کہ میگفت یا غفور یا رحیم تو دانی کہ از ظلوم و جہول چہ آید بشعر

گر کشی در جرم بخشی روی دسر بر آستانم | بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی بر آئم

مجتہد ظہر کی نماز پڑھ چکا تھا اور سلام ہی پھیرنے کو تھا کہ میں نے اُس دالان میں م رکھا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ مقام تمام اُسکے عقیدین سے بڑھا اور ہر شخص کی نگاہ اُس پر اس طرح سے پڑ رہی تھی جیسا کوئی اپنے بڑے آقا کو دیکھتا ہو۔ بیان یہ وعظ بھی کہا کرتا ہو۔ ایک ملا نے جسکو میں پہلے ہی سے جانتا تھا مجتہد سے میری نسبت بیان کیا کہ یہ فلان شخص ہو اور اسکا یہ نام ہو۔ پھر مجھے درسی پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ میں نہایت ہی عاجزی سے اس مجتہد کی عبا کے دامن کو بوسہ دے کے اُس شرط بندی پر بیٹھ گیا۔

مجتہد۔ تم بہت ہی مبارک ہو۔ اے حاجی میں نے تمہاری نسبت بہت کچھ سنا ہے انشاء اللہ تمہارے یہاں قدم بہت ہی خوش قسمت ہونگے۔ آگے سرک آؤ۔ جب اسنے مجھ سے کہا کہ اور بھی ادیر سرک آؤ تو میں نے بہت ہی گھگھیا کے انکار کیا اور کہا کہ جہاں میں بیٹھا ہوں یہ جگہ بھی مجھے ننگ کرتی ہوگی جس جگہ پر میں بیٹھا ہوا تھا اس طرح سے دوڑا تو ہاتھ شاذن میں سکڑے بیٹھا ہوا تھا کہ صورت ادب بن گیا تھا اور اس مجتہد کے آگے بس محسوس ہو گیا تھا۔

مجتہد۔ ہمنے سنا ہے تم بہت ہی بڑے عبادت گزار ہو اور خدا کے پاک درصاف بندوں میں سے ہو اور تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو جنکی دورنگی دائرہ ہی ہے۔ اور انکا یہ حال ہے کہ ظاہر تو مسلمانوں کی صورت بنے ہوئے ہوتے ہیں مگر دل میں منافق ہوتے ہیں۔

میں حضور کا رحمانہ التفات کبھی بھی کم نہ ہوا۔ جناب کا یہ خادم اُن لوگوں کا خاک پا بھی نہیں ہوا اور اُنکی برابری بھی نہیں کر سکتا۔ جو خدا کی باجاہ و جلال درگاہ کی چوکھٹ پر ناصیہ سائی کرتے ہیں۔

یہ باتیں ہوئے پھر باہم منہ کو قفل لگ گئے۔ اور ہم دونوں خاموش ہو رہے۔

اسکے بعد اُس نے مجھ سے یہ کہا۔

کیا یہ سچ ہو حاجی کہ تم سے تمہارے نصیبہ نے روگردانی کی اور تم بیان آکے
پناہ گزین ہووے مدت ہوئی کہ دُنیا کا اور ہمارا بابا ہم خستی سلام ہو چکا ہو۔ اس لیے
میرے سوالات تعجب اور حیرت کے لیے شاید اطمینان بخش نہ ثابت ہونگے اب تم مجھے
اس بات کی اطلاع دو کہ میں جس سے تمہارا کوئی کام نکال سکوں یعنی جس شکر کی تحصیل
ضرورت ہو کہ وہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اسکے ہم پہنچانے میں کوتاہی نہ کرونگا۔
کیونکہ ہمیں اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ ہمارا فرض ہو کہ اگر ایک اندھا
راستہ بھول جائے تو اُس کا ہاتھ پکڑ کے اُس کو گھر پہنچا دیں ہمیں چاہیے کہ جو حالت
مصیبت میں ہیں اُنکی ہم مدد کریں۔

یہ سُنکے مجھے دلیری ہوئی کہ میں وہی مذکورہ بالا اشعارِ سعدی کے بڑھون۔
چنانچہ ذرا درد کی آواز سے میں نے اُنکو پڑھ کے سُنایا۔ اسکے بعد میں نے اپنی رزم کمانی
اُن درد آمیز الفاظ میں بیان کی اور اسکا طرزِ بیان ایسا اختیار کیا کہ سب میری
صورت دیکھنے لگے۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ یہ شخص فنا فی اللہ ہو اور دین کے راستے
میں اپنی جان تحصیل کر لیے پھرتا ہو۔

اگر ایسا ہو۔ (مجتہد نے کہا) تو وہ دن کچھ دور نہیں ہو کہ میں خدا کے ہاتھ میں
گو یا ایک آلہ انصاف ہونگا اور پھر میں دیکھونگا کہ تمہارے ساتھ کیا انصاف
کیا گیا۔ شاہِ خود اس بیٹے کے گزرنے کے بعد بیان زیارت کرنے آئیگا اور جب
وہ قبولیت اور منظوری کی نگاہ سے میری طرف نظر کریگا تو تم اس بات کا تو
یقین ہی کرو کہ میں تمہاری رہائی کے لیے اُس سے ضرور سفارش کرونگا۔

میں۔ کیا مجھ جیسا گناہگار آپ جیسے پاک اور مقدس جناب میں کچھ عرض
کر سکتا ہوں آپ کے لیے دعا کرونگا۔ خدا کرے آپ کی خاک پا میرا سرِ حشمت بنے۔

جو کچھ آپ میرے لیے کریگے خداوند تعالیٰ اسکا اجر دے گا۔

مجتہد - یہ تو ظاہر ہو کہ تم بھی ہم اسی میں سے ہو۔ جو سچے مسلمان ہوتے ہیں انکا یہ قاعدہ ہو کہ وہ اپنے بھائیوں کی ہر جگہ شناخت کر لیتے ہیں جیسے میں نے قوم فرانس کی نسبت سنا ہو کہ ان میں ایک فرقہ ہو جسکو فرانوشی (فرمیشن یا فرامیشن) کہتے ہیں انکا یہ حال ہو کہ وہ اپنے فریق کے ہر شخص کو چاہے سیکڑوں میں ہو اور چاہے ہزاروں میں ہو پہچان ضرور لیتے ہیں۔

یہ سننے کے تمام لوگوں کی زبان سے مجتہد کے علم کی تعریف میں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ نکلا۔ پھر مجتہد میری طرف مخاطب ہو کے یہ کہنے لگا۔

یہاں ایک اور بھی شخص تمہارے ساتھ ہو جو اپنے کو درویش کہتا ہو کیا تمہاری اس سے کچھ واقفیت ہو وہ تو یہ کہتا ہو کہ میں در حاجی ہمد ہیں۔ کیا یہ ایسا ہی ہے میں۔ چہ عرض کنم۔ میں صاف صاف نہیں جانتا کہ آیا میں اس امر کا ادراک کروں کہ وہ میرا دوست ہو یا نہیں ہو۔

ہاں وہ فقیر ہو ایک غریب شخص ہو اسکو میں نے بھی اپنے حجرے میں جگہ دیدی ہو اسنے میری کچھ خدمت بھی کی ہو اور میں اسکی ہوشیاری بھی کرتا ہوں۔

ایک بوڑھا ملا جو مجھ سے دو ممبر پر بیٹھا ہوا تھا یہ بولا تمہیں ضرور اس سے ہوشیار ہونا چاہیے جس قدر عجیبی ہوتے ہیں سب باتوچور ہوتے ہیں اور یاد دغا باز ہوتے ہیں چونکہ یہ بھی عجیبی ہو اس لیے یہ بھی ضرور چور اٹھائی گیر ہو گا۔

مجتہد - ہاں یہ درست ہو۔ اسوقت مجتہد کا ہاتھ کمر پر رکھا ہوا تھا اور اس نے دست میں باتیں کر رہا تھا۔ اس صورت کو مجتہد کے معتمدین بہت ہی پیاری سمجھتے ہیں اور انکا دھیان۔ بالکل مجتہد پر ہوتا ہو اور اسکی ہر بات کو ہمہ تن گوش ہو کے سنتے ہیں (ہاں یہ لوگ اپنے کو درویش کہتے ہیں۔ اور ان میں بہت سے فرقے ہوتے ہیں۔

انکے عقائد بھی جدا جدا ہیں۔ چنانچہ ایک فرقے کا تو یہ عقیدہ ہے اور وہ یوں اسکو مشہور کرتے ہیں کہ رمضان شریف کے روزے رکھنے۔ دھندو کرنا۔ روزہ پانچ گانہ نماز ادا کرنی نجات کی خواہش کے لیے بے ضرورت ثابت ہوئی ہے۔ ان فاقون اور ملکروں اور ٹانگ بھٹک سے نجات ہرگز نہ ہوگی۔ جسم کی حرکت سے کچھ نہیں ہوتا صرف اپنے دل کو نرم کرنا چاہیے اس سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔

دوسرا فرقہ قرآن شریف کے برحق ہونے کا مقرر ہو لیکن ساتھ ہی اسکے اور امور کی توہین کرتا ہے اور نہیں مانتا۔ اقوال نبرگان اور فصاحت پیران وہ انکو بہت ہی حقارت آمیز نظر سے دیکھتا ہے اور ان باتوں کو سخت مکروہ سمجھتا ہے۔

حاجی بابا۔ واقعی جناب نے جس قدر ارشاد فرمایا سب درست اور سچا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں سرفروغ ہے۔

مجتہد۔ ایک اور فرقہ کی ٹیٹھے کہ اسکا رویتہ ہی اور ہے۔ اسکا قاعدہ ہے کہ اپنی ظاہری صورت کو بگاڑے اور جس قدر عیش عشرت، آرام و آرائش دنیا کی باتیں ہوں سب کو اڑا دے مگر یہ خوب خیال رکھنا چاہیے کہ ان میں فوسبی غذا بہت ہوتے ہیں۔

انکا ایک اور فرقہ ہے وہ تو بالکل دہریہ ہے نظاہر وہ ہم لوگوں کو اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ ہماری زندگی ابدی شگت میں فوق العادت قوتوں کے ساتھ گذرتی ہے۔ اور جب وہ کوئی کپڑا پہنند در پیوند پہنتے ہیں تو دنیا کی جس قدر نفیس اور عمدہ چیزیں ہیں سب سے حقارت کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہتے ہیں۔

ہرچہ درد نیاست برآزادگان آمد حرام	خاطر جمع است در زیر فلک سماں
ماگر قنار ان ہستی را بچشم کم مبین	چرخ ناپیدا است در گردش بچورما

معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ وہ بعید الطبیعت استغراق میں مگر گرم رہتے ہیں جسکو نہ تو وہ اور نہ کوئی اور تنفس سمجھ سکتا ہے۔ ان میں صفائی اور کدورت کا کوئی بھی فرق

نہیں ہوتا۔ انکے آگے سب ایک ہی شریعت اور غیر شریعت کو وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے
انکے آگے دونوں باتیں ایک ہی حکم رکھتی ہیں۔

ایک۔ اللہ۔ اللہ۔ ایسے فرقے بھی اس پردہ دنیا پر موجود ہیں جنکے عقائد پر جہاننگ
تعجب کیا جائے بجا ہے۔

دوسرا۔ خدا انکو ہدایت کرے۔

جب یہ باتیں ہو رہی تھیں اسوقت میں نہایت خاموشی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
اور دیکھتا تھا کہ یہ تمام جماعت ہر فقرے کے بعد آمین آمین پکارتی تھی جب یہ مجتہد اپنی
رام کہانی گارہا تھا تو ساری جماعت تعریف بھی کرتی جاتی تھی اور سب کی جھپٹھی نگاہیں
اڑ رہی تھیں کہ ان باتوں سے اسے کچھ سہرا لگی تو نہیں ہوتی لیکن میں آمین وغیرہ کہنے میں
آنے بھی دس قدم آگے تھا۔ میں نے ان تمام باتوں کو اس طرح سے نبھایا کہ میرے فیوض میں
سب کے دل بہت برا اثر ہوا اور وہ میری طرف بہت ہی جوع ہوئے اور سمجھنے لگے کہ یہ کاموں کا
مجتہد کہتے کہتے اس قدر گریا یا اس قدر گریا کہ صوفیوں کو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا۔
اگر ایک شخص بھی وہاں کوئی مصوفی ہوتا تو ضرور قتل کیا جاتا۔ میں تو سچا رہیوں ہی مظلوموں
کی طرح سے گردن ڈالے ہوئے بیٹھا رہا۔ اور اس خاموشی کو اپنی کامیابی سمجھا۔

جب سب معاملہ ختم ہو گیا اور مجتہد بک چکا تو میں بھی وہاں سے اٹھ کے اپنے
گھرے میں آیا جب میری اپنے ساتھی سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے جو کچھ کیفیت
گذری تھی سب حرف بحرف سنا دی اور جو باتیں کہ اسکی اور درویشوں کی نسبت
کہی گئی تھیں سب ذکر کر دیں۔

اب میں نے اسے نصیحت کی کہ بتر ہو تم بیان سے چلے جاؤ اور اس شہر کو چھوڑ دو
کیونکہ تمہارا تنہا نفس بیان خون کا پیاسا ہے۔ بھائی اگر انھوں نے تمہیں پکڑ لیا تو وہ ضرور
تمہیں سنگسار کریں گے۔ تو پھر سوائے موت کے چارہ کیا ہو سکتا ہے۔

خدا کرے انھیں کے سروں پر پتھر برسین۔ (اور دلش بولا) نجات کفار کا گردہ ہر جو مسلمان کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔

ایسا کوٹا نہیب انکا جو حسین یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بیگناہ کی جان کے پیچھے ہاتھ دھوکے پڑ جاؤ اور اُسکو قتل کر کے ثواب دارین حاصل کرو۔

یہاں میں آیا ہوں نہ مجھے شنی و شیعہ سے کچھ سروکار ہے اور نہ صوفی اور مسلمان سے غرض ہے اور باوجودیکہ اُن سے مطلب نہیں ہے لیکن بھر بھی پانچوں وقت وضو کرنا بیگانہ نماز ادا کرنا۔ اور پھر بھی ان لوگوں کا اطمینان نہیں ہوتا۔ خیر اب نکلے یہ غلغلہ ظاہری شہرِ لات مار دینگا بس پھر مجھے وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہوگی۔ ہاں۔ یہ ہوگا کہ اگر پھر اسی طرح سے مجبور کیا گیا تو خیر دیکھا جائیگا۔

اگر میری بوجھ سے تو مجھے تو ذرا بھی فکر نہ تھا جب درویش نے پناہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں جاتا ہوں میں نے بہت ہی خوشی کی حالت میں اُسے چڑے کی بیٹی کر سے کتے ہوئے دیکھا جس میں بڑا گچھا بستیج کا گھر سا ہوا تھا اور ایک لکڑی اُس نے ہاتھ میں لی بیٹی اُسکے ہرن کے چڑے کو بیٹھ پر بند بھولنے میں مدد کی جب اُس نے اپنے ہاتھ میں بڑا فولادی ہتھیار لیا جو وہ کاندھے پر رکھنے چلتا تھا اور ایک ہاتھ میں زنجیریں لیں تو پہنے باہم لکے ایک دوسرے کو ایڈیو یعنی رخصتی سلام کیا اور بہت دل سے پہنے ایک دوسرے کو رخصت کیا جب وہ مجھ کو رخصت کر کے روانہ ہونے لگا تو میں نے اُسے دیکھا کہ وہ بہت ہی خوش تھا اُسکی کھلی ہوئی صورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ دنیا کا حکمران ہو نہ کہ خود دنیا اُس پر حکومت کرتی ہو اور یہ صرف اُسکو اپنے دو پیروں کا بھروسہ تھا جس سے کہ وہ دنیا میں تدمزن تھا۔

میں۔ خدا کرے پیرائندہ کی ہمیشہ جنتیں نازل ہوتی رہیں خدا کرے تحقیق کبھی ایک چوڑے جوتی کی اپنے پیروں کے لیے خواہش نہو۔ اور خدا کرے ہمیشہ تمھاری زبان سے وہ دلچسپ کہانی ادا ہوتی رہے جس سے دنیا کے وہ امر انداز حاصل کریں جو صمد اور

ہزاروں ضرورتوں کے غلام ہیں۔ اور ہمیشہ انھیں باتوں سے تمھاری زندگی کی ضرورت پوری ہوتی رہیں۔

اکیسواں باب

حاجی بابا کے دوست کا حاجی بابا کا مال چرانا اور حاجی بابا کا محتاج ہو جانا لیکن قید سے رہائی پانا

اب میرا خیال تو مجتہد کے وعدے پر تلا جسے مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ شاہ جب اس مقبرے کی زیارت کے لیے آئیگا تو میں تیری سفارش کر کے اُس سے رہائی دلوادونگا۔ تو اب میں نے یہ چاہا کہ اُسکی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کروں کیونکہ تمام ایران میں بغیر نذرانہ کے کوئی کام انجام کو نہیں پہنچتا۔ لیکن اب یہ خیال آیا کہ نذرانہ ہو تو کس چیز کا ہو۔ جو کچھ عقلی میں نہ لگتا تھا وہ اڑے پھڑپھڑے کو پاس لکھا ہوا تھا کہ اگر کہیں موقع ہو اور ضرورت آئے پڑے تو میں اُس سے زندگی کے دن تیر کر سکتا ہوں۔ اور گو یہ بہت ہی ناچیز رقم تھی لیکن میری زندگی کی آس درودھارس بندھوانے والی تھی اس لیے میں نے اسکو اپنی کوٹھری کے ایک کونے میں دفن کر دیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اسکو اپنی جائز نذرانہ میں دے دوں کیونکہ وہ ہمیشہ صوم و صلوة میں ہوتا ہوا اسکے لیے یہی پیشکش مناسب ہوگا۔ اور اپنے لیے دوسری بازار سے خرید لاؤنگا۔ کیونکہ جب وہ نیک شخص یعنی مجتہد نماز پڑھے گا تو اُس سے میرا بہت ہی خیال رہیگا اور شاید اسی خیال میں وہ میری رہائی کی کوشش کرنے میں غافل نہ رہے لیکن میں نہیں ٹھہرتا ہوں۔ اور اپنے ناظر سے ملتے ہیں کہ وہ میری اس جانکنی کی حالت کو دیکھے۔ ایک سناٹا تھا کہ سر سے اٹھا اور دل میں جا کے بچھا۔ اب بیان نہ تو میرا غصہ کچھ کام دے سکتا تھا اور نہ میرا غم نہ میرا دایلا۔ سب بیکار تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ اشرافیوں کی عقلی وہان نہ رہا تو۔

یہ دیکھتے ہی میرا منتھنوں میں سانس چلنے لگا اور بغیر ایک لمحہ کے توقف کے میں نے یہ کہا اے دیو الہیہ کتے۔ اے حرافز اے درویش یہ تو درست ہو کہ تو بندرگاہ حفاظت میں مجھے لے آیا لیکن تو مجھے بے لنگر بیان چھوڑ کے چلا گیا۔ خدا کرے تیری زندگی ہمیشہ تلخی میں گزرسے خدا کرے تیری ہر روزہ رونی غم کی رونی ہو۔ غرض ان سب باتوں کے بعد صاف تو یہ ہے کہ حاجی بابا محتاج ہو گیا۔

اسکے بعد میں بہت ہی دردناکی سے نالہ دزاری کرنے لگا۔ اور مجھے یہ رونا اس لیے آتا تھا کہ اب تو فاقہ کشی کرتے کرتے جا بیٹا گاویہ میں جانتا تھا کہ اہل کرم کی خیرات اور فیاضی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے دل میں یہ کہا۔

درد دل سے لوٹتا ہوں میرا کسکو درد ہو | ہوں میں لفظ درد جس پہلو سے الٹو درد ہو

جو جو میرا یوسانہ مرض ترقی کرتا تھا مجھے زندگی کے تمام خطرے جن میں میری جان زار پھنس چکی تھی برابر یاد آ جاتے تھے۔ زینب کو کس مایوسی کی حالت میں خاک و خون میں لٹھڑا ہوا دیکھنا اور اسکے بہتے ہوئے خون میں رومال تر کرنا۔ اپنے اس قیدی خانہ کو دیکھ کے کہ یہ دزاری کرنا۔ اپنی رقم کثیر پر دست افسوس ملنا۔ ان سب غموں کو آلام نے مجھے اس طرح سے اکے گھیر لیا اگر واقعی اس وقت میرے پاس زہر ہوتا تو میں ضرور کھا کے مر جاتا۔ اسی اثنا میں میری کوٹھری کے قریب ایک بوڑھے ملا کا گزر ہوا جس نے مجھے مختصر سے ملوایا تھا اور جس نے درویش کے خلاف بہت ہی زبان آوری کی تھی۔ میں نے اُسے دیکھتے ہی اپنی دردناک اور خون آلود رلام کہانی کہی اور ایسا پھوٹ پھوٹ کے رویا کہ اسکے دل پر میری اس آہ دزاری کی چوٹ لگی۔

میں اے ملا صاحب آپ نے بہت ہی دوست فرمایا تھا کہ اس درویش کا ہرگز بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ میرا روپیہ یا زر نقد وہ چوری کر کے لے گیا اور میں یوں کا یوں خالی ہاتھ رہ گیا۔ میں تو ایک پردیسی ہوں۔ اس کسبخت نے اپنے کو میرا دوست بنایا تھا لیکن وہ تو

میرا دشمن جانی نکلا۔ ایسے دوست پر ہزار لعنت ہو رہا ہے اب میں کس کا دامن پکڑوں اور کس شخص کو اپنا بد و گار بناؤں۔

ملا۔ اے میرے پیارے بیٹے تم کچھ غم نہ کرو۔ یہ تو ہمیں یقین ہو اور ہم جانتے ہیں کہ خداوند کی ذات وعدہ لا شریک ہو اُسے ہر قسم تکوین صیبت اور فلاکت بھیج کے آزمائش کی ہو صبر کرو اللہ اسکا یقین صلہ عطا کریگا۔ تمہارا روپیہ چلا گیا اور بیشک جانتا رہا جانے دو تمہارا چمڑا تو رہ گیا اب تم زیادہ کیا چاہتے ہو چمڑا کوئی بڑی چیز نہیں رہی۔

میں۔ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ چمڑا بڑی چیز نہیں ہو لیکن یہ چمڑا درویش سے میرے گم شدہ زر نقد کو واپس پھیر لے گا۔

پھر میں نے اُس بوڑھے ملا سے یہ کہا کہ آپ میری اس صیبت کی خبر مختمد تک ضرور پہونچا دیں اور میری اس بے نوائی اور محتاجی کو عرض کر دیں کہ میں اب انکی خدمت میں کسی قسم کا نذرانہ پیش کرنے کے قابل نہیں رہا جو کچھ اسکی بابت میرا خیال تھا وہ اب غلطی کے سبب کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

ملا مجھ سے مضبوط وعدے وعید کر کے چلا گیا اور چلتے چلتے اُس نے یہ اتوار کیا کہ میں اس مقدس شخص کے گوش گزار تیری پوری پوری مصیبتناک حالت عرض کر دوں گا اور علاوہ برین تیری اُس سے سفارش بھی کر دوں گا۔ میری بڑی خوشی اور خرمی اس غمناک حالت میں اسوقت اس خبر سے ہوئی کہ میں نے سنا شاہ زیارت مقبرے کے لیے آتا ہے اور یہ شادمانی کی خبر ڈیرے خیمے ایسا وہ کرنے والے لائے تھے۔ یہ لوگ شاہ کی معمولی ضروریات کو بہم پہونچانے کے لیے پہلے ہی چلے آئے تھے مقبرے کے صحن میں ایک بہت بڑا شہ نشین ایسا وہ کیا گیا اور اُس کے نیچے ایک بہت خوبصورت اور عمدہ غالیچہ بچھا یا گیا۔ یہاں گویا شاہ بیٹھ کے عبادت کرنیکے مقبرے کے تمام صحن میں چمڑا ڈکایا گیا۔ حوض کے وسط میں جو فوارہ بنا ہوا تھا وہ اسوقت پھٹنے لگا تھا اور جس قدر مقبرے کی راہیں تھیں سب صاف ہو گئیں

حام مجاور لوگ جمع ہو کے شاہ کے استقبال کے لیے مستعد ہو گئے تھے کہ جب وقت وہ مقبرے میں قدم رکھیں تو سب انکا استقبال کر کے اندر لائیں۔ غرض کوئی ایسی تیاری نہ تھی جو ظل اللہ کے قدوم میں منت لزوم کی تقریب میں کرنی رہ جاتی ہو۔ اب میں اپنی آئندہ قسمت کے لیے ستر دو ہوا۔

میں نے	تا کر دگا رجب	ان	درین آشکارا چہ دار و نہا
--------	---------------	----	--------------------------

مدت ہوئی تھی کہ میں اس امر سے محض نا بلند تھا کہ میرے ادھر شاہ کا کس قدر غصہ ہو اور وہ مجھ پر کس طرح لمو کے گھونٹ پیے بیٹھا ہو۔ یہ حالت دیکھ کے اور اپنی قسمت کو جو بٹ سمجھ کے میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اسے سوائے میرے سر اور دینے کے اور کوئی چیز اطمینان بخش نہ ہوگی لیکن پھر یہ غم آلود خیال اس تصور سے مٹ گیا جب میرا سفارشی ایسا مقدس اور ولی شخص ہو جسکو شاہ بھی مانتا ہو پھر میری گردن کیوں اڑنے لگی اس تصور سے گو نہ مجھے اطمینان ہوا اور یک لخت میرا وہ مارے جانے کا غم صورت خوشی میں جلوہ دینے لگا۔

خراشون کا سردار میرا پہلے دوست تھا اور جس قدر اسکے نائب غیرہ تھے ان میں سے بہت سے میرے شناسائی تھے میں نے اپنے سے انھیں فوراً آگاہ کیا۔ وہ میری صورت دیکھتے ہی میری طرف مائل ہوئے اور انھوں نے مجھ سے اصلاً کچھ برہنہ نہ کیا بلکہ بہت ہی تعجب انگیز بات تھی حالانکہ ہمارا ایک فاضل اجل کہتا ہے۔

”ایک شخص جو نامساعد سخت سے سرگردان ہوتا ہو وہ ایک فرد مایہ زر کے موافق ہو کہ اول تو اسے کوئی لیتا نہیں اور جو لیتا بھی ہو تو فوراً دوسرے شخص کو داپس بد تیار کرے۔ ان نئے آنے والوں نے مجھے تمام ان باتوں سے مطلع کیا جو طر ان چھوڑنے کے بعد وقوع میں آئی تھیں۔ گوا اپنے دل میں میں پہلے یہ عہد کر چکا تھا کہ اب نیا کو مطلق ترک کرونگا اور گوشہ نشینی اختیار کرونگا۔ لیکن پھر بھی اس وقت میں دیکھتا تھا کہ ہر وقت

کے منسنے کے لیے میرے کان مشتاق تھے۔ انھوں نے مجھے اس امر سے اطلاع دی کہ تمہارا اعلیٰ افسر جنگ روس سے واپس آگیا اور شاہ کے لیے دو غلام جا جیا کے لایا ان میں ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو۔ اس نذرانہ کو شاہ نے قبول کر لیا اور اس کے صلے میں اسے غلعت فاخترہ سے ممتاز کیا تھا اے افسر نے اس امر سے بھی تو یہ کی کہ میں کبھی شراب کا استعمال نہیں کرتا میں نے یہ بھی سنا کہ گوزن ب کے معاملے میں سراسر میں ہی خطا دار گردانا گیا تھا اور کل جرم بچھڑی عاید کیا گیا تھا لیکن پھر بھی مرزا احمد کی آدمی ڈارھی جڑ سے اکھڑی گئی اور مرزا احمد مجبور ہوئے کہ شاہ کو دوبارہ ایک گران بہا تحفہ پیش کریں اور یہ ڈارھی شاہ نے صرف اُس رنج سے اکھڑوائی تھی جو اس کو زینب کی جان شیرین لینے سے ہوا تھا اور بہت بڑا صدمہ یہ تھا کہ جب میں (یعنی شاہ) سلطانہ سے واپس پھر کے آیا وہ میرے آگے کیوں نہ گائی اور کیوں نہ ناچی۔

شاہ کا وہ صدمہ اور رنج جو کروش کی لونڈی کو ہاتھ سے کھودینے پر ہوا تھا افسر جبار کے اس جارجین لونڈی کے پیش کرنے سے جاتا رہا جو وہ صرف شاہ ہی کے لیے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ یہ جارجین لونڈی نہایت حسینہ تھی۔ یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آج تک بازار غلامان میں جب سے اس بازار کی بنا پڑی ہو اسی حسینہ لونڈی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس لونڈی کا چودھویں رات کے چاند کا سا چہرہ تھا اور اسکی آنکھیں گھبرے میں فسر و افسان کی چار انگلیوں اور انگوٹھ کے حلقے کے مانند تھیں۔ اور اسکی کمر اس قدر پتلی تھی کہ خود شاہ کی گھائی میں آسکتی تھی۔ اس کا قد بالکل سروسا تھا۔ جیسے پورا سر و کمر اٹھواہو اور ان لوگوں نے مجھے یہ بھی یقین دلایا کہ شاہ کا غصہ اور غضب جو تہہ ٹوٹا ہو اگر کچھ اشرافیان پیش کر دو تو ابھی سب جاتا رہتا ہو۔

یہ سنکے پھر درویش پر میں اپنے جلے پھپھو لے پھوڑنے لگا اور مجھے خیال آیا کہ شاہ کے آگے بغیر اشرافیوں کے پیش ہوتا ہی غیر مفید معلوم ہوتا ہے لیکن میں یہ

ہسکے بہت ہی شادان ہو جس قدر میں نے اپنے مقدمہ میں مایوسی اور ناامیدی کر رکھی ہو اس مقدمہ کی یہ حالت نہیں ہو چادر امید پر بیٹھ کے اور توقع کا حقہ پیکر اس بات کا قنظر رہا کہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے اس وقت میں یہ کہہ رہا تھا

اے احمد محبوب خدا وقت دعا ہو | حاجی یہ ترے آگے عجب وقت پڑا ہے

دوسرے دن شاہ شاہان آگے پہنچا اور اُس ڈیرے میں فروکش ہوا جو اُسکے لیے صحن میں پہلے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ میں اپنی کتاب کے ناظر کا وقت ان تقریبات کے بیان کرنے میں برباد نہ کرونگا کیونکہ شاہ کی خود ہی خواہش تھی کہ حسب قدر جاہ و چشم کا سامان ہو وہ بہت ہی کم ہو اس لیے کہ یہاں وہ کوئی شوکت دکھانے تو آیا نہ تھا بلکہ ایک عاجزانہ صورت بنا کے فاطمہ علیہا السلام کے مقبرے میں آیا تھا تاکہ ان گناہوں کی آمرزش چاہے جو اُس سے زندگی میں سرزد ہو گئے ہیں پھر ایسی صورت میں نمود و شان دکھانے کی کیا ضرورت تھی رشاہ کی خواہش تھی کہ اس عاجزی کا مجھے بہتر صلہ ملے۔ کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔

ہو نہ مایوس ریاضت کا صلہ ملتا ہے

بندگی کرنے سے کہتے ہیں خدا ملتا ہے

شاہ کی ہیشہ یہی پالیسی تھی کہ اپنے ملک کی امامت کو بہت ہی نمایاں صورت اور عطیہ نیر لپٹ سے معطر رکھے۔

کیونکہ شاہ اس امر کو بخوبی سمجھتا تھا کہ ان لوگوں کا اثر خلقت کے دماغوں پر بہت ہوتا ہے اور عوام الناس انہیں بہت ہی مانتے ہیں بس یہی بہت بڑا فرق شاہ اور غیر محمد و طاقت میں تھا۔ اس لیے شاہ نے میرزا عبد القاسم کی اپنے دربار میں آنے کی دعوت کی اور جب یہ مجتہد کوم آیا تو شاہ سر تا پا کھڑا ہو گیا اور بہت عزت سے اپنے سامنے بٹھایا۔ شاہ نے پیدل تمام شہر کا گشت لگایا اور

جب تک یہاں قیام رکھا غریبا محتاجوں کو بہت کچھ خیرات کی اور خصوصاً مجاوروں اور ان دلی اہل لوگوں کو جو وہیں رہتے تھے اور نظا ہر دنیا پر انھوں نے لات ماری تھی بہت ہی قیمتی نذرین دین - شاہ اور وہ لوگ جو اسکے ہم کاب تھے کن استدعائی نظروں سے اس متبرک مقام کو تک رہے تھے اور یہ نیکے میں بہت ہی خوش ہوا کہ اس غم آلود اور پرالام مصیبت میں میں تھا اگر قنار زمین ہوں جس زمانہ میں کہ میں ملازم دربار تھا تو میں نے یہ سنا تھا کہ گو شاہ ظاہر اس تشدد اور سختی سے ارکان مذہب کا پابند ہو لیکن بی بہت برا صوفی ہو۔ اور یہ بات ادبھی پائی ثبوت کیوں ہو چکی گئی کہ شاہ کا سکرٹری ریاست جو ایک مشہور و معروف عقائد صوفیہ کے گنگا گاہ میں سے تھا اُسے حکم ہوا کہ تو اپنے تمام ارکان مذہب صوفیہ کو بخشش و عفو کے روال میں لپیٹے اور کچھ مذہب کی پوشاک پہنے دربار میں حاضر ہو۔

اس صبح کو جب شاہ اپنی عبادت کرنے کے لیے مقبرے میں تشریف لائے تو میں نے اس بارے میں جیستی اور جالاک کی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا کہ ایک فحہ مجتہد کی نگاہ مجھ پر پڑ جائے اور میری رہائی و لوٹنے کا خیال میرا اسکے دماغ میں آجائے۔

ظہر کی ناز سے ایک گھنٹہ پہلے شاہ با پیادہ کھڑے ہوئے تھے اور تمام لوگ مجاور اُمرا وغیرہ انکو گھیرے ہوئے تھے۔ شاہ اسوقت سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے جس سے ایک سنجیدگی اور متانت اُنکے چہرے سے عیاں تھی ہاتھ میں ایک خوبصورت چٹری تھی جس پر بچی کاری کا کام ہو رہا تھا اور یہ لکڑی خود با تھی و انت کی نبی ہوئی تھی۔ اسوقت شاہ کچھ بھی نذر و جو اہر نہ پہنے ہوئے تھے۔ جو دوسرے موقع پر ہمیشہ اُنکے گلے کا ہار ہوتے ہیں ہاں صرف اسوقت ایک تسبیح تو شاہ کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تسبیح مور شہوار کی نبی ہوئی تھی جنکی آب و تاب کے آگے تمام زرد و جو اہر خجل ہوتا تھا۔ یہ تسبیح ہمیشہ اور ہر وقت شاہ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔

مجتہد شاہ کی بائیں جانب دو چار قدم پیچھے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور جو کچھ شاہ سوالات کرتا تھا بہت ہی ادب اور عظیم سے اُسکا جواب دیتا تھا اور بہت ہی توجہ اور غور سے شاہ کی ہر ایک بات کو سنتا تھا۔

جب شاہ مع اپنے جلوس کے میری کوٹھری کی طرف ٹہلتا ہوا آیا۔ تو میں نے یہ موقع بہت ہی اچھا دیکھا۔ اسوقت شاہ کے آگے کوئی افسر بھی نہیں تھا لپک کے ایک سجدہ گھٹنوں کے بل زمین پر کیا اور یہ غل جپایا پناہ اے شاہ شاہان پناہ۔ پناہ اے ماوا دلجائے عالم پناہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے صدقے میں پناہ۔

شاہ (مجتہد کی طرف مخاطب ہو کر) یہ کون شخص ہے۔ کیا یہ کوئی تم میں سے ہے۔ مجتہد حضور اسنے اس روضہ میں آکے پناہ لی ہے اور یہ اس امر کا استحقاق رکھتا ہے اور استغاثہ چاہتا ہے کہ جب شاہ شاہان زیارت درگاہ کے لیے آتا ہے تو سب کا قصد بخش دیتا ہے اس لیے مجھے بھی اُمید ہے کہ میری خلاصی ہو جائیگی۔ یہ اور ہم سب حضور پر قربان ہیں جو کچھ شاہ حکم دین اور اسکے لیے تجویز کریں اسی پر عملدرآمد کیا جائے۔ شاہ (میری طرف خطاب کر کے) تم کون ہو اور کیا ہو تم نے یہاں آکے پناہ کیوں اور کس لیے لی ہے۔

میں حضور پر میرا جان و مال تصدق ہو جائے حضور کا غلام افسر جلا دان کا نائب ڈپٹی تھا میرا نام حاجی بابا ہے میرے دشمنوں نے حضور سے لگا جھگڑا کے میری طرف سے بدظن کر دیا حالانکہ جو جرم مجھ پر عائد کیا جاتا ہے اُس سے میں محض بری ہوں۔ شاہ (ایک منٹ کے بعد) ہاں ہم سمجھے اچھا تو تم وہ حاجی بابا ہو مبارک پھر آیا یہ کون تھا جس نے یہ فعل کیا حکم ہو چاہے نائب ڈپٹی ہو دو دنوں میں سے تو ایک ہونا ہی چاہیے (مجتہد کی طرف مخاطب ہو کر) کیا یہ بات نہیں ہے اور ذرا عبد القاسم کہ شاہ کی تمام نیکیاں سیر یاد رکھیں اور ذرا بھی اُسکا پاس لحاظ نہ لو۔

مجتہد۔ ہاں درست ہے حضور کے مبارک کی قسم عموماً ایسے عورت و مرد کے قدم
میں توسیع ہی بولا جاتا ہے۔

شاہ لیکن اس میں ہمارا پاک مذہب کیا حکم دیتا ہے۔ شاہ کی ایک لونی ہاتھ سے
جاتی رہی اور خونہا تو چاہے کیسی ہی بہت اور کم درجہ کی مخلوق ہو اسکی یعنی ضرور ہے۔
یہاں تک کہ روسیوں اور فرانسسیوں کی بھی خونہا ہوتی ہے۔ تو پھر ہم اپنی نیکیاں
ایک طبیب یا ایک ڈپٹی جلاو کے واسطے کیوں چھوڑیں۔

مجتہد۔ یہ حضور کا فرمانا درست ہے کہ خونہا سب کی ہی مینی چاہیے اور خدا
کی کوئی مخلوق بھی اس سے کمتر اور گئی گذری نہیں ہے کہ اسکی خونہا نہ لی جائے۔
لیکن اسے عالم پناہ اور اسے مظلومین کی فریاد کو پہنچنے والے آخر بخش گناہ
کی نظر بھی تو ایک مظلوم اور سیکس مخلوق کی طرف کرنی فرض ہے جسکی نسبت
ہمارے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو سخت تاکید
فرمائی ہے تو اسے شاہ اپنے پیارے نبی کی بجا آوری احکام کا اس سے بہتر اور
کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا تو اب اسکی خطا کو بخش اور اسکے خون کو معاف کر اسکا اجر
شاہ شاہان تجھے روز جزا ملے گا۔

شاہ۔ بہت خوب (میری طرف متوجہ ہو کر) مخلص (ایک زور کی آواز میں)
خوب سمجھ لیجیو کہ تجلو اس ولی خدا کے صدمے میں رہائی ملگئی۔
جب مجتہد کی طرف اشارہ کیا تو اسکے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ تم آزاد ہو۔
اور اب تم بہت اچھی طرح سے آفتاب سے فوائد حاصل کر سکتے ہو۔ برو۔ اپنی آنکھوں
کو کھولو اور پھر کبھی ہمارے آگے کھڑے نہو نا۔

دوسری جلد ختم ہوئی

تیسری جلد

پہلا باب

حاجی بابا کا اصفہان پہنچنا اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفیل میں شریک ہونا
میں نے روانہ ہونے کے لیے حکم ثانی کی بھی راہ نہیں دیکھی۔ اول ہی حکم ہوتے ہی
جو میں چھو ہوا تو میں نے پھر کے بھی نہیں دیکھا کہ مقبرہ کمان رہ گیا اور مجا در کمان رہ گئے
کوم اور اُس کے مجا در دن کو چھوڑ کے سیدھا اصفہان کی طرف روانہ ہوا کچھ ٹکے
میری گانٹھ میں موجود تھے جس سے راستہ میں میں اپنی خوراک خرید سکتا تھا۔ اور
کاروانسرا میں کسی کو نے میں پُرجانے کی بھی مجھ میں قدرت تھی۔ یعنی پیسہ کا فترتی
کے ہاتھ میں رکھا اور ادھر ادھر سرسرا میں لڑھک رہے۔ اس جوانی میں مجھے دنیا
سے سخت نفرت ہو گئی تھی اور بہت ہی برداشتہ خاطر ہو گیا تھا اگر کچھ مدت مجھے کوم
میں اور بھی رہنے کا اتفاق ہوتا اور جس طرح سے کہ میں نے اپنا طریقہ وہاں اختیار کیا
تھا کیے رکھتا تو حق تو یہ ہو کہ اپنی زندگی کا باقی ماندہ حصہ میں مرزا عبدالقاسم کی غلط
پر صدقے کر دیتا اور ہرگز وہاں سے دراز نہ نکلتا۔ اور ہمیشہ اپنے سکوت اور سختی سے
جو اپنے اوپر جھیلتا تھا دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ لیکن ”مادر چہ خیالیم
فلک در چہ خیال۔“

یہاں طبیعت کی یہ حالت ہونے کو تھی وہاں قسمت میرے لیے کچھ اور ہی
سامان کر رہی تھی اس وقت تک بھی زندگی کا میدان میرے لیے کشادہ تھا اور
میری زندگی کے خنک تیز گام نے ابھی تک نصف جست بھی نہ لگائی تھی جس سے وہ
مجھے ایک متقل زندگی میں رہنے کے لیے مانع آتا۔

میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جس قدر مجھے مصیبتیں پڑیں بلکہ اس سے اور بھی زیادہ پڑتیں تو میں اُسکے لائق تھا اسیلئے کہ میں نے اپنے پیارے والدین کو بالکل دل سے بھلا دیا تھا۔

میں نے اپنی طرف خود مخاطب ہو کے کہا کہ میں بہت ہی کمبخت اور بد نصیب بیٹا ہوں جب خدا نے مجھے حکومت وغیرہ سب کچھ دی تھی اور میں اپنی شہرت اور بڑی نیکنامی سے بہت فخر کرتا تھا افسوس میں اپنے غریب حجام باپ کو اصفہان میں بھول گیا اور ذرا بھی بھولے سے بھی وہ مجھے کبھی یاد نہیں آیا۔ اب مجھے مصیبت آگے پڑی تو میری ہستی کے سبب وجود مجھے یاد آئے میرے اسکول ماسٹر کا ایک مقولہ جو وہ عربی میں اکثر کہا کرتا تھا مجھے یاد آگیا وہ کہا کرتا تھا کہ ایک پرانا دوست اگر تمہارے پاس حاتم کے بھی خزانے ہوں جب بھی تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکتا "خدا ملے تو ملے آشنا نہیں ملتا" تو اے نوجوان بچہ تو اس بات کو خوب یاد کر لے اور خوب اپنے دل میں سمجھ لے کہ تیرے پرانے دوست اور بھی خواہ صرف تیرے والدین ہیں۔

جون جون میں یہ کہتا تھا کہ کیا میرے والدین اب بھی خیال کرتے ہونگے کہ انکا کوئی بیٹا ہو۔ میرے دل میں الفت و محبت کا جوش بل کھاتا ہوا اٹھتا تھا۔ اور انشاء اللہ اگر میں گھر پہنچ گیا تو وہ ضرور طعن و تشنیع اور چشم نمائی کرینگے مگر پاس اب رکھ کر بہت ہی آہستہ سے ایک آواز میرے کان میں آئیگی کہ تو بہت مدت سے غائب ہا اسوقت اسی غم و الم کا نشان جو زینب کے قتل ہونے اور طہران چھوڑنے پر ہوا تھا پھر میرے دماغ میں چلکر کھانے لگا۔

جب میں نے کلاہ قاضی کے بہاڑ کی چوٹی دیکھی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اصفہان قریب آگیا تو اب جو جو قدم اٹھاتا ہوں مجھے اندیشہ ہوتا جاتا ہے کہ دیکھیے میں اپنے کینے کو کس حالت میں دیکھتا ہوں۔ دیکھیے میرا پرانا استاد بھی زندہ ملتا ہے

دیکھتے میرا پڑوسی جلوانی بھی زندہ ہو گا جس دکان سے جب میرا باپ حجامت بنانے کے بعد پیسے دیا کرتا تھا تو میں مٹھائی مول لیا کرتا تھا۔ اور دیکھتے میرا دوست دربان جس سے ترکمانوں کے حملے کے وقت میں نے دھوکا دے کے دروازہ کھلوا لیا تھا آیا اسکی زندگی کا دروازہ بند ہو گیا یا ابھی کھلا ہے۔

میں اپنا راستہ ان ان خیالات سے طر کرنا چلا آتا تھا کہ مجھے سامنے سے صفیان کے بیٹا رکھائی دینے لگے۔ یہ بیٹا رے دیکھ کے میرا دل مارنے خوشی کے پھول گیا کہ خدا نے اتنی اتنی مشکلات کے بعد مجھے پھر میرے وطن کی بخیر دعا فیت صورت دکھائی۔ ”

اللہ الحمد کہ پھر اپنے وطن میں آئے۔

میں یہاں نماز ادا کرنے کے لیے ٹھہر گیا۔ پھر میں نے ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے پتھر پر رکھا۔ اور پھر میں یوں التجا کرنے لگا۔

اے مفضل علیؑ شیر خدا حیدر کر اگر آپ کا یہ بندہ عاجز اور غلامان غلام پھر کچھ ^{نظمت} تمام اپنے وطن مالو قہ کو پہنچ جائیگا تو آپ کی نیاز کی ایک بیٹھڑ فوج کریگا اور اسکا پلاؤ بکا کر اپنے دوستوں اور کنبے والوں کو کھلائیگا۔

جب میں شہر کے باہر کے کوفوں کی طرف چل رہا تھا تو کوئی مقام ایسا نہیں تھا جسکو میں نہ جانتا ہوں اب میں شہر میں داخل ہو کے محراب بازار دون اور پیدار شاہراہوں میں گزرا تو ابھی راستہ میں کوئی غلطی آکر واقع نہ ہوئی یہاں تک کہ میں نے اپنے کو اپنے باپ کی دکان اور کاروان سرا کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا۔

میرے باپ کی دکان کا دروازہ بند تھا۔ اور اس کے کام کا ادھر اُدھر سان و گمان نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کے میں سکتہ میں بہت دیر تک کھڑا رہا آخر پھر میں آگے بھا کیونکہ میرا یہ دیکھتے ہی مانتا تھا تھا کہ خدا خیر کرے ضرور یہ صورت کچھ بُرائی کی خبر دیتی ہو مگر پھر مجھے خیال آگیا کہ یہ صبح جمعہ ہے۔ آج کے دن تو اسوقت دکان بند ہی

ہوتی ہو۔ اور غالباً میرا باپ اپنے زمانہ پیری میں یہ گفتے ضرور عبادت خدا میں صرف کرنا ہوگا۔

مگر کاروانسر کھلی ہوئی تھی۔ اسکی توجھے وہی صورت نظر آئی جو میں پہلے ہمیشہ دیکھا کرتا تھا۔ اسباب کے گٹھڑ کے گٹھڑ ادھر ادھر دھیر لگے ہوئے تھے اور ایک طرف خچر اونٹ اور انکے ہانٹنے والے بیٹھے ہوئے تھے۔ آدمیوں کے غول کے غول مختلف صورتوں اور شاہتوں کے موجود تھے بعض تو یوں ہی بیٹھے ہوئے تھے بعض کچھ بات چیت کر رہے تھے اور بعض بے اعتنائی سے ادھر ادھر نگران تھے اور بعض جلدی جلدی آتے تھے اور جاتے تھے جن کے چہرہ دن سے ہوشیار سی ہستی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب چیزیں انکی نگاہ میں ہیں۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں حلوائی جو میرا بچپن کا دوست تھا نظر پڑ جائے لیکن میں یہ دیکھ کے کہ اسکی دکان بند ہو چکا ہوتا کہ اسنے میں میری نگاہ اسکے چہرے پر پڑی کہ جو سامنے حقہ کو لے کے اپنی حلیم سلگانے کے لیے آگ تلاش کرتا پھرتا تھا۔

اسکا سر اسکے دھڑین بالکل غوطہ کھا گیا تھا اور اس زمانے میں جب میں نے اسے دیکھا تھا اس سے بہت ہی زیادہ چھاتی پر جھکا ہوا تھا۔ اسکے جھکے ہوئے گھٹنوں سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ عمر گزرانے نے اسپر اپنا پورا جلوہ کیا ہو یعنی اسکی صورت سے یہ پایا جاتا تھا کہ یہ اتنی عمر کا ہو۔

جب میں نے اسکی طرف قدم اٹھایا تو میری زبان سے یہ نکلا کہ کیا یہی علی محمد ہو یہ وہی ناک ہو جو ہزاروں میں ایک ترچھوان ہو اور میں نے ہی تو اسکے نیچے کے گلچھون کی حجامت بنائی ہو۔

جب میں نے اسے اپنا وہ ہمیشہ کا سلام علیکم کیا وہ اپنا حقہ پیتا رہا اور اس نے ادب نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا کیونکہ اسے اچھی کے ساتھ ذرا بات چیت کرنے کی

اتنی عادت نہیں تھی۔

مین۔ اے علی محمد کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا۔

علی محمد۔ (اپنی بناسی آنکھ اوپر اٹھا کے) دوست یہ کاروانسرے تصویر عالم
ہو آدمی اس میں آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اسے کچھ بھی مقصد نہیں ہو۔ پھر میں تم سے
کیونکر آگاہ اور واقف ہوں۔

اصل یہ تھی کہ علی محمد کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور اُسکی قوت یاد میں فرق آگیا تھا۔
مین۔ لیکن یقیناً یہ تو تھیں یاد ہو گا کہ حاجی بابا اچھوٹا سا حاجی بابا جو تھاری
حجامت بنایا کرتا تھا اور تھاری دارھی اور چٹھے درست کیا کرتا تھا۔

دربان۔ خدا تو وحدہ لا شریک ہو (لیکن بہت ہی حیرانی کے ساتھ) کیا واقعی
تم حاجی بابا ہو آہ اے میرے بیٹے مدت سے تیرنی جگہ خالی تھی۔ آخر تم آگئے۔ بہت اچھا
منقبت بہ مرفضی علیؑ مگر اے پیارے تیرا مغز باپ اپنے لڑکے کے فراق میں آخر کار اس
جہان فانی سے دم توڑ رہا ہے اور اُسکے ہر دم پر دم واپسین کا شک ہوتا ہے۔

مین یہ کیا۔ آپ اتنا مجھے بتا دیجیے کہ وہ کہاں ہو اُسکی دکان کیون بند ہو آپ اُسکی
موت کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

دربان۔ ہاں حاجی بابا بس جو اُسے حجامت بنائی تھی وہ آخری تھی۔ اب تم
ایک لمحے کا بھی توقف اُسکے گھر جانے میں نہ کرو۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اسکی نیارت
دنیا سے الوداع کہنے سے پہلے کر لو گے اگر خدا نے چاہا تو میں بھی بہت جلد اُسکا ساتھ
دوٹا کیونکہ دنیا ایک بہت ہی بیہودہ اور واہیات مقام ہے۔

مجھے کاروانسرا کا دروازہ کھولتے اور بند کرتے پچاس برس کا عرصہ گزر گیا
لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری تمام خوشیاں خست ہو گئیں میری گنجیوں میں
اب تک رنگ دروغن باقی ہے لیکن مجھ کو بھونپو نہ لگ چکی۔

مین جلدی سے اپنے باپ کے مکان کی طرف روانہ ہوا تو مین نے دروازے پر دیکھا کہ دو ملائے ٹال ٹال کر رہے ہیں۔

مین نے اپنے دل میں خیال کیا کہ تم اسی پرندہ بہت بُرے فگن ہوں شاید تجھیز و تکفین کا سامان ہو رہا ہو قطعی بیان موت ہو چکی۔

مین سیدھا کسی طرف بغیر نظر اٹھائے مکان میں گھسا چلا گیا مین نے دیکھا کہ میرے خاص دالان میں کثرت سے لوگ جمع ہیں اور ایک بوڑھے شخص کو آنکس میں ایک بستر پر لٹا دیا ہے جب پاس سے جا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ میرا بوڑھا باپ ہی لیٹا ہوا ہے اور دم توڑ رہا ہے۔

کسی شخص نے بھی مجھے نہیں پہچانا چونکہ ایران میں یہ قاعدہ ہے کہ میت کے گھر میں چاہے جو کوئی اجنبی شخص چلا جائے تو اس سے یہ دریافت نہ کرینگے کہ تو کون ہے اس لیے مجھ سے بھی کوئی خبر نہ ہوا ایک طرف طلبیب بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک بوڑھا شخص دوڑا نو سرھانے کی طرف بیٹھا ہوا معلوم ہوا مین نے پہچان لیا کہ یہ وہ میرا پہلا معلم ہے وہ اپنے مرتے ہوئے دوست سے تسلی بخش باتیں کر رہا تھا اور وہ باتیں یہ تھیں۔

افسردہ خاطر نہ ہو۔ اگر خدا نے چاہا تو ابھی دنیا میں اور بھی تم اپنی زندگی گننے گزارو گے ابھی تو تم اپنے بیٹے حاجی بابا کو دیکھو گے۔ دیکھو حاجی بابا ابھی حسین آجائے ہو لیکن چونکہ یہ ایک واجب اور خوش قسمت کام ہے کہ تم صرف اپنی عرضی سے اپنا کوئی وارث منتخب نہ کرو کچھ آئیں مبراہی نہیں ہو۔ اگر تمھاری ہی خواہش ہو تو ابھی اپنا وارث کسی کو بنا لو میرا باپ۔ افسوس حاجی نے تو ہمیں چھوڑ دیا اب بھلا مین اُسے کہاں دیکھ سکو گا اس میں تو کچھ اب ایسی شخصیت سمائی ہوگی کہ وہ اپنے غریب والدین کا خیال ہی کیوں کرنے لگا اور وہ اس قابل کہاں ہے کہ اب مین اُسے اپنا وارث بناؤں۔

یہ پیر اثر اور دردناک باتیں میرے جگر کے پار ہو کر نکل گئیں اور میرے حجرِ مرج

اور خستہ قلب پر اتنا اثر کیا کہ اب میں اپنے کو زیادہ دیر چھپانہ سکا اور میں بہت اضطرابی کی حالت میں بول اُٹھا کہ حاجی یہیں موجود ہو حضور کی قدمبوسی کے لیے حاجی آیا ہو۔ میں ہی ہتھارا بیٹھا ہوں۔ آپ اسے برطرف نہ کیجیے۔

یہ کہہ کے میں بسترے کی طرف دوڑا تو ہوا اور میں نے مرتے ہوئے باپ کے ہاتھ کو چھاتی پر سے اُٹھا کر بوسہ دیا اور میں نے بہت ہی سخت واویلا اور آہ وزاری کی اور خون کے آنسو بہائے۔

یہ دیکھ کے تمام لوگوں میں ایک تحریک سی پھیل گئی بعض تو کچھ مایوس سے معلوم ہوئے اور بعض کچھ ناراض ہوئے اور سب پر ایک حیرت چھا گئی۔

میرا باپ جبلی آنکھیں قریب قریب بند ہی ہو چکی تھیں جب اُسکے کان میں یہ بھٹک پونجی کہ حاجی بابا آیا ہو تو اُس نے اس خوشی میں بہت ہی مشکل سے میری صورت دیکھنے کے لیے آنکھیں کھولیں۔ اور اُس نے اپنے کنبکناپاتے ہوئے دونوں ہاتھ ملا کر یہ کہا الحمد للہ میں نے اپنے چیتے بیٹے کو دیکھ لیا اور اب میرا وارث بھی پیدا ہو گیا۔ پھر میری طرف محاط ہو کر کہنے لگا۔

اے میرے بیٹے کیا یہ تم نے اچھا کیا کہ اتنے برس مجھ سے فراموشی اختیار کی۔ پیارے اس سے پہلے تم کیوں نہیں آئے۔

یہ کہہ کے وہ بیہوش ہو گیا اسوقت کی خوشی نے اُسے اُس دم داپسین میں بھی اتنی فرصت دے دی تھی کہ اُس نے آنکھ کھول کر دیکھا اور کچھ الفاظ زبان سے کہے لیکن پھر وہ غوطہ زن ہو گیا۔

میرا چڑانا استاد (مجھے پہچان کر) ٹھہر و حاجی اسے خود ہوشیار ہو جانے دو ابھی یہ اپنی مرضی اور بھی ظاہر کرے گا۔

ایک کم سن لڑکا (میری طرف دہشت کی نگاہ سے دیکھ کر) ہان ہان ہم ابھی یہی

دیکھ رہے ہیں کہ آیا یہ حاجی بابا ہی ہو یا نہیں۔

بچھے مجھے معلوم ہوا کہ یہ میرے باپ کی پہلی بیوی کا لڑکا ہے اور وہ اس امر کا امیدوار تھا کہ ملک کے بہت بڑے حصے کا مین مالک بنوں جب میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے جو وہاں کھڑے ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ یہ سب میری سوتیلی ہی ماں کے کہنے کے لوگ تھے کہ میرے باپ کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن صرف میں نے سب کے ارادے کو توڑ دیا۔

وہ سب اس بات میں مشتبہ تھے کہ آیا یہ حاجی بابا ہی ہو یا نہیں۔ اگر وہاں میرا چرانا استاد نہ ہوتا تو وہ مجھ کو شاید بالکل ہی اڑا دیتے۔

مگر جس قدر یہ شبہات تھے سب ایک ہی بات سے رفع ہو گئے اور وہ بات یہ تھی کہ جب میری ماں نے سنا کہ میرا بیٹا حاجی آگیا ہے تو بھلا اُسے کہاں تاب تھی وہ پھڑکتی ہوئی اندرون سے نقاب اٹھائے ہوئے باہر نکل آئی اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے یہ کہہ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ ہاں میرا بیٹا کہاں ہے۔ اے حاجی میری صبح بیٹا تو کہاں ہے۔

جون ہی میں نے اپنے کواٹسکے آگے ظاہر کیا بس دیکھتے ہی وہ میرے گلے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور جس قدر آثار شفقت مادی کو سزاوار ہیں اُسکی ہر ہر بات سے عیاں تھے اور یہ حالتیں سوائے ایک پیاری اور چیتھی ماں کے کسی کو نصیب نہیں ہوتیں میرے باپ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی غرض سے طبیب نے ایک یا قوتی تجویز کی کہ یہ اُسکے حلق میں ٹپکاؤ۔ جب اس مرتے ہوئے پر امید باپ کو اٹھانے لگے اور اُسکے افسردہ جسم پر کچھ حرکت پہنچی تو یکایک اُسکو چھینک آئی جو حاضرین کے خیال میں بہت بڑا شگون سمجھا گیا۔ اسپر کوئی شخص بھی یہ جرأت نہ کر سکا کہ جب تک کامل دو گھنٹے نہ گزر جائیں اُسے دوائی دے۔ اسیلے دوائی یوں ہی کی یوں ہی =

پیالے ہی میں رکھی رہی۔

جب دو گھنٹے کامل گزر گئے تو پھر دوائی کے دینے کی تجویز کی گئی لیکن جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اُسکی روح عالم باقی میں جا چکی تھی۔ حاضرین دیکھ کے بہت ہی خوف زدہ ہوئے اور اُن لوگوں کی مایوسی اور ناامیدی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ جنکو یہ اُمید تھی کہ یہ مرنے والا شخص ضرور ہی کچھ اپنی مرضی اور بھی ظاہر کرے گا۔
 بوڑھا اُٹھا۔ اُٹھو اور اپنی مرضی ظاہر کر دو ہم لکھنے کے لیے موجود ہیں۔

یہ کہہ کے اُس نے میرے باپ کا سر اٹھایا وہاں وہ کبھی کا حضرت غزائیلؑ کا شکار ہو ہی چکا تھا روئی کے گالے کو پانی میں بھگو کے اُسکے منہ میں چھڑا اور اُسکے پیسے بہت ہو شکاری سے قبلہ کی طرف پھیر دیے گئے۔ جب یہ قطعی معلوم ہو چکا کہ اب اس کی زندگی کی کوئی رستہ بھی باقی نہیں تو بوڑھا اُٹھا سر ہانے بیٹھا ہوا قرآن شریف بہت ہی لہک لہک کر پڑھنے لگا۔ ایک رومال کو تکر کے تو اُسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا اور ایک رومال ڈوھاٹے کی طرح سے اُسکے سر پر باندھ دیا تھا اور دونوں انگوٹھے باہم مضبوط کس دیے گئے تھے اُسوقت جس قدر لوگ کھڑے ہوئے تھے سب کلمہ شہادت پکا ر پکار کے پڑھ رہے تھے اسی درمیان میں ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا اُسکے سر پر رکھا گیا۔

یہ سب باتیں ہو گئیں۔ اب جس قدر کہ اُسکے دوست تھے اور جتنے رشتہ دار تھے سب جمع ہو گئے اور اُسکی بخش کو مرکز بنا کر آہ فزاری اور ماتم کرنا شروع کیا وہ دو گھنٹے تک کھڑے رہے اور کچھ ہون کہ باہر دروازے کے منڈلاتے پھرتے تھے اب وہ اپنا فرض پورا کرنے لگے مکان کی چوٹی پر کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے قرآن شریف کی آیتیں زور زور سے پڑھنی شروع کیں اس سے یہ غرض ہو کہ عام میں روشن ہو جائے کہ فلان مریض چل بسا۔

ما تم وآہ وزاری سب میں پھیل گئی تھی۔ جب اس نالہ و بکا کی آواز میں عورتوں کے کان میں گئیں جو پاس ہی کے ایک درجہ میں بیٹھی ہوئی تھیں انھوں نے بھی اُسی طریقے سے پیننا اور بیان کر کر کے رونا شروع کیا۔

میرا باپ اپنی حلیم الطبعی اور مدروت و اخلاق سے ہر کہ دمہ کا پیارا تھا اور سب سے عزیز رکھتے تھے لیکن میری ماں جو ایسے موقع پر ایک خاص نام کُن اور تمام تجویز و تکلیف کی رسم ادا کرنا یہ اُسی کا فرض تھا اسکی بھی بہت سی عورات سے شناسائی تھی اس لیے پورا مجمع لیے ہوئے وہ بھی ماتم کر رہی تھی اسوقت میرے باپ کی نعش پر اس قدر لوگ ماتم کنندہ تھے کہ کسی خان کو بھی اپنی موت میں یہ سامان میسر نہ ہوا ہوگا۔

میری اگر پوچھو تو ایک عجیب حالت تھی زمانے کے ہچکولوں سے پہلے ہی شکستہ ملی اور خستہ خاطر ہی نے میری طبیعت میں اپنا گھر کر لیا تھا۔ اور پھر اس خون آلود دل پر اور بھی یہ ایک چرکا لگا۔ ”اور چرکا دیا جلا دے جاتے جاتے“

خدا کی پناہ۔ گویا اگر اصلی ماتمی تھا تو میں تھا جسکو ایک لمحہ بھی اسی فرصت کا نہ ملا جو اپنے پیارے باپ سے ایک مدت کے بعد تو کچھ باتیں کرتا۔

ایک صحبت نہ میسر ہوئی تنہائی کی جی کی جی ہی میں رہی تیرے تنہائی کی

میں اپنا سر پکڑے ہوئے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا اور سخت نالہ و بکا کر رہا تھا میری وہ آہ وزاری نہ تھی جو اور حاضرین کی طرح سے بناوٹی ہوتی بلکہ اصلی آہ وزاری تھی جسے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ کہ اتنے میں میرے پاس ایک نہ ہی شخص آیا اور اُس نے کہا حاجی بابا یہ کیا کر رہے ہو تم نے اب تک اپنے کپڑے نہیں پھاڑے اس سے کیونکر معلوم ہوگا کہ تم اُسکے چاہتے بیٹھے ہو اگر تم کہو تو اس رسم کو میں ادا کر دوں۔ میں نے اُسے اجازت دی کہ یہ ادھر کا کپڑا تو پھاڑ ڈالو لیکن میرا کوٹ نہ پھٹے۔

جو کچھ اُسے چاہا وہی مین نے اُسے کرنے کے لیے اجازت دیدی اُس نے یہ
منستے ہی جھڑ جھڑ میرا کوٹ سلامت چھوڑ کر اوپر کا کپڑا جو چار انچے لٹک رہا تھا بھاڑ ڈالا
اور اُسے یہ بھی ہدایت کی کہ اس امر کی بھی رسم ہوتی ہو کہ سرنگار ہے اور پانچون برس
ہوں۔ غرض کل باتیں ختم ہونے کے بعد تندرین ہو گئی۔

جو کچھ اُسے کہا اور ہدایت کی تھی مین نے اُسی طرح سے ہر ایک بات انجام دی
اور لوگوں کا بعد ازاں اس مین اطمینان کر دیا کہ مین ایک نہایت ہی عمدہ مامی
کی نظیر ہوں۔ میری ماں کے غم کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ اُس نے اپنے تمام بال بچ
ڈالے تھے۔ اُسکا سر ایک سیاہ دوشالے میں لپٹا ہوا تھا اور جبوقت نہایت دردناکی
سے اپنے خاوند کا بیان کر کر کے روتی تھی سامعین کے جگر پھٹتے تھے۔

اُسوقت تمام ہسائے۔ جان انجان اشخاص ملاؤں کو گھر کی چھت پر آواز بلند
قرآن شریف پڑھتے ہوئے سُکر غول کے غول جمع ہو گئے اُن کیونکہ صرف قرآن شریف ہی
سننے سے اُنھیں یہ معلوم ہو جاتا ہو کہ مریض مر گیا۔ انہیں سے بعض تعزیت یعنی تسلی دینے
کی غرض سے بھی آئے تھے جو اپنی عمدہ تقریر سے رونے والوں کو صبر دیتے
جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ”تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہو“ میرا
پرانام استاد جو کہ اصلی تعزیت کرنے والا تھا اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے پاس
بیٹھ گیا اور مجھے مفصلہ ذیل ہدایتیں اور نصیحتیں کیں۔

”ہاں آخر کار تمھارے والد کا انتقال ہو گیا۔ ایسا ہی ہونا تھا۔ کس قدر صدمہ ہو چکا
ہو کیا مرگ سب چیزوں کی انتہا نہیں ہو۔ وہ پیدا ہوا۔ پھر اُس کے ہاں بٹیا بھی ہو اور پھر
اُس نے اپنی عمر بسر کی اور مر گیا۔ اس سے زیادہ اور کون کر سکتا ہو۔ اب تم اس
دنیا میں اُسکی جگہ سنبھا لو۔ تم ایک ہونہار جوان ہو اور لاکھوں آدمیوں میں سے
تم پر سب سے زیادہ یہ چشمداشت ہو سکتی ہو کہ تم اس سرسبز کھیتی کو پورے طور سے

پکاؤ گے اور پھر اس نچتہ اناج کو کاٹ کر اس سے منفعت اٹھاؤ گے۔ اب تم کیا اس شخص پر رونا چاہتے ہو جو خوش نصیب ہو چکا۔ بجائے حجامت بنانے کے اب وہ دو حوروں کے بیچ میں بیٹھا ہوا ہو گا اور شہد اور دودھ پیتا ہو گا۔ اب تم کیا اسپر آہ و زاری کرنا چاہتے ہو یا ان اگر رو تو اس بات پر رو کہ افسوس تم وہاں نہیں ہو تم اگر سب باتوں پر خیال کرو تو محققین معلوم ہو کہ واقعی یہ مقام گریہ نہیں ہو بلکہ خوش ہونے کی جگہ ہو یا ان یہ امر قابل گریہ و زاری تھا۔ اگر وہ مسلمان نہ تھا اور بے ایمان ہوتا۔ اگر وہ ایرانی نہ تھا۔ اگر وہ اسلام کا قانونی فرزند نہ تھا اُسے تو مرتے وقت کلمہ طیب زبان سے نکالا اور جنت میں پہنچ گیا یہ سب باتیں بہت ہی خوشی اور شادمانی کی ہیں۔ غرض اسی طرح کی باتیں کر کے وہ چلا گیا اور مجھے نوحہ کنان گروہ کے ساتھ نالہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

وہ اشخاص جنکو مردہ شوکتے ہیں اندر بلائے گئے اُنکے ساتھ ایک تابوت تھا جس میں مردہ رکھ کے دفن کرنے کے لیے لیجاتے ہیں مجھ سے اس امر میں صلاح لی گئی کہ آیا جنازے پر کوئی دوشالہ چادر بٹھینی یا اور کچھ کپڑا بٹریگا۔ یہ گویا مغز لوگوں میں بہتور ہوتا ہے کہ مردے پر ڈال دیا کرتے ہیں اور وہ قبر تک یوں لیجا یا جاتا ہے۔ لیکن میں نے اس امر کو اپنے پرانے استاد بوڑھے ملا پر سخم رکھا اُسے یہ سنتے ہی فوراً کہا کہ عام میں اُسکی عزت بڑھانے کے لیے زیبا ہو کہ اسپر دوشالہ ڈالا جائے غرض یہ امر طریا گیا نفش باہر نکالی گئی اور اب غسل کے لیے تیاری ہوئی۔ نہلانے والے اپنے کام میں متعہدی سے مشغول ہوئے۔ پہلے نفش کو صاف ٹھنڈے پانی سے دھویا اور پھر کھلی سے دھواٹ کی گئی تاکہ اور کا ذوق کفن میں لپٹا گیا۔ اور اس طرح سے تکفین ہو کر تابوت میں رکھی گئی اور پھر قبرستان کی طرف لوگ لے چلے۔

وہ لوگ جو کثرت سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ ہم ہی اپنے کا ندھوں پر

تا بوت کو قبرستان تک اٹھائے لیے چلین اور ہر تنفس اسکی خواہش کرتا تھا یہ اس بات کا کتنا ثبوت تھا کہ وہ میرے باپ سے بہت ہی محبت کرتے تھے۔ اجنبی اشخاص بھی جو کا ندھا دنیا ایک قابل بیع کام سمجھتے تھے راستہ چلتے چلتے دور تھے اور دو چار قدم کا ندھا وے دیتے تھے۔ اور جب یہ جنازہ مدفن تک پہنچا تو لوگوں کا جمع بہت ہی کثرت سے تھا۔

میں بھی کچھ دور کے فاصلے پر غش کے ساتھ ساتھ اس گروہ میں جا رہا تھا جو اپنے کو اس کا رشتہ دار اور دوست کہتے تھے۔ پھر ملا جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوا سب لوگ جمع ہو گئے محلو بہت ہی قریب بلایا اور خانے کو زمین پر اتروانے کے لیے کہا۔ ملا کے آگے ایک کپڑا بطور جنازہ کے بچھا یا گیا اور اسے نماز پڑھانی پھر میں نے اور کئی لوگوں نے ملے جنازے کو قبر میں اتارا اس وقت ملاؤن نے بارہ اہاموں کے نام لیے اور پھر کچھ پڑھا گیا اور اس کے بعد قبر بند کر دی گئی۔ پھر سب لوگوں نے الحمد للہ پڑھی۔ پھر قبر پر چھڑکاؤ کیا گیا اور تمام لوگ پھرتونی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

اب مجھے بھی لوگوں نے کام کاج کرنے کے لیے شریک کیا۔ میں ہی تو اس واقعہ جانکاہ اور سانحہ اندوہ والہ میں ایک خاص شخصیت کا شخص ہو گیا تھا۔ میرے ہی دماغ کے قلعہ پر افواج غم و آلام نے تاخت و تالیج کی تھی۔ افسوس۔ (اپنے دل کی طرف مخاطب ہو کر) وہ دینی عہد و پیمان جو میں نے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام سے شہر کے منارے دیکھ کر کیا تھا ضرور پورا کرنا چاہیے اس کے موافق میرا مطلب حاصل ہوا ہوا یا نہ ہو۔ مجھے بہت ہی دلیری اور بے جگری سے خرچ کرنا چاہیے ورنہ میں ایک نافطرقی بیٹا بنونگا۔ اس لیے جب میں گھر میں آیا تو میں نے اندھا دھند آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہ کہہ دیا کہ ہر شے بہت ہی

عہدہ اور نفیس طریقے پر انجام پذیر ہو۔

دو کمرے ایک مردوں کے لیے اور ایک عورت کے لیے مرتب ہوئے رواج کے موافق مجلو چونکہ مین خاص ماتمی تھا ان سب لوگوں کی دعوت کرنی پڑی جو مدفن تک ساتھ ساتھ گئے تھے۔ بیان مین اپنے پلاؤ اور اپنی اقرا شدہ بھڑ کو بھی نہیں بھولا تھا مین نے ملا بھی ٹھہرایے۔ اُن مین سے دو تو مردانہ کمرے مین قرآن شریف پڑھنے کے لیے بٹھائے اور تیسرا باقی ماندہ قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے لیے بٹھایا گیا۔ وہاں اُسکے لیے ایک چھوٹا سا ڈیرا بھی کھڑا کر دیا۔ عورت کے رواج کے موافق رونے پٹینے کی رسم تین پانچ سات دن اور ایک ماہ تک بھی رہتی ہو۔ مین نے پانچ ہی دن مین پوری کر دی۔ اس عرصے مین ہر ایک ششہ دار کھانا کھلاتا رہا۔ اس مدت کے اختتام ہونے پر چند بوڑھے مرد۔ اور عورتیں ہمارے ایمان ماتمی کپڑے سلوا کے لائیں۔ اُس دن مجھے پھر دعوت کرنی پڑی اور جتنے لوگ جمع تھے سب کو ایک ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھنے کو دیا گیا جب وہ پڑھ چکے تو یہ پاک مذہبی تقریب ختم ہوئی۔

اُسکے بعد میری مان مع اپنے چند رشتہ داروں اور مستورا توں کے جنسے اُسکا تقارن تھا۔ میرے باپ کی قبر پر گئی۔ اور مٹھائی اور خمیری روٹیاں بھی اپنے ساتھ لے گئی اور وہاں جا کے غزا کو تقسیم کر دیا۔ پھر وہاں سے روتی ہوئی اور نالہ دزاری کرتی ہوئی اپنے مکان پر آئی۔

تین دن کے گزر جانے کے بعد میری مان کی وہی دوست مستوراتین اُسے حام مین لے گئیں تاکہ وہاں غم کو کلیجے پر سے دھو ڈالے۔ اور یہی وقت گویا غم کے آخر ختم ہونے کا ہو۔ وہاں اُس نے نہادھو کر صاف کپڑے پہنے اور اپنے ہاتھ پیروں مین مہندی لگائی۔

اب یہاں زمانہ ماتم ختم ہوا۔ مجکویوں خوشی ہوئی کہ مین نے اپنے باپ کے کل کام سنبھال لیے اور اسوقت مجھے صاف اور شفاف میدان ملا جس میں قدمزن ہو کر مین اپنی آئندہ قسمت کو ٹٹولون۔

دوسرا باب

حاجی بابا کا اپنے باپ کی ایسی ملک پر قابض ہو جانا جو دریافت نہ ہوئی تھی لیکن حاجی بابا کا اسپر شبہ تھا۔

میرا باپ تو بغیر کسی وصیت کرنے کے مر گیا۔ ہاں البتہ مین بغیر کسی مخالفت کے اسکا وارث کہلانے لگا تھا۔

وہ لوگ جو میرے باپ کے مال کے وارث ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ انھوں نے میری مایوسانہ صورت دیکھ کر مجھے برا بھلا کہنا شروع کیا اور انھوں نے مجھے ایک کمبخت مشہور کیا اور یہ کہا کہ یہ ہمیشہ جنگل در جنگل پھرا ہی بدوؤں کے ساتھ رہا ہو بھلا اسکا کچھ ایمان کا سیکو ہو گا غرض یوں ہی خرافات بکا کرتے تھے اور اپنے جملے پھپھولے پھوڑتے تھے۔

چونکہ میرا ارادہ اصفہان میں رہنے کا تو تھا نہ مین تو مین نے چاہا کہ یہ جو میری حقارت کرتے پھرتے مین اور مجھے خواہ مخواہ بدنام کرتے مین تو مین انکو اسکا پورا فرہ چکھاؤں کہ نہ تو انھوں نے نہ انکے باپ نے کبھی یہ لذت چکھی ہوگی۔ کیونکہ اس قسم کی تکسین مجھے بہت کچھ آتی تھیں۔ اور وجہ یہ تھی کہ میری زندگی کا پہلا برس ایسے ہی خوشخوار گروہ میں گذرنا تھا۔

جب مین اور میری مان تنہا ہوئی مان تو وہ نگہ مین مان کہ جبکا سرتاج جاتا رہا اور بٹیا وہ بٹیا جبکا دامن لفت کے سائے مین پرورش کرنے والا عالم خموشان مین

جاسویا ہو تو ہم دونوں غمگین مان بیٹوں نے یہ گفتگو کی۔

مین۔ اے امان جان مجھ میں تجھ میں کوئی پردہ تو نہیں ہے تو مجھے قرب علی حسین کے تعلق کی بابت تو کچھ خبر ہے۔ وہ تم سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور تم پر بہت ہی فریفتہ تھے ضرور اپنی پوشیدہ جمع سوا تمھارے وہ کسی کو بھی نہ بتا گئے ہونگے۔

مان۔ (بہت ہی گھبراہٹ اور اضطرابی کی حالت میں) مین کیا جانوں بیٹا اس بات کی مجھے کیا خبر۔

مین۔ آپ ذرا صبر سے میری تقریر کو گوش گزار کر لیں۔ تم جانتی ہو کہ قانون کے موافق خوائسکا وارنٹ ہے اس پر اس کے قرضے کا بار پڑے گا تو پھر وہ ضرور ہی ادا کرنا ہو گا جو کچھ روپیہ تجھ پر تکفین میں اٹھا وہ بھی بہت ہی بڑھ گیا۔ اب میں تو بالکل خالی ہاتھ ہوں اگر مجھے وہ پوشیدہ بوجھ ہاتھ لگ جائیگی تو میری زندگی ہو جائیگی۔

یہ تو ایک امر ظاہر ہے کہ ان سب کاموں کے لیے روپیہ چاہیے یا اگر روپیہ نہ ہو گا تو میرا اور میرے باپ کا نام لوگوں میں معیشت ہو گا اس وقت میرے دشمن بھی مجھ پر غلبہ پائیں گے وہ ضرور دہشت مند ہو گا ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو زمانہ ساز گردہ بھلا اس درگی بسترے کو کیوں گھیرے رہتے وہ تو میرے آنے سے دفع ہوئے تو اے میری پیاری مان تو مجھے بتائے کہ نقد ہی کہاں رکھی ہوئی ہے اور اس کا قرض کس کس پر لینا ہے۔ اور جو کچھ ظاہر ہے انکھوں کے آگے رکھا ہوا ہے اس کے علاوہ اور اسکی کیا ملک ہے۔

مان۔ اے اللہ یہ کیا باتیں ہیں یہ تمھارا باپ ایک نیک شخص اور غریب شخص تھا نہ اس کے پاس زر نقد تھا نہ اور کچھ سامان تھا نہ روپیہ۔ بیشک صرف سوکھی روٹی کھانے کے لیے رکھی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس سچا رے کو آمد ہی کیا تھی جب بھی کوئی کاروان آتا تھا تو کثرت سے اسے چھامستیں لتا جاتی تھیں تو اس وقت تو ہم بلاؤ اور کباب کھاتے تھے لیکن جب وہ کاروان چلا گیا پھر وہی نوبت ہو گئی۔ اور

بھکاریوں کی طرح سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک روٹی کا ٹکڑا۔ ایک پنیر کا پُرزہ ایک پیاز کی گھٹی سا اور کچھ شوربہ پس یہ ہماری روزانہ خوراک تھی۔ اور ان ان حالتوں میں اسی پیارے بیٹے کیا یہ ہو سکتا ہو کہ تم مجھ سے روپیہ کے لیے پوچھو اور روپیہ بھی زر نقد شتاباش؟ این کار از تو آید و مردان چنین کنند؟

دیکھو یہ گھر تو جو جسکو تم دیکھ رہے ہو اور بخوبی جانتے ہو اُسکی دکان بھی مع سامان کے موجود ہو۔ تم ٹھیک ایسے وقت پر اسی میرے بیٹے پہنچے کہ اپنے باپ کے قدم بقدم ہو اور اُسکا کام سنبھال لو اور انشاء اللہ تمھارے ہاتھ خوش نصیب ہوں پھر بھلا یہ تنگی کا ہیکو رہیگی ایک ہی سال میں سب دلدہ پار ہو جائینگے۔

میں۔ بُرے ہی تعجب کی بات ہو۔ پچاس برس یا انسے کچھ اونچے گزرے کہ اتنے سخت اور شدید محنتیں کیں اور پھر اُسکے پاس کچھ بھی نہ نکلے تو اس بات پر میں کسی رمال کو بلوانا چاہیے۔

میری مان۔ ذرا بھونچکی ہو کر۔ رمال وہ کیا کام دے سکتے ہیں وہ تو یہ ہو کہ جب کہ میں چوری ہو جاتی ہو تو اُنھیں بلاتے ہیں۔ تم اپنی مان کو چور تو نہ بناؤ گے۔ کیا حاجی بناؤ گے جاؤ اپنے دوستوں سے اس امر میں صللح لو اور اپنے باپ کے دوستوں اور خصوصاً آخون سے۔

میں۔ اسی میری مان تو کیوں غلط بیانی کرتی ہو۔ غالباً آخون بھی نہیں جانتا کہ میرے باپ کی آخری خواہشیں کیا تھیں ہاں وہ یہ مجھ سے کہہ سکتا ہو کہ روپیہ اُسے چھوڑا ہو یا نہیں اور کہاں ملے گا۔

میں سیدھا اٹھا ہوا اُس بوڑھے آخون کو تلاش کرنے چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اُسی کہنے مسجد میں بیٹھا ہوا ہو اور اُسکے گرد شاگردوں کی جماعت موجود ہو جمین بنیں برس پہلے میں بھی تعلیم پاتا تھا۔

جون ہی اُسنے مجھے دیکھا خیر مقدم کہا اور سب شاگردوں کو خست کر دیا۔
میں۔ آہ ای آخون تم میری وارٹھی پہ نہ ہنسنا۔ میری خوش قسمتی مجھے
چھوڑے جاتی ہے۔

آخون۔ (اپنے دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے ہوئے) واللہ جو کچھ تو ہو وہ
تو ہی خوب جانتا ہو۔ (بھر میری طرف مخاطب ہو کر) ہاں ای میرے بیٹے دنیا کا یہی حال
ہی اور یہ ہمیشہ یوں ہی چلی جائیگی نہ کچھ چاہو نہ کسی شے کی تلاش کرو نہ بھاری کوئی خواہش
کرے گا۔ نہ تلاش کرے گا ورنہ انسان کا تو یہ حال ہے کہ جب تک مرنے کا سوقت تک بھی
اُسکے دل کی خواہشوں کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔

میں۔ آپ کتنے دن سے صوفی ہیں کہ اس قسم کی باتیں کرنے لگے جب میری بُری
قسمت مجھے کوم (قم) لے گئی تھی تو میں بھی اسی قسم کی باتیں کر سکتا تھا لیکن چونکہ اب میں
اور ہی مقام میں ہوں اس لیے اب یہ خیالات نہ ہونگے۔ اس کے بعد میں نے اسوقت
اپنے آنے کی غرض ظاہر کی اور اُس سے کہا کہ میرے والد کی پوشیدہ جمع کی اگر آپ کو
اطلاع ہوئے تو بتا دیجیے۔

یہ سنکر آخون ذرا کھٹکارا اور بڑا عقل و دانشمندی کا چہرہ بنا کر اور صد ہا قصین
وغیرہ کھا کھو کر وہی کہا جو میں اپنی ماں سے سنکر آیا تھا۔ اور اُس نے مجھے یقین لانے کی
کوشش کی کہ تیرا باپ ہرگز کچھ نقد نہیں چھوڑ گیا اور سامان کی بابت حاجی جو کچھ تم
پوچھتے ہو وہ بھاری آنکھوں کے آگے موجود ہے جسکو تم بخوبی جانتے ہو۔

میں نے اپنے دل میں کچھ مایوسانہ تفکر کر کے اپنا تعجب ذرا تیز نظروں میں ظاہر کیا
میں بخوبی واقف تھا کہ میرا باپ بہت ہی خوبی کا مسلمان تھا اور اُسکی عمدگی یہی
کہ منافع پر اپنا روپیہ لوگوں کو قرض دیتا تھا کیونکہ مجھے ایک حالت ایسی یاد آئی کہ
جب میں بہت ہی بچہ رہا تھا اور اسوقت یہ معاملہ ہوا تھا۔ اس بات پر پورا شبہ نہ رہا۔

ایک دفعہ میرے پہلے مالک عثمان آغا نے میرے والد سے بطور قرض روپیہ طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ اس قدر زیادہ سود دینگا۔ یہ سُنکر میرے والد نے سود لینے کا مسئلہ ایک کٹ ملا سے دریافت کیا اُسے کہ دیا کہ قرآن شریف میں اسکی سخت مخالفت آئی ہے اب یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا اُسے میرے باپ کے دلپر اثر کیا یا نہیں اور اُسے عثمان آغا کو روپیہ دیا یا نہیں دیا۔ لیکن یہ مجھے بخوبی یقین تھا کہ جب میرا باپ کوئی کام کرتا تھا شریعت کو طاق پر رکھ دیتا تھا اور ہرگز اُسے کبھی یہ راستہ ہی نہیں چلا جب چلا بے قانون شریعت مطلب یہ تھا کہ نفع ہو جس طرح سے پیدا ہوا تھا اسی طرح سے مر گیا اور خاصہ ایماندار مرا۔ کوئی بات بے ایمانی کی پائی ہی نہیں جاتی تھی۔

میں بہت ہی آزر وہ خاطر ہی سے اٹھکر سیدھا اُس مقام کی طرف روانہ ہوا جہاں میں نے اپنی زندگی کا پہلا حصہ گزارا تھا یعنی اپنے باپ کی دکان پر پہونچا اور راستہ میں یہ خیال کرتا جاتا تھا کہ آئندہ زندگی کیونکر گذارنی چاہیے اور وہ کونسا طریقہ اختیار کرنا زیبا ہو جس سے آئندہ قسمت درست ہو اصفمان ہی میں رہنا یہ تو محض بے سود تھا۔ کیونکہ مجھے اس مقام اور اس شہر کے باشندوں سے سخت ہی نفرت تھی تو اس خیال نے مجھے اس طرف متوجہ کیا جو کچھ چیز میری ہو اُسکو میں سنبھالوں اور سیدھا دارالخلافہ کی طرف چلا چلون۔ چلو چلو تو سہی جو کچھ کرے میرا مولیٰ کرے۔

وہاں آئندہ قسمت آزمائی کے لیے مجھے ہیدران ملے گا جس میں بخوبی راہ طریکوں مگر یہ تو سب کچھ تھا یہ خیال اب بھی میری طبیعت سے نسیا نہیں ہوا تھا کہ میرا باپ ضرور زرقہ چھڑھڑا ہو۔ اب مجھے اس امر کی کس قدر بتیابی تھی کہ تو بہ ہو۔ اپنے دل میں خیال کرنے لگا کہ سچو تو اس شہر میں کوئی جانتا نہیں روپیہ چال ہونے پر کامیابی ہو تو کیونکر ایک مصیبت میں جان ہو۔ دل میں آیا کہ چلو قاضی کے اجلاس میں مقدمہ پیش کرو جو کچھ ہو گا دیکھا جائیگا۔ یہ خیال کرتا ہوا میں اپنے باپ کی دکان کے

قریب پہونچا۔ سامنے وہی بوڑھا دربان کھڑا ہوا دیکھا۔
 دربان۔ سلام علیکم آغا۔

حاجی آغا جیسے ہزار برس
 ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
 اور اللہ کرے تمہاری بہتات کو ترقی ہو۔ تمہارے دیکھنے سے میری آنکھیں روشن
 ہو جاتی ہیں۔

مین۔ اللہ کرے آپ کی عنایت مجھ پر یوں ہی ہمیشہ رہے اور خدا کرے آپ کا دل لالہ
 ہو کہ آپ مجھ سے اس طرح سے پیشگی تے ہیں۔ بہتات کی نسبت جو آپ نے دعا دی تو بہتات
 مان بیشک غم و الم کی تو زیادہ ہوتی جاتی ہو۔ دیکھیے میرا پتہ پانی ہوا جانا ہو اور میری
 روح گھلی جاتی ہو۔

بوڑھا شخص۔ کہو تو سہی پیارے حاجی یہ کیا خبر مین ہیں تمہارے باپ کا خدا اُس کو
 بہشت نصیب کرے/ ابھی انتقال ہوا ہو وہ ہمارا بہت بڑا دوست تھا۔ تم اُسکے خاصے
 وارث ہو ماساء اللہ تم نوجوان بھی ہو خوبصورت بھی ہو تمہاری زیر کی بھی کچھ کم نہیں ہو
 اب پھر اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو۔

مین۔ مین اُسکا وارث ہوں یہ تو سچ ہو لیکن پھر کیا۔ فرمائیے تو سہی مجھے نفع ہی کیا
 ہو واجب مین نے صرف ایک مٹی کا مکان۔ ایک کھٹی ہوئی دری۔ چند ظروف۔ اور کچھ ٹہرانا
 و اہیات اسباب سامنے والی دکان مین کیا ہو صرف ایک پتیل کی کٹوری ہو اور کوئی
 بارہ استرے مین مین تو اس وراثت پر تھوکتا ہوں۔

بوڑھا شخص۔ لیکن اے حاجی تمہارا وہ زر نقد کمان ہو تمہارا باپ خدا اُسکی
 مغفرت کرے مشہور تو یہی ہو کہ وہ بہت ہی روپیے والا شخص تھا۔ ہر شخص جانتا ہو
 کہ اُس نے بہت ہی کچھ اپنی زندگی مین فراہم کیا ہو اور کوئی دن ایسا ناعہ نہ جاتا تھا
 کہ جس مین وہ جوڑتا نہ ہو۔

میں۔ یہ درست ہو اور بڑے مہربان لیکن مجھے اس روپیہ سے فائدہ کیا ہی
مجھے معلوم نہیں کہ اسے کہاں رکھا ہو پھر میرے ہاتھ کیونکر لگ سکتا ہو میری ماں کا
تو یہ قول ہو کہ اُسکے پاس کچھ نہ تھا یہی آخون بھی رونا روتا ہی۔ میں کوئی افسوس نہ کر اور
ساحر تو ہوں نہیں کہ سچ اور حق الامر ظاہر کر دوں میرا یہ ارادہ ہو کہ قاضی کے پاس جاؤں
بوڑھا شخص۔ قاضی کے پاس تو بہ تو بہ خدا ایسا نہ کرے ہرگز اُسکے پاس نہ جائیو
نابا بابا خدا اُسکے سائے سے بچاے وہ تو بڑا بیادھب آدمی ہو۔ دیکھو تم ایسے موقع پر
کاروانسرا کا دروازہ کھڑکاؤ کہ میں نہ ہوں اور پھر اس سے جا کر انصاف طلب کرو ورنہ
محقرے معاملے میں مشکل تو یہ ہو کہ جو یہ جانتے ہیں کہ تمہارے باپ کے پاس بیشک جمع
تھی وہ تمہارے دشمن ہیں تو کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ قاضی کو بھڑکانے میں کمی کرینگے تو پھر
یہ کیا ممکن ہو کہ قاضی تمہاری جانب داری میں فیصلہ سناوے۔

میں۔ تو پھر اب کیا کرنا چاہیے اور اس درد کا علاج کیا ہوگا۔ اچھا کچھ رال
بھی ایسے موقع پر کیفیت کھولینگے۔

بوڑھا شخص۔ ہاں پیارے اس میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ میں جانتا ہوں جب سے
میں یہاں ملازم ہوا ہوں اُنھوں نے کاروانسرا میں کئی کئی باتیں ایسی کی ہیں کہ واہ
واہ۔ تجارت کا اکثر روپیہ جاتا رہا ہو اور پھر جہاں رٹا لون نے پانسہ پھینکا اور روپیہ
مل گیا۔ اور یہ بڑی بات تو جب ہوئی کہ جب ترکمانوں نے بیان حملہ کیا تھا اور قہر
کہ مال و اسباب برباد ہوا تھا سب پورا پورا ظاہر ہو گیا تھا۔ افسوس وہ ایک
بہت بڑا عجیب موقع تھا مجھے تو ایک مصیبت نازل ہو گئی تھی چند بد معاشوں
نے کہیں مجھے یہ الزام لگا دیا کہ یہ چوروں سے ملا ہوا تھا۔

اور ایک زیادہ عجیب تر بات تو یہ ہو کہ حاجی تم بھی قرا قون میں تھے کیونکہ
یہ صرف تمہارے ہی نام کی وجہ تھی کہ گتے کے بیٹے نے دھوکہ دے کر مجھ سے دروازہ

کھلوایا اور پھر تمام نقصان سہنا پڑا۔

میرے لیے بہت ہی خوش قسمت مقام سمجھیے کہ اول تو اس بڑے شخص دربان کو کچھ دکھائی بھی کم دیتا تھا دوسرے میرے چہرے میں کچھ ایسا تغیر و تبدل آکر واقع ہو گیا تھا کہ وہ مجھے پہچان نہ سکا در نہ سخت ہی وقت کا سامنا کرنا پڑتا غرض میری اور اسکی تقریر اس بات پر ختم ہوئی کہ اُسے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں ایک ایسا رتال تھا کہ پاس بھیجوں گا جو نہایت ہی مشہور و معروف شخص ہو اور جسکو اتنا بڑا علم ہو کہ اگر ایک سونے کا ٹکڑا بیس گز کی گہری زمین میں بھی مدفون ہو جب بھی وہ بتا دیتا ہے۔ اور وہ کاشانی مشہور ہے۔

تیسرا باب

حاجی بابا کا رتال سے تلاش زر کرانا

دوسرے دن علی الصبح نماز فجر کے کچھ ہی دیر کے بعد ایک چھوٹا سا شخص میرے کمرے میں آیا جسکو دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ رمال ہے۔ یہ ایک کوزہ پشت شخص تھا اور ایک بہت بڑا سردار الاحسین دو آنکھیں اس طرح سے روشن چمکتی تھیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی نگاہ میں سب تاثر لیا اسکی صورت سے عقل مندی اور روشنی باغی ہوید اٹھی۔ یہ ایک کلاہ درویشانہ پہنے ہوئے تھا جس پر کالے بالوں کا گچھا ٹکا ہوا اُڑتا تھا اسکی آنکھیں جو پوٹے کی پھرتی سے (جو اصلی تھی یا نہیں تھی) اس سے میں واقف نہیں، ستاروں کی طرح سے چمکتی تھیں جس سے یہ رمال درو معلوم ہوتا تھا کہ ناک پر دو شعلیں ہیں کہ روشن ہیں۔

مجھ سے اسنے بہت ہی تنگی سے سوالات کیے اور کہا کہ تم مجھ سے اپنی زندگی کے تمام واقعات بیان کرو اور خصوصاً وہ موقع بھی بیان کرو جب تم صفہاں میں واپس آئے ہو۔

تمھارے باپ کے بڑے بڑے ظاہر اور دست کو لئے ہیں اور تمھارا شہہ اصلی کیا ہے
 غرض جس قدر خاص خاص اور پتے کی باتیں تھیں سب اُسے پوچھ لیں اور اس طرح سے
 کھو دکھو کر دریافت کیا جیسے کوئی طبیب مریض سے کیفیت مرض دریافت کرتا ہے۔
 جب میں اُس سے ساری باتیں کہ چکا اور وہ پوری پوری حالت سے واقف
 ہو گیا تو اب اُس نے مجھ سے یہ کہا کہ وہ احاطہ بناؤ جہاں تمھارا باپ رہا کرتا تھا۔ میری
 مان اُس دن صبح کو حمام میں نہانے چلی گئی تھی میں موقع دیکھ کر غاصل سکے کرے میں
 اُسے لے گیا رتال نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر بیان سے چلے جاؤ تاکہ میں کچھ
 تحقیق و تفتیش کی فکر کروں اور معلوم کروں کہ زرنقہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ میں باہر چلا آیا
 رتال پاؤ گھٹنے کے بعد باہر نکل آیا اور کہا کہ جب تک تمھارے والد اور والدہ کے
 جان پہچان ملکر مکان میں نہ بیٹھیں گے یہ کام نہیں ہو سکتا اور اُس وقت میں اپنا عمل بھی
 کرونگا جہاں اکٹھے ہوئے اور میں آیا۔ اب تو میں جاتا ہوں۔

میں نے اپنی مان سے رتال کی بابت تو کچھ بھی نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ تم ان
 عورات کو بھی بلا لو جو تم سے دوستی و لغارت رکھتی ہیں اور والد کے دوست آخوں اور دربان کو
 میں خود کہہ آیا کہ کل آج کی دعوت ہو یہی میں نے اپنی مان سے کہا سب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں
 جب وہ عین وقت پر جمع ہو گئے تو کھانا دانا کھلانے کے بعد میں نے اُسے اپنی رائے
 ظاہر کی کہ شاید میرے اس در و دھڑرائی کے لیے کوئی مسجائیکل آئے گی نہیں سب کا نون پر
 ہاتھ رکھا اور صاف انکار کیا۔ جب یہاں سے بالکل امید منقطع ہو گئی اور یہ بات دہن نشین
 کر لی گئی کہ اب عقدہ کشائی یوں ہونی مشکل ہو تو ناچار رتال تیز نگاہ نامے کو بلوایا وہ
 ایک شخص کی ہر اہی میں جبکہ ہاتھ میں کوئی چیز رد مال میں لپٹی ہوئی تھی آیا عورتوں
 کو حکم دیدیا گیا کہ سب اپنی اپنی گھونگٹیں ڈال لیں کیونکہ بہت جلد مردوں سے انکا
 آمنا سامنا ہو جائیگا۔ اب میں نے رتال سے کہا کہ آپ اپنا عمل شروع کیجیے۔

تیز نگاہ نے پہلے تو سب کی طرف بہت نگاہ ٹھہرا ٹھہرا کر دیکھا لیکن سب سے زیادہ
 کشش باندھ کر آخون کو دیکھتا رہا جب آخون نے دیکھا کہ میری طرف دیکھے جاتا ہوں اور
 پلک جھکاتا ہی نہیں تب تو اس کے ہوش حواس اُڑے اور گھبرا کر بول اُٹھا اے نکلیں! دروازے
 کھلی کر کے (اللہ اللہ) اپنے دونوں کاندھوں کی طرف پھونک کر (تو بہر خدے تعالیٰ ارجاع
 خیشہ سے بچاے) اسکی اس حالت پر لوگ خندہ زن ہوئے مگر آخون کو ذرا بھی ہنسنے کی
 اس کے بعد تیز نگاہ نے اپنے ساتھی کو آگے بلایا اُس نے اس پلٹے ہوئے رومال میں سے
 ایک پتیل کا پیالہ نکالا جس پر چاروں طرف آیات قرآنی کندہ تھیں اور جو چوڑی غیرہ
 ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ شخص تیز فہم صرف چند الفاظ سے زیادہ کہنا
 جانتا ہی نہیں تھا کیا تو یہ کہتا تھا۔ ان اللہ علیم خیر یا۔ ان اللہ سمیع بصیر۔ یعنی اللہ
 کو سب کا علم ہو اور سب سے باخبر ہو اور اللہ سنتا بھی ہو اور دیکھتا بھی ہو۔ پھر یہ
 پیالہ یا کٹوری تیز نگاہ نے آنکھ میں رکھی اور کچھ اپنے کرتب کیے بڑبڑایا بھی اور
 ہاتھ بیرون سے بھی کام لیا۔

پھر اس تیز نگاہ نے تمام ناظرین سے کہا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب یہ کٹوری
 از خود وہاں چلی جائیگی جہاں مرحوم مغفور قرب حسین کی دولت مدفون ہو۔
 یہ سنکر ہم سب ایک دوسرے کی طرف نظر کرنے لگے کوئی مستجب تھا کسی کا یقین
 نہ آتا تھا اور کوئی کچھ سمجھتا تھا۔ یہ تیز نگاہ اسکی طرف جھکا اور اُس نے اُسے ہاتھ سے
 کچھ ریل کر آگے کی طرف بڑھایا اور یہ کہتا رہا کہ دیکھو وہ چلی وہ چلی اب کوئی خبر بھی
 نہیں ٹھہرا سکتی اب میری رہبری پر چلے گی۔ پاشاء اللہ ماشاء اللہ۔

ہم اُس کے ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ حرم کے دروازے پر پہنچی میں نے اندر
 آنے کے لیے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا۔ دیکھا کہ کثرت
 سے عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں اور بہت سی بہت ہی بے صبر ہیں کہ دیکھے عجیب و غریب

کٹوری کیا سانگ کرتی ہو۔ جب یہ اس دالان کے کونے میں چلنے لگی تو رمال نے اُن عورتوں سے کہا جو دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں کہ اس کٹوری کو راستہ دیدو۔ اسپر کرے کی تمام کھڑکیاں کھل گئیں (رمال کہتا جاتا ہو) راستہ دودیکھو میری راہنما کو کوئی بھی نہیں ٹھہرا سکتا۔

بار بار میں نے دیکھا کہ کوئی عورت رمال کو آگے بڑھنے سے مانع آتی ہو جب کسی دفعہ مانع آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ میری ماں ہو جو اسے آگے بڑھنے نہیں دیتی یہ دیکھ کے رمال نے نصیحتاً کہا مگر کچھ تلخی سے کہ میرا راستہ صاف کیوں نہیں کرتی۔ رمال کیا تم نہیں دیکھتیں کہ اسوقت ہم خدا کا کام کر رہے ہیں۔ انصاف ہوگا اور کیا تم چاہتی ہو کہ انصاف نہو اور برائی ہو جائے۔

غرض وہ اس کونے میں اُس کٹوری کی رہنمائی سے پہونچا جہاں یہ نقد صاف ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمین کچھ کھڑی ہو اور یہیں حضرت یہ کھڑے ٹھہر گئے۔ بسم اللہ آپ سب لوگ میرے ارد گرد کھڑے ہو جائیں اور جو کچھ میں کروں اُسے بغور ملاحظہ کریں۔

رمال نے اُس زمین کو اپنی چھری سے کھودا اُسکی مٹی الگ الگ اٹھا کر رکھی جب بہت کھڑی تو چند برتن مٹی کے نکلے اور جگہ اسقدر خالی تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں اور بھی برتن مٹی کے رکھے ہوئے ہونگے۔

رمال دیکھو دیکھو یہاں روپیہ تھا لیکن اسوقت نہیں ہو۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنی کٹوری کو اٹھا لیا اور اسپر شفقت کرنے لگا اور اُسکے چھوٹے چچا اور روح کو بلایا۔

یہ دیکھ کر ہر شخص بہت ہی چونکا اور سب غل مجانے لگے کہ عجائب عجائب اب اس بوڑھے کو زہ پشت پر نگاہیں پڑنے لگیں کہ کبھی یہ تو کوئی اور ہی شخص ہو

آدمی تو ہرگز نہیں ہو۔

دربان جو کہ ایسے مشاہدوں اور تحقیقات کا عادی تھا آخر اس دریافت کرنے کی دلیری کر رہی بیٹھا کہ جناب یہ تو بتائیے کہ چور کہاں ہو۔ یہ تو منہ دکھا دیا کہ یہاں خزانہ مدفون تھا لیکن ہم تو اس شخص کو جسے خزانہ اڑا لیا ہو گرفتار کرنا چاہتے ہیں پس یہی ہماری خواہش تھی۔

رتال بہت نرمی سے اس پرے دوست دربان تو اس قدر جلدی جرم سے مجرم تک جست لگانے کی فکر نہ کرے ہر مرض کی ہمارے پاس دوا ہو بان اُسکے لیے کچھ وقت درکار ہو۔ پھر اس تیز نگاہ نے اپنی نظر حاضرین پر ڈالی اور چپکتی ہوئی آنکھوں سے سب کی طرف دیکھ کر کہا مجھے یقین ہو کہ ہر شخص شبہ سے بالکل صاف ہوگا اور جس کام کرنے کا میرا ارادہ ہو اسکو پسند کر لیا عمل بہت ہی سادہ ہو اور بہت جلد ختم ہو جائیگا۔ البتہ۔ بلے۔ این چہ حرف است ہر شخص کی زبان سے یہ حرف نکلے۔ اب میں نے رتال درویش سے آگے بڑھنے کی درخواست کی۔

درویش نے پھر اپنے خادم کو بلایا اور وہ کٹوری تو اُسکے حوالے کی اور اس سے ایک تھیلی لی۔

درویش۔ (رتال) اس تھیلی میں کچھ پرنے چاول ہیں تو تھوڑے تھوڑے چاول اسمین سے ہر شخص کو چبانے پڑینگے۔ دیکھو کوئی صاحب اسکے توڑنے میں پرہیز نہ کریں کیونکہ ابلیس بہت ہی قریب موجود ہو۔

یہ کہہ کر اُسے تھوڑے تھوڑے سے چاول لیکر ہر شخص کے منہ میں بھرے اب وہ اُسے چبانے لگے۔ میں چونکہ مستغیث تھا تو مجھکو تو یہ چاول نہیں چبانے پڑے مگر میری مان بھی اس پیر میں نہیں آئی یکا یک درویش کی نگاہ اُسپر جا پڑی وہ فوراً بول اٹھا کہ یہ زلفہ تمہارا نہیں ہو جو تم چاول نہیں چباتین بلکہ تمہارے بیٹے کا

ہو۔ مان اگر تمہارے خاوند کا مال جاتا تو یہ بات دوسری تھی۔
 آخر میری مان نے بھی پسند کر لیا اور چاول لے کر چبانے شروع کیے اسوقت
 سب کے جڑے برابر چل رہے تھے بعض تو یہ دیکھ کر خندہ زن تھے اور بعض اسے
 ایک سخت اور شدید امتحان سمجھتے تھے۔ اور اُنکے چہرون پر گونہ کدورت بھی تھی۔
 جب ہر شخص نے چاچا کو وہ چاول زمین پر ڈالے تو اسوقت فقیر کو بلایا گیا کہ
 دیکھیے چاول کیا کہتے ہیں۔

سوائے میری مان اور آخون کے سب بیگناہ ثابت ہوئے کیونکہ آخون نے تو وہ
 چاول چبانے ہی نہیں تھے اور منہ میں پلپلا رہا تھا۔ جب اُسکے تھوکنے کی باری آئی تو
 اُسنے ذرا آواز بدل کر کہا کہ آپ بھی عجیب ہیں مجھ ایسے پورے کو جبکہ منہ میں دانت اور
 نہ پیٹ میں آنت یہ چاول چبانے کو دیے ہیں بھلا مجھ سے یہ کب چب سکتے ہیں یہی
 میری مان نے کہا کہ میرے دانت ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ مجھے یہ سخت چاول نہیں چب سکتے
 یہ سنکر سب کی نگاہیں دونوں کے چہرون پر پڑنے لگیں اور اب انہیں لوگ نہری
 نظر سے دیکھنے لگے۔ میری مان ایک زمانہ سا زار اور بڑی ہوشیار بڑھیا عورت تھی باوا
 بلند یہ کہنے لگی۔ یہ کیا بچوں کا کھیل کر رکھا ہو کسی نے آج تک سنا ہو غضب خدا کا کہ مان
 کی اُسکا بیٹا یوں سر مجلس بے غری کرے اور اسکے علاوہ اپنے پڑنے پوڑھے استاد کی
 شرم شرم معلوم ہوتا ہو کہ وہ خود ہی چور ہو۔

درویش۔ کیا ہم گدھے ہیں احمق ہیں کہ ہم اس طریقے سے اپنا عمل کرتے ہیں۔
 آیا اس کو نے میں روپیہ تھا یا نہ تھا۔ آیا دنیا میں چور ہیں یا نہیں ہیں۔ (میری مان اور
 آخون کی طرف اشارہ کر کے) اس عورت اور اس مرد نے نہیں چباے اور سب نے
 چبا ہے ہیں۔ شاید یہی سچے ہوں۔ چونکہ یہ ضعیف ہیں اس سبب سے نہیں چبا سکتے ہوں
 یہ بھلا کون شخص کہتا ہو کہ انھوں نے روپیہ چرا لیا۔ یہ اپنی طبیعتوں میں اُسکا بخوبی علم

رکھتے ہیں مگر وہ مشہور رمال ہزار فن نامے جو فرس عظیم کو اپنا دلی دوست کہتا ہے اور
سیارہ زحل پر اسکا بہت بڑا بھر دسہ ہے۔ وہ وہ شخص ہے جو بے تکلف جو کچھ آدمی نے
پہلے خیال کیا یا جو کچھ اپنی طبیعت میں رکھتا ہے بخوبی بتا سکتا ہے اسکا یہ قول ہے کہ صرف
ایسے موقع پر امتحان کے لیے چادرون سے زیادہ کوئی چیز بھی مفید نہیں ہے۔ تو اب اگر
میرے دوستو یہ تو بہت ہی آسان بات تھی کچھ شیرون کا قتل کرنا تو تھا نہیں کہ تمہارے
اندام میں رگ رگ میں ڈوبھیل گیا اگر تمہیں میرے ہزار فن اور عمل پر کچھ شبہ ہو تو میرا ارادہ
ہے کہ میں دوسرا عمل اس سے بھی زیادہ آسان تمہیں کر کے دکھا دوں تمہیں کچھ بھی نہ کرنا پڑے گا
صرف تمہارے دماغوں پر کچھ افسون پڑھا جائیگا اور وہ وہ افسون ہو گا کہ چوبیس کے
آگے بڑھ کر خود کھے گا کہ میں نے وہ زرقند یا مال اسباب لیا ہے۔ رات بھر میں اس کو نہ میں
اپنا عمل کھونٹا مجھے یقین کامل ہے کہ کل علی الصبح اسی گڑھے میں حاجی (میری طرف اشارہ
کر کے) اپنا گم شدہ روپیہ پالے گا۔ گو یہ بات عجیب ہو لیکن میں فی شقال اپنی ڈاڑھی کے
بال دیتا ہوں اگر کوئی چیز ظاہر نہ ہوئی۔

اب یہ اس کو نے میں اپنا عمل کرنے بیٹھ گیا۔ لوگوں کی نگاہیں برابر مجھ پر اور
درویش پر پڑ رہی تھیں بعض کا تو یہ خیال تھا کہ درویش اور حاجی بہت ہی نابکار اور
نالایق ہیں اور بعض کا خیال میری مان اور آخون کی طرف جاتا تھا۔
سب لوگ بھر خضعت ہوئے ان میں سے بہت لوگوں نے وعدہ کیا کہ ہم مقررہ
ساعت پر صبح کو یہاں آئینگے کہ دیکھیں فقیر نے کیا کرتب کیا۔

چوتھا باب

(درویش کا اپنے عمل میں کامیاب ہونا اور حاجی بابا کا اس سے نتیجہ پیدا کرنا)
اگر اسوقت میرے دل کی کوئی حالت پوچھے تو میں تو اپنے روپیے سے ناامید ہی

ہو چکا تھا مجھ کو یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا کہ میں اس بازیچہ طفلان سے اتنی رقم کثیر پر کامیاب ہو جاؤں گا۔ مگر خوش قسمتی سے رمال کے عمل نے وہ مقام بنا دیا جہاں روپیہ رکھا ہوا تھا اب مجھ کو تو دو صورتوں پر شبہ ہوا کیونکہ بجز ان کے کسی کا بھی کام نہیں تھا اسی وقت تو وہ اپنا عمل مل کر کر کے چلتا بنا صبح کو رمال مع بوڑھے دربان اور سب ان لوگوں کے جو روز گزشتہ آچکے تھے اُسی مقام پر آیا آخون صاحب نثار دتھے اور نیر میری ماں بھی کسی مرض کی عیادت کے بہانے چلتی نبی تھی ہم سب اس عملی پشتہ کے پاس مع درویش کے پہنچے۔ درویش نے بڑی عزت اور تپاک سے پڑھ پڑھا کر اس پشتہ کو کھودینے کا ارادہ کیا۔

درویش۔ اب ہم دیکھنے کے آیا جن اور بیرون نے شب کو اپنا کام پورا کیا یا نہیں بسم اللہ کہہ کر اس پشتہ کو کھودا جب کچھ مٹی کھد گئی تو ایک بڑا تھپڑ معلوم ہوا۔ جب یہ تھپڑ ٹپایا گیا تو ایک بیگ دلائی ٹاٹ کا کھچا کھچ بھرا ہوا نکلا۔ سب کو اسے دیکھ کر تعجب ہوا لیکن مجھے بقدر خوشی ہوئی ہر اس کا کیا عالم پوچھتے ہو درویش۔ اے میری روح اے میرے دل (بیگ کو پکڑ کر) دیکھو اے حاضرین جلسہ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ اپنی داڑھی کا ایک بھی بال ضائع کروں۔ یہ ہو۔ یہ ہو۔ اے حاجی دے میرے ہاتھ میں دیکر جاؤ اور شکر کرو کہ تمہاری ملک تحقید مل گئی۔ دیکھو میرا حق سعی نہ بھولنا جب میں اس بیگ کو لے کر اسکی مومی تھر کھولنے لگا تو سب لوگوں نے مجھے گھیر لیا کھولتے ہی اول میرے باپ کی حنرنگی رہیں یہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ مگر یہ خوشی میری صورت غم میں دم بھر میں بدل گئی۔ جب میں نے بجائے اشرفیوں کے روپیے دیکھے۔ یہ تعداد پانچو تھے۔ ان میں سے میں نے پچاس لے کر اس پونجی پیدا کرنے والے کو دیے۔ میں۔ لیجئے حضرت خدا کرے تمہارا گھر بڑا پُر ہے۔ اگر میں امیر ہوتا تو کچھ اور بھی زیادہ دیتا گو یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جو کچھ میرے والد کی پونجی تھی اسکا تو یہ بہت ہی تھوڑا

حقہ ہر گزین پھر آپ سے یہ کہتا ہوں کہ خدا آپ کو بھرا پُر رکھے اور اُسکے ساتھ میں نے بہت ہی شکر لے کیے۔

یہ لیکر درویش مطمئن خاطر ہو گیا اور خوشی خوشی رخصت لیکر چل دیا۔ درویش کے جانے پر اور لوگ بھی سب کے سب چلے گئے صرف میں اور بوڑھا دربان رہ گیا۔ بوڑھا دربان دیکھو میں کہتا نہ تھا کہ یہ زمانا بہت ہی چلتا ہوا ہو دیکھیے اُسے آپ کے گمشدہ زر نقد کو نکال دیا یا نہیں۔ کیونکہ یہی تعجب انگیز بات ہے۔ میں۔ ہاں بیشک یہ بہت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ مجھے تو ہرگز یہ خیال ہی نہیں تھا کہ اسکے عمل کو فی نتیجہ پیدا بھی کرینگے۔

مجھے تو اب بھی صبر نہیں آیا کیونکہ میرے دل میں تو یہ خیال تھا کہ اس کا روپیہ بہت تھا یہ تو کچھ بھی ہاتھ نہیں لگا ہو گا چلتا ہوا ڈھیر میرے آگے رکھا ہوا تھا لیکن میں نے بوڑھے دربان علی محمد کے آگے پھر اپنی شکایتیں دہرائی شروع کیں کہ میں نے تو اپنے باپ کی پونجی میں سے کچھ بھی تو نہیں پایا۔ میں تو عدالت میں ضرور ہی اس مقدمے کو لے جاؤنگا۔ جب مجھے یہ پانچ سو روپیہ اپنے باپ کی ملک کے پہونچے تو باقی ماندہ جو کچھ ہو وہ بھی از خود میرا حق ہوا اور اس امر کو تم بھی بخوبی جانتے ہو کہ میرا باپ بہت ہی روپیہ والا تھا۔

بوڑھا دربان علی محمد۔ اے میرے دوست۔

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جو انان سعادت مند پسند پیر دانا را

جو کچھ تجھے مل گیا ہو بس اسی کو اپنی گزہ میں کھا اور شاد رہ۔ اول ہی جب تم قاضی کے پاس جاؤ گے تو پہلی بات یقین کیا کرنی پڑے گی کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب وہ کھوالیگا تو پھر غصت ہو کہ ایک سو سو ملک پر ہاتھ سے رقم کھودینی۔ یہ تو اس کا تم یقین کامل ہی کرو کہ

چار سو پچاس روپیے جو اس وقت بھارے پاس ہیں وہ تشریف لیجائینگے اور ہر قدر
خربق ثانی کے بھی خرچ ہونگے اور پھر قاضی یہ کہہ دیا۔ جاؤ باہم صلح کر لو۔ باہم جھگڑ کر
شہر کو تکلیف و صیبت میں نہ ڈالو۔ تمہیں تو اتنی مدت دنیا میں رہتے ہوئے گزر گئی کیا
تم نے یہ مشہور قول بھی نہیں سنا ہے۔

”ہر شخص کے دانت کھٹاس سے بیکار ہو جاتے ہیں مگر صرف قاضی کے دانت
ہیں جو کھٹاس سے بیکار ہوتے ہیں۔“

غرض بڑی ہجتم بختا کے بعد میں نے علی محمد ہی کی راے پر عمل کیا کیونکہ مجھ کو یہ
خیال آیا کہ فرضاً باشندہ میں نے اپنے استحقاق حاصل کرنے کے لیے تحریک بھی کی تو وقت تو
یہی آکر واقع ہوگی کہ صرف میری مان اور آخون صاحب ملزم گردانے جائینگے تو یہ
بہت ہی سخت بُرائی کا باعث ہوگا اور لوگ میرے بہت سے دشمن بن جائینگے چاروں
طرف سے پھٹ پھٹ پڑیگی کہ دیکھو حاجی نے اپنی مانتا بھری مان اور اپنے پرانے استاد
آخون سے کیا سلوک کیا ہو پھر جان بچانی بھی مشکل ہوگی۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس قدر میری چیزیں اصفہان میں ہیں انکا میں بخوبی پہچانتا
ہوں اور پھر بیان سے نکل کر چلا جاؤں اور جب تک کہ میری حالتیں درست نہ ہو جائیں
ہرگز واپس ہو کر نہ آؤں۔ یہ شہر مجھے پھر بھی بھی جانے کے بعد نہ دیکھے گا ہاں جب تک کہ
میں اسکا حاکم بن کر نہ آؤں گا۔

جب یہ بیہودہ تقریر میرے دل میں سمائی تو مجھے کچھ اسکا بھی خیال آگیا کہ حاجی
تیرے کیا اچھے ستارے تھے اور تو کیسا خوش قسمت تھا کہ تیرے ہاتھ یہ بھی رقم لگ گئی ورنہ
تو بہ تو بہ پتہ بھی نہ لگتا۔

میری رضامندی اور رائے شکر علی محمد بہت ہی خوش ہوا۔ اور اسکو زیادہ خوش
ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُسکا بھی ایک لڑکا نانی تھا تو اُسکی یہ غرض تھی کہ جب حاجی بابا اصفہان

سے چلا جائیگا تو وہ دکان چین میرا مظلوم و غریب باپ بیٹھ کر بہت کامیابی سے اپنی روزی پیدا کرتا تھا اس دکان پر اپنے بیٹے کو بٹھاؤں کیونکہ وہ دکان کا دوا سرائے کے منکر ہی پر تھی اور وہاں آمد بہت ہوتی تھی۔

اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ تم اپنے یہ گلہ و زار وغیرہ میرے پاس چھوڑ جاؤ میں نے یہ منظور کر لیا اور جس قدر سامان تھا سب اُسکے حوالہ کر دیا۔

اب اپنے باپ کے گھر اور اسباب پر جو میں نے نظر کی گوجھے میری مان کا مجھ سے یوں آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا اور ایسی بے لفتی سے پیش آنا بہت ہی کھٹکا تھا مگر پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے بہتر یہ کہ نیک نام ہی ہونا چاہیے تو میں نے خود دکان اور جس قدر دکان کا سامان تھا سب اپنی مان کو بے کم و کاست دیدیا جس سبب کا میں صلی مستحق تھا۔

یہ سب باتیں باہم پسند خاطر ہو گئیں اور پھر ختم بھی ہو گئیں۔ اب میں نے اپنا کام کرنا شروع کیا۔ اپنی دکان کے عوض میں بڑھ دربان سے پانچ سو اٹالیہ کے سکے چاندی کے لیے یہ شخص علی محمد نامے بھی بہت بڑا جوڑنے والا اور روپیہ کا جمع کرنے والا تھا اسکو ہر شخص نے یہی صلاح دی کہ یہ دکان ایسے موقع پر اگر واقع ہوئی ہو کہ اس میں برابر دولت آمدی چلی آتی ہو اس میں جو کوئی بیٹھے گا واقعی اُسکا بہت بڑا کام بھیل سکتا ہو اس وقت میرے پاس ایک سو دس شرفیان سب ملا ملو کے ہو گئیں۔ تانے کا جس قدر سکے تھا اُسکو میں نے روپیوں سے بدلوا لیا کیونکہ راہ میں اتنے وزن کا لیجانا یہ بہت ہی وقت تھا۔ کچھ روپے کے تو میں نے کپڑے خریدے اور ان میں سے کچھ روپیوں کا ایک چر لیا کیونکہ اسباب کے لینے بچر کا ہونا ضرور تھا فطرت کی ایک بہت بڑی رد و قبح کے بعد میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ صاحب شمشیر نہ بنوں بلکہ صاحب قلم بننے کو میں نے اس پر ترجیح دی تھی۔ گو صاحب شمشیر بھی میں بہت ہی رہا لیکن اپنی قسمتی اور نصیب کی گردش سے جو میں کو مد میں چلا گیا تھا اور وہاں چھپر اس صحبت نے اپنا جلوہ کیا تو اب میری طبیعت کا پیشہ قلم کی طرف بہت ہی رجحان معلوم ہوا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے اب یہ صورت سزاوار نہ ہوگی کہ میں ہر طرح سے مسلح
 بنوں کہ ایک طرف شمشیر آویزان۔ کمر میں دو پستول گھڑے ہوئے۔ پیٹھ پر قرا۔ میں
 پٹری ہوئی ہین نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ پہلے کی طرز پر اپنی ٹوپی بھی ایک طرف سر پر بانگون
 کی طرح سے رکھوں اور میرے کانوں پر بل کھاتی ہوئی سیری زلفین آویزان رہیں۔ بجائے
 پستولوں کے تو میں ایک گڈا کاغذ دن کا اپنی کمر میں گھڑسوں گا اور بجائے کارٹوسوں اور
 تو شدان کے کبس کے میں اپنے پلو میں قرآن شریف لٹکاؤں گا۔ علاوہ اسکے میں اب بھی
 یہ بخون کے بھل نہیں چلنے کا اور نہ زقار کے وقت اٹھوں گا اور نہ سینہ تانوں گا اور نہ اپنے
 کا بندھون کو آگے کی طرف کروں گا۔ اور نہ چلتے وقت اپنے ہاتھ آگے سمجھلاتا ہوا پھل قدمی
 کروں گا غرض وہ باتیں سب اڑاؤں گا کہ جب میں فسر جلاؤں گا سب یا ماتحت ڈھکی چھپی
 اور اس وقت یہ باتیں کرتا تھا۔ نہیں بلکہ آئندہ یہ ہوگا کہ چلتے وقت گردن جھکی ہوئی ہو
 سر خم ہو۔ نظریں زمین پر پڑ رہی ہوں۔ ہاتھ پیٹھی کے آگے پڑے ہوئے ہیں یا عمود کی طرح سے
 دونوں میرے پلوؤں میں آویزان ہیں اور میرا یہ بہت ہی سہولیت میں ایک کے بعد
 ایک اٹھے گا کہ کسی قسم کی تیزی اور پھرتی اس سے آشکارا نہ ہوگی۔ شاید اگر کوئی موقع
 پڑے تو میں کوئی یہی وہانہ بات کہ سکون۔ کیونکہ جب کوئی بات ایک تین اور قدرتی صورت
 سے نکلتی ہو تو وہ چاہے بیوقوفی کی کیوں نہ ہو لیکن جب بھی ایک عقلمندی کی بات
 سمجھی جاتی ہو۔ ملاؤں کی طرح سے سر پر ایک عمامہ شال کا باندھوں گا۔ اور خصوصاً اس
 عمامہ کے ساتھ ٹھنڈھی ٹھنڈھی سائنیں نکلتی ہوں اور ہر دم صلائے اللہ ہو۔ اور
 اللہ اکبر آتی ہو پھر تو اس بھی اس عمامہ کی عزت بڑھ جائیگی۔ اور جو وقت میں سکوت
 اختیار کروں گا اور زبان کو بند کروں گا تو خواہ مخواہ عقلمند ہی عقلمند معلوم ہوں گا۔
 علاوہ اس کے میں نیکم بھی سکھتا ہوں اور جو طریقہ کہ میں نے پسند کیا ہے اس سے
 لکھنے میں بھی مجھے کامل مہارت پیدا ہو جائیگی اور وہ طریقہ یہ تھا کہ قرآن شریف کی

نقل کر ڈالوں جس سے علاوہ خط صاف ہونے کے اسلامی دنیا کے نزدیک میری عزت بہت ہوگی۔

اس خوض و تصور میں جب میں نے اپنا وقت صرف کیا تو اب مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اس امر کو بھی طو کرنا چاہیے کہ میں اصفہان سے کس طرف روانہ ہوں۔ تو اب میں نے یہ ارادہ کیا کہ کوم مجتہد کے پاس چلنا چاہیے کیونکہ جو کچھ یہ حال ہوا ہے سب اُسی کا طفیل ہے اور یقیناً وہ بطور کاتب کے کسی ملا کے پاس مجھے رکھوا دیگا جس سے اس منزل کا راستہ معلوم ہو جائیگا جہاں میرا سوق قدم اٹھانے کا ارادہ ہو دوسرے جو وقت کہ میں کوم کے قید خانے سے روانہ ہوا تو ایسے اُچڑپن اور گنوار و طریقے سے بھاگ کر آیا کہ اُسکو صورت بھی نہیں کھائی حالانکہ اور کچھ نہ تھا تو اُسکی عنایتوں کا شکر یہ تو واجب بلکہ ادب تھا اب گویا مجھے اُسکی خیر گزاری کا بھی تو ایک فرض ہے جو ادا کرنا فرض ہے۔ اور میں نے دل میں یہ بھی خیال کیا کہ ضرور اُسکے لیے یہاں سے کچھ بطور تحفہ کے بھی لیجوں تاکہ اُسے یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ شخص بہت ہی احسان فراموش ہے۔

پھر وہی خیال ایک جانا ز پیش کرنے کا میرے دل میں آیا کیونکہ میرے خیال میں اُسکے لیے اس سے بہتر کوئی تحفہ ہی نہ تھا۔ بہت ہی خوبصورت مین نے خرید لی اور تہ کر کے خچر کے پیچھے باندھ دی۔ چلو اس سے چھٹی پائی۔

اب میں گویا تقریباً پورا پورا تیار ہو گیا تھا۔ اور میں اپنے سفر کے لیے پورم پور مستعد تھا۔ اسوقت میں نے اپنی یہ صورت دیکھ کر ذرا بہت ہی دل میں تعریف کی کہ میں تو بالکل ایک جتید یا کٹا ملّا معلوم ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے لیے کوئی لقب مقرر نہیں کیا اور اُسکو صرف مختلف حالتوں پر چھوڑ دیا لیکن میرا بچپن کا نام حاجی جو ایک محقول نام اور خصوصاً اس شکل کے لیے وہ گویا پورا پورا چھبنا تھا کافی تھا۔ پھر اور نام کی حاجت ہی کیا تھی۔

ہاں ایک فرض بھی مجھے پورا کرنا اور بھی رہ گیا تھا۔ یعنی اپنے والد مرحوم کی تجنیف و تکفین

کے اخراجات کی ادائیگی پہلے تو میں نے اسے بہت ہی شدید اپنے اوپر خیال کیا کہ جلا میرے پاس اتنی سی پونجی اور میں ہی تجہیز و تکفین کا قرضہ چکاؤں۔ بہتر تو کہ چپ چپا اصفہان سے چلا جاؤں تاکہ کسی کو خبر بھی نہ ہو چھا جب میں چلا جاؤنگا۔ تو ضرور ہو کہ اسکا بوجھ میری مان اور آخون پر پڑے گا اور جو بخوبی ادا کر سکتے ہیں۔ مگر میرے عمدہ خیالات اور صفائی قلب نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگ مجھے بعد میں پیر سوختہ کے نام سے نامزد کریں۔ میں ہر ایک شخص کے پاس گیا کہ جب کا دنیا واجب تھا۔ یعنی ملاؤں۔ داویلا دہکا کرتے والوں اور مردہ شوؤں۔ اور جو کچھ انکو دینا تھا بطیب خاطر کوڑی کوڑی ادا کر دی۔

پانچواں باب

(حاجی بابا کی مان سے مفارقت اور ایک مشہور فاضل اہل کاتب ہونا) بغیر کسی اور مدد کے میں اپنی مان کے پاس سے روانہ ہوا اور نہ میری مان نے مادرانہ الفت و محبت سے میرے جانے پر کچھ افسوس کیا۔ میری مان کے لیے اسکی تدابیر تھیں اور میرے لیے میری تھیں۔ نہ وہ میری محتاج تھی اور نہ میں اسکا تھا۔ دن نکلنے پر میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور آفتاب جب دمک کر نصف استہار تک ہو کر گذرے میں نے بہت کچھ کوم کا راستہ طے کر لیا تھا میں نے اپنے سفر میں بہت ہی کم تساہل کو کام فرمایا گو کا شان میں کچھ دیر قیام سے مجھے بہت ہی کچپی ہوئی اور ہر چند اور بھی دل چاہا کہ یہاں قیام کروں لیکن پھر ہی پھرتی کر کر اکر میں نو دن میں کوم جا پہنچا۔ میں شہر کوم کی چھوٹی سی سرائین آٹرا۔ اور میں نے اپنے خچر کو پوری طرح سے لدا بھنڈا پایا میں نے ارادہ کیا کہ نذرانہ لیکر خبند کے مکان پر چلوں۔ اسکا دروازہ مہکے لیے کھلا ہوا تھا ڈیوڑھی پر نہ کچھ شوکت اور عظمت جتانے کے لیے پہنچا اور نہ اور کچھ سامان تھا

جو غار میں برسے برسے آدمیوں کی ڈیلوڑھیوں پر ہوتا ہوا ہوس اپنے جوتوں کے
میں لے دروازے پر اپنی دسی چٹور کر قدم رکھا۔ ایک کونے میں یہ نیک شخص ٹھا ہوا تھا
اُس نے مجھے پہچان لیا اور میرے آنے پر مبارکباد دے پھر مجھ سے بیٹھنے کے لیے اشارہ
کیا۔ میں بہت ادب سے بیٹھ گیا۔ مگر کچھ ہوئے غالیچے کے کونے سے سرگے نہ بڑھے تھے
مجھ نے تجھ سے اُس نے سے جب میں کوم سے روانہ ہوا تھا اب اس کے کل حالات
دریافت کیے میں نے حرف بحرف جو کچھ مجھ پر آکر واقع ہوا تھا سب سنا دیا کیونکہ میری قسمت
کی تاریخ سے اُسے گونہ لکھی ہوئی تھی۔

مجھ نے کچھ دیر تامل کر کے مجھ سے یہ کہا علی الصبح طہران سے ایک قانونی مشور
شخص ملانا دان کا خط میرے پاس آیا ہوا نکو ایک ایسے کاتب کی ضرورت ہو کہ جو نصف تو
کتابت کا کام کرے اور نصف خدمت کرے تو ایسے شخص کو ملانا دان آپ ہی اس
کام میں جتنی ضروری چیزیں ہیں انکی پورے طور سے تعلیم کر دے گا۔

یہ سنکر میرا دل مارے خوشی کے اور کئی انگل بڑھ گیا۔ میرا خاص ہی خیال تھا
جب میں گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اور پھر وہی شہر بلوچ شیکش کے از خود میرے روبرو
پیش کی جاے تو پھر کیون نہ خوشی ہو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک دفعہ نصف
ملا بخاؤن پھر کیا ہو پورا بننا تو بہت سہل ہو۔

میں نے بغیر ایک بھی لمحہ کے تامل کے اُسے صاف اپنی خواہش ظاہر کی کہ آپ
اس ملازمت کے لیے میری سفارش کر دیجیے اُس نے اقرار کر لیا اور اُسی وقت اپنے
ہاتھ سے ایک خط اُسے ملانا دان کو لکھا۔ وہ خط لفافہ میں بند بھی نہیں کیا یوں
پیسٹ پٹا کر مجھے دیدیا۔ ہاں اُس پر اپنی مُہر ثبت کر دی اور وہ خط مجھے دے کر کہا کہ تم بھی
طہران چلے جاؤ اس میں شہ نہیں کہ وہ جگہ خالی ہوگی اور ملانا دان یقیناً آجکے برقرار
کرنے کے لیے راضی ہوگا۔

میں اس قدر خوش ہوا کہ میں نے اس نیک شخص کے ہاتھ چومے اور اُسکے جامہ کے دامن کو بوسہ دیا اور ہزاروں لاکھوں شکریے اور احسانات گونا گوں کی ممنونی ظاہر کی اور کماؤد شکر نعمتہائے توحید مانکر نعمتہائے توہا، میں نے بہت ادب سے اُس سے عرض کیا کہ پہلے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور پھر بہت ہی عاجزی سے جانا ز پیش کرتا ہوں مجھے امید ہو کہ میرا آقا اپنے غلام کی ولد ہی کے لیے اسے قبول کر لینگا۔ اچھے یہ بھی یقین ہو کہ جب تک یہ حضور کے برتنے میں رہی حضور ہرگز مجھے نہ بھولینگے۔ مجتہد (بہت ہی مہربانی سے) خدا کرے حاجی تمہارا لکھ رہا ہے مجھ پر اُپر ہے میں تمہارا بہت ہی مشکور ہوں کہ تم نے مجھے یاد تو رکھا اور یہ تحفہ خوشی خوشی میرے پاس لائے اچھے پاک مسلمان ہو۔ ہمیشہ کفار کے خلاف دستِ بشیر رہو اور بدکاروں کو سنگسار کیا کرو اور تم حاجی شاد ہو کہ اس طرح سے تحفہ لانے سے تم ہمیشہ میری یاد میں رہو گے اور میں تمہیں کبھی فراموش نہیں کرنے کا۔

پھر میں نے پیشکش حاضر خدمت کی وہ لیکر بہت خوش ہوا اس کے بعد میں چرخ میں کہ اپنی کاروانسرا میں آیا کہ جہاں تک جلدی ممکن ہو میں دارالخلافہ کی طرف رخ کروں میں نے خود اپنے کو اتنی فرصت بھی تو نہیں دی کہ اپنے پرانے دوست سے کوم (قم) میں ملتا یا اپنے مقبرے میں ناخوش کوٹھری کو دیکھتا۔ میں نے کاروانسرا میں آتے ہی اپنے حجر کو کسا اور اُسی شب کو طہران کی طرف روانہ ہوا۔

شام کو میں طہران پہنچا۔ تاکہ مجھے وہ مقام نہ ملے جہاں مظلوم خون آلود زینب فون تھی میں سیدھا بلند ٹرک پر ہو کر شہر میں کیسپین دروازے سے داخل ہوا میں اس امر سے بہت ہی خوش ہوا کہ مجھ کو دروازے پر پہرہ دینے والوں نے ذرا بھی نہیں بچانا کیونکہ اگر وہ پہچان لیتے تو بیشک بہت ہی چونگتے لیکن واقعی یہ کچھ تعجب انگیز بات نہیں تھی کہ ایسا خونخوار سخت دل کڑا جلا دایک عاجز اور مظلوم مجاور یا پٹجاری یا ملا نجا نجا گیا۔

جیسی کہ اب میری حالت تھی۔ میں بہت دیر سی سے طہران کے بازاروں میں آیا اور شہر کے بہت ہی مشہور مقام میں میرا گزر ہوا۔ جہاں پہلے صرف میرا چہرہ دیکھا گیا تھا۔ میں بہت ہی خوش ہوا۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص مجھے بھول گیا۔ میں نے اپنا سیدھا رخ ملانا۔ نادان کے مکان کی طرف کیا۔ ملانا۔ نادان ایک مشہور و معروف شخص تھا۔ اس کا مکان بخوبی ہر شخص جان سکتا تھا۔ لیکن دوسرا خیال اپنے آرام و راحت کا میری طبیعت میں یہ آیا کہ بہتر یہ پہلے ایک چھوٹی سی کار و انسرا میں ٹھہروں جو میرے پہلے مالک کے مکان کے پاس ہے اور بہت دن چڑھے ملانا۔ نادان کے مکان پر چلوں کیونکہ میرا یہ بھی خیال تھا کہ شب کو میری صورت و شکل کچھ اچھی طرح معلوم نہوگی۔ اپنے خچر کی پوری نگہداشت کر کے میں سناٹے میں سویا کہ سفر کی ٹکان تو اتر جائے۔ صبح اٹھتے ہی میں حمام میں گیا۔ وہاں خوب نہایا دھویا اپنی داڑھی درست کرائی اور ہاتھ سروں میں خناملی۔ اور اب اپنی صورت دیکھ کر مجھے اُمید ہوئی کہ حاجی تو کامیاب ہو جائیگا۔

ملانا۔ نادان کا مکان شاہی مسجد اور شتر خانے کے قریب واقع تھا اور بازار میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا مسجد کے دروازے سے آسمین راستہ جاتا تھا اور دوسرا دروازہ شاہی کھانین کی طرف کھلا ہوا تھا۔ اسکے سامنے ایک بہت ہی مکینہ مقام تھا۔ اس لیے کہ جون ہی کورٹ کے احاطے میں قدم رکھو تو سامنے کی جگہ صاف اور چمک کاؤ کی ہوئی معلوم ہوگی کچھ درمی وغیرہ کا سادہ فرش بھی بکھا ہوا ہوگا لیکن جب اُس کرے کی طرف نظر پڑتی تھی جو اسکے اندر بنا ہوا تھا۔ گو آئین صرف سفیدی پھری ہوئی تھی اور ایک چورادری وغیرہ کا بچھا ہوا تھا۔ مگر مجموعی صورت سے افلاسی کے آثار معلوم ہوتے تھے۔

اس کمرے میں ایک شخص مریضین شاہت کا بیٹھا ہوا تھا۔ اُسکی صورت دیکھ کر اتنا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ اس گھر کا مالک ہے لیکن مجھ سے غلطی ہوئی۔ لیکن تو اپنے اندرون میں تھا لوگوں نے کہا کہ وہ ابھی آتے ہونگے۔

ذرا اپنے کو ایک خادم سے زیادہ ادنیٰ ظاہر کرنے کو میں نیچے بیٹھ گیا اور میں اس شخص سے جو وہاں بیٹھا ہوا تھا باتیں کرنے لگا۔ اُس نے چاہا کہ مجھ سے یہ دریافت کرے کہ ملا نادان سے تیرا کام کیا ہے لیکن وہ مجھ سے چھی طرح اسکا پتہ نہ لگا سکا۔ اگر یہ اُس نے نہایت ہی متعجبانہ اور حیرت انگیز سوالات مجھ سے کیے۔
 شخص۔ تم معلوم ہوتا ہے نئے نئے طہران میں آئے ہو۔

میں۔ ہاں حضور والا۔ بجا درست ہے۔

شخص۔ تم کچھ دن یہاں قیام کرو گے۔

میں۔ یہ کچھ ٹھیک نہیں بتا سکتا۔

شخص (کچھ دیر تامل کر کے) یہ شہر کچھ ایسا سُست ہے کہ اس میں تو ایک ہفتہ بھر بھی بیکار رہنا دو بھر ہو جاتا ہے۔

ہاں یہ شہر تو خوشیوں کا بھرا ہوا ہے اگر یہاں کوئی خدمت ملگئی پھر کیا ہے غریب میں اب جیسے میں ہوں کہ خوب کیفیت اُڑاتا ہوں۔

میں۔ آپ کی عنایتیں کبھی کم نہ ہوں میرا کام تو صرف ملا نادان سے ہے۔

شخص۔ مجھ میں اور ملا نادان میں کوئی فرق بھی نہیں ہے جو کچھ کام تمہارا ہو

وہ میں بھی نکال سکتا ہوں اور الحمد للہ تم اپنے دل کی مرضی کے موافق اسے راست

پاؤ گے ہمارے اختیار میں سب قسمیں بھی ہیں اور ہر طرح کی قیمت بھی ہے۔

میں۔ جناب میں سوداگر تو ہوں نہیں۔

شخص۔ یہاں تاجر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ کیا کافی نہیں ہو کہ تم

ایک آدمی ہو اور پرہیزی ہو کچھ معلوم ہو گا چاہے ایک سال۔ ایک مہینا۔ ایک

ہفتہ۔ ایک دن اور نیز ایک گھنٹہ بھی تم نے اپنا وقت بہت ہی پسندیدگی سے گزارا

میں اس کی اس عاجزانہ تقریر سے بہت ہی حیران ہوا اور میرا ارادہ ہوا کہ میں اس سے

یہ التجا کروں کہ آپ ذرا اس سے مجھے واقف کر دیں کہ اتنے میں کیا تھا کیا ہوں کہ
ملا خود آ موجود ہوئے۔

یہ شخص نہایت ہی خوبصورت جوان اور لائے قد کا تھا۔ اور تقریباً چالیس
برس کی عمر ہوگی۔ سیاہ چلتی ہوئی نگہدار وارھی تھی اور دو آنکھیں بہت ہی تابان اور
روشن معلوم ہوتی تھیں سفید لمبل کا عمامہ سر پر بندھا ہوا تھا اور ایک عراقی یا عربی چھپنے ہوئے
تھا کہ حیرانگے چھپے کا ندھوں یعنی داخل و خارج سفید سوئی کام کی پٹی لگی ہوئی تھی گو اس کی عمر
بہت پر سپہ گری خوب بھرتی تھی اور شرعی کپڑے زیادہ زیب نہ دیتے تھے لیکن برخلاف اسکے
اسکے چہرے پر ذرا کچھ بر دباری اور فطرتی مادہ بہت پایا جاتا تھا لہذا اس مادہ میں ایک تیز خوش طبعی
کی بھی برابر جھلک رہی تھی۔

اسکے آتے ہی میں اٹھ بٹھا اور فوراً وہ رقعہ جو مجھ نے مجھے دیا تھا اسکے آگے پیش کیا اور رقعہ
دیکر بھر بھی میں کھڑا ہی رہا جب اُسے رقعہ لے کر کھولنا شروع کیا تو کبھی تو میری طرف سرتاپا
دیکھتا تھا اور کبھی رقعہ کی طرف۔ اور وہ حیران تھا کہ دیکھے یہ کہتا کیا ہو۔ مگر چون ہی اسکو
کھول کر بڑھا اور مجھ تک کی جہر دیکھی نہایت ہی خوش مسرور ہوا اور بکوندہ پیشانی سے ہنسنے لگا لیکن
ملا نادان مبارک ہو کہ وہ ہمارے قبلہ و کعبہ جناب مولانا مقتدا صاحب مجتہد زکی طبع مبارک
کیسی ہو۔

میں حضور بہت ہی اچھی طرح سے ہیں۔

ملا نادان کو مجھ سے دلی عقیدت تھی بہت ہی توجہ سے مجھ صاحب کے رقعہ کو تو
بڑھا لیکن اپنی مرضی کا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ پھر ملا نادان نے بہت ہی معذرت کی اور
اس امر کی معافی مانگی کہ میرے پاس آپ کے پیشکش کرنے کے لیے قلیان نہیں۔ اور سبب
یہ ہے کہ میں بتبا کو نہیں پیتا۔ ہم لوگ جنکو خداوند تعالیٰ نے اپنی خاص ولایت عنایت
کی تہ یعنی سجادین۔ تو اس لیے ہمارے ہاں جب قدر و دنیاوی عیش و نشاط اور مسکرات کی چیزیں

ہمیں سب حرام ہیں۔ ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروان
دین سے ہدایت کی ہو کہ جس قدر شبیلی چیزیں ہیں سب حرام ہیں۔ مگر کیا کو جو تمام
ایران میں اسی طرح سے شدت سے جاری ہو جیسے ترکی میں لیکن مجھے یہ معلوم ہوا ہو کہ قوت
مدرکہ کو یہ تیرہ دن کر رہا تھا اس لیے میں نے اسے بھی چھوڑ دیا ہو۔

غرض وہ یوں ہی بڑی دیر تک اپنے روزہ رکھنے کفارہ دینے اور اپنی ریاضت کی
باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح سے یہ کہتا ہو یوں زندگی کی کیفیت
اُڑاؤں اور چوارادہ پہلے ہوا تھا کہ مولویانہ زندگی بسر کرونگا وہ خیال جاتا رہا جب میں نے
اسکی صورت دیکھی کہ سرخ و سفید بن رہا ہو جسم ہو کہ اٹھا آتا ہو بازو خوب بھرے ہوئے ہیں۔
سینہ اُبھرا ہوا ہو میں نے اپنی اس اُمید سے ڈھارس بندھوا لی کہ یہ اپنی شریعت میں بہت
توضیح کے ساتھ غلو رکھتا ہوگا اور شاید مجھے بھی ایسا مکان دستیاب ہو جائے کہ جہیز ملا دوں
کے پاس تھا۔ دو کمرے تھے ایک تو دربار عام کے لیے اور ایک وہ کمرہ تھا جس میں وہ نہایت
اُڑایا کرتا تھا۔ اور یہ کمرہ مکان کے اندر کی طرف بنا ہوا تھا۔

چھٹا باب

ملا نا دان کا دولت پیدا کرنے کی نئی تدبیر بیان کرنا
جب میں اور صرف ملا نا دان رہ گئے اور وہ شخص مجھ سے میری پہلے باتیں ہوئی
تھیں اُٹھ کر چلا گیا تو ملا نا دان نے وہ خط اپنی چھاتی پر سے نکالا اور کہا کہ ایسی اچھی قاریش پر
میں نے تمہیں اپنی ملازمت میں لکھا بہت ہی خوشی سے منظور کیا۔ پھر اسے میری خاص خاص کچھ لکھا
و قابلیت کی بابت حالات پوچھے انکا میں نے اسکو جواب اس عمدگی سے دیا کہ وہ مطمئن خاطر ہو گیا۔
ملا نا دان مجھے تم جیسے شخص کی مدت سے تلاش تھی لیکن اب تک مجھے کامیابی نہیں حاصل
ہوئی تھی جو شخص بھی ٹھکر گیا ہو میرے چند فراموش میں میری مدد کرتا رہتا ہو لیکن یہ ہرگز میرے

مطلب کا نہیں ہو کیونکہ ناپاک بہت ہو مجھے تو ایسے شخص کی ضرورت ہو جس کی نظر میرے فوائد پر ایسی ہی ہو جیسے اسکی اپنے فوائد پر ہو وہ شخص لطافت میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہو اور جس قدر کہ اسکے قابل ہو اس سے بھی زیادہ فراپائینگا۔

مین۔ گو میں نے بہت کچھ دُنیا کا دیکھا ہو لیکن مین امید دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کام اور خدمت مین ایماندار پائینگے۔ اور آپ ملاحظہ کریں گے کہ میں اپنے ذرایع سطح و زمین کرتا ہوں اور اسکے بجالانے کے لیے کیسا مستعد ہوں جب میرے دل مین یہ آئینہ زندگی کے میدان مین بھی قد فرما ہوں تو میں سیدھا مجتہد صاحب کی خدمت مین چلا گیا آنکھوں نے مجھے اس قدر تعلیم کی اور میرے دل کو دُنیاوی کدورتوں سے ایسا صاف کیا کہ اب میں گویا سچے مسلمان کا ایک آئینہ بن گیا۔

مُلاً۔ خوش ہو کر تواب اور حاجی تم خیال کرو کہ مین خوش قسمتوں مین ایک خوش قسمت ہوں کیونکہ مین محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے پیروانوں کی ایک مثال ہوں۔

غرض کہ مین تو اتر کلام اللہ پڑھتا ہوں اور جس طرح سے کہ مین باقاعدہ مستعدی سے نماز ادا کرتا ہوں اور کوئی بھی نہیں کر سکتا جس طرح سے کہ مین حمام مین جاتا ہوں اور ناپاکی سے بچتا ہوں اور ہر وقت صفائی میرا اور ہذا بچھونا رہتی ہو ایسی کوئی بھی پابندی نہیں کرتا۔ دیکھو نا نہ تو تمہیں یہ معلوم ہو گا کہ میری پوشاک مین کہیں بھی رشیم کا نام ہو اور نہ تمہیں کچھ سونے کی انگوٹھیاں میری انگلیوں مین دکھائی دینگی۔ دیکھو میرے وضو اس تقید کے ساتھ ہوتے ہیں کہ طہران پھر مین کوئی کرنا نہیں جانتا نہ تو مین و میون کے آگے حقہ پیتا ہوں اور نہ پانی پیتا ہوں اور نہ مین گنجنہ اور کوئی اور اسی قسم کا کھیل کھیلتا ہوں۔ وہ بازیان جو شریعت مین منع ہیں میرے پاس ہو کر نہیں گزرے مین روزوں کا بھی ایک سانچا ہوں جب رمضان شریف آتا ہو تو ہر قسم کے لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ کسی طرح سے قانون شریعت کی اس سختی سے پناہ ملے لیکن مین ہرگز انھیں کسی آسانی کی رخصت نہیں دیتا نہیں بلکہ مین اُن سے یہ کہتا ہوں کہ اگر ایسے ہی اکل شراب پر جان دیتے ہو تو مہاؤ

رمضان میں کھانے پینے سے مرنا اچھا۔ میری طرح زندگی بسر نہیں کرتے کہ بیان جمعہ سے جمعہ تک مسخہ بند ہی رہتا ہو اور ایک ٹکڑا غیر شریعت حکم زبان پر نہیں رکھا جاتا۔ اگرچہ میں نے یہ سنکر اسکی روزوں میں سخت گیری کی تعریف نہیں کی لیکن ہاں جو کچھ اُسے کہا وہ میں نے بدل پذیرا کیا اُسوقت کچھ ایسا سامان بندہ گیا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جس قدر یہ اپنے آپ خوش ہو ایسا ہی مجھ سے ہو۔

بیان پر ملانے اپنی گفتگو ختم کی اور اس امر کا امیدوار ہوا کہ دیکھوں یہ جواب میں کیا کہتا ہو لیکن میں کاموں کے اس وسیع میدان سے جو اُس نے میری نظر کے آگے کھولا تھا ایسا جہان سرگرداں تھا کہ تو بے یقین اس سے چند منٹ میں مجھے اپنی حالت یاد آگئی میں جس نے یہ امید کی تھی کہ اپنی باقی ماندہ زندگی کو گوشہ نشینی قرآن کی تلاوت تسبیح پھیرنے مدرسوں اور مسجدوں میں غلط و نپہ سُننے میں صرف کر دوں گا لیکن اب یہ حالت ہو کہ بدہی کیفیت نظر آتی ہو کہ اس دنیا کی نیکیوں سے حقارت کی جائے اور خواہشات کی طرف طبیعت متوجہ ہو اور اچانک مجھ سے خواہش کی گئی کہ گزشتہ زمانے کی طرح سے میں بھرپور گھرے دل سے زندگی کے کام میں مشغول ہوں اور ایسے شخص کے قدم بقدم چلوں کہ جو کٹا دنیا دار ہو اور اُسے سوائے روپیہ جمع کرنے کے اور کچھ بھی خیال نہ ہو مگر میں کو مشتک کر سکتا ہوں لیکن میری حالتیں اس طرح بے تحاشگی سے زیادہ صوح و فکر کو قبول کر لیتی تھیں کہ جسکی کوئی بھی حد نہ تھی بغض ان سب باتوں کے بعد میں نے خیال کیا کہ ایسے بڑے مشہور و معروف شخص کا شاگرد ہونا جو طہران میں بہت بڑا نامی ہو کچھ بُرا اور قابل حقارت نہیں ہو۔ یہ خیال کرتے ہی میں نے ملّا نادان کی نوکری کو قبول کر لیا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ ابھی مجھے چند باتیں تھیں اور بھی کرنی ہیں لیکن اس وقت اُس نے یہ باتیں ملتوی رکھیں کیونکہ افسر العلما کا ایک شخص اسکے بلانے کے لیے آگیا تھا جانے سے پیشتر اسے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں دنیاوی شوکت جتانے کے لیے زیادہ نوکری نہیں رکھتا ہاں جنگی بہت ہی ضرورت ہو وہ رکھے جاتے ہیں۔

اسکے پاس صرف ایک باورچی اور ایک آدمی تھا جو سائے کا مخدمتگاری کرتا تھا۔ اور اسکے مہطل میں صرف ایک ہی خچر سواری کے لیے تھا۔ ملا نادان گھنے لگا کہ جب مجھے بہت ہی تکلیف ہوئی تو میں نے ایک سرنگ گھوڑے کے مول لینے کا بندوبست کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ تم تجوئی جانتے ہو کہ جاوڑا ایسا ہو کہ سواری پر لوگوں کی نگاہیں پڑیں چھا جوں جوں میری ترقی ہوگی اور میرا عمدہ بڑھے گا میرا ارادہ ہو کہ میں ایک خچر اور بھی خرید دوں گا۔

میں نے اُس سے اس امر کی اطلاع دی کہ میں درابھی توقف نہیں کیا کہ میرے پاس ایک خچر ہو غرض کچھ دیر کی تقریر کے بعد یہ امر طر پایا کہ ملا نادان دونوں خچر اور گدھا اپنے ہی ہاں رکھ لیا ملا نادان تو خچر پر چڑھا کر گیا۔ اور اگر کبھی ضرورت پڑی تو حاجی بابا غریب گدھے پر سوار ہوا کر گیا۔

ساتواں باب

حاجی بابا کا بازار میں جانا۔

جب میں اپنے عہدے ملنے کی کیفیت سے واقف ہو گیا اور سارے فریضہ نشین ہوئے تو میں نے پہلے بازار جا کر اپنے مولویانہ کپڑوں کا بندوبست کیا۔ ایک چغہ خرید کر جسکے ٹن چھاتی پر سے بھی عبور کیے ہوئے تھے۔ ایک سفید لٹل کا دوپٹہ لیا اور ہسکو عماما بنا کر سر پر باندھا۔ اتفاقاً وہاں مجھے میرے پہلے آقا کی خانم ملی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کچھ جنوں کا تو تصرف نہیں ہو کہ خانم مرزا احمق کی بیوی یہاں آئے۔

خانم۔ ہاں جی ہاں۔ تم وہی شخص ہو کہ تم نے میرے خاوند کو قتل کروا دیا اور اب تم بیان ملاسن کے آئے ہو۔

میں۔ آپ کے خاوند کو مار ڈالا۔ یہ آپ مجھ سے کیا کہتی ہیں بھلا اس قدر بیجا جیسی

کوئی بھی اتنا نہیں ایسی باتیں تو زبان سے بھی نہیں نکالنی چاہئیں۔ میں نے بھلا آپ کے خاوند کی مرگ میں کیا کیا۔ ایک زمانے میں وہ میرا مالک تھا۔ مجھے اسکے ضائع ہونے پر بہت ہی صدمہ ہوا۔ جو کچھ واقعہ ہوا ہے۔ اسکا جلدی پورا پورا حال تشریحاً بیان کرو تا کہ میری خاطر جمعی ہو میں اسوقت بہت ہی فکر میں ڈوبا ہوا ہوں۔

خاتم۔ تم ایسے انجان کیوں بنے جاتے ہو یہ تو تمہیں بخوبی علم ہو کہ مرگ تھا ہے ہی سبب سے شاہ نے زینب کو فنا کر دیا اور اسکی موت سے طلبیب سچا رہے کی داڑھی کھڑی گئی اسکی داڑھی کھڑی نے سے اسکی سخت توہین ہوئی اور توہین سے بھر موت اس لیے وہ آپ ہی حضرت ہیں جو سب باتوں اور نقصانوں کے سبب ہیں۔

میں۔ اے خاتم تم میرے سر پر کیوں خاک ڈالتی ہو بھلا یہ بھی کوئی بات ہے بھلا میں ایسے نام سے کیوں نامزد کیا جائوں کہ میں کسی کا سبب مرگ ہوں جب میں اس سے ہزاروں کوس دور ہوں یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تمہارا خاوند سوڑھنسی سے مر گیا اگر واقعی ایسا ہوا ہو تو یہ سمجھ لو یہ اس شخص کا گناہ ہے جس نے اس کے آگے چالوں کو لا کر رکھا۔

یوں ہی خاتم سے بہت دیر تک باتوں ہی باتوں میں گتھم گتھا ہوتی رہی۔ خاتم جو کہ ظاہر بہت ہی غمگین معلوم ہوتی تھی اور اپنے خاوند پر بہت ہی افسوس ہاتی تھی مجھ سے کہنے لگی کہ تم میری پہلی شان و شوکت اور تروتازگی پر نظر نہ کرو۔

تاہم ایک عزت اور توقیر کی راہ سے میں نے خاتم سے یہ کہا کہ آپ اپنے کچھ حالات بیان فرمائیں۔

خاتم۔ اسی طرح سے بخوبی جانتے ہو جیسے میں جانتی ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں شاہ شامان کی بیوی تھی اور میں اسکی حرم میں تول نہر کی حسین تھی اور صدمہ اپنی سوکنوں کے باعث رنج و ملال میں مبتلا رہتی تھی۔ لیکن بھلا ایک حالت پر کسکا قیام رہ سکتا ہے۔ ایک نئی عورت شاہ کی حرم سرا میں آئی وہ کچھ مجھ سے بھی زیادہ دل کھینچنے میں سی معلوم

ہوئی بس اُسے شاہ کو اپنی طرف کھینچا اور اب میری طرف سے شاہ کا رخ پھر گیا۔
یہاں تک کہ میں بالکل خاںج ہو گئی لیکن پھر بھی اس عورت کو چین نہیں آیا اور وہ میری
دور بائیون سے ڈرتی ہی رہی یہاں تک کہ شاہ نے افسر لا طلبا کو مجھے دیدیا۔
ہائے میں کبھی وہ سکرات موت نہیں بھولونگی جو اُس وقت میرے دل کو حاصل ہوا تھا
جب شاہانہ شوکت اور جاہ و جلال سلطانی کی عظمت چھوڑ کر ایک طبیب کی ہسکتا رہی ہوئی
اور مجھے لٹخون اور دوائیوں کے مرتبانوں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب میں بچاری
رہنمائی کی تاریخ نہ دہراؤنگی۔

جب طبیب کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس امر کی کوشش کی کہ شاہ مجھ پر توجہ
کرے اور میری طرف نظر التفات سے دیکھیں لیکن اُسکے کانوں کے دونوں راستے
بند ہو گئے۔ اب میں گویا ایک مصیبت آفت سے دوسری ایک قہر آلود آفت میں پھنسیا ہوا
اللہ تعالیٰ میرا معادون ہو۔ اب حاجی اب میں وہ ہوں کہ خاوند کی تلاش کرتی ہوں۔
یہ کہ کہ وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور اپنی اس حالت پر اُسے خون کے آنسو
بہائے مگر میں نے اُسے اطمینان دلایا کہ تم مطمئن خاطر ہو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لیے
کوئی پسندیدہ خاوند تلاش کر دوں گا۔

خاتم تم دیکھو کہ اب تک میں خوبصورت ہوں اور میرے بچپن کا دورہ ختم نہیں
ہوا اب میری آنکھوں کی طرف نگاہ ڈال کر دیکھو کیوں کیا امنیں دینی باقی نہیں ہو۔ میری
کمان ابروؤں کی تعریف کر دیتھیں مجھ ساتانی کہاں ملے گا۔ جو پورم پور میرا نظیر ہو سکے گا۔
میری کمر دیکھو جو ایک بالشت سے زیادہ چوڑی نہیں ہو۔

غرض یوں ہی اپنے حسن و خوبی کی خاتم تعریف کرتی رہی لیکن جب میں نے دیکھا
تو بڑھیا کچھ چہرے کی معلوم ہوئی جس سے میں نے چاہا کہ زینب کے ساتھ اسکے ظالمانہ
برتاؤ کا بدلہ لوں جو مظلومہ مقتولہ کے ساتھ اس ظالمہ نے کیا تھا۔

غرض خانم نے مجھے یقین دلوانے کی کوشش کی کہ میں بہت ہی خوب صورت در
جوان ہوں میں نے بھی اسکے حسن اور جوانی کا اس طرح سے یقین کیا کہ وہ خوش ہو گئی
میں نے اس سے اقرار کیا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا انکے نفع کے لیے کوشش کر دینگا
خانم - دیکھو مجھے نہ بھولنا۔
میں - یہ کہ کے میں نے دروازے کی طرف قدم رکھا۔

آٹھواں باب

حاجی بابا کا ایسے شخص سے ملنا جسکو اسنے مردہ تصور کر لیا تھا
میں یہاں سے شہر کی مشہور کاروانسرا کی طرف روانہ ہوا جب میں اسکے قریب
پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ دونوں طرف راستوں پر بچر اور اونٹ اسباب سے بھرا کھج ہوا
ہوئے کھڑے ہیں انہیں آدمی بھی بہت کثرت سے ہیں بعض کی حاجیوں کی سی پوشاک
ہو کہ سر سے پائون تک سفید پوشاک پہنے ہیں جیسے شہد میں امام رضا کی قبر پر زیارت
کرنے کے لیے آتے ہیں لیکن دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کاروان خراسان سے آیا ہے
پہلے تو بڑی دیر تک دیکھتا رہا۔ تنگ شاہراہوں سے یہ ہجوم گزر رہا تھا لیکن جب
خچر نہکانے اور خچر نہکانے والوں کی کر یہ الصوفی میرے کانوں میں آنے لگی تو میں نے
جا ہا کہ مربع عمارت کا روانسرا میں چلون۔

میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید مجھے خوش قسمتی اور نیک طالعی سے وہ لوگ
مل جائیں جن سے میری مشہد میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے ہر ایک مسافر کو بہت ہی
غور کر کر ادراک لگائی باندھ باندھ کر دیکھا۔ یہ تو درست تھا کہ اس نے مانے کو جب میں نے
مشہد میں بیرون پر لکڑیاں کھائی تھیں ایک مدت گزر گئی تھی اس سے لوگوں کی شکل
میں بہت تغیر و تبدل بھی پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن میں جو ہر شخص کی اصلی ہیئت اپنے

دماغ میں رکھتا تھا اور جنہوں نے کہ مجھ سے لیکر حقہ پیاتھا اُنکو بخوبی جانتا تھا مجھے اُمید ہوئی کہ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی نظر پڑ گئی بھو لوں گا تو نہیں۔

ایک نئی تحقیق کرنے کا موقع تو مجھے مل گیا تھا جب میری نگاہ ایک جانی ہوئی ناک ایک شناسا چوکو پڑی۔ اُٹھی ہوئی تو نہ پر پڑی تو یکا یک میرا خیال سطر متوجہ ہوا۔

میں یہ شکلیں تو کچھ مجھے کھلتی ہیں اور شناسا معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں میرے اوائل عمر کے خیالات شامل ہیں۔ اور واقعی یہ اسکی ملک ہیں کہ جسکی شکل کسے ساتھ میری

واقفیت کا زیادہ سرا یہ شامل ہو فوراً میرے خیال کرتے ہی میرا سب سے پہلا مالک عثمان آغا آیا۔ لیکن اسکے تمام خیالات میرے دل سے فوراً نکل گئے۔ کیونکہ اسکی ترکانوں

کی قید میں رہ کر عجیب حالت ہو گئی تھی اور یہ گونا گوں حوادث سے بہت ہی چوہ ہو گیا تھا۔ وہ تروتازگی اور وہ حالت خواب میں بھی نہیں رہی تھی۔

ماہم میں اسکی طرف نظر ان رہا میں نے خیال کیا کہ شاید یہ کوئی اسکا بھائی ہوگا۔ میں اسکے قریب گیا کہ اسکی کچھ باتیں سنوں۔ مگر یہ گم صم بیٹھا ہوا تھا میرے شبہ کو اور بھی

دوئی ترقی ہوئی میں کچھ دیر تاک راہ دیکھتا رہا کہ یہ باتیں کرے تو اسکی آواز پہچانوں لیکن یہ خاموش ہی بیٹھا رہا مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد صاف آواز میں اپنے ایک سوداگر سے یہ

دریافت کرنے لگا کہ قسطنطنیہ میں بھر کے چڑے کی کیا قیمت ہو۔ میں اب تو اپنے دل میں بہت ہی خوش ہوا اور کہا اُدھو قطعی تم عثمان آغا ہو میں نے

ہرگز غلطی نہ کی تھی۔ میں فوراً اسکے پاس پہنچا اور اپنے کو ظاہر کیا۔ جب ہم باہم بہت دیر تک تعجب اور حیرت میں مبتلا رہے تو کچھ کچھ ہر ایک دوسرے

کا شناسا بنا۔ میں نے اسکی داڑھی کی سفیدی پر کہا کہ بالکل پہچانے ہی نہیں جاتے اور اسے میری خوبصورتی اور سیاہی پر حیرت کی۔

اسنے بہت ہی نرمی سے انقصائے وقت اور بے ثباتی دُنیا کا ذکر کیا اسکی تقریر

سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ کبھی مصیبت برہتی ہو کبھی گھٹ جاتی ہو۔
 غرض دنیا کی حالت یکساں نہیں رہتی مصیبت اور راحت یہ تو امان پیدا ہوتی ہیں
 خوشی کے ساتھ رنج اور رنج کے ساتھ ہر جگہ خوشی ہر جگہ کہ میں اُسکے پاس سے جدا ہوا تھا
 اور ہم دونوں آقا خادموں میں مفارقت ہوئی تھی تو اُسے معمولی طریقے سے ساری کیفیت بیان کی
 جب مجھے مصیبت آفت قید میں بڑی بگڑی بعد ازاں جاتی رہی تھی اور میرا وقت
 خیال سے زیادہ بھی بہت ہی پسندیدگی سے گزرنے لگا۔ کیونکہ میرا سولے اسکے اور کوئی
 کام ہی نہیں تھا کہ اونٹوں کے پاس بیٹھا رہوں اور انکی بے شرف قطعی شکل کو نکا کر دوں
 میری خوراک مختلف تھی لیکن پانی بہت عمدہ مجھے میسر ہوتا تھا ہاں اگر مجھے تکلیف
 تھی تو صرف تما کوئی تھی۔ کیونکہ میں اس کدت سے عادی تھا اور پھر یکایک نہ ملنا تکلیف
 کا باعث ہوا اسی طرح سالہا سال گزر گئے۔ میں نے تو یہ سوچ ہی لیا تھا کہ اپنی زندگی کا
 باقی حصہ بھی انھیں اونٹوں کے ساتھ صرف کروں گا کہ یکایک میری قسمت نے دوسرا ملٹا کھایا
 اور اب مجھے خوشنما امید ہونے لگی کہ میں ہا ہو جاؤں گا جو شخص کہ اپنے کو ولی بتاتا تھا ان
 ترکمانوں میں بھی آیا۔ معمول کے موافق جیسا کہ اس قسم کے اشخاص کرتے ہیں اُسے دو تین
 کرا متیں دیکھا میں۔ ان سہرے الاعتقاد لوگوں نے تو ان کرا متوں کو بہت ہی کچھ سمجھا اور
 انکو تسلیم کر لیا اسکا ایک ایک لفظ کرا مت ہو گئی۔ بڑے بڑے مشہور اور تجربہ کار ڈاکوؤں نے
 بڑی عاجزی سے اسکے قدم چومے اور اُسکے جھنڈے کے نیچے آگئے جو کچھ اُس نے کہا اُس پر
 سر تسلیم خم کیا۔ میں بھی اُسکے آگے گیا اور میں نے سُننے کے استحقاق حاصل کرنے کا دعویٰ کیا
 اور میں نے یہ بھی اس سے بیان کیا کہ میں میرے غرض وہ وہ باتیں ہوئیں کہ جس
 مجھے اپنی آزادی حاصل ہو گئی۔ اور مجھے کچھ فدیہ بھی نہ دینا پڑا۔

بس چون ہی میں نے وہاں سے رہائی پائی میں فوراً مشہور چلا گیا خوش قسمتی سے
 میری چند بغداد کے تجار سے ملاقات ہوئی انہیں سے ایک میرے متعلقین میں سے بھی

تھا اس سے مین نے کچھ روپیہ پیشگی لیا تھا کہ اس سے تجارت کروں۔
 مجھے ترکی بازار دن کی پوری پوری کیفیت اور ماہیت معلوم ہو گئی تھی کہ
 بخارا سے مال جاتا ہوا دروہان جا کر بکتا ہے تو مین اسے خریداری کے لیے وہاں چلا گیا
 تاکہ ترکی بازار دن مین جا کر فروخت کروں۔ چونکہ ترکمانوں میں ہتے ہوئے ایک ماہ
 مدید گزر گیا تھا اس لیے مین انکے طرق اور عادات سے بخوبی واقف ہو گیا تھا خصوصاً
 خرید و فروخت کے معاملے میں تو مدید طویٰ حاصل ہو گیا تھا اور صرف اسی سبب سے مین نے
 بخارا اور فارس میں بہت سی کامیابی سے تجارت کی یہاں تک کہ مجھے اس قدر منافع ہوا
 کہ مین اپنے ملک واپس جانے کے قابل ہو گیا جب مین قسطنطنیہ کی طرف چلا میرے
 ساتھ بہت سے خچر بخارا سمقند اور مشرقی فارس کی تجارتی اشیاء سے بھرا کھچ لے کرے ہوئے
 تھے تو راہ میں مجھے اپنا پیارا شہر بغداد یاد آ گیا۔ تو اب میرا یہ ارادہ ہو کہ مین جب تک
 کہ موسم بہار کا کاروان جمع نہ ہو جائیگا مین یہیں قیام کرونگا۔ کیونکہ اب ذرا اس
 شاہانہ شہر میں رہنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ وحشیوں میں رہتے رہتے تو دم اکتا گیا۔
 تو اب تم یہ بتاؤ کہ مین اپنا وقت دلچسپی اور پسندیدگی سے کیوں صرف کروں۔
 یہ سنتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص شادی کا بہت خواہشمند ہے۔ مین نے اس
 کہنے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا کہ آپ کے لیے بیوی موجود ہے۔
 مین نے اپنے دل میں خیال کیا کہ کیا خلیکی شان ہو تو قدری معاملے میں کیسے پلٹے
 تھوڑی ہی مین بھلا کیا قصداً و قدر کا کام ہو کہ میرا ایک مالک کتنی دور دراز سے آتا ہے
 کہ میرے دوسرے آقا کی بیوہ سے شادی کرے جسکو انتقال کیے ہوئے بھی تو کچھ زمانہ نہیں
 گزرا۔ اور مجھے دیکھو جنوبی اطراف سے آنا اور اس میں شامل ہونا۔
 حکیم کی بیوہ بڑی ڈبل عورت تھی کہ تین عورتوں کے برابر اُسکا گھیر تھا وہ
 خٹمان آغا ہی کے لیے موزوں بھی تھی جسے سنتے ہی میری دوزخ است کو قبول کر لیا کچھ

میں نے اسکی تعریف کی کچھ ابرو کی صفیتیں کہیں غرض وہ باتیں بنائیں کہ عثمان آغا کے مذاق کی تھین اور اسکو پسند کر کے باتوں ہی باتوں میں غور کرادیا۔

میں نے یہ خوشخبری جاتے ہی خانم سے بیان کی۔ خانم سنتے ہی بہت خوش ہوئی۔ اب خانم کا کیا کہنا یہ سمجھی واقعی میرا حسن ہی ایسا ہو کہ سب سے فضل ہوں اور خمدار بھوین تو اس غضب کی ہیں کہ مکن نہیں جو انکو دیکھے سر تسلیم خم نہ کرے۔

خانم کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ خانم بہت ہی خوش ہوئی اور اسے ترک کے ساتھ متعہ کرنے میں کسی طرح کا بھی کلام نہیں ہے۔

میں خانم کے پاس سے عثمان آغا کے پاس چلا گیا جو اس امر کے لیے مستعد تمام تھا اسکی حالت دیکھ کر معلوم ہوا کہ چونکہ وہ اونٹوں کے ساتھ مدت تک رہا ہے اسلئے اسے خشک اور غنبر کی خوشبو بہت ہی دل آویز معلوم ہوتی ہے اور وہ اسکے سونگھنے کا بہت بڑا عادی ہے۔ عثمان آغا حمام میں نہانے گیا۔ اپنی بھوری وارھی پر خضاب کیا۔ ہاتھوں کو شہرے رنگ سے رنگا اور اسکی زلفوں کی رخساروں پر ہلال قاصورت بنگئی۔

بجائے اسکے کہ پری لٹکا کر تین۔ اب انھوں نے وہیں گلون گے اوپر دائرہ بنایا۔ غرض عثمان آغا بن سنور کر میرے ساتھ ملا نا دان کے مکان پر آیا چونکہ اسوقت ذرا نہایا دھویا تھا اور کپڑے و پیرے بدلے تھے اس لیے اسکی اصلی عمر سے دس برس اور کم ہو گئے تھے جب دونوں دولھا دھن کا آ مناسا منا ہوا تو اسوقت وہ سامان تھا کہ بغیر حض پاس کھڑے ہوئے کو ان دونوں کے دیکھنے سے بہت ہی لطف آتا تھا۔

دولھا تو اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح سے یہ معلوم ہو جائے کہ جس سے میرا متعہ ہوتا ہے کیسی صورت کی ہے۔ لیکن نقاب ہی نقاب میں کچھ وہ ناز و انداز اور کرشمے کر رہی تھی جس سے دولھا کو یہ یقین ہو جائے کہ عجیب و غریب چہرہ نقاب میں ہے۔ لیکن دھرتو یہ ہو رہا تھا اور ادھر میں یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔

میرے خیال میں فیس کے پچاس ڈیوکیٹ آئے اور یہ وہ تعداد تھی جو اس نے مجھے دی تھی اور پھر ہم ترکمانوں کی قید میں چلے گئے تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر پچاس ڈیوکیٹ لکے اور یہ خفا اور ناخوش ہو گیا تو کون جانتا ہو کہ عثمان آغا کتنی خاک میرے سر پر ڈالے گا۔

مگر انکی شادی ہو گئی اور اس امر کا مجھے کامل یقین تھا کہ جب تک میں نے یہ لفظ نہیں کہا کہ میں نے پسند کر لیا اسے خاتم کے حسن کا ایک چکارہ بھی نہیں دیکھا۔ تو اس بھیری کے عالم میں اسے اسکی نقاب الگ سرکادی میں نہیں کہہ سکتا کہ خاتم کی صورت دیکھ کر اسے کس قدر صدمہ ہوا ہوگا جب عثمان آغانے دیکھ لیا کہ میری دلربا زلیخا صفت نہیں ہے تو اس نے مجھے پاس بلا یا اور کہا۔ حاجی۔ میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ یہ نوجوان ہوگی اس پر تو اونٹ کی طرح سے جھڑپاں پڑ رہی ہیں۔ یہ بات کیونکر ہو۔

میں نے ہر حیلہ اور حوالہ سے اسے یقین دلایا کہ آپ اسے جانتے نہیں یہ ایک زمانہ میں شاہی حرم کا ایک پھول تھی یہ تو تقدیر کی بات ہو کہ اس کو آپ کی دلچسپی بننے کا اتفاق ہوا۔ صرف یہ تقدیری بات ہو۔

عثمان آغا۔ افسوس اور حاجی کیا لفظ تقدیر ہر بات کا پورا جواب ہو سکتا ہو۔ چاہے تقدیر یا قسمت کا کچھ ہی اثر کیون ہو۔ لیکن یہ تو کبھی نہیں ہوتا کہ کہیں قسمت نے ایک نوجوان عورت کی ایک کپڑا بڑھیا بنا دی ہو۔

پہلے تو مجھے بڑا خیال ہوا کہ ایسا ہو عثمان آغا خفا ہوا اور اپنا روپہ وغیرہ واپس پھیر لے لیکن نہیں وہ خاتم کو سرا میں اپنے ساتھ لے گیا اور کہا کہ نیکیجت جب تک تیرا جی چاہے میرے بیان نہ ہوا ورنہ جب جی میں آئے چاہے جہان جلد بکھو۔

نوائے باب

ملا تا دان کی ہوسنا کی

جب ملانا دان کی بہت قریب سے میرے مالک سے ملاقات ہو گئی تو مجھے معلوم ہوا کہ یکا یک اسکی طبیعت ہوسنائی کی طرف رجوع ہوئی اور اسکا اصلی منشاء یہ تھا کہ طہران کا افسر العلما میں ہو جائوں۔

اس خیال میں اسنے بہت بہت جانکا ہیان کین اور جہان تک اس سے ممکن ہوا اس میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی یہاں تک کہ یہ بات روشن ہو گئی اور لوگ اسکے دشمن ہونے لگے خصوصاً افسر العلما تو جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو گیا۔ خاص سجد میں ملانا دان امام تھا یہ شاہی مدرسہ میں وعظ بھی دیا کرتا تھا اور گاہے گاہے فیصلے بھی اسکے یہاں لوگوں کے جھگڑوں کے برابر ہوتے تھے ہر موقع پر اور خصوصاً نوروز کی تقریب میں جب تمام ملانے شاہ کے آگے جا کر نماز پڑھتے اور اسکی ترقی دولت اور سرسبزی ملک کی دعا کرتے تو وہاں بھی ملانا دان سب میں ممتاز ہوتا اور اسکی لمکتی ہوئی آواز سب میں سنائی دیتی۔

ان ان وسائل سے اسے لوگوں میں پوری شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ مگر جو لوگ کہ اس سے بخوبی واقف تھے اسکی اچھی طرح تعظیم و توقیر بھی نہیں کرتے تھے ایک موقع ہوا جس سے یہ بات صاف معلوم ہو گئی اور میں سے پھر میری ہمت نے پٹا کھایا۔ موسم سرما سپر گذر چکا تھا۔ بہنوز موسم بہار اپنا خوش جلوہ دے رہا تھا کہ یکا یک دار الخلافہ میں یہ خبر آ پہنچی کہ جنوبی حصص ملک خصوصاً لارا اور فارس میں بیٹھو کی اسقدر ضرورت تھی کہ تو بلیکن چونکہ پانی نہیں ملا اس بلا کا کال پڑا ہو جسے تباہ کر دیا ہو۔ جب سال گذر گیا تو شمالی حصص میں بھی وہی آفت آکر واقع ہوئی اور امساک باران کا بیان بھی وہی حال ہوا شاہ نے حکم دیا کہ مساجد میں عبادت کیجائے اور بیٹھ کے لیے دعائیں مانگی جائیں ملانا باشی اس حکم کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔

ملانا دان نے یہ موقع بہت ہی اچھا دیکھا کہ اپنے مذہبی جوش کو دکھائے۔ اور

اس کام میں اپنے کو معروف و مشہور کرے۔ غرض اس نے ذرا اپنی ہنود دکھانے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہیں کیا۔

ذرا اپنا اثر اور دباؤ ڈالنے کے لیے اس نے افسرِ علما کی طرح سے چھوٹی قوم کے لوگ بہت جمع کیے اور ان سب کو سمیٹ کر ایک کھلے ہوئے میدان میں بونچا اور وہاں آپ انکا امام بنا۔ پانی کا پھر بھی پتہ نہیں شاہ نے حکم دیا کہ بڑے بڑے لوگ بھی اسکے شریک ہوں اور اسکے پیچھے ہلک ہلک کر دعائیں مانگیں۔

ہر چند سب نے پٹرک پٹرک کر دعائیں مانگیں لیکن تو بیٹھ کا کہیں نام تک بھی نہیں تھا پھر اس نے تمام مسیحیوں، یودیوں، گبریوں کو بلایا اور ان سے اُنکے مذہب کی نماز پڑھوا کر دعائیں گرائی مگر آسمان کچھ ایسے لوہے کا بنا ہوا تھا کہ سپر ابر کا ایک ٹکڑا بھی معلوم نہیں ہوتا تھا ایک بہت بڑی مایوسی سی چھا گئی۔

جب یہ صورت ملنا دان نے دیکھی تو ایک دن صبح کو اپنے مکان کے پاس ملنا دان نے لوگوں کا ہجوم کیا اور مجمع کی طرف مخاطب ہوا۔

اے طہران کے لوگو اس بلاے بیدرمان کے دفع کرنے کے لیے اور بھی کوئی بات باقی ہو۔ وہ بلاے بیدرمان جو عراق پر چھانے کو مستعد ہو۔

یہ توصاف ہو کہ آسمانوں نے ہمارے خلاف کارروائی اختیار کی ہو کہ ایک قطرہ نہیں برساتے اور یہ صرف اُن لوگوں کی وجہ سے ہو جو سخت گناہگار ہیں اور جن کے سبب سے ہم پر خدا نے یہ بلا نازل کی ہو۔ اچھا وہ کون لوگ ہیں ہی کا فر ہیں جو ہمارے قانونِ شریعت کے توڑنے والے ہیں یہ وہ سخت ہیں جو کھلم کھلا شراب پی کر ہماری دیواروں کی صفائی کو کھوتے ہیں۔ اور جو کچھ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہو وہی کرتے ہیں اور ہماری شاہراہوں کو اپنی برائیوں سے مخزنِ بدی بناتے ہیں اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم سب ملکر انکے میخانے میں چلیں اور تم میری تقلید کرو اور

وہاں چلکر انکی شراب کے خم دم سب توڑ دالین۔ بس پھر اللہ کا غضب جاتا رہیگا اور نہیں بھائیوں تو جانا معلوم نہیں ہوتا۔

یہ سنتے ہی سب کو استقدر جوش آیا جبکا کوئی ٹھکانا نہیں مجھے یہ کبھی امید نہ تھی کہ وہ بیکار اس طرح بڑک اٹھیں گے مگر وہ تو پھر بڑے اور چلنے پر آمادہ ہوئے۔

ملا نادان نے اپنے کو انکا پیشوا بنایا مجھے ساتھ لیا میں بھی اور دن کی طرح سے دیوانہ ہو گیا۔ اب ہم شہر کے اس حصہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں آرمینین بستے تھے۔

آرمینون نے جب یہ دیکھا کہ استقدر خفیہ مسلمان پلے چلے آتے ہیں وہ بچا رہے حیران ہو گئے اور انھوں نے انکے اُمنڈنے کا کچھ بھی سبب نہ جانا بعض نے تو اپنے

دروازے بند کر لیے اور بعض بھاگ گئے اور بعض دھڑلے سے یہ شبہ انھیں بہت دیر تک نہ رہا کیونکہ جب مسلمان قریب آ گئے تو اپنے ہتھیار سے شروع ہوئے اور ہر طرح سے

اُنسے بُرائی کی گئی اور انکی توہین میں کوئی بات اُٹھا کر نہیں رکھی پھر تو انھیں معلوم ہو گیا کہ شاید قتل عام کا حکم ہوا ہو کہ تمام سچی قتل کر دیے جائیں۔

ملا مع تمام بہیر و نگاہ کے خاص خاص آرمینون کے مکان میں گھس گیا اور بہت تشدد سے شراب تلاش کرنے لگا اسنے نہ تو مرد کے کمرے میں فرق کیا اور نہ عورت کے بلکہ

بہت آزادی سے اندھا دھند سب کے دروازے چوڑے کھول دیے آخر کار جب ملا کو وہ خم ملا جس میں شراب بھری ہوئی تھی تو اب میں ناظرین پر اس آئندہ واقعہ کو چھوڑتا

ہوں کہ پھر ملا کی غضبناکی اور اشتعال کا کیا حال ہوا ہوگا جسقدر خم تھے انکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور شراب لٹھا دی گئی۔ غریب مظلوم مالک سوا اسکے اور

کیا کر سکتے تھے کہ اپنی روزی کو اس طرح سے دیران ہوتا دیکھیں اور ہاتھ سے ہاتھ ملین سب کی مایوسانہ نظریں پڑ رہی تھیں اور سب ہاتھ سے ہاتھ مل رہے تھے۔

اسوقت جب یہ سڑک ہر ایک گھر میں ہو گیا تو اب اور بھی گروہ مسلمانوں کا غصہ بڑھکا

گھروں سے وہ سیدھے ان سیگناہوں کے معاہدے یعنی گرجاؤں کی طرف چلے۔ جبراً
 اٹھیں کھلوا یا اور جو چیز وہاں تھی سب ویران کر دی۔ وہاں کتابیں، زیورات، اسباب
 غرض کوئی چیز ایسی نہیں بچی تھی کہ تباہ نہ ہوئی ہو۔ چونکہ کثرت سے لوگ نہیں تھے کہ
 ہر شے کو لیجاتے اس لیے یہ رائے قرار پائی کہ قیمتی قیمتی چیزیں ہیں وہی لیجائی جائیں
 گویا اب پورے طور سے بربادی کر دی گئی۔ کچھ بھی سلامت نہیں چھوڑا صرف وہ
 مظلوم توانکی دست برد سبچ گئے جنکا یہ مال لوٹ کر لائے تھے۔ اب تو پھر دوبارہ حملہ
 ہوتا اگر وہاں چند خاص خاص زمینیں کے ہمراہ شاہی فراش نہ ظاہر ہوتا۔
 جب ملانا دان کے پیر دان نے یہ صورت دیکھی اسقدر ہڑا کر بھاگے کہ نہ یہ خبر
 تھی کہاں جاتے ہیں اور کہاں آتے ہیں سر پر پاؤں رکھا جو فرار شدن کا صیغہ گردانا
 تو پھر کہ نہیں دیکھا صرف میں اور ملانا دان رہ گئے جسوقت انھوں نے کہا یہ کہ شاہ نے
 آپ لوگوں کو ابھی حاضر ہونے کا حکم دیا ہے تو اوسان باختہ ہو گئے۔ ملانا دان نے تو
 میری طرف دیکھنا شروع کیا اور میں اسکی طرف تکتے لگا۔ اور ایک دوسرے کی
 صورت کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھا اور اس نظر سے اسی حاققت برستی تھی کہ دنیا
 میں آج تک دو دائرہ ہی بازوں نے کبھی اس طرح سے نظر نہ کی ہوگی۔ یہ زمانہ سازی
 کی باتیں کرنے لگا اور سرکاری آدمیوں سے کہا کہ آپ ہمیں صرف اتنی فرصت دیں
 اور ہمارے ہمراہ ہمارے مکان پر چلیں کہ میں اپنا سرخ درباری جامہ پہنوں۔
 فراش حضرت جامہ یا سٹخ جرابین پہنے گا کوئی موقع نہیں ہے بس آپ سیدھے چلے چلے
 یہ سنکر ملانا دان کے چھکے چھوٹ گئے اور گھبرا کر یہ کہنے لگا۔ لیکن یہ تو بتاؤ
 خدا کے لیے میں نے کیا ہی کیا ہے۔ (فراش کی طرف مخاطب ہو کر) کیا یہ بات نہیں
 ہے کہ ہم اپنے ایمان کے دشمنوں کو زیر و زبر کریں۔
 فراش۔ خیر آپ وہاں چلے چلیں آپ کو خود کیفیت روشن ہو جائیگی۔

آخر کار ہم محل کے دروازے پر پہنچے معلوم ہوا کہ وزیر اعظم افسر جلادان کی بیٹھک میں مع افسر العلما بیٹھا ہوا ہے۔

جب ہم دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے تو وزیر اعظم نے ملانا دان سے مخاطب ہو کر کہا۔ خدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے یہ اصل میں کیا معاملہ ہے کیا تمہاری سمجھ پر پر وہ پڑ گیا تھا کیا تمہیں یہ معلوم نہ تھا کہ طران میں شاہ بھی موجود ہے۔ ملا باشی۔ (یعنی افسر العلما) میں کون ہوں کہ تم نے کفار کے خلاف بلوہ کیا اور اپنی چڑھ گئے آخر میں بھی تو موجود ہوں۔

افسر جلادان (اپنے محکمہ کی جریب یا سوٹا ہاتھ میں لیکر) انھیں شاہ کے آگے پیش کر دیا شاہ انتظار ہی کر رہے ہونگے۔

بس اب یہ حال ہوا کہ جان ہی نکل گئی اور موت آنکھوں کے آگے گردش کرنے لگی۔ غرض اسی حالت میں ہم محل کے اندر دو طرفہ درختوں والے راستے سے روانہ ہوئے پہلے ایک چھوٹے دروازے میں پہنچے پھر وہاں سے ایک باغ میں گئے سامنے سے دیکھا کہ ایک مکرے میں خود شاہ جلوہ افغن ہیں۔

جب ہم قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ شاہ اپنی موچپین مڑ رہے ہیں یہ گویا شاہ کے بہت ہی غضبناک ہونے کی نشانی تھی کہ جب وہ بہت ہی غضب میں بھرتے تھے تو موچپین مڑا کرتے تھے۔ میں نے ایک نظر سے ملانا دان کو بھی دیکھا۔ معلوم ہوا کہ سر سے پاؤں تک ہر مسام سے ندیاں کی ندیاں بہ رہی ہیں جون ہی ہم سے شاہ کی نظر میں ملین ہوتے اپنے جوتے اتار ڈالے اور ہم مکر کے حوض کے پاس بڑھے اس وقت شاہ کے آگے ملا باشی یعنی افسر العلما۔ افسر جلادان۔ آرمینین۔ اور ملانا دان اور میں کھڑے ہوئے تھے۔

افسر جلادان نے اپنے محکمہ کے ڈنڈے کو زمین پر رکھ کر ایک فرشتی سجدہ نما

سلام کیا اور یہ زبان پر لایا۔ پہلے جو کچھ شاہ کی معمولی تعظیم کے الفاظ تھے وہ ادا کیے گویا ہر بات کی تمسید میں انھیں کہا کرتے ہیں اور پھر یہ کہا کہ ملّا نادان حاضر ہو۔ (میری طرف اشارہ کر کے) اور یہ اسکا نوکر بھی موجود ہو۔

شاہ (بہت ہی کڑا کے کی آواز میں) اؤ ملّا نادان بتا کہ تو کتنی مدت سے میری رعیت کو تباہ و برباد کر رہا ہو بھٹیں یہ قوت کس نے دی ہو کیا تم پیغمبر ہو گئے ہو یا تم اپنے کو شاہ بنانے یہاں نازل ہوئے ہو۔ بتا کہ یہ تو کیا کر رہا ہو۔

یہاں بیان ملّا نادان کے چھکے چھوٹ گئے تھے تمام اندام میں لرزہ پڑ رہا تھا اور ہرگز ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکل سکا۔ صرف بہت مشکل سے کچھ کنبکنباتے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے الفاظ میں کافرون کی بُرائی کی۔ شراب کو بُرا کہا اور منہ کے برسنے کی خواہش ظاہر کی اور بھر گم صم کا مضمون ہو گیا۔

شاہ (ملّا باشی کی طرف مخاطب ہو کر) یہ کیا کہتا ہو میں نے صلا نہیں سنا کہ یہ کیا کہ گیا۔ ملّا باشی۔ میں حضور پر سے قربان ہو جاؤں یہ یہ عرض کرتا ہو کہ میں نے یہ صرف حضور کی رعیت کے آرام کے لیے کارروائی کی تھی۔ کیونکہ جب تک کفار شراب پین گئے یہ منہ ہرگز نہ بر سے گا۔ اور طہران میں کال پڑ جائیگا۔

شاہ۔ تو کچھ آدمیوں کے بچانے کے لیے تھے میری رعیت کا بہت بڑا جزو تباہ کر دیا یہ تو جاکہ میری دار الخلافہ میں میری کچھ بھی ہستی نہیں رہی کیا ایک گروہ کفار کا میرے ہی ناک کے نیچے برباد کیا جائے اور مجھ سے کچھ نہ دریافت کیا جائے کہ آیا حضور کی مرضی بھی ہو یا نہیں کہ ایسا کیا جائے۔ اور شخص بول کہ تو کس خواب خرگوش میں مجبور ہو یہ معلوم ہوتا ہو کہ تیرے دماغ میں خلل آ گیا ہو۔ یہ کہہ کر شاہ نے زور کی آواز میں خرا گرج کر یہ کہا کہ اپنے ملازمین کو بلا کر، اسکی پگڑی سر سے اتار لو اور اسکا چنہ اسکی پیٹھ پر سے علیحدہ کر لو۔ اسکی ٹھوڑی پر سے اسکی داڑھی اکھیر لو۔ اس کے

دونوں ہاتھ پشت پر کس دو اٹے گدھے پر اسے سوار کرو اور تمام شاہراہوں میں اسے یوں ہی گردش دو اور پھر دھکے دے کر اسے شہر بدر کرو اور ساتھ ہی اسکے نوکر کو بھی لے جاؤ۔

میں بہت بڑا ہی خوش قسمت تھا کہ مجھے کسی نے وہاں یہ شناخت نہیں کیا کہ یہ زینب کا عاشق ہے اگر ذرا بھی معلوم ہو جاتا تو جان کا بچنا یہ محض ناممکن تھا۔ میری ور میرے مالک کی قسمت گویا جنت تھی کہ جو کچھ اور جتنا شاہ نے حکم دیا تھا اسی قدر ہمارے ساتھ عمل میں آیا۔

نادان کی وارھی ٹھوڑی پر سے لوگوں نے اس کسان سے اکیڑی کہ جیسے پرند کو صاف کرتے وقت اُسکے پر اُدھرتے ہیں اسکے بعد میرے آقا ملا نادان کو گدھے پر اٹھا سوار کیا اور تمام شاہراہوں میں گردش دی میں بھی گدھے کئے پیچھے بہت ہی غم کی حالت میں جا رہا تھا کیونکہ میرا مولویانہ شالی عاملہ تارلیا تھا اور چنے سے جُدا مجھے برہنہ کر دیا تھا۔

جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو ملا نادان کو گدھے پر سے اتار لیا اور مشکل سے ہماری پشتوں پر ایک چٹھڑا چھوڑا ہوگا۔ جب ہم شہر بدر ہوئے ہیں یہ بات قابل تحریر ہے کہ جون ہی ہنہ شہر چھوڑا اور جنگل کی طرف روانہ ہوئے تو اس قدر مینہ برساکہ جل تھل کھڑے ہو گئے۔ گویا خود آسمان ہماری غیبتی کا منظر تھا۔ جب اس طرح سر یا زار ہو گئے تو مینہ برسا لے۔

دشوان باب

حاجی بابا کا حمام میں ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھنا اور اپنی اس مصیبت کے رہائی پانا۔ جب ہلکو سرکاری آدمیوں نے چھوڑ دیا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کاش اگر مجھے

یہ معلوم ہو جاتا کہ مجتہد کی سفارش یہ یہ نتائج پیدا کر لیگی اور یہ صورت دکھائیگی تو آپ حاجی بابا کو تو کبھی بھی دیکھتے۔ بھلا آپ کو اس سے غرض ہی کیا تھی کہ میٹھ برسے یا نہ برسے۔ آئینین شراب پیتے ہین یا نہیں پیتے۔ یہ آپ کے دخل و معقولات نے خراب نتیجہ دکھایا ہو۔

ملا نا دان کی اس وقت وہ نوبت تھی کہ اسنے اسکا اصلا جواب نہ دیا ہم برابر خاموش ایک دوسرے کے پہلو میں چل رہے تھے۔ غم کے پہاڑ ہمسپر ٹوٹے ہوئے تھے اور آلام سچور تھے کہ اسی حالت میں ہم پہلے ایک گاؤں میں پہنچے جو اول ہی اول ہمارے راستے میں آیا بیان پہنچے قیام کیا تا کہ اس بات کو سچنیں کہ اب کیا کرینگے اور آئندہ ہمیں کیا کرنا چاہیو میرا بڑا قسمت سا تھی تو شہر بدر کر دیا گیا تھا اس لیے یہ محض ناممکن تھا کہ جب تک کامل یہ طوفان نہ جاتا رہے اور غلغلہ نہ ٹھنڈا پڑ جائے وہ شہر میں جاسکے لیکن جب ہم دونوں یہ خیال کرتے تھے کہ ہماری ملک کے ساتھ کیا بیٹی اور جائداد روپیہ کی کیا نوبت ہوئی تو ایک سانپ سا کیلجے پر لوٹ جاتا تھا۔ ملا تو اپنے گھر اور اس سبب جزئی پر خون کے آنسو روتا تھا اور میں اپنے کپڑے روپیہ اور خچر جانے پر گریبان چاک کرتا تھا یہ ارادہ ہوا کہ میں ہی پھر شہر میں واپس جاؤں اور جلاؤں کیا گذری۔

شام کو میں شہر میں داخل ہوا اور جہان تک مجھ سے ممکن ہوا میں نے اپنے کو چھپایا اور سیدھا شاہراہوں میں ہوتا ہوا ملا نا دان کے مکان کی طرف چلا۔ اول ہی نظر میں آنا معلوم ہو گیا کہ ہمیں بالکل تباہ کر دیا تھا۔ وہاں یہ صورت دیکھی کہ جبکا جو داؤن چڑھا ہتھکڑیا کر بیٹھ رہا۔ اول ہی مجھے وہ شخص نظر پڑا جو ملا نا دان کے مکان سے آ رہا تھا کہ جس نے ہمیں پکڑ کر شاہ کے پاس حاضر کیا تھا یعنی وہی فراش جو میرے خچر پر سوار تھا۔ اس کے آگے ایک بچی رکھی ہوئی تھی جس میں شاید میرے اور میرے مالک ملا نا دان کے کپڑے ہونگے۔

اسے دیکھ کر مین اس قدر چکرایا اور یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت تم شناخت کر لیتے گئے تو ظلم ہی ہو جائیگا مین نے بہت ہی جلدی مین اس مقام کو چھوڑا اور ایسا بولا یا ہوا تھا کہ مین ہی شکل سے جان سکا کہ اپنے قدم کس طرف اٹھاؤں کہ مین جگہ نہ ملی تو مین گھبرا کر ایک حمام میں گھس گیا سلا باشی کے بہت ہی قریب مکان کے یہ حمام واقع تھا۔ یہ ملا باشی ظاہر ہو کہ ہمارا جانی دشمن تھا۔

اس وقت اندھیرا بہت ہو گیا تھا اب مین حمام میں چلا گیا شاید ہی مجھے ان لوگوں نے خیال کیا ہو گا جو حمام میں تھے۔ مین پہلے کمرے مین سے ہو کر سب سے کمرے کمرے مین چلا گیا اور ایک اندھیری جگہ پر بیٹھ گیا کہ کوئی مجھے نہ دیکھ سکا اور اب مجھے خیالات کرنے کا آزادی سے راستہ ملا۔

مین نے دل میں خیال کیا اب مین اپنے ہاتھوں کو زندگی بسر کرنے کے لیے کس کام کی طرف مائل کروں۔ کیونکہ خوش قسمتی نے تو مجھے معلوم ہوتا ہی ہمیشہ کے لیے چھوڑا ہوا اور بد قسمتی نے مجھے اپنا دل بھانے والا کھلونا بنا لیا ہو کہ ہمیشہ میرے ہی ساتھ بازی کیا کرتی ہو۔

مین نے اپنے دل میں ذرا مسکرا کر کہا۔ اول دیکھو مجھے عشق ہوا ہی تھا کہ شاہ میرا قریب بنگیا اور میری دلربا کو قتل کر ڈالا اور میری ملازمت سے مجھ کو چھڑا کر میرا عہد چھین لیا مین ایسے شخص کا وارث ہوں جو غیر مستتب دولت رکھتا ہو۔ مدت سے وہ شخص صرف میری آگاہی کے لیے زندہ ہو ہر شخص مجھ سے ہی کہتا ہو کہ تجھے دولت مند ہونا چاہیے۔ مگر بیان اور مفلسی گھیرتی جاتی ہو اور اب بھیک مانگنے کی نوبت آگئی۔ بھلا کس امید اور آرزو سے مین ایک قوی اور حامی قانون شریعت کے پاس پہنچا جس سے مجھے امید تھی کہ اپنی زندگی مین بہت کچھ چین اڑاؤنگا وہاں نوبت ہی اور ہوئی اُسکو اور اُسکا دلیس نکالا ملا۔ میرا آقا ہمیشہ

بُری ساعت میں خدا سے دعا مانگا کرتا تھا کہ اپنی رحمتوں کو مجھ پر نازل کر دے اور اسی بات ہو گئی کہ وہ ایسا ذلیل و خوار ہو کر شہر بدر کیا گیا۔ بھلا جس قدر کہ مجھ پر مصائب اور آلام پڑ رہے تھے اگر واقعہ ہو سکتا ہے تو آج تک کسی پر بھی یہ نوبت نہ ہوئی ہوگی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہمیشہ تک کیفیت رہی تو پھر اس سے تو مرنا ہی بہتر ہے تو میں نے چاہا کہ جہاں بیٹھا ہوا ہوں وہیں مر کر رہ جاؤں کہ اس عذاب سے تو جان بچے گی۔

چونکہ رات بہت گزر گئی تھی اس لیے لوگ حمام میں سے نکل نکل کر جانے لگے تھے میں اپنی اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک شخص چلا آتا ہے اور ذرا پر شوکت ہے جب وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ یہ خود ملا باشی ہے نہ تو اُس نے اور نہ اُس کے ہمراہیوں نے میرا خیال کیا جب یہ افسر العلما اکیلا رہ گیا تو یہ گرم حوض میں چلا گیا۔ جب یہ چلا گیا تو میں نے چھپ چھپ اور پانی کے چھینٹوں اور پوری طاقت الی سانس کی آواز سنی جیسے کوئی ہانپ رہا ہے۔ اور یہ معلوم ہوا کہ جبے کوئی پانی چھپکا رہا ہے اور کھلا پھلا کر ہانپ رہا ہے میں سمجھا کہ شاید یہ کچھ جسمانی کثرت کر رہا ہے اسی تعجب میں میں بہت آہستہ آہستہ وہاں سے اُٹھا اور اس طرح سے سچوں کے بل چپکے چلا کہ اس کے کان میں میرے پیروں کی اصلا آواز نہ آئی کیونکہ مجھے یہ بھی تو ڈر تھا کہ اگر اس نے دیکھ لیا تو قہر ہو جائے گا۔

جون ہی میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ افسر العلما کو دورہ آیا ہے اور اب وہ سر کے بل ڈبک ڈبک ڈون ڈون کر رہا ہے۔ اس بد قسمت ساعت کا در تمام میرے رگ و ریشہ میں بیٹھ گیا اور میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ حاجی اب تم کیونکر چھپ سکتے ہو اب تو لامحالہ اس کے قاتل تھیں گے۔ یہ تو شخص جس جانتا ہے کہ میرا قاتل نادان افسر العلما کا کیسا مخالف تھا اور میرے میں اُس کا خادم ہوں تو گویا آلہ قتل میں ہی قرار دیا جائے گا۔

میں حوض کے پاس یہ کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ اتنے میں ملا باشی کا ایک ملازم
حام والے کو ساتھ لے کر ایک کتان لیے ہوئے آیا۔ اُسے جون ہی دیکھا کہ ایک شخص
حوض سے نہادھو کر باہر نکلتا ہوا اسے اپنے متوفی آقا کی جگہ مجھے ہی اپنا آقا سمجھا
کچھ کہا نہ سنا خوب میرا جسم اس کتان سے پوچھا اور مجھے وہی کپڑا اڑھا دیا۔

اب مجھے یہ موقع اچھا ملا جس نے مجھے اس بدقسمتی سے باہر نکال لیا جہاں میری تقدیر
نے مجھے جھونک دیا تھا میں بھی نہ بولا اور کچھ دیر کے لیے افسر العلما بننا مبارک سمجھا۔
صرف ایک دھندلا چراغ کپڑے پہننے کے کمرے میں ٹٹھا رہا تھا جس سے صاف صاف
نہیں معلوم ہوتا تھا۔ نوکروں کو ہرگز شبہ نہ ہوا کیونکہ میں قد ڈیل ڈول میں ملا باشی
کے کچھ کچھ مساوی تھا۔ اُکھون نے مجھے بہت اچھی پوشاک پہنائی چونکہ میں ملانا دان
کے پاس ہا تھا اور جب تک میرا وہاں قیام رہا تو میں نے ملا باشی کی بہت کچھ کیفیت
دیکھی تھی اور میں اُسکے اطوار اور عادات سے بخوبی واقف تھا اور میں صرف اپنی
واقعیت کی وجہ سے اُسکا پورا نقل بن سکتا تھا یہاں تو ہمیں کچھ ہی دیر ٹھہرنا پڑا تاکہ
کہ اب ہم سب گھر آئے مگر یہ بہت ہی سخت اور مشکل کام تھا جب میں اندرون میں داخل
ہوں تو کیا طریقہ برتوں جس سے کسی کو شبہ نہ ہو کیونکہ اس سے تو میں محض نابلد تھا کہ وہ
حرم میں کیونکر پیش کیا تھا مگر مان اُسکی نسبت بہت کچھ سنا تھا کہ یہ خدا کی مخلوق پر
مظالم بہت ہی توڑتا ہوا اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ اول تو خاموش رہتا ہوا اور جب
کبھی بولتا ہے تو بہت ہی ڈوٹے ہوئے فقرے اسکی زبان سے نکلتے ہیں۔

جب یہ اپنی زبان میں کچھ عربی الفاظ کی بھی آمیزش کرتا ہے تو اُسوقت الفاظ
حلق سے نکالتا ہے اور یہ آوازیں اُسکی مکر وہ معلوم ہوتی ہیں۔

جب تک میں کپڑے پہنتا رہا میں نے ایک بھی لفظ زبان سے نہ کہی جہاں تک
مجھے ممکن ہوا میں نے اپنے چہرے کو سائے میں رکھا جب قلیان میرے آگے

لایا گیا تو میں نے اس طرح سے پیا جیسے گویا خود ملا باشی بی رہا ہوں اور بیت آہستہ آہستہ میں نے دو تین گھنٹ لے لیے۔

جب میں نے حامی کو خدا حافظ کہا تو ایک شخص نے نوکرون میں سے مجھ میں ایک غیر معمولی بات دیکھی اور اس سے وہ چونکا مگر جسوقت انھوں نے مجھے گھوڑے پر سوار کیا تو میں نے اُن پر اتنا وزن ڈالا کہ سارا شبہہ انکا دور ہو گیا۔

مستوفی ملا باشی کے دروازے پر جا کر گھوڑے پر سے اتر آگئیں نے ادھر ادھر سے دیکھا یا جانے سے بہت پرہیز کیا مگر اتنے میں ایک شخص آیا اور مجھے سیدھا اندرون یعنی زینت میں لے گیا میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں اسے کچھ کام کرنے کو کہتا ہوں اور وہ ایک غیر معمولی بات ہوئی تو وقت پُرگی جو کچھ یہ کرے اُسے کرنے دو مگر بھانڈا نہ بھوٹے جب وہ مجھے اندر کے دروازے میں لے گیا تو اُس نے آواز دی کہ چراغ بیار۔ اور پھر یہ جلدیا عورتوں کی جوتیوں کی آوازیں آنے لگیں میں نے دیکھا کہ دو نوجوان لونڈیاں میری طرف لبک کر رہی ہیں اور استغرتیز ہیں کہ ہر ایک کی یہ کوشش معلوم ہوتی ہے کہ پہلے میرے پاس آکر پہونچے مکان کا بڑا درجہ خوب روشن تھا اور مجھے ایک سے زیادہ اس میں عورتیں معلوم ہوئیں۔

اب میں گویا بجائے ملا باشی کے اسکی بیوی کے کمرے میں جاتا ہوں مجھے خوف ہوا کہ آخر کاریہ لونڈیاں مجھے وہاں لیجا منگی لیکن مجھے چاہیے کہ میں اس طرح سے جا کر پُڑھوں کہ جیسے میان بیوی میں جب لڑائی ہوتی ہے وہ اٹھواری کھٹواری لیکر پڑھتے ہیں خدا کی شان کہ میں میری اس حالت اور اس منشا کو لونڈیوں نے پہچان لیا وہ مجھے روشن مکان میں تو نہ لے گئیں بلکہ مجھے ایک دروازے کی طرف لیکر پہونچیں۔ جب میں وہاں پہونچا تو یہ کمرہ خلوت کا دیکھا یہاں میں بیٹھ گیا۔

اب یہ میری دوسری ہونشیاری تھی کہ ان سے کیونکر محفوظ ہوں کیونکہ وہ برابر میرے

آگے پھر رہی تھیں ضرور کبھی نہ کبھی تو میرے چہرے پر انکی نگاہ پڑ ہی جائیگی اور پھر سوائے موت کے چارہ نہیں ہیں نے ایک لونڈی کے ہاتھ میں سے تو چرائے لے لیا اور دوسری کو سر کے اشارے سے خصلت کر دیا۔ مجھے سخت اندیشہ تھا کہ کہیں انہیں سے کوئی لونڈی پہچان تو نہیں لیتی مگر شدائد کہ وہ دونوں لڑکیاں پیٹھ پور کر دروازے کی طرف جاتی ہوئی معلوم ہوئیں۔

میری قسمت میں گزشتہ ساعت جو کچھ تغیر و تبدل ہوا تھا اُس سے تو میں ایسا مایوس ہو گیا تھا کہ میں یہ سمجھ گیا تھا کہ اب حضرت غزالیؒ آئے اور انھوں نے مصافحہ کیا لیکن جب میں اتنی اہم راہیں طو کر کے بیان پہنچا تو اب مجھے اپنی زندگی کی کچھ امید معلوم ہوئی صرف یہی موقع میرے فخر اور خوشی کا تھا اور جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا بیان تک تو جان بچ گئی۔

گیا رھوان باب

(اس سرگذشت کے نتائج۔ اسے غلطہ پیدا ہونا مگر آخر کار خوش قسمتی کا حاجی بابا کا تعلق تھا) جو نہ ہی وہ لڑکیاں اکیلا مجھے چھوڑ کر چلی گئیں میں نے دروازہ کو اندر سے خوب پیوست کر دیا اور موم تہی کو کمرے کے دور کے کونے میں اٹھا کر رکھ دیا کہ شاید اگر کوئی دروازوں کے مشینوں میں سے دیکھنا بھی چاہے جب بھی میری صورت اُسے صاف نہ معلوم ہو۔

جب یہ سب کام ختم ہو گیا تو مجھے ایک بات کا خیال آیا کہ یہ تو ضرور ہی کرنی چاہیے یعنی پہلے ملا باشی کی جیب سٹولوں دیکھوں کیا نکلتا ہو اور اُن کا غدون کو دیکھوں جو بستہ میں بندھے ہوئے تھے شاید اُن کا غدون میں سے میری آئینہ تدا بیر کی کوئی تار بچ نکل آئے۔ اُس کی داہنی جیب میں تو نمراور شیخ تھی۔ بائیں طرف کی جیب میں

ایک دادات ایک چھوٹا سا شیشہ اور کنگھا پڑا ہوا تھا۔ اسکی گھڑی چھاتی کی اوپر والی پاکٹ میں رکھی ہوئی تھی اور اسکی بغل کے پاس ایک پھیلی تھی۔

جب مین نے اس پھیلی کو کھولا تو اس مین سے پانچ اشرفیان اور دو روپے نکلے گھڑی سونے کی اور انگریزی ساخت تھی۔ اس دادات پر بہت ہی خوبصورت نقش و نگا ہو رہے تھے اور وہ بھی بہت قیمتی تھی۔ انکے ساتھ ایک مقراض۔ ایک فلم تراش اور کچھ قلمیں پڑی ہوئی تھیں۔

یہ سب چیزیں مین نے اس طرح سے دیکھیں کہ گویا میری بج کی ہین اور مین نے ہر ایک کو اپنے جسم پر موقع موقع سے لگایا اب وہ کاغذ ملاحظہ مین آیا۔ یہ دو کاغذ ساتھ ہی لپٹے ہوئے دائیں طرف کی جیب میں برآمد ہوئے تھے ایک رقعہ مین تو یہ لکھا ہوا تھا۔

”اے میرے جگرے دوست اے میرے بھائی“

”آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو کس لفت و محبت سے لکھ رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ہماری باہم دوستی بڑھیکے اور اسکو دن بدن قوت ہوگی میں آپ کو چہ ہفتماں سردے بھیجتا ہوں جو ہمیشہ ہر روز نہیں ملتے اور میں آپ سے ملنے سے ہوں کہ مجھے قربت روح افزا اپنے کے لیے غیر محدود اجازت دیدین کیونکہ اطبانے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ جب تک تو کثرت سے اسے نہ پیے گا زمانہ غیر محدود تک ایمان کے دشمنوں کی بچ گئی نہیں کر سکتا یعنی بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتا“

مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ ہونو یہ خط تو افسر جلا دان کا معلوم ہوتا ہے۔ ایران میں صرف وہی شخص ہے جس نے اپنے اطوار کھلم کھلا ظاہر کر دیے مثلاً امر نوشی اور شیخی بگھارنا اور خواہ مخواہ دون کی لینا۔ یہ اسی کا طریقہ ہے مین نے اسے رکھا کہ اسکو تو مین بھر دیکھو نگا۔ آؤ دوسری جیبی تو دیکھو۔ مین نے اس کو بھی کھولا۔ اس میں مفصلہ ذیل لکھا ہوا تھا۔“

ای میرے مالک اور میرے آقا۔

”آپکا ادنیٰ خادم حضور کی خدمت میں جو حامی دین مبین ہیں اور کفار کے لیے ایک بہت بڑا خوف اور گنہگاروں کی پناہ ہیں یہ عرض کرتا ہوں کہ بعد ایک سخت محنت اور بے تعداد مشکلات کے میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا اور میں نے بہت مشکل سے کسانوں سے سوا اشرقیان نقد حاصل کی ہیں اور ان اشرقیوں کے علاوہ پاس خردار بھی ان سے لیے ہیں (خردار غلے کے بھرے ہوئے گدھے کو کہتے ہیں) حسین علی نے کچھ بھی نہیں دیا اگرچہ دودو بار میں نے اُسے بندھوا بندھوا کر لکڑیوں سے پٹوایا ہو مگر اُسکو کچھ بھی اشر نہیں ہوا آخر میں نے مجبوری اُسکی دو گائیں لے لی ہیں جہاں تک مجھے ممکن ہو گا انکا خوب کھایا ہوا اگلاؤنگا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور حکم دیکر اپنا کوئی آدمی بھیجیں تو میں نقد رو پیے اُسے دیدوں۔

اس خط کا اہتمام ان ہی معمولی فقروں پر تھا جیسے چھوٹے درجے کے بڑے آدمی کو لکھتے ہیں اور آخر میں ایک چھوٹی ٹیسی عمر لگی ہوئی تھی حسین عبد الکریم راقم کا نام لکھا ہوا تھا۔

میں سوچا اگر میرے خوش قسمت سار دن نے مجھے بچا دیا تو میں تلاش کروں گا کہ یہ عبد الکریم کون شخص ہو اور وہ گائوں کو نساہی جہاں سے اس نے یہ نام لکھا ہو۔ پھر کیا ہو سوچن یعنی اشرقیان میری ہو جائیگی میں نے اسے تو اسوقت رکھ دیا کہ ذرا سہولت سے کام کرنا چاہیے جس سے نتائج خیر نکلیں۔ پہلے میں نے قلم و اذات اٹھائی اور افسر جلا دان کو یہ لکھا۔

ای میرے دوست ای میری روح۔

تمہارا خط میرے پاس پہنچا اور اُسکا مضمون میں نے سمجھ لیا جب اسلام کے پاک جھنڈے کے نیچے سے شیروں کا شیرہ دودھاری تلوار والا جوان مرد

قلعہ قوت جہلی حفاظت پہلے فرض ہو کھویا جائیگا تو پیر بات ہی کیا ہوگی اس لیے تمہیں بہت خوشی سے اجازت دیجانی ہو کہ اگر میرے دوست شربت روح افزا بیویو بلکہ بشدت پیو اور سچے دین کے تمام دشمنوں کو دہلاؤ خدا کرے تمہارا گھر بھرا پڑا رہے کیونکہ تم نے مجھے نایاب سروے بھیجے ہیں جس قدر تم نے مہربانیاں کی ہیں اُن میں ایک اور بھی مہربانی کرو کہ مجھے سواری کے لیے عاریٹا ایک گھوڑا اور بھی عنایت ہوا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ جب میری تقدیر مجھے گھوڑا پس لیجائیگی تو میں تمہارا وہ گھوڑا واپس دیدونگا۔ یہ رقعہ لکھ کر اُس پر میں نے مہر لگا دی اور میں نے ارادہ کیا کہ علی الصبح اس کے پاس سے لے کر چلو۔

دوسرے خط کا میں نے یہ جواب لکھا۔
میرے پیارے عبدالکریم۔

ہمیں تمہارا خط پونجا اور تمام حال معلوم ہوا۔ یہ خط تمہیں ہمارے معتمد علیہ حاجی بابا بیگ سے ملے گا جو کچھ تمہارے پاس زر نقد ہو سب ایک ایک کر کے اسے دیدینا۔ اور جو کچھ لکھنا ہوگا پھر تحریر ہوگا۔ لیکن اب تو صرف یہی ہو کہ لوگوں کو خوب ہی لکڑیوں سے اُدھیر د اور ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ تمہیں اپنی پاک حفاظت میں رکھے گا۔

یہ تو میں نے سارا کام مکمل کر لیا اب میں اس خیال میں ہوا کہ کوئی مناسب ساعت آئے تو بچنے کی کوئی صورت نکلے کیونکہ یہ مقام سہان میں بیٹھا ہوا ہوں ایسا پر خطر مقام ہے جہاں سوائے مرگ کے چارہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ اُس وقت ٹھیک آدھی رات تھی اور میں یہاں سے بچنے کے لیے تیار تھا کہ اتنے میں دروازے پر کسی نے بہت ہی ملائمت اور آہستگی سے دستک دی جیسے کوئی اندر آنا چاہتا ہے۔ یہ دستک سنتے ہی میری روح نکل گئی اور میں یہ سمجھا کہ

شاید داروغہ یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس میری گرفتاری کے لیے آگیا اب جو کچھ مجھے صدر مہر پڑا وہی شخص نجوبی اندازہ کر سکتا ہے جو ایسے خطرے میں پڑ چکا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد سنا کہ ایک عورت چپکے چپکے کسی عورت سے باتیں کر رہی ہے جو خبر نہیں کہ ان عورتوں کے اندر آنے سے کیا نتیجہ ہوتا میں نے تو سوا اسکے اور کچھ جواب نہ دیا اور واقعی کیا جواب دیتا کہ میں تو زور زور سے خراٹے لینے لگا وہ سمجھیں کہ ملا باشی سو گئے اب دروازہ نہیں کھل سکتا کچھ دیر تو میں منتظر رہا جب میں نے دیکھا کہ تنفس مکان میں چلا گیا اور اب کسی کا پتہ نہیں تو میں نے خاص راستہ سے بہت آہستگی میں باہر کی طرف قدم اٹھائے یہ راستہ گویا داخلہ کا تھا اور پھر میں سر پر بانوں رکھ کے بھاگا کہ ایسا نہو میرا کوئی تعاقب کر کے گرفتار کر لے۔

میں نے اس سے بہت ہی ہوشیاری کی کہ کہیں پولیس مجھے نہ دیکھ لے اور پھر میری یہ تمام کوششیں بیکار ہو جاوے۔

دن آخر کا نکل آیا تھا اور بازار رفتہ رفتہ سب گھل چکے تھے۔ اس وقت میں ملا باشی کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھا۔ اول مجھے خیال اُسی کا آیا کہ میں انکی وہ تبدیلی کروں کہ کوئی پہچان نہ سکے اور نہ میں مشتبه گردانا جاؤں۔ ان کپڑوں کو تو میں نے پیرائے کپڑے بیچنے والے کی دکان کے بھینٹ پڑھایا اور میں نے پیرائے کپڑے زیب تن کیے لیکن اس وقت کپڑوں کے اُتارنے پڑھانے میں میں نے اپنی قیمتی اشیاء کا پورا خیال رکھا کہ کہیں ظاہر نہ ہو جائیں۔

یہ صورت بنا کر میں سیدھا افسر جلاوان کے مکان پر گیا اور ایک شخص کو جس سے میں اصلاً واقف نہ تھا وہ رقعہ دیا اور اس سے میں نے یہ کہا کہ یہ ملا باشی نے بھیجا ہے تم اپنے آقا کو ابھی دو اور یہ عرض کرو کہ ملا باشی نے ابھی اسکا جواب مانگا ہے کیونکہ ایک خاص کام کے لیے وہ شہر کے باہر جانے کو ہیں۔

بُری خوشی تو مجھے یہ بات سُنکر ہوئی کہ افسر جلا دان اپنے اندرون میں تھا وہیں سے اُسے رقعہ کا جواب لکھ دیا اور اندرون ہی سے حکم دیدیا کہ اس شخص کو ایک گھوڑا خاصہ گھوڑوں میں سے دے دیا جائے۔

اوہو اس وقت میری خوشی کا کچھ عالم نہ پوچھیے کہ جب میں نے اس جانور کو صطل سے آتا ہوا دیکھا سنہری پاکھر پُری ہوئی تھی۔ گلے میں سونے کی زنجیر پیشانی پر سونے کی چمپا کلی پائون میں جھانجن غرض وہ گھوڑا سر سے پائون تک زرق برق تھا اُسی وقت مجھے یہ بھی خیال آیا کہ یہ سب چیزیں غریب میری تقدیر میں ہونگی یعنی میری ملک تنگی۔ اور بہت ہی جلد میں اپنے قبضہ کر لوں گا۔ میں پہلے اپنے دل میں سوچا کہ اس کچھ اسکی بابت سوال کروں پھر میں نے خیال کیا اگر ذرا بھی توقف کیا تو یہ تباہی ہی میری بربادی کا باعث ہوگا اس لیے میں بہت جلدی آنکھیں بند کر کے اُسپر جا بیٹھا اور وہاں سے روانہ ہوا۔ آنکلی آن میں شہر کے دروازے سے باہر نکل گیا اور اب میں اُس سے بہت ہی دور تھا۔

میں گھوڑے پر سوار اس بے تحاشگی سے جاتا تھا کہ نہ تو میں نے یہ پھر کر دیکھا کہ میرے پیچھے کیا ہو رہا ہو اور نہ میں کسی جگہ ٹھہرا بیان تک کہ میں دریا سے برج کی بتی میں پہنچ گیا ہاں بیان میں نے قیام کیا۔

میں نے یہ سنا تھا کہ ملا باشی کا گائون ہمدان کی ادھر ادھر سیدہ میں کہیں واقع ہو تو میں نے یہ سوچ کر سیدھا وہیں روانہ ہونے کا قصد کیا۔ میں جانے ہی کو تھا کہ یکایک اپنی تقدیر گئے پڑا کھانے سے میں بہت ہی خوف زدہ ہوا۔ مگر پھر میں نے اسے سوچا اور اپنے اطمینان کے موافق اس میں رائے زنی کر لی میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں ایک چور سے نہ کم ہوں نہ زیادہ ہوں غرض خاصہ ایک چور بنا بنا ہوں ظاہر ہو اگر میں پکڑا گیا تو ضرور ہاؤن یا اُوکھلی میں میرا سر کچلا جائیگا۔ لیکن اس کے

ہر خلاف خیال کیا جائے کہ یہ حالت میری کس نے بدلی ہو اور مجھے ایسا کس نے بنایا ہو
یقیناً یہ عجب کام صرف تقدیر کے ہین یہ میرا قصور نہیں ہو میں تو اس خطا و گناہ سے
بالکل متبراہن ہوں۔ میں نے ملا باشی کو نہیں قتل کیا اور نہ میں نے اُسکے مرنے کی خواہش کی
اگر ایسا ہوتا کہ میں اُسکے بچانے کے لیے چلا جاتا اور اُسکا آخری دم میری گودی میں نکلتا تو
چاہے واقعی میں کیسا ہی ہوتا بیشک میں پکڑ لیا جاتا اور لوگ بھی کہتے کہ حاجی بابا نے اسے
قتل کر ڈالا تو اب یہ ایک بدیہی اور صاف امر ہو کہ تقدیر نے مجھے اسکا وکیل گردانا ہو
اب جو کچھ میں کروں وہ خلاف قانون اور قاعدہ نہیں ہو یعنی اُسکے کپڑے میرے کپڑے
ہیں اُسکے سوئسن (اشرفیان) میرے تن ہیں اور علاوہ اُسکے جو کچھ میں نے اُسکے نام سے
لکھا ہو وہ حق بجانب ہو۔ یہ خیال خوب ل میں جا کر اب میں سوار ہو کر چلا اور یہ دریافت
کرتا جاتا تھا کہ افسر العلما کا گائون کمان ہو اور بیان کوئی ادھر ادھر عبد الکیم ہو۔
مجھے دوسرے ہی گائون کی حدود میں قدم رکھتے ہی معلوم ہوا کہ جسکو میں دریافت
کرتا ہوں وہ شخص عین ہی عبد الکیم بیان موجود ہو اور اپنے آقا ملا باشی کی تفصیل وصول
کر رہا ہو اور وہ مولوی ہو۔ یہ سنستے ہی میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب وہ مولوی کے لقب
سے مشہور ہو تو مجھے بھی اپنی تحریر کی طرز پلٹ دینی چاہیے اور اُسکو مولوی کے نام سے
پکارنا زیبا ہو۔ یہ خیال آتے ہی میں گھوڑے پر سے اتر پڑا میں نے اپنی پاکٹ میں
سے داوا نکالی۔ اور بستہ میں سے ایک کاغذ لیا اور پھر نئے طرز سے نامہ کو تحریر کیا
اور پھر میں سوار ہو کر وہاں چلا تا کہ میں سوئسن لون۔

بارھواں باب

(حاجی بابا کا ایماندار نہ بننا۔ ملتان دان کی سرگزشت)
غرض میں اس نامہ کو بدل کر سید آباد پہنچا۔ یہی گائون کا نام تھا۔ سیدھا میں

دروازے کی طرف چلا اور اس میں ایک حاکمانہ صورت بنا کر داخل ہو جس کسان نے مجھے دیکھا جھک کر ضروری آداب بجالایا۔

میں (گھوڑے پر سے اتر کر اور ایک شخص کو گھوڑا پکڑا کر) عبدالکریم کمان ہو۔ دم بھر میں لوگوں نے اُسے جا کر اطلاع کی اب وہ فوراً حاضر ہوا۔

میں۔ (معمولی سلام و دعا کے بعد) میں آیا ہوں۔ افسر العلما نے مجھے ہی اس خاص کام کے لیے بھیجا ہے جسکو تم بخوبی جانتے ہو اور اس گفتگو کے ضمن میں میں نے اُسے وہ رقعہ بھی بڑھا دیا۔

عبدالکریم بہت ہی تیز نظر تھا کیونکہ اُسے اپنی تیز آنکھ کے ایک کونے سے بہت ہی ٹٹٹکی باندھ کر مجھے دیکھا تھا۔ لیکن جب اسے وہ خط پڑھ لیا تو یہ الفاظ لکھے۔
بچشم روپیہ تیار ہو لیکن آپ تازہ دم ہو لیں۔ آئیے اندر تشریف لائیے۔

میں تو بہت ہی جلدی میں تھا اور یہ جلدی نہ صرف اس لیے تھی کہ میں اسکی تیز چمکتی ہوئی آنکھوں کے نیچے زیادہ دیر نہ رہوں بلکہ یہ تیزی اور تعجل اس لیے تھی کہ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کسی کو نہ ہو جائے میں نے دودھ اور میوے وغیرہ جا کر کھائے عبدالکریم مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے انھیں افسر العلما کے پاس کبھی دیکھا ہو۔ (یہاں اسوقت منہ پھاڑے ہوئے سرد انگل رہتے تھے) میں جسقدر انکے نوکر و ملازم ہیں سب سے بخوبی واقف ہوں۔

میں نہیں مجھے کچھ افسر العلما سے تعلق نہیں ہے میں افسر جلاواں کو خاص انخاص حاضر باشوں میں سے ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ ملا باشی نے کچھ روپیہ کا اُن سے لین دین کیا ہو۔

جب میں نے یہ کہا اُسے سب مشکلیں حل کر دیں۔ اُسے کامل اطمینان ہو گیا پھر کسی قسم کا سوال نہوا۔ کیونکہ قیمتی گھوڑے زرین زرین لجام۔ اب ان سب چیزوں

سے کوئی گھٹکا نہیں رہا۔

سو تین لے کر مین نے بہت حفاظت سے چھاتی مین رکھے اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ظاہر اور راستہ شہر کی طرف جاتا تھا اُسپر ہو لیا مین جس خوشی کے ساتھ اُس گائون مین داخل ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ خوشی مین اُسے الوداع کہا۔ لیکن جون ہی مین لوگوں کی نظروں سے غائب ہوا مین نے اپنا خلافت راستہ اختیار کیا اور گھوڑے کو مہینہ کر کے زور سے ہانکا بیان تک کہ وہ اس وقت پوری تیزی مین تھا۔

مین نے ارادہ کیا کہ سیدھا کرمان شاہ چلا جاؤں اور وہاں اپنے گھوڑے اور زرین زرین دلجام کو فروخت کر ڈالوں اور پھر سیدھا بغداد ہو لوں تاکہ ہر آفت سے محفوظ ہوں اور پھر وہاں مجھے کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

مین راہ پر تقریباً پانچ فرسنگ گیا ہونگا کہ مین نے راستہ مین ایک خوبصورت شخص کو کچھ گاتے ہوئے دیکھا۔ یہ خاصی صاف اور نفیس پوشاک زیب تن کیے ہوئے تھا سلیپر پائون مین تھی اور ملل اسکے تمام چہرے پر پٹی ہوئی تھی بس در کچھ نہیں صرف اتنا معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ بھی کوئی راہگیر ہو جب مین اسکے قریب آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مین نے اسکی صورت پہلے کبھی دیکھی ہو۔ یہ لانا قد تھا چوڑے چوڑے اسکے کاندھے تھے اور بہت ہی تپلی کمر تھی۔ مین نے خیال کیا کہ شاید یہ ملا نادان ہو لیکن پھر مین دل مین سوچا کہ چاہے جو کچھ ہو جب بھی وہ بہت بڑا مولوی ہو بھلا وہ گانے کیوں لگا یہ تو اسکی شان سے بعید ہو۔

رفتہ رفتہ مین نے اسے دیکھا گو اب بھی پوری اسکی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن ہاں اتنا معلوم ہو گیا کہ مین غلطی پر نہ تھا واقعی یہ ملا نادان ہی ہو۔ مین نے اپنے گھوڑے کو ٹھہرایا کہ مین اپنے سے اتنے آگاہ کروں یا نہ کروں یہ مین

سوچنے لگا کہ اس سے صاف نکل جانا اور اس سے خبر نہ ہونا یہ تو ایک بہت ہی سیرجی ہوگی اچھا اگر اسکو ساتھ لیا جاتا ہو تو پھر اسکا بوجھ بھی مجھ پر ہی پڑے گا اور بھی زیادہ بے آرامی ہوگی۔

اور اگر یہ بھی ہوا کہ میں اس سے کچھ کر نکل گیا اور اسے معلوم ہوا کہ میں کون تھا تو ضرور یہ مجھے چور کے نام سے مشہور کرے گا۔ گو میں اس سے اسوقت بچ جاؤنگا یہی سہی لیکن میں نے ہمیشہ کو اسکو اپنا جانی دشمن بنا لیا۔

ہم دونوں ایک گاؤں کے بہت ہی قریب تھے جہاں بہن رات کو قیام کرنا زریبا تھا کیونکہ میرا گھوڑا ایسا شل ہو گیا تھا کہ جب تک اُسے شب کو آرام نہ ملتا تو وہ اس قابل نہ رہا تھا کہ میں اُسے آگے ہانکتا۔

میں نے اپنے گھوڑے کو بچ کے راستہ میں ڈالا اور دل میں خیال کیا کہ اگر اسے مجھے پہچان لیا تو خیر اور جو نہ پہچانا تو میں ظاہر غیر پوشیدہ اسکی نظر دن کے آگے سے بڑھا چلا جاؤنگا۔

مُلا نا دان۔ اُد آغا خدا کے لیے اس سخت شخص پر بھی ایک نظر ہو کیونکہ مجھے سوا ہتھارے اور خدا سے عزوجل کے اور کوئی پناہ نہیں ہو۔

اسکے اس دردناکی کے کہنے اور میری جناب میں اپیل کرنے نے میرے دل پر اصلاً اثر نہ کیا اور میں چپکا دو چار قدم اور بھی بڑھائے چلا گیا۔ کچھ دور تو خاموش گیا ہونگا لیکن پھر مجھے ہنسی آگئی اور میں کھلکھلا کر ہنس دیا۔ میرا ہنسنایا ایسا ہی سچل معلوم ہوا جیسا اسکا گانا۔ لیکن جب میں نے باتیں کرنی شروع کر دیں تو سارے شبہ اسکا جاتا رہا اور اب وہ اس خوشی اور شادمانی سے میری طرف ہلکا جس سے بالکل دیوانہ بن پایا جاتا تھا جیسے بہت خوشی میں کوئی دیوانہ ہو جاتا ہو۔

مُلا نا دان۔ اے حاجی۔ میری روح میرے چچا۔ میری آنکھوں کی روشنی۔

میرے گھٹنے چوم کر اس آسمان سے تم نے نزول کیا ہو۔ اس عمر کی ٹیپٹاپ اس گھوڑے اس سونے اور اس زرین زرین و لجام کے کیا معنی۔ کیا جنات اور دیوتوں سے تمہارا سابقہ پڑ گیا انھوں نے تمہاری مدد کی ہو یا کسی جتنی سے عشق ہو گیا کہ اس نے یہ سب سامان تمہارا کر دیا۔

چونکہ مجھ کو بہت ہی خوشی تھی اور میرا دل بہت ہی بٹاش تھا لہذا دان کی اس تعجب آمیز گفتگو سے مجھے ہنسی آگئی۔ اور جب وہ یہ کہنے لگا تو میں بے اختیار مارے ہنسی کے لوٹ گیا۔

یہ بات کیونکر ہو گئی کہ تم نے اپنے خچر کو ایسے نفیس زرین زرین لجام والے گھوڑے سے بدل لیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ میری ملک کا کیا ہوا تم نے میرا گدھا بھی نہ بچا یا بھائی مین تو پیدل چلتے چلتے بالکل تھک گیا تھیں پیغمبر کی ریش مبارک کی قسم کہ مجھے ساری کیفیت کہو کہ یہ معاملہ کیونکر ہو گیا۔

میں نے یہ سوچا کہ اگر اپنی پوری پوری سرگذشت اس سے بیان نہیں کرتے تو یہ شہمہ کرے گا کہ شاید میری کل املاک پر قبضہ کر کے اس کو اسنے کھڑے کھڑے بیچ ڈالی ہو اور پھر یہ نفیس و عمدہ سامان مول لایا ہو۔

میں نے اس سے اقرار کیا کہ تم گھبراؤ نہیں مین تم سے پوری کیفیت مشرح بیان کرونگا۔ پہلے ہم باہم گائون مین چل کر ذرا سانس لے لیں پھر ساری سرگذشت اول سے آخر تک کہہ دیجائیں۔

ہم دونوں گائون کی طرف بڑھے اور وہاں جا کر مہمان خانے مین اترے مہمان خانے تمام ایران مین تقریباً ہر جھونپڑے والے گائون مین بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہاں ہر دیسی مسافر آزادی سے قیام کر سکتا ہو۔ یہاں گویا رات کے رہنے کی جگہ ہم نے اپنے لیے مقرر کی۔

میری جیسی شکل و صورت کا آدمی ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ کھدا یعنی جھڈا زمینداران آیا اور اُس نے ہماری راحت کے لیے ہر شے جو ممکن ہو سکتی تھی مہیا کر دی جب ہم نے ذرا آرام لے لیا تو مین نے جو کچھ میری اہلی اہلی سرگزشت تھی سب کچھ شرمع کی اور اوّل سے آخر تک بے کم و کاست کمدی۔

جب مُلّا نان نے یہ سنا کہ میرا پرانا اور جانی دشمن مر گیا تو اس قدر خوش ہوا کہ کیا عجب جو شادی مرگ ہو جاتا کیونکہ اس نے اسکے مرنے سے سب کچھ بھرا لیا جب ہم باہم کچھ ایک دوسرے پر بھروسے کے معاملے میں گفتگو کرنے لگے تو مین نے اس سے یہ کہا کہ اس سے پہلے مین نے کبھی نہیں معلوم کیا تھا کہ تمھاری طبیعت اس قسم کی صاف ہو اور تم یوں صاف باطن ہو۔ بھلا ایسا خوش مزاج شخص جیسے تم ہو اور ہو کون ہو سکتا ہے مُلّا نادان۔ افسوس! حاجی میری تقدیر ہمیشہ نامساعدت و سختی سے کجخت پٹا کھاتی رہی ہو میں صرف اُس بھر کی کسوافت ہوں جو ہمارے بازاروں میں نور و زکے دن گردش کنان ہوتی ہو اور جو آسمان اور زمین کے بیچ میں مخلوق لٹکائی جاتی ہو۔ بے قسمی سے مین اُن اشخاص میں سے ہوں جنھوں نے یہ مقولہ کبھی پسند نہیں کیا کہ ”اپنی چادر ایک گیلی جگہ میں نہ پھیلاؤ“

مین۔ آپ اپنی سرگزشت بیان کریں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ اپنا وقت خوش گزاریں اور تجھے امید ہو کہ آپ مجھ پر بھروسہ کرنے سے انکار نہ کریں گے۔ مُلّا نادان۔ آپ میری تاریخ میں کچھ بھی نہ سنیں گے سوائے انھیں جو مولیٰ واقعات کے جو اکثر ایرانیوں پر اکڑتے ہیں جو ایک دن تو شہزادے ہیں اور ایک دن بھکاری ہیں لیکن چونکہ تم میری سرگزشت سننے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہو اور بہت ہی متعجبانہ دریافت کرتے ہو اس لیے مین تم سے اپنی سرگزشت بیان کرتا ہوں۔ غرض مُلّا نادان نے مفصلہ ذیل اپنی تاریخ بیان کرنی شروع کی۔

مُلتا نادان۔ میں ہمدان کا رہنے والا ہوں میرے والد کو وہ مرتبہ اور بلندی حاصل ہوئی کہ وہ ایران کے مجتہد بن گئے مگر قسمتی سے مذہب کی چند فاضل باتوں میں مباحثہ ہو گیا اور اس مباحثے نے ایسا طول کھینچا کہ ایک گروہ دشمن ہو گیا اور اسکی دشمنی نے انکو بلندی پر چڑھنے نہ دیا۔ میرے والد کے حاصل و سر پر آوردہ اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی تھا کہ خلاف مذہب والوں کی حقارت کریں در عموماً وہ اُن پر اُدھار کھائے ہوئے بیٹھے تھے۔

کہ ہمارے باپ داداؤں میں سے کوئی صاحبِ اول فارس میں آئے تھے اُنکو مذہبِ شیعہ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ شیعہ کے بچوں کو بھی تعلیم دیتے تھے۔

میں یہ امر دلیری سے کہتا ہوں کہ آپ کو ہرگز اس قسم کا اتفاق زندگی میں پڑا ہوگا جیسا مجھے پڑا ہے کہ جب ہوا ہو کسی غلیظ اور مکدر مقام میں بھی میں نے بزرگانِ مین کا نام نہیں لیا ہے میرا باپ اُن لوگوں کو حقارت سے دیکھتا تھا کہ غار پر بہت سختی سے حملے ہوتے تھے میرے باپ کا کنبہ حسین میں بھی شریک تھا کٹے ویندار ہو گئے اور سب کے دلوں میں سختی کے اصول جم گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اسلام کے دشمنوں کو گالیان دینا یہی عین ایمان کی نشانی ہے۔

اسکے بعد یقین میری اس کارروائی سے تعجب نہوگا جو میں نے طہران میں کی۔ اور آرمینیوں کی جو رنگین کے خرم کے خرم لٹدھا سے اور برباد کر دیے لیکن یہ جوش کا جلوہ جو تم نے مجھ میں ملاحظہ کیا صرف مجھے اپنی زندگی میں ہی پہلا نہیں اُٹھا ہو شروع جوانی میں جب میں طالب علم تھا اور ہمدان میں تعلیم پاتا تھا تو مجھ سے ایک طوفانِ بے نیازی برپا ہو گیا تھا اور بہت ہی دہری برہی اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا تھا اور جب کا ترقی دینے والا میں تھا۔ پاشا بغداد کے پاس ایک ایلیچی دربار شاہ میں جاتا تھا چونکہ ہمارے شہر میں ہو کر گذرتا تھا اس لیے اُسے مع اپنے ساتھی کے کچھ روز یہاں قیام بھی کیا تھا ایک ایک ان سبقوں سے جو میرے والد نے دیے تھے میری طبیعت بھڑک اُٹھی اور اب میں نے

اُنکو عملی طور پر برتنا چاہا۔ میں نے چند نوجوانوں کو جو مجھ جیسے تھے جمع کیا اور اُن سے میں نے خاص خاص اس قسم کی باتیں کہیں۔ میں نے اس قسم کی باتیں کر کر کے اُنکو اس قدر جوش دلائے کہ ہم سب اس امر پر آمادہ ہوئے کہ اپنے مذہبی اصول کے موافق کام کریں۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے ہمان ترکوں پر حملہ آور ہوں اور اُنکے آگے اُنکو بُرا بھلا کہیں اور اُنکو اپنے مذہب پر لے آئیں۔ ہم اس بات سے محض نا بلد تھے کہ ایلمچی سے کیونکر پیش آتے ہیں۔ ہم نے تو صرف یہ دیکھ لیا کہ سلیمان آفندی چونکہ ہمارے خلاف ہو اس لیے ہمارا دشمن جانی ہوگا۔

ایک دن وہ اپنے مکان سے گورنر ہمدان کی ملاقات کے لیے نکلا تھا کہ ہم کئی آدمی جمع ہو گئے اور ہم نے اُسکو بُرا بھلا کننا شروع کیا۔ یہ سنکر اُنھیں سخت غصہ آیا۔ اور اُنھوں نے اسکا جواب گھولنوں سے دینا شروع کیا۔ ہم نے یہاں سے تیر مارے۔ غرض یہ معاملہ بیت بڑھ گیا اور عوام میں اسکی آگ بہت ہی مشتعل ہو گئی۔ پاشا بغداد کے وکیل کی پکڑی سر پر سے فوج لی گئی جس سے اسکی توہین ہوئی اور اُسکے کپڑے قریب قریب سب ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے گئے تھے۔

اس امر سے ایلمچی بہت ہی خشمگین ہوا اسکا ارادہ ہوا کہ شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجے اور وہ اپنے آقاے بغداد کے پاس واپس پھرنے کو تھا کہ گورنر ہمدان کو اسکی اطلاع ہوئی یہ سن کر ہی اُسکا دم نکل گیا کہ پاشا بغداد کے ایلمچی کے ساتھ اس طرح ہمدان کے لوگ پیش آئے اسنے اُننے اقرار کیا کہ آپ بغداد واپس نہ جائیں میں سب طرح سے آپ کا یہیں اطمینان کروں گا فوراً جو لوگ کہ اس ہنگامہ کے بانی اور رہنما تھے گورنر کے آگے بلائے گئے۔

مجھے اپنے باب کی منزلت اور رتبہ پر بہت بھروسہ تھا اور یہی تمام شہر کا حال تھا کہ اُنھیں کسی بات کی پروا ہی نہیں تھی لیکن گورنر ہمدان کا تو اس سے دم نکلتا تھا

کہ اگر یہ خبر طہران کو جائیگی تو میں فوراً موقوف کر دیا جاؤنگا اسنے فوراً مجھے اور
دوسرے ساتھیوں کو پکڑ کر ایچ جی کے حوالے کر دیا۔

میں اپنے دل کی وہ حالت بھی نہ بھولونگا کہ جب میں ان لوگوں کے منہ میٹھ
آیا جنہے میں سخت متنفر تھا۔ اب بیان میں نے اس دشنام دہی کی تندی کو اپنے دل میں
بند کیا جو ابھی اُن پڑوالی گئی تھی اور جسکی بوجھانے اُنکو بھڑکا دیا تھا۔

اس وقت معلوم ہوا کہ وہ ہمیں اسکی مکافات دینے کو تیار ہیں پھوڑی ہی دیر کے بعد
ہم واقف بھی ہو گئے کہ ہمیں ہماری ہرزہ درائی کی یہ سزا ملے گی انھوں نے ہمیں خالی نہیں چھوڑا
بلکہ ٹلشکی میں باندھ کر لکڑیوں سے پٹنے کی ہمیں سزا دی۔ اب ہمیر جو یہ بندھکر لکڑیاں پڑتی
م شروع ہوئیں لامان تمام مذہبی جوش کا فور ہو گیا تھا غرض ترکون نے اپنا بدل لے لیا
اور ہم چھوڑ دیے گئے۔

اس سرگزشت سے برسوں تک میرا مذہبی جوش ٹھنڈا رہا جوش کی بھڑکتی ہوئی لگ
لکڑیوں کی مار سے سرد ہو گئی۔ ہاں یہ بات تو اب بھی تھی کہ جیسا میرے والد نے تعلیم کیا
تھا میں مذہبی رد و بدل اور مباحثہ برابر کیا کرتا تھا جب میری پچیس برس کی عمر ہو گئی
اور میری دائرہ بھی نکل آئی تو میں اصفہان چلا گیا تاکہ میں اپنے مشہور علما کا فیض
صحبت اٹھاؤں اور اُنکی صحبت میں قابل بن جاؤں پیداکرون کہ جو مجھے زیبا میں
میں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوا اور میں نے بڑی ناموری حاصل کی میں صرف
یہ موقع ڈھونڈتا تھا کہ کسی طرح سے میں اپنے کو ممتاز بناؤں پچنانچہ مفصلہ ذیل
صور تین جب آکر واقع ہوئیں تو میں کامیاب ہوا۔

اسی زمانے میں مشہور شاہ صفی جو غیر متعصب تھا اصفہان میں اپنا قیام بہت ہی
رکھتا تھا کہ تجارت کو کچھ ترقی دے۔ اسنے تمام سچی علما کو آزادی دیدی تھی کہ وہ بہت
دل کھول کر اپنے ارکان میں کو ہر جگہ اور ہر مکان پر ادا کریں۔ اسنے گرجے بنانے کے لیے

بھی انھیں حکم دیدیا کہ وہاں پادری رہا کریں۔ اور اسکے علاوہ یہاں تک حکم دیدیا کہ وہ عبادت کرنے والوں کے بلانے کے لیے گرجاؤں میں گھنٹے بھی بجایا کریں۔ ان فرانسیسوں میں گرجا کا ایک اعلیٰ افسر ہوتا ہوا وہ بھی خلیفہ ہی کی قسم سے ہر جگہ یہ لوگ پاپا کہتے ہیں۔ اسکا فرض یہ ہوا کہ تمام دنیا میں اپنے مذہب کی تلقین کرے مختلف مقامات پر انکے مذہب کی مشن مقرر ہیں کچھ خود اصفہان میں اور کچھ جلفا آرمینین میں۔ ان میں سے بہت لوگ چھوڑ چھوڑ کر چل دیے اور انکی عمارتیں پرانی ہو ہو کر گر پڑیں لیکن وہ شخص کہ جسکا خاص فرض تلقین میں سچی ہو وہ اب بھی موجود ہوا اسکی بربادی کے لیے میری اور میرے ہم پیشہ چند ملاؤں کی بہت ہی کوشش ہوئی اور خدا کی قدرت ہو باوجودیکہ خود گورنمنٹ انکی مخالفت ہو اور وہ نہیں چاہتی کہ دین سچی کی ایران میں بنیاد جمے لیکن اسپر بھی یہی لوگ بہت دولت مند نظر آتے ہیں اور انکی تجارت کو دن دوئی اور رات چوگنی ترقی ہو۔

اس خانقاہ میں دو پادری رہتے تھے ان میں سے ایک تو گویا بجائے خود ایک فقیہ تھا جس نے دنیا کو خوب سمجھا تھا۔ اسکی تدبیر بہت ہی صاحب تھی اور اسکی فہم ایسی تیز تھی کہ اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ شخص بلند قامت و بلا اور قوی تھا اسکی دونوں آنکھیں خوب روشن تھیں اور اسکی آواز چلتی ہوئی اور تیز ہوا کے مانند تھی۔ یہ ہمیشہ ہمارے بڑے بڑے علما سے مذہب کی خاص خاص باتوں پر خوب بحث کیا کرتا تھا اور خوب لٹکا کر دلیری سے اپنے مطالب کو ادا کرتا تھا۔ اور شیر کی طرح سے یہ دکارتا تھا اور یہاں تک دیا لے تب میں ڈوب گیا جیسے نوح اسکا کشتیاں ہوا اور صرف اس ہرزہ درانی ہی پر اُس نے تکیہ نہ کیا جو وہ کہا کرتا تھا بلکہ اُس نے ایک کتاب بھی اسی مضمون کی شائع کی۔ بد قسمتی سے اس کتاب کا ہمارے علما میں سے ایک عالم نے جواب دینے کی کوشش کی جس نے یہ نہ سمجھا کہ آتش کے ساتھ بازی کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔

جب میں اصفہان میں پہنچا تو ایسی ہی باتوں کا بہت ہی چرچا ہو رہا تھا۔ اور خاص اس معاملے پر بہت بحث تھی چونکہ مجھے تردد اس بات کا ہوا کہ میں بھی کچھ مباحثہ کروں تو میں نے یہ تجویز کی کہ پادری صاحب کو کھلا بھیجا جائے کہ آپ تنہا علمائے اسلام سے مدرسہ جدید میں روز مقررہ پر ملین وہاں کامل طور پر مباحثہ ہوگا۔

پادری نے اسکو متصور کر لیا اول تو خوب خوب مباحثہ ہوا آخر کار پادری کو کمین معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ آمادہ فساد میں تو وہ پوشیدہ چھپ چھپا کر چلے رہے ہیں اور ہماری کششیں خوب کامیاب ہوئیں کیونکہ ایک مدت مدید کے بعد وہ پھر وہاں آیا تھا میں نے اس موقع پر اپنا جوش و خروش ظاہر کیا تھا اور مختلف طرق سے وہ پیر نکالے تھے کہ میں گویا مولویوں کے گروہ میں سربراہ اور وہ بنگیاد سربراہ اور وہ تو بنگیاد لیکن اس شہر میں کھا ہی کیا تھا جو مجھے کچھ حال ہوتا۔ اب میں نے یہ چاہا کہ طہران چلو وہاں ضرور فائدہ بخش اور مستقل صورت نکل آئیگی اب میں اس طرف متوجہ ہوا جب یہ معاملہ ختم ہو گیا تو میں قم چلا گیا کہ وہاں مجھ سے جاکر سفارش کراؤں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ اسکی سفارش میں بریس کی عبادت اور روزہ رکھنے سے بھی زیادہ ہو یعنی صوم و صلوٰۃ کا اس قدر اثر نہ ہوگا جتنا اسکی سفارش کام دی جائیگی۔ میں پورے طور سے کامیاب ہو گیا کیونکہ جب میں نے ذرا جاکر کافر دین پرانا پشناپ ہاتھ پھینکنے شروع کیے تو وہ مجھ سے بہت ہی مہربانی پیش آیا اور وہ یہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا کہ یہ میرا ذہن متعلم ہو جہاں تک مجھ سے ممکن ہو میں نے صوفیوں پر خوب ہی جھاڑنا شروع کیا اور اس بات میں اسکی خوب ہی ہان بین ہان ملائی۔ آخر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اسکی سفارش علمائے طہران اور وزیر اعظم کے پاس لے گیا جب میں اسکے پاس سے جدا ہونے لگا تو اس نے بہت ہی برنج ظاہر کیا مگر میں نیک ساعت دیکھ کر روانہ طہران ہوا۔

میں آپ کو اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ اگرچہ بیان اور آدمیوں سے زیادہ

سب ہی کچھ شائیں شون تھی اور رائیں بھی صائب تھیں لیکن جس قسم کی مین نے امید کی تھی کہ دربار میں مجھے باریابی ہوگی نہ ہوئی مجھ جیسے اور بھی بہت سے ترقی کی امید مین پرے ہوئے تھے اور بہ نسبت میرے دنیا کے کاموں میں بہت ہی سیرے ہوئے تھے انکی طرح سے مین بھی دربار داری کرنے لگا اور مین نے بھی ان لوگوں کی امید داری کی کہ جو باری تھے مجھے مجلس علما میں بیٹھنے کا جب استحقاق حاصل ہو گیا تو مین نے رفتہ رفتہ وزیر اعظم وزیر خزانہ سکریٹری اسٹیٹ اور افسر جلا دان سے روشناسی حاصل کرنی مین انکے صبح اور شام کے دربار میں حاضر ہونے لگا مگر کیا کچھ بھی نہیں مین رہا صرف وہی غریب ملا کا ملا مگر مین نے یہ کوشش کی کہ عوام الناس کے مجمع سے اپنے کونکالوں اور میری وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی کیونکہ ایک بار مشیر خوافی کرنے کا اسکے مکان میں مجھے موقع مل گیا تھا مین نے لہک لہک کر مرثیے پڑھے کہ سب کو رولا رولا دیا۔

اس سے آنا تو فائدہ ہوا کہ حضرات مجلس وزیر اعظم واقف ہو گئے غرض مین نے لوگوں کی نگاہوں میں بہت ترقی کی اور انکی نظروں میں توقیر ہونے سے مجھے بہت کچھ فائدہ ہوا لیکن تم خود انصاف کرو کہ بھلا یہ لوگ کیا کر سکتے اور انکی طرف داری کیا کام دیتی کہ جب خود شاہ گزشتہ ہوا۔ صرف ان لوگوں پر یہ بھروسہ کر کے کہ میرا اثر اپنے بہت ہوا فوسس مین نے اپنے کو تباہ و برباد کر دیا۔ اب جو کچھ میری مصیبتناک حالت ہو وہ تم دیکھ رہے ہو جس طرح کہ بھوکے بنگالیوں کی صورت سے اپنے گھر سے نکلا تھا اسی طرح خراب خستہ پیر اپنے مکان کو جاتا ہوں۔

تیرھواں باب

حاجی بابا اور ملانا دان کا باہم مشورہ کرنا
جب ملانا دان اپنی رام کمانی منتم کر چکا تو مین نے اُس سے یہ کہا کہ جس قسم سے آپ کو ایسی دلیل جگہ سے وہاں پہونچایا تھا اور ایسا اعلیٰ عہدہ دلوایا تھا اور جس سے

پھر ایسے نامعلوم غارت میں جھونکا ہو تو پھر اُسی قسمت سے یہ امید ہو سکتی ہو کہ وہ پھر بھی ایک بار اُسی گم شدہ ممتاز جگہ پر پہنچا دے۔

گو کہ شب آخر ہوئی اور صبح تو زاری نہ کر

پھر وہی محفل وہی تیر شہستان غم نہ کھا
کیونکہ ہم دونوں نے ایران کی زندگی کو بہت کچھ دیکھا ہو وہاں سوائے ناپائنداری اور تلون کے اور کچھ بھی نہیں ہمیشہ ایک شے کو کبھی قیام ہی نہیں رہتا۔

جس شخص نے تنہا ہی دار بھی جڑ سے اکھڑوا لی جس نے تھیں جلا وطن ہونے کا حکم دیا۔
ایسے بھی مواقع پڑ جاتے ہیں کہ وہ پھر تھیں بلالے اور تھیں تنہا ہی جگہ پر ممتاز کرے اسی بد قسمتی میں سر سبز اور فراخی پوشیدہ ہو۔ دیکھو جب سنا جلتی ہوئی اور شعلہ دیتی ہوئی آگ پر پانی چھڑک دیتا ہو تو ظاہر اوہ بجھ جاتی ہو مگر اُس میں سے کچھ کچھ دھواں اُٹھتا رہتا ہو۔ جہاں بھڑائے اپنی نلی سے ذرا سا پھونکا پھر اُسی طرح سے آگ بھڑکنے لگی۔

مُلانا دان بھائی اسی قسم کے خیالات سے تو میں اپنے کو دھارس دیتا ہوں تنہا جو مجھے شکر پر گاتے ہوئے دیکھا تھا اسی قسم کے اشعار گارہا تھا۔

غالب شاہ نے اسے بہت ہی ضروری خیال کیا ہو کہ وہ ایک نائشی انصاف کریں اس خیال سے کہ سچی تجارت پر انکی عنایت ہائے گونا گونہ مبذول ہوئے وہ دن اب اُنیکا کہ جب اُسے ارکان مذہب اسلام کے زیادہ دوست بنانے کی ضرورت ہوگی چونکہ لوگ مجھے بہت ہی محبت کرتے ہیں اور میں سب کا پیارا ہوں تو اس لیے مجھے امید ہو کہ مجھ جیسے لائق شخص کی نیک رائے کی خواہش ہو۔

مجھے پہلے یہ خیال آئے تھے کہ میں اس مولویانہ مکرو فریب کو چھوڑ دوں اور تاجر بن جاؤں لیکن پھر مجھے یہی خیال آیا کہ نہیں اپنی اصلی ہی قسمت کو آزمادوں۔ اب میں تو شبہ ہونے کو بیٹھا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ شہادت میری دنیاوی نیکیاں میرے گھرا سباب میرے سفید گدھے سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔

مین۔ تو اب تمھارا کیا ارادہ ہو آیا میرے ساتھ بغداد چلتے ہو یا اسی دن کے امیدوار ہو کہ جب شاہ تھیں یا دکرے گا۔

ملا نا دان۔ میرا ارادہ ہو کہ میں اپنے وطن ہمدان چلا جاؤں جہاں میرا باب جو ابھی زندہ ہو بہت ہی نیک نام ہو اور اُسکی بہت ہی شہرت ہو تو میں اُسکے وسیلے سے دار الخلافہ تک کچھ تحریک کروں گا اور پھر میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے ضرور میری جگہ مل جائیگی۔ لیکن تم نے بھلا کہاں جانے کا ارادہ کیا ہو جب انشاء اللہ میں اپنی جگہ پر پھر بحال ہو گیا تو پھر تمھاری وہی ملازمت موجود ہو۔

دوڑے کا بھی چلے گا ستارہ | قائم جو زمین و آسمان ہو

مین۔ افسوس اگر میرے دوست اس بیڑی فیروز مندی سے جو تھیں بکھائی دیتی ہو میں تم سے بھی زیادہ جلا وطن کیا گیا ہوں۔ وقائع نے میری گود میں بہت ہی خراب اور بُرے طریقے سے بازی کی اور میں اس وقت گویا ایک چور کی صورت میں ہوں میں سو اُسکے کہ اپنی قسمت کی پیروی کروں اور کچھ نہ کروں گا جس قسمت نے کہ مجھے افسر علما کے کپڑے پہنوا دیے جس قسمت نے کہ اتنا زرق و برق دلوا دیا جس قسمت نے کہ ایسا عمدہ اور زین زین انجام والا افسر جلاوطن کا گھوڑا دلوا دیا۔ اُسی قسمت نے مجھے میرے ملک سے نکالا اب میں نہیں چاہتا کہ میں رہ کر اپنی شامت بلواؤں اور اپنے ٹکڑے کرواؤں نہیں بلکہ مجھے اُمید ہو کہ کئی دن کے بعد میں ترکی عملدار میری مین پونج جاؤں گا اور وہاں پھر میں اپنے کو حفاظت میں سمجھوں گا۔ جب یہ بات طر پائی تو میں نے اُس سے کہا کہ تم مجھ سے کچھ نہ لو تاکہ سفر میں تمھارے کام آئے اب تم بھی مفلس ہو۔ یہ درخواست اُس نے میری قبول کر لی اور مجھ سے دس تین لیے اور یہ اقرار کیا کہ میں اپنی جگہ پر ممتاز ہونے کے بعد تھیں تمھارے تین جید و ننگا جب مجھ سے یہ تین لے چکا تو اسے پھر مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ہمدان چلو۔ اسے بہت ہی مجھے خطرے دکھائے اور حد سے زیادہ ڈرایا اور یہ کہا

کہ تم جانتے کیا ہو پیشتر اسکے کہ تم شاہ کی حد سے گزرو گے فوراً شاہ کے آدمی گرفتار کر لینگے اور ساتھ ہی اسکے وہ یون کھنے لگا۔ اسی لمحہ ملا باشی کی موت تو مشہور ہو گئی ہو گئی اور جون ہی افسر جلادان کو یہ معلوم ہوگا کہ گھوڑا ہاتھ سے نکل گیا وہ ایک لمحے کا بھی توقف نہ کرے گا اور سیکڑوں آدمی اور ہڈ بھجی بھجکا کہ تعین تلاش کر کے گرفتار کریں تو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہوگا کہ تم میرے ساتھ بٹا لو۔ ہاں جب یہ سنا کہ اور طوفان بے تیزی فرو ہو جائیگا اسوقت ہزدی سے تم اپنی آرا کا استعمال کر سکتے ہو ہمدان سے کچھ دور کے فاصلے پر میرے باپ کا گون ہو وہاں تم آرام تام رہ سکتے ہو اور پھر تیر کوئی شبہ بھی نہ کرے گا اور ہم تمہارا گھوڑا اور اسکا سارا سامان اسطرح سے پوشیدہ کر دینگے کہ خبر بھی تو نہیں ہوگی۔

گناہ

ہمدان بیان سے کچھ بہت دوڑیں ہو اگر آدھی رات کو یہاں سے روانہ ہوں تو ہم علی المصباح وہاں پہنچ سکتے ہیں اور یہ بہت ہی آسان ترکیب ہو کہ ہم دونوں گھوڑے پر سوار ہولیں اور آٹا فائنا میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ بیان سے ترکی عملداری بہت دور ہو اگر گھوڑا مکان مان گیا اور نہ چل سکا تو بھی پھر کیا کر دے۔

ملا نادان کی گفتگو سے یکایک میرے خیالات بدلے اور مجھے معلوم ہوا کہ بات تو عقل کی کتا ہو فارس کے حصہ سے میں محض نابلد تھا اور میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میری حفاظت کے لیے صرف یہی ضروری ہو کہ میں بڑے بلند راستوں سے واقف ہوں بلکہ ان راستوں کا بھی مجھے علم ہونا چاہیے کہ جہاں آمد و رفت کم ہو تو میں نے دیکھا کہ جیسا میں نے خیال کیا ہو کہ بہت جلدی سرحد ایران سے پار ہو جاؤنگا یہ کچھ ویسا آسان نہیں ہے۔ اگر ملا نادان مجھے دغا سے گرفتار کرنا چاہتا ہو تو یہ دونوں طرح سے کر سکتا ہو خواہ میں بیان سے بھاگ جاؤں خواہ اسکی رٹے

تسلیم کر کے اسکے ساتھ ہمدان چلون تو ان دونوں باتوں میں بہتر ہو کہ اسی پر پھر دوسرے کروں چلو چلو تو سہی جو کچھ کرے مرامولی کرے یہاں

میں نے اسکی تدبیر کو پسند کر لیا۔ ہم دونوں خوب کھاپی کر تازہ دم ہو گئے اور آدھی رات کو ہمدان روانہ ہوئے کہ جلدی سے آفتاب نکلنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ جب ہم ایک بلند ٹرک پر سوچنے جہان سے شہر ہمدان کھائی دیتا تھا ہنسنے وہاں قیام کیا کہ جو چھ اسوقت عمل کرنا ہو اسکا مشورہ کر لیں۔ طرانا دان نے انگلی سے ایک گانوں کی طرف جو ایک فرنگ کی دوری پر تھا اشارہ کر کے یہ کہا۔ دیکھو وہ گانوں پر جہان تم رہو گے اور جب تک کہ ملا باشی کا معاملہ ٹھنڈا نہ پڑ جائیگا تمھیں بدین رہنا پڑیگا۔ لیکن ہاں نہ تو تم یہ فوق البھک کپڑے پہنے رہو اور نہ اس شاندار گھوڑے پر سوار ہو جس سے خواہ مخواہ لوگوں کا تہ پر شہہ اگر واقع ہو۔ لو آؤ ہم اپنی پوشاکیں تبدیل کر لیں اور تم مجھے اپنا گھوڑا سپرد کرو۔ جب تمھاری یہ صورت ہوگی اور اس صورت سے تم میرے باپ کے گانوں میں جاؤ گے وہاں تم پر کوئی شبہ نہ کریگا پھر میں تمھاری پورے طور سے خبر گیری کرونگا اس انتظام سے بہت ہی نیک صورت پیدا ہوگی۔ رہتے کسی قسم کا شبہہ اگر واقع نہ ہوگا اور جیسی حقارت آئینہ اور توہین خیز میری صورت ہو میں بیگانہ رہوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ میری جیسی طہران میں کت بنائی گئی ہو اسکی خبر ضرور میرے کنبے میں پہنچ گئی ہوگی اور شاید وہ دنیا کی نظروں میں محقر ہوئے ہونگے۔ لیکن اس ملک میں جہاں ظاہر اٹاپ بہت کچھ کام دیتی ہو جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ملا نادان ایسی قیمتی پوشاک بھی پہنے ہوئے ہو کر سے دو شانہ لپیٹے ہوئے ہوران کے نیچے ایک زرین زرین و لجام اور سنہری سامان کا گھوڑا بھی ہو تو وہ سمجھیں گے کہ یہ انبی جگہ پر بجال کر دیا گیا۔ بس اس صورت میں میری بہت بڑی عزت ہوگی۔ جب میں کچھ دن تک یوں اس گھوڑے پر سواری کرونگا اور یہ پوشاک زیب تن کرونگا تو پھر اس سامان کو بہت آسانی سے فروخت کروں گا۔

اور جو کچھ اسکی قیمت ہوگی وہ میں تمہیں دے دوں گا۔

اپنے ساتھی کی یہ تجویز سنکر میں بہت ہی چونکا کیونکہ میرے ساتھی نے مجھ کوئی اس قسم کا اہم و اہم اتفاق تو سمجھوایا نہیں تھا جس سے میں یہ ملک صرف باتوں ہی باتوں میں اسے سوئے بیٹا اور کچھ خیال دل میں نہ لاتا۔ لیکن پھر بھی جو کچھ اسنے کہا وہی میں نے سچ جانا کیونکہ یہ میرے لیے ناممکن تھا کہ دس دن تک بھی یا ایک ہفتہ ڈرا اس جہل جہل کے ساتھ گذاروں اور مجھ پر لوگ شبہ نہ کریں قطعی میں شبہ گردانا جاؤں اور جاؤں یہ سچ ہے کہ اس وقت میں بالکل ملتا کے دست قدرت میں تھا جو کچھ اسنے کہا ہے اگر ایسا ہی انتظام کیا جا تو گویا یہ بھی میرا ساتھی ہوتا ہے اور جب تک اس پر کوئی آفت آکر نہ واقع ہوگی یہ محلو ملزم تو نہیں بنا سکتا۔

میں۔ اچھا خیال کرو کہ کوئی افسر جلا دان کا آدمی گھوڑے کو پہچان لے تو پھر ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جس طرح سے کہ میں کچھ اجاتا فوراً تم بھی یوں ہی گرفتار کر لیے جاؤ گے۔ ملتا نادان۔ اِنَّ اللہ علی کل شیء قذیر جس طرح سے کہ ہنسنے جلدی سفر کیا ہو کوئی شخص اتنی جلدی سفر نہیں کر سکتا اور جب تک کوئی افسر ہمدان پہنچے گا میں اپنے باپ کے گھر میں پہنچ جاؤں گا اور پھر تمام تدبیریں عمل میں آجائیں گی۔ پھر یہ بہت ہی آسان ہوگا کہ ہم گھوڑے اور اس کے سنہری سامان کو بہت چھپی طرح پوشیدہ کر دینگے اور میں تمام بلا اپنے سر پر لے لوں گا۔

بس سو اس کے اور کچھ بھی میرے لیے نہ خیال کیا گیا۔ ہم نے فوراً باہم کپڑوں کی تبدیلی کر لی اسنے متوفی ملتا باشی کے مجھ سے کپڑے لے لیے۔ قبا۔ شال۔ جو کہ بر باندھا جاتا ہے اور اسکا چنہ جو بہت سبز کپڑے کا بنا ہوا تھا اور میں نے اس کے عوض میں اس کے پرانے کپڑے لیے وہ کپڑے کہ جب وہ جلا وطن کیا گیا ہے تو لوگوں نے اس کے لکڑے اڑا دیے تھے۔ میں نے اسے اپنی کالی ٹوپی بھی دیدی جس کے ارد گرد

اُسے ملتا باشی کا شال لپیٹ لیا اور اُسکے بدلے میں اُسنے اپنی وہی پٹھی پٹھانی
ٹوپی دیدی۔

میں نے ملتا باشی کی پٹیلی۔ باقی ماندہ زر۔ گھڑی۔ ٹھکر کو تو دبائے رکھا مگر نادان
کو اُنینہ جیسی بستیج اور کنگھا دیدیا۔ اس نے بستہ کاغذوں کا اپنی کمر سے کس لیا
اور جب وہ کپڑے پہن پنا کر تیار ہوا اور گھوڑے پر سوار ہوا تو ملتا باشی معلوم ہوتا
تھا میں اسکی یہ شان شوکت اور صورت دیکھ کر چونکا۔

ہم دونوں ظاہر بہت ہی خوشی خوشی علیحدہ ہوئے۔ اس نے مجھ سے اقرار کیا
کہ تم بہت جلدی میری خبر سنو گے اور اسنے مجھے یہ بھی سمجھا دیا کہ شہر پہنچ کر یہ یہ
باتیں بنائی جائیں اور اسکے علاوہ جیسی ہتھاری عقل گواہی دے وہ گزرا۔ ملتا نادان

پھر سوار ہو کر چل دیا اور مجھ کو تن تنہا ایک مضطرب حالت میں چھوڑ دیا جب
میں نے دیکھا کہ میں اکیللا رہ گیا تو اس وقت مجھے بڑا یہ تردد تھا کہ دیکھیے میری
آئینہ قسمت کیا ہوگی اور حال کی تقدیر میں کیا لکھا ہو۔ وہ مترود تو یہ مستتبہ۔

میں سیدھا گاؤن کی طرف چلا اب میں یہ متفکر تھا کہ وہاں جا کر میں اپنے کو
کس صورت سے ظاہر کروں اور کیا کہوں۔ اور اسکے باشندوں سے وقت تعارف
کیا بیان کروں۔ غرض کہ صورت تو میری ایسی تھی کہ جیسے خدا رسیدہ لوگوں کی

ہوتی ہو۔ نہ تو میری کمر سے شال لپٹا ہوا تھا اور نہ قبائلی اور نہ پائون جین تہاں
سر پر ایک دریدہ ٹوپی بہت سوچ سمجھ کر میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اپنے کو یہ
مشہور کروں تو بہتر ہوگا کہ میں ایک سوداگر ہوں جھکو راہ میں گزرد قوم نے ٹوٹ لیا

اور پھر میں اُنکو مر بیض ہونے کا دھوکا دوں گا جس بہانے سے جب تک کہ ملا میرے
پاس آئیگا اور مجھے کچھ خبر دے میں رہ سکتا ہوں اور اس سے مجھے یہ معلوم ہو جائیگا
کہ میں اپنی پوشیدہ جگہ میں کب تک رہوں گا۔

یہی بات ہو کہ جس سے مین کامیاب ہو جاؤنگا اور نجوبی کامیاب ہونگا گاؤن کے نیک آدمی اپنی بہت بڑی سستی کے حصہ میں اس شخص کی رام کمانی گوش دل سنیں گے جسکو خدا نے انکی طرف بھیجا ہو اور مجھ کو اپنی پناہ میں لے لیں گے۔ یہ تو سب کچھ تھا مگر بڑی بے آرامی یہ تھی کہ ایک ضعیفہ عورت جو اس گاؤن میں بہت بڑی طبیب تھی میرے لیے بلائی گئی اور جھکواُسکے ننھے پیٹے کی ضرورت ہوئی۔

چودھوان باب

ماجی بابا کی آفت میں ملانا دان کا بھننا

مین نے اپنی پوشیدہ جگہ میں دس دن بڑے قہر کے گزارے اور اسوقت تک ملانا دان کی کوئی خوشخبری نہیں معلوم ہوئی۔ مجھے شبہ ہوا کہ اسکا ستارہ اب تک پستی کی طرف مائل ہو کیونکہ جیسی امید کی گئی تھی یہ معاملہ ملا باشی فر زمین ہوا شہر اور گاؤن میں بہت ہی کم آمدورفت ہوتی تھی مین بہت ہی مایوس ہوا کہ دیکھے مین کیونکر اپنے گھوڑے اُسکے دو لہند زین زین دلجام اور کپڑوں کی خبر پاؤنگا۔ کہ اسی رات کو ایک کسان ہمدان سے اس گاؤن میں آیا۔ یہ کسان ہمدان اپنے کام کے لیے گیا تھا۔ یہ وہاں سے مایوسانہ واپس آیا اور مجھے میرے مطلب کی یہ خبر دی۔ اسنے کہا کہ ایک بہت بڑا غضب نازل ہوا کہ ایک شخص افسر جلا دان کی طرف سے ظاہر ہوا اُسنے ہمارے آقا کے پیٹے کو پکڑ لیا اور اُسکا گھوڑا چھین لیا اور اُس کو گرفتار کر کے طہران لے گیا اور اُسکو ملا باشی کا قاتل گردانا۔

اب مین اپنے ناظر ہی پر اس لہر کو چھوڑتا ہوں کہ وہ میرے خیالات کا اندازہ کر لیں کہ اس خبر کے سننے سے میری طبیعت کا کیا حال ہوا ہو گا ملاکی طرف سے جو خاموشی ہو گئی تھی اس سے تو مجھے اطمینان ہوا گو اسوقت مین نے اپنے کو امن میں سمجھا لیکن اب

یہ خیالی ہوا کہ میں اس حالت میں کب تک رہوں گا۔

میں نے یکایک یہ شہر کیا کہ میں اچھا ہوں۔ اور فوراً میں اس گاؤں سے ہمدان کی طرف چلا تا کہ اس امر کو بخوبی تحقیق کروں کہ آیا جو کچھ کسان نے کہا ہے وہ صحیح ہو یا نہیں نادان کا باپ شہر میں ایک مشہور و معروف شخص تھا مجھے اسکے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں سیدھا اسکے مکان میں تو نہیں گیا اور نہ اس سے اپنے دوست کی خبر سنی لیکن میں اسکے مکان کے پڑوس میں ایک حجام کی دکان میں ٹھہر گیا سبب یہ تھا کہ شخص مجھے مطلق نہیں پہچانتا تھا اور دوسرے یہ بات بھی تھی کہ مجھے اس نائی سے ضرور پوری پوری خبر نادان کی ملے گی۔

یہ نائی ایک زیادہ گوا اور ہر کام سے باخبر مجھے ملا۔ اور یہی میری خواہش تھی خیال پچھ جب میں نے اُس سے دریافت کیا کہ آج شہر میں کیا گزری۔ اور میں نے اس خبر سے جس نے ہر فرد بشر کو متعجب حیران کر دیا تھا اپنی جہالت ظاہر کی تو اسنے ذرا قدم آگے اٹھایا اور مجھ سے یہ کہنے لگا۔

تم کہاں سے آئے ہو کہ اس ملا نادان کی تحقیق اصلاً خبر نہیں۔ وہ صرف افسر العلماء قتل کر کے مطمئن نہیں ہوا بلکہ ابھی طرہ یہ ہوا کہ اسکے کپڑے پہن لیے خیر کپڑے پہن لیے تو اسی پر مکتبہ بلکہ اُسے طرہ پر طرہ یہ کیا کہ فسر جلاوان کا گھوڑا چڑا لیا۔ اور اُس کا سامان وغیرہ لے آیا۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ آپ جو کچھ گزری ہے بتا دیجیے کیونکہ میں اس سے محض نا بلکہ ہوں۔ کیونکہ ملا نادان گرفتار کیا گیا اور کیا ہوا۔ اسنے یہ سن کر ایک لمحہ کبھی توقف نہیں کیا اور یہ مفصلہ ذیل کہنے لگا۔

دس دن کا عرصہ گزرا کہ یہ نادان ایک پریشان شوکت گھوڑے پر سوار اپنے باپ کے دروازے پر نمودار ہوا۔ بالکل صورت سے ایک خان معلوم ہوتا تھا یا ایک بھٹ بڑا مرد شمشیر بھلا اپنی سیدھی سادی مولویانہ صورت کو چھوڑ کیا شکل

بنائی تھی یہ بہت ہی تہی شال پہنے ہوئے تھا اور افسر العلما معلوم ہوتا تھا۔ اسکی اس صورت اور فیشن سے تمام ہمدان میں ایک تحریک پھیل گئی کیونکہ گھوڑے وقت پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اس پر شاہ کا سخت عتاب ہوا اور وہ طہران سے بہت ہی خستہ اور بوہنی صورت میں جلاوطن کیا گیا ہو جب وہ گھوڑے پر سے اترتا تو اسنے بہت کچھ دون کی لی اور اپنی بہت کچھ بڑائی کی اور جب اس سے یہ سوال کیا کہ پہنے شتا تھا تمہاری طہران میں یوں آبروریزی ہوئی اور شاہ کا یہ عتاب نازل ہوا تو اسنے یہ جواب دیا کہ ہاں صرف ایک شبہ میں میری یہ صورت پیدا ہو گئی تھی لیکن بعد ازاں جب یہ ظاہر ہوا کہ یہ محض ٹھیکر بتان تھا تو میں پھر اپنے عہدے پر ممتاز ہوا اور اسن بغیر قی کے عوض میں شاہ نے مجھے یہ گھوڑا بخشا جس پر میں سوار ہوں۔

ہر شخص نے اسکی اس رام کہانی کو یقین کر لیا اور جب وہ اپنے باپ کے کان پر پہنچا ہو تو بہت ہی غرت سے اسکا استقبال ہوا لیکن دوسرے دن بدستی سے ملانا دان گھوڑے پر سوار ہو کر صبح کو شہر میں ذرا اپنی شوکت دکھانے کے لیے جاتا تھا کہ اتنے میں ایک شخص افسر جلا دان کا آدمی دروازہ شہر میں داخل ہوا یہی طہران سے آیا تھا وہ ٹھہر گیا اور اسنے بہت غور سے گھوڑے کو دیکھا۔ اسکے زمین زمین انجام پر خیال کیا جب خوب ٹنگٹکی باندھ کر دیکھ چکا تو اسنے یہ کہا لا الہ الا اللہ خدا ایک ہو۔ اسنے اس پاس کے کھڑے ہونے والوں سے دریافت کیا کہ یہ گھوڑا کسکا ہو اسکھون نے کہندیا کہ یہ گھوڑا ملانا دان کا ہو۔

افسر پولیس بہت ہی غصے میں۔ ملانا دان کون شخص ہو یہ گھوڑا تو میرے مالک کی ملک ہو جو افسر جلا دان ہو۔ تو پھر کون شخص کہہ سکتا ہو کہ یہ جھوٹ نہیں ہو چاہے اس میں لٹا ہو یا اور کوئی ہو۔ محض جھوٹا ہو۔ جب یہ معاملہ ہوا تو ملانا دان نے اپنے کو مجرم از خود ظاہر کیا کیونکہ اسی حالت کے

درمیان اُسے چاہا کہ اس شخص کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جاؤں۔ یہ وہ افسر تھا جس نے طہران میں جلادین ہوتے وقت اُسکو اُلٹے گدھے پر سوار کیا تھا۔ تو وہ دونوں ایک دوسرے کو پہچانتے بھی خوب تھے۔

مگر پھر بھی یہ افسر ملا نادان کو بیکار شناخت نہ کر سکا کیونکہ افسر العلما کی ٹوپی اور کپڑے سب زریب تن کیے ہوئے تھا یا یک ہواؤں پڑا۔ اگر ملا نادان اس جگہ سے نیچے چلا آتا تو ہرگز وہ شخص اس سے نہیں پہچانتا۔ لیکن جب برابر آنکھیں ملیں اور افسر نے پہچان لیا تو وہ یہ غل مجانے لگا اسے پکڑو اور اسکی روح لے لو کیونکہ یہ وہی شخص ہے۔ کیا یہی میری نیک ختری نے کام کیا ہے۔ قسم ہے کہ یہ وہی تو بد معاشرہ یو الیہ شخص ہے کہ جس نے افسر العلما کو قتل کر ڈالا اور افسر جلادان کا گھوڑا چُر کر بھاگ آیا اسوقت یہ مدعی افسر گھوڑے پر سے نیچے اُترا اور اس نے اپنے ساتھیوں اور پاس کھڑے ہوؤں کی مدد سے ملا نادان کو گرفتار کر لیا ملا نے قسموں پر قسمیں کھانی شروع کیں کہ میں چور ہوں نہ قاتل ہوں اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو لاؤ میں قرآن شریف بھی اُٹھا جاؤں۔

نانی نے غرض ملا نادان اور اس مدعی افسر میں جو کچھ گزری تھی بہت ایمان داری سے صاف صاف کہہ دی۔ اس نے بیان کیا کہ ملا نادان کے دوستوں اور باپ نے ہر چند چاہا اور بہت کچھ منہ بھرائی بھی دینی چاہی کہ یہ ملا نادان کو گرفتار کر کے طہران نہ لجاے لیکن اس نے مانا اور اُسے پکڑ کر طہران کی طرف لیے چلا گیا۔

جسوقت میں نے اپنے ساتھی ملا نادان کی یہ کیفیت سنی تو میری چھاتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے کہ خدا کی شان ہو کیا اُسکی قسمت اُکرواقع ہوئی ہے۔

اول تو مجھے اپنے گھوڑے اور زرین زرین لجام کا بہت ہی صدمہ ہوا کہ اس ترکیب سے جان پر کھیل کر تو حامل کیا اور یوں نکل گیا۔ اور پھر جب میں نے دوسرے پہلو سے نظر کی تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اچھا ہوا یہ بلا ملا نادان ہی کے اوپر رہی

اگر اس غریب کا سر کاٹا گیا تو پھر ظاہر ہو کہ مجھ سے تو کوئی باز پرس نہ کریگا۔ اس وقت میں اپنے پر نظر کرتا تھا تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ نیک اختر میرے ساتھ ہو مگر ہاں ملنا نادان کا ستارہ پھر گیا کہ وہ لون بلا سے بے دربان میں گرفتار ہوا بھلا ہم کیوں کپڑے بدلتے۔ وہ مجھ سے اپنا گھوڑا کیوں لیتا اور پھر ایسی صورت میں کہ میں اسکی سجاویر کو منظور بھی تو نہیں کرتا تھا۔ خدا کی قدرت ہو کرے وارٹھی والا پکڑا جائے موچھون والا۔ گو یہ ایک بدیہی بات تھی کہ وہ نہ سزا بھگتے گا جسکا میں متحقق تھا لیکن بھئی میں نے یہ خیال کیا کہ حاجی جب تک تم یہاں ہو یعنی ایران کی سرحد میں ہو اپنے کو ہرگز محفوظ نہ سمجھنا۔ اس لیے میں نے وہی اپنے سابق کے ارادے کو پورا کرنا چاہا میں نے گھوڑے اور اس کے قیمتی سامان جانے پر اپنی ڈھارس بندھائی اور یہ کہا کہ اگر وہ جاتا رہا تو پچانوے تن تو باقی ہیں جو میری حال کی احتیاجات کو کافی ہیں۔ اور اس کے علاوہ بڑی ڈھارس میری اس فقرے سے بندھتی تھی کہ خدا بزرگ است کہ وہ مظلومین کی مدد کرتا ہو اور انکو ہر آفت سے بچاتا ہو۔

اندر سے کا دیا ہوے تو لنگڑے کا عصا ہو	رانڈون کا ہودالی تو بیون کا خدا ہو
سنتا ہو اپیل اپنے ہاں وہ شاہ و گدگی	دربار میں اس کے نہ سفارش کا پتا ہو
گل خار کو ادھار کو گل اُس نے بنایا	سجڑ کو اُسی نے ہی تر و تازہ کیا ہو
جب ایسا ہو حاجی تو دعا کر تو اُسی سے	شاید وہ سنے غور سے جو تیری دعا ہو

پھر نرگس خوں بار کو اپنی تو دکھا دے
اور اپنے کلچے کو جو صد پارہ ہوا ہو

پندرھواں باب

حاجی بابا کا اپنی سرگذشت کا ایک عجیب غریب نتیجہ سننا

مین نے اپنے کو تاجر قرار دے ہی لیا تھا اور مولویانہ طریقہ بالکل ترک کر دیا تھا کیونکہ اس مولویانہ صورت سے مجھ پر کیا کیا آفتیں نازل ہوئیں اور جان کیسے کیسے خطرون میں پھنسی۔ مین نے ایک منچر کا معاملہ کر کے آپ بھی اس قافلے کے ساتھ ہو لیا جو کرمان شاہ جاتا تھا۔ یہ بیکار چرچر تھا کیونکہ طہران سے یون ہی بے سامان آیا تھا اور چونکہ میرے پاس کچھ سامان وغیرہ نہیں تھا تو مجھے میرے جانور نے بہت ہی آرام سے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

سات دن مین ہم منزل مقصود پر پہنچے اب بیان مین نے اپنا مکمل بدلنا چاہا لیکن مجھے اس امر کی اطلاع ملی کہ ایک تہننے کے اندر اندر مجھ کا کام مکمل ہو گیا کیونکہ جب تک کافی تعداد مسافروں کی نہیں ہو جاتی قافلہ نہیں روانہ ہوتا راہ میں گردش لوگوں کا بہت ڈر ہے جو حدود و قارس کو ہمیشہ زیرِ ذریر کرتے رہتے ہیں اور مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ کل ہی ایک گروہ لوگوں کا جنازہ کربلائے معلیٰ لیکر گئے ہیں اگر تم چاہو تو انھیں خوفناک اور پرخطر مقامات تک پہنچنے سے قبل لے سکتے ہو۔

یہ سنتے ہی مین نے تو جذبان خیال بھی نہ کیا اور نہ کچھ سوچا نہ سواری کا راستہ دیکھا پیدل ہی روانہ ہو گیا۔ میرا زرقہ حفاظت سے میری کمر بین جکڑا ہوا تھا میرے پاس سوائے میری جیب یا عصا کے اور کچھ بھی نہ تھا بس یون ہی کرمان شاہ سے روانہ ہوا تیسرے دن کی شام کو مین تقریباً ماندہ بھی بہت ہو گیا۔ میری نظروں کو دور سے جلتی ہوئی آگ کا خوش نظارہ معلوم ہوا جس آگ کا دھواں پہاڑی پر پل کھاتا ہوا اٹھ رہا تھا جب مین قریب گیا تو معلوم ہوا کہ گھانٹس کی زمین پر بیوشی چر رہے ہیں۔ اس طرح سے مین نے یہ خیال کر کے کہ یہ کاروان ہو غلطی نہیں کھائی تھی۔ جہاں اسباب سامان وغیرہ رکھا ہوا تھا جب اس طرف مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فرا دور کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا سفید دیرہ کھڑا ہوا ہے جب ہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ستور آٹون

کا ڈیرہ ہو کیونکہ اسکے پاس ایک تخت روان اور میا نہ بھی رکھا ہوا تھا۔ مین نے دیکھا کہ مہتمم کا روان میرے لیے مرکب کا سامان کر رہا ہو میری تو ہرگز مرضی نہیں تھی کہ مین اپنی کسی کو اطلاع کرتا بلکہ میرا ارادہ یہ تھا کہ مین چپ چاپ تے چلا جاؤں کیونکہ میری حالت ہی ایسی تھی۔ مگر پھر بھی بچانے کے خیال آتا تھا کہ ایسا نہو اکیلا دیکھ کر کوئی یہ بھی سگوائے اس لیے مجبوراً ہی ارادہ ہوا کہ اپنے ملک والوں کے ساتھ سفر کیا جائے۔

سامان مین درج سے کچھ دور کے فاصلے پر جہان مین بٹھیا ہوا تھا چند بڑے بڑے اور تنگ صندوق رکھے ہوئے تھے جو اونٹوں پر سے اُتار کر زمین پر رکھے گئے تھے چونکہ مین نے آج تک یہ نہیں دیکھے تھے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ انہیں کیا چیز ہو تو انہوں نے کہا یہ تابوت ہیں جنہیں جنازے رکھ کے کربلائے معلیٰ کو لیجاتے ہیں۔ مہتمم کا روان۔ یہ ظاہر ہو کہ تم ایک پردیسی معلوم ہوتے ہو اس لیے تمہیں واقف ہونا زیبا ہو۔ ہم ایک شگرف چیز کربلائے معلیٰ لیے جاتے ہیں۔

مین۔ ہاں مین تو ایک پردیسی اور انجان شخص ہوں۔ مین بھیجے سے آکر ملا ہوں اور مین اس شخص کے موافق ہوں جو پہاڑوں سے اُترتا ہو خدا کے لیے آپ اس مین کیا لے جا رہے ہیں۔

مہتمم کا روان۔ کیا تم نے ملا باشی کی طہران میں عجیب غریب موت کا حال نہیں سنا کہ وہ حمام میں کیونکر مر گیا۔ اور پھر کس طرح سے اسکا ہنزد گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر اس کے حرم میں چلا گیا اور پھر وہ کس طرح سے افسر جلا دان کا گھوڑا لے کر چلتا بنا۔ تم کمان تھے جب اس معاملے کا وقوع ہوا دونوں ہاتھ تھر تھرا کر اور اپنے دونوں کاندھے سکڑ کر۔

مین یہ سنکر بہت ہی خوف زدہ ہوا مگر مین نے صاف انکار کیا اور مین نے

اس سے درخواست کی کہ آپ اس سرگزشت کو تفصیل وار بیان کر دیں تو وہ اس طرح سے بیان کرنے لگا۔

خجروالا تھیں اس سے آگاہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ مین کہو نگاہ وہ واقعہ ہو جسکو مین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لیے کہ مین خود وہاں موجود تھا اور یہ بہت ہی صحیح ہے کیونکہ سارا میرا چشم دید واقعہ ہے۔

افسرالعلما آفتاب غروب ہونے کے بعد۔ بعد نماز مغرب حمام میں گیا اور بعد اسکے وہاں سے مع اپنے ملازمین کے گھوڑے پر سوار ہونے کے اپنی حرم سرا میں تشریف کے کمرے میں چلا گیا۔

اس امر کے تو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہو کہ ایران میں اکثر عام حمام علی الصباح ساعت مقررہ تک عورتوں کے لیے مخصوص رہتے ہیں اور پھر اسوقت کے بعد سے مرد نہانے دھونے آنے لگتے ہیں۔ صبح ملا باشی یعنی افسرالعلما کی بیوی عورتوں کو لیکر حمام میں نہانے گئی۔ اول اول ہی عورت مع اپنی لونڈیوں کے بہت ہی فجر کے ترڑ کے نہانے گئی۔ اسدن اس سے پہلے اور کوئی حمام میں نہیں آیا تھا۔ چونکہ یہ بہت بڑا ادب ہے کہ بیگم کی لونڈیاں باندیاں ساتھ ساتھ حوض میں نہانے نہیں جاتیں اس لیے وہ تو سب باہر رہ گئیں اور صرف افسرالعلما کی بیوی اندر گرم حوض میں نہانے کو بڑھیں اسوقت ایسا اندھیرا تھا کہ صاف نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ اس حوض میں کوئی دو قدم گئی ہوگی کہ یکایک حد سے زیادہ ڈری کیونکہ اسکا ہاتھ ایک گوشت کے ٹوٹے پر پڑا۔

اول ہی تحریک میں تو اسے کچھ تعجب ہوا لیکن دوبارہ اسقدر خوفزدہ ہوئی کہ بیہوش ہو گئی۔

اسکی حالت کی کیفیت بہت آسانی سے عورتوں کو معلوم ہو گئی وہ یکے بعد دیگرے

موم بتیان ہاتھوں میں لے کر دوڑیں کہ سبک صاحبہ کیون ڈرین اور یہ نوبت انکی کیون ہو گئی مگر ان میں ایک عورت نے اس صلی واقعہ کو دیکھا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ اصل میں یہ بات تھی آخر ایک بڑھیا عورت نے جو سبک صاحبہ کی پاس بٹھتی تھی وہی سے اس حوض کی طرف دیکھا جب معلوم ہوا کہ یہ کسی شخص کی نقش پڑی ہوئی ہے۔ یہ دیکھتے ہی بہت کچھ غل و شور مچنے لگا جس سے سبک صاحبہ ہوش میں آئیں اور ناظر گروہ کے ساتھ ملکر دیکھنے لگی اور اس تیرتی ہوئی نقش کو کچھ یوں ہی سا بچانا اور نظروں میں اب وہ مختلف طرح سے سامنے لگی اور کچھ کچھ صورت دکھائی دی غرض کہ سر اور چہرہ معلوم ہوا وہ بڑھیا عورت جب چراغ لائی اور اُس نے پاس سے دیکھا تو ایک غل و شور مچ گیا اور یہ سب شور مچانے لگیں۔

ارے یہ تو ملا باشی ہو۔ ملا باشی ہو۔

یہ دیکھتے ہی افسر العلما کی بیوی پھر ہوش ہو گئی اور لونڈیوں باندیوں نے واویلا کرنا شروع کیا اور اتنا غل مچایا کہ گویا قیامت کا صور پھلنا شروع ہو گیا۔ ممکن ہو کہ کسی کے کان میں آواز جائے اور وہ اُسے صور قیامت نہ سمجھے۔

اسی حالت میں کہ سب عورتیں نالہ و بکا کر رہی تھیں اور اس نقش پر اپنا سینہ چاک کر رہی تھیں کہ ایک عورت غل مچانے لگی کہ یہ ہمارا آقا نہیں ہے اس لیے کہ وہ تو شام کو حمام سے غسل کر کے آگئے تھے میں نے اُنکے لیے بچھونا کر دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ وہ اب تک آرام کرتے ہونگے یہ کوئی اور شخص ہوگا۔

اس سے ادبھی سب میں حیرت و پریشانی پھیل گئی کیونکہ انھوں نے یہ یقین کیا کہ جو کچھ یہ لونڈی کہہ رہی ہے واقعی وہ صحیح ہے مگر وہ ضرور ملا باشی کا ہنزد ہوگا۔

سبک بھلا زندہ دوبارہ کون ہو سکتا ہے (نفس کی طرف اشارہ کر کے) یہی تو میرا خاوند تھا وہ نشان کھر۔ بچ کا اسکے موجود ہے جو میں نے کل اسکے چہرے پر کیا تھا۔

ایک لونڈی - دیکھو اسکی دائرھی میں ایک طرف کی جگہ بھی تو خالی ہے مین سے تو متنے مٹھی بھر کے بال اُسکے اُکھڑے تھے -

اس قسم کی مجبستی یا دوہا نیون نے بیگم صاحبہ کو بیتاب کر دیا اور وہ خون کے آنسو رونے لگیں اور بہت ہی نالہ و زاری کی مگر مہنوز لونڈیاں اطمینان دیتی جا تی تھیں کہ آپ ناحق روتی ہیں ملا باشی ابھی زندہ ہیں - ورنہ وہ میرے ہاتھ سے موم بتی جلتی ہوئی کیونکر لے لیتے - وہ دروازہ کیونکر بند کر دیتے اور پھر خراٹے کیونکر لینے لگتے - مجھے تو یقین ہے اگر وہاں چلکر دیکھا جائیگا تو بستر پر سوتے ہوئے ملیں گے مین ابھی جا کے اُنکی خبر لاتی ہوں -

ایک عورت بولی رنخش کی طرف اشارہ کر کے (اگر ملا باشی وہاں مین تو پھر یہ کیا چیز ہے -

دوسری بولی - یہ اُسکا ہمزاد کیون ہونے لگا کسی شخص کے دو دو جسم نہیں ہوتے کہ ایک تو وہ جسم ہو جس میں وہ زندہ رہے اور ایک بدلنے اور تبدیل کرنے کے لیے موجود رہے -

تیسری بولی - (منخرے بن سے) نہیں کیون نہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قصہ اور شہر کے کانوں کی طرح سے اپنے جسموں کا بھی استعمال کرے -

یہ ہو رہا تھا کہ اتنے مین اور مختلف عورت بھی نہانے دھونے کے لیے آگئیں جب وہ لونڈی جو ملا باشی کو گھر دیکھنے گئی تھی واپس آئی اور کہا کہ وہاں تو ملا باشی کا پتہ نہیں ہاں صرف بستر پر نشان پڑے ہوئے ہیں تو بیگم صاحبہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ تو بہ - اُسکی آہ و زاری بڑی زبردست تھی کہ اسنے اچانک اپنے خاوند کو مردہ پایا -

یہ سنا کر تمام لوگوں میں آنا فانا پھیل گیا اب لوگوں کے مجمع نے حمام کو گھیر لیا -

اس قسم کی سرسبکی بھیلی اور ایسا غل و شور چا کہ آج تک طہران میں تو یہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا اور تو ملا باشی کی عورتوں کی آہ و زاری اور ادھر ان لوگوں کا غل و شور جو خواہ مخواہ اندر گھسے چلے آتے تھے۔

آخر کار ملا باشی کے رفقا اور رشتہ دار مردہ شوون کو لیکر آئے اور غش کو غسل کرانے کی جگہ پر لے گئے اور جنازہ تیار کر کے تابوت میں رکھا اور کربلائے معلیٰ کے جانے کے لیے ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔

یہ ایک اسکی بیوہ نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں بھی غش کے ساتھ کربلائے معلیٰ جاؤنگی تو میرے خچر سب کرایہ کر لیے گئے۔ سامنے جو تم ڈیرہ کھڑا ہوا دیکھتے ہو اس میں تونی کی بیوی اور اسکی لونڈیاں موجود ہیں اور سامنے جو تابوت رکھا ہوا ہے اس میں اسکے خاوند ملا باشی کی غش ہے۔ اور مختلف تابوت جو تم رکھے ہوئے دیکھتے ہو یہ ان لوگوں کے ہیں جو اسی دن طہران میں مرے تھے تو انکے رشتہ داروں نے ملا باشی کی غش کے ساتھ اس لیے کر دیا ہے کہ اسکے سبب سے کیونکہ یہ میرا درمولوی شخص تھا انھیں بھی بہشت میں جگہ مل جائے گی۔

یہاں اس ہتھم یعنی خچر والے نے اس عجیب سامنے کو ختم کیا میں اسکی اس آخری گفتگو سے بہت ہی خوف زدہ ہوا کہ بیان اسکے رفقا اور رشتہ دار بھی ساتھ ساتھ آئے ہیں میں نے سوچا کہ یہاں تو یہ کوشش ہے کہ خطرے سے بچاؤ اور اسکے منہ میں آکر پڑے ہو اگر مجھے افسر العلماء کے بعض ملازم پہچان لیں کیونکہ ان میں سے کئی مجھے بخوبی جانتے ہیں بس یہی میرے ظاہر ہونے کا سبب ہو جائے۔

میں یہ لیکن جب اس غش کو حمام کے باہر لے گئے ہیں تو پھر کیا واقعہ ہوا۔ یہ سوال میں نے اس سے اس لیے کیا تھا کہ کہیں ان کپڑوں کی تو کسی کو خبر نہیں ہوئی جو میں نے وہیں حمام کے دالان کے کونے میں چھوڑے تھے۔

نچر والا حضرت علیؑ کے سر مبارک کی قسم مجھے یہ تو اچھی طرح یاد نہیں ہو۔ ہاں یہ میں جانتا ہوں کہ افواہیں بہت اڑی تھیں اور ہر شخص اپنی نئی داستان دہراتا تھا۔ بعض کا تو یہ قولہ ہو کہ افسر العلما ناد صو کر اندرون گیا اور وہاں جا کر بستر پر لیٹ رہا بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ صبح ہی افسر جلا دان کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلتا ہوا افسر جلا دان۔ خود اُسکا ایک خط دکھاتا ہے جس پر اُسکی مہر لگی ہوئی ہے اور حسین اُسے عرق روح افزا پینے کی اجازت دی ہو۔ غرض اسی قسم کی مختلف روایات شہور ہیں لیکن کوئی ایسی نہیں ہو کہ قابل یقین ہو۔

سب کو ایرانی تو بہت بڑی یہ ہو کہ وہ حمام میں سے زندہ کیونکر نکل آیا اور پھر اس میں مردہ کیونکر پڑا رہا۔ کیونکہ اُسکا حمام سے زندہ نکلنا مالک حمام اور اُسکے گھر کی کل عورات کہتی ہیں۔

جب باہم لوگوں کے بحث و بحثا ہونے لگی تو اور بھی مشکلیں پڑتی گئیں کیونکہ ایسے موقع پر تو معاملہ ہی یہ تھا جتنا چھانو اسی قدر کرکرا ہوتا تھا۔ مگر ان مشکلوں کو حل کرنے والی ایک شے نکل آئی اور وہ۔ وہ کپڑے تھے جو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے وہ کپڑے بہت ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ جبے کھانگیا تو معلوم ہوا کہ یہ کپڑے حاجی بابا کے ہیں جو ملا نادان کے پاس نوکر تھا اور وہ ملا نادان جو افسر العلما کا کھلم کھلا جانی دشمن تھا اور اپنی حماقت سے وہ جلا وطن کر کے نکالا گیا۔

یہ دیکھ کر ہر شخص بولا۔ تو حاجی بابا اسکا قاتل ہو بے شبہ وہی اس پاک شخص کا قاتل ہو۔ اس سے ضرور خونہا لینا چاہیے۔ اب تمام شہر حاجی بابا کی تلاش میں سرگرم ہو۔

بہت لوگوں نے کہا کہ نہیں نادان مجرم ہو۔ غرض برابر چاروں طرف ہر کارے اور پیا مبر دوڑ گئے کہ جہاں کہیں یہ دونوں ہیں کیا تو انہیں زندہ پکڑ کر لاؤ اور یا

انکے سرتار لاؤ۔ میں خود یہ چاہتا ہوں اور میری دعا ہو کہ کاش ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے ہاتھ پڑ جائے اور میں پکڑ کر لے جاؤں تو پھر مجھے مقرر شدہ انعام ملے جو ان سب خچروں کی قیمت سے بھی زیادہ ہوگا۔

میں نے اسکی ایک ایک بات کو بہت ہی غور سے سنا۔ اب کتنی مشکل کی بات تھی یہ ایک بدیہی امر تھا کہ یہاں قیام کرنا آگے بڑھنے سے بہت ہی خوفناک تھا اور یہ مجھے یقین کامل تھا کہ میں بہت جلد دوسری گورنمنٹ کی حدود میں پہنچ جاؤنگا اور پھر وہاں سے مجھے اس خوف جانکاہ سے نجات ملے گی۔

سُوطھوان باب

حاجی بابا کا شناخت ہو کر پکڑا جانا مگر اپنی خوش نصیبی سے بھائی پانا دوسرے دن صبح ہوتے ہی کاروان روانہ ہوا۔ میں نے خچروں میں اور کچھ لگوون میں ہو کر اپنا راستہ طے کیا محافہ مع افسر علما کی بیوہ اور اسکی لونڈیوں کے سامنے ترک پر پہنچا۔ اونٹ جن پر جہازے لدے ہوئے تھے اور کاروان کے باقی ماندہ چہنیں لدے پھندے خچر بھی شامل تھے ترک کا بہت دور تک راستہ گھیرے ہوئے تھے۔ جس شخص کی قطع طریق اور جلا دون کی سی صورت تھی اس پر میری نظریں برابر پڑ رہی تھیں یا جو کوئی بہ نسبت میرے دھٹ کوٹ پہنے ہوئے تھے ان سے بہت چوٹکتا تھا اور مجھے او بھی اس در سے ایسا ڈر تھا کہ میں انہیں اچھے چہرے کا ہوں۔

میں بیوہ کے ملازمین سے بہت ہی خوف زدہ تھا کیونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر ذرا بھی کسی نے دیکھ لیا تو پھر حضرت عزرائیل سے مصافحہ کرنا پڑے گا۔ جہاں ان میں سے کسی کی نگاہ میری طرف پڑی اور میں نے گردن پھیری۔

پہلے دن کا سفر تو امن میں گذرا۔ رات کو میں اسباب کا سہارا لگا کر لیٹ رہا

اور رات بھر خوب ستائے کی نیند میں سو یا۔

دوسرا دن بھی بخیر و عافیت گزر گیا اور اب خوش قسمتی سے مجھ پر اتنا بھروسہ ہو گیا تھا کہ میں بہ نسبت عام خچر ہانکنے والوں کے ممتاز نظر سے دیکھا جاتا۔ اور ذرا آگے والی جگہ میں چلتا میں نے ایک شخص سے باتیں کرنی شروع کیں یہ میں نے سنا تھا کہ کہنیں شیب ہو۔ میں اس سے یہ کہنے کو تھا کہ میں آپ سے ملنے پر آپ کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ اتنے میں میں نے وہ شخص جو اول ہی میں نے آیا نادان کے مکان پر بیٹھا دیکھا تھا اور جو متعہ کراتا تھا اپنے آگے سے سوار جاتا ہوا دیکھا۔ بس دیکھتے ہی کلیجہ چٹھہ کو آیا کہ اسے پہچان لیا تو بہت ہی غضب ہوگا۔

یہ بالکل افسر العلما کا ہمزاد معلوم ہوتا تھا۔ میں نے صورت دیکھتے ہی جلدی سے اپنی گردن دوسری طرف پھرنی کیونکہ اس وقت یوں بہت چونکا تھا کہ وہ میرے آگے سے گذر چلا گیا۔ میں نے کہا یہ ان پر ٹھہرنا بہتر نہ ہوگا مجھے اپنی اصل جگہ پر چلنا چاہیے۔ میں نے شیب کو اسلی جگہ پر چھوڑا گویا دوسرے دن ہم ان گھاٹیوں میں ہو کر سفر کر نیلے جہاں کر دیش گروہ کے فراق راستہ لوٹتے ہیں جہاں ہر شخص نفسی نفسی پکارتا ہوا اپنی حفاظت سب سے مقدم جانتا ہو۔ جہاں ان حدود میں سے گذرے اور سین ایرانی حدود سے نجات ملی تو اس وقت مجھے یہ خیال تھا کہ اگر میں پہچانا بھی جاؤں یا گرفتار ہو جاؤں تاہم ترکی حفاظت میں آنے کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔

اس سانحے کے دن جو دن کہ میری تمام سرگزشت میں ایک معرکے کا اور مشہور دن ہو۔ تمام کاروان نے جنگی لباس دربر کیا۔ جن لوگوں کے پاس ہتھیار کی صورت جوشی ہوئی وہ آگے لایا اور اُسے سب کو ظاہر کر کر ذرا اپنی ہنود دکھائی۔ مجھے اس قسم کی صورتیں بخوبی معلوم تھیں جسے میری تاریخ کے شروع ہی صفحے پر ہیں کہ جب میں اولیٰ اول عثمان آغا کے ساتھ نکلا تھا اور ترکمانوں نے ہم پر حملہ کیا تھا تو ہماری کیا کیفیت

ہوئی تھی۔ کسی نے بھی تو چون تک نہیں کی تھی وہ ہی ان میں بھی خطرہ بیٹھا ہوا تھا اور سب نے اپنا انتظام خوب خوب کر لیا تھا۔

تمام کاروان بہت ہی اکٹھا ہو کر سفر کر رہا تھا۔ چادوش اور ہتھم مع افسر العلماء کی بیوی کے نوکروں کے سب کے آگے آگے جاتے تھے گویا ایک کثیر التعداد گروہ کے ہر اول بنے ہوئے تھے۔

میں جسکو اپنی حفاظت خود کرنی پڑی تھی اس غول میں چھپا ہوا تھا اور میں صرف یہ خیال کر کر کے خوش ہوتا تھا کہ تیرے پاس تو کچھ کھٹکا ہی نہیں ہے صرف کچھ زر نقد ہے جو کمر سے بندھا ہوا ہے۔

ہم چپ چاپی میں اور خاموش چل رہے تھے سوائے کاروان کی گھنٹیوں کے اور کچھ بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔ میں اسی فکر میں تھا کہ بغداد کے پہنچنے تک میں اپنے بچاؤ کے متن کیونکر محفوظ رکھ سکوں گا۔ جب میں دھڑ دھڑاٹھیں بھیرتا تھا تو ہتھم اور ایرانی سوار کے سوا اور مجھے کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

ہتھم۔ (میری طرف اشارہ کر کے اور اپنے ایک ساتھی کی طرف خطاب کر کے) ”ہم امن است“

قسم ہے خداے بزرگ کی کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میری خوش قسمتی اُلٹی جھجھکت پڑی۔

جب میں نے ہتھم کے ساتھی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھکو معلوم ہوا آہا یہ تو وہی عبدالکریم شخص ہے جس سے سید آباد گائون سے جا کر میں سوہن لایا تھا اور اسکو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھ کر دیا تھا اور اسپر ملا باشی کی ٹہر لگا دی تھی۔

میں یہ شکر وہاں سے کافور ہونے کو تھا کہ ہتھم نے مجھے یہ کہہ کر ٹھہرا لیا۔ تم تو وہی شخص ہونا جو سب سے پیچھے ہمارے کاروان سے آکر لے تھے۔ شاید

تم کلب علی خان کی حدود کے حصے کی بابت کچھ کہہ سکو جو آج کل بہت بڑا ڈاکو اور قزاق ہو۔

میں نے اسکو اسکے سوال کا جواب بہت ہی گھبراہٹ اور پریشانی میں دیا مگر اس عرصے میں عبدالکریم کی طرف خوب ٹکلی باندھ کر دیکھتا رہا۔

اسکی بھی برابر قہر کے کلبجے میں بیٹھنے والی نظریں مجھ پر رہی تھیں جسے میرا دل برابر نکلا چلا جاتا تھا۔ اب وہ شنبہ نظرون سے میری طرف دیکھنے لگا میں نے

چاہا کہ نظریں بچا کر نکل جاؤں کہ وہ یہ کہنے لگا۔ میں نے اسے پایا میں نے اُسے پایا۔ یہی تو وہ شخص ہے جو میری داڑھی پر خندہ زن ہوا اور سوہن چرا کر لے گیا۔ یہ ہلکے

اُسے پاس کے کھڑے ہوؤں سے کہا کہ اگر تمہیں چور کی خواہش ہو تو یہ موجود ہے۔ خدا کے لیے اسکو پکڑ لو میں رد و بدل کرنے لگا اور میں نے شکایت آمیز گفتگو کی کہ

جسکو تو بتاتا ہے وہ شخص میں نہیں ہوں شاید میں اس معاملے میں کامیاب بھی ہو جاتا اور جو اس پاس کھڑے ہوئے تھے انہیں یقین دلوا دیتا کہ میں وہ شخص نہیں

ہوں مجھ پر غلطی سے الزام قائم ہوا ہے۔ مگر ایک شخص جو ملا نادان کے ملازموں میں سے تھا وہ میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے پہچان لیا اور میرا نام لے کر مجھے آواز دی

پھر میری تمام تاریخ اُجالے میں آئی۔ اب میرا قاتل فسر العلماء کے نام سے شہرہ ہو گیا تمام کاروان میں اسکا وہ غل چاکہ قزاقوں کا خوف بھی ان لوگوں کی

طبیعت سے جاتا رہا اور اب ہر شخص میری صورت دیکھنے کے لیے دوڑا۔ فوراً میں گرفتار کر لیا گیا اور میری مشکیں کس لی گئیں اور میں عنقریب فسر العلماء

کی بیوہ کے پاس حاضر ہونے ہی کو تھا کہ میری نیک اختر میری بددلی۔ دور سے غل دشور کی آواز میں سنائی دین اور میں نے دیکھا کہ ایک سواروں کا

گروہ ہاڑیوں میں سے نیچے اُترا چلا آتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت کچھ خوشی حاصل ہوئی

یہ وہ کردش لوگ تھے جنکا اس قدر خوف بیٹھا ہوا تھا۔ اور جو بہت خوفناک تھے سب مین پریشانی اور گھبراہٹ پھیل گئی اور تمام کاروان کے چھلکے چھوٹ گئے اور کھلابی پڑ گئی۔ جو لوگ سوار تھے وہ تو بھاگ گئے خچر والے کہاں جاتے یہ یوں متردد تھے کہ ہمارے جانور ہاتھ سے نکل جائیں گے تو انھوں نے یہ کیا کہ اسباب کی وہ رسیاں کاٹ دیں جنہے اسباب خچرون پر بندھا ہوا تھا اور پھینک پھینکا کہ جنگل کی طرف چل دیے۔ اونٹ بھی اپنے بوجھ سے سبکدش ہو گئے تھے اور سارے مین بس قزاق ہی قزاق معلوم ہوتے تھے۔ افسر العلما کا جنازہ ایک نالے مین گر گیا انکے لیے وہی مقام زیبا ہوا۔ اس وقت سڑک پر پورا اور کافی اژدہا م ہو گیا تھا۔ مین خود بخود آزاد کر دیا گیا تھا کہ اپنے بچنے کے وسائل پیدا کروں۔ مجھے معلوم ہوا کہ کردش سیدھے محافظہ کی طرف چلے کہ بیان انکے مطلب کے قیدی ملیں گے۔ اور مین یہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا کہ وہ لوگ جنگلی صورت دیکھ دیکھ مین کا نپا جاتا تھا اور مجھے انہیں سے ہر ایک بصورت غرائیل معلوم ہوتا تھا۔ اب انھیں کو اپنی لعل سی جان کے لالے پڑ گئے ان مین وہ بھی شخص گرفتار ہو گیا جس نے مجھ غریب کو گرفتار کیا تھا۔

ہر چند بیوہ کی لونڈیوں نے قسمیں بھی دیں اور کچھ دھکی بھی دکھائی مگر انکے وحشی دلون پر ذرا اثر نہوا اور نہ انھوں نے اسکی کچھ پروائی۔

اب اس وقت میری نیک آخری شامل حال تھی کیونکہ یہ تمام قزاق اسی طرف نہ زیادہ رجوع ہوتے تھے جسکو لدا بھند اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھتے تھے۔ مین بجا رہ نہ میرے پاس کچھ سامان تھا کچھ کپڑے لٹے ہی اچھے پہنے ہوئے تھا اپنے بہنہ خچر پر سوار تھا خاصہ بچانکلا چلا گیا کسی نے بھی تو خبر نہیں لی کہ کہاں جاتا ہو۔ اور کون ہو نہ تو میرے ساتھ کوئی انفس تھی۔ اور نہ مجھے متوفی کے رشتہ داروں مین ہو کہ کچھ سوگ

ادا کرنا تھا۔ مجھ سے تو کسی کا تعلق ہی نہیں تھا میں تو محض ہوا کی طرح سے ایک آزاد
 شخص تھا جب میں نے دیکھا کہ تیری ان ہزاروں مصیبتوں اور سختیوں سے نجات گئی
 ہے جو تھوڑی دیر پہلے تیرے محیط تھیں اور اسوقت یہ ایسا کام ہوا جیسا کسی نے جادو
 کر دیا ہو تو میں نے یہ کہا۔ بارک اللہ اعطال من۔

سترھواں باب

حاجی بابا کا بغداد پہنچنا اور اپنے پہلے مالک سے ملکر اپنی توجہ تجارت کی طرف پھیرنا
 نکلا باشی کی بیوہ اسکی لونڈیوں اور سہرا بیوں کو گردش کے قبضے میں چھو کر
 سیدھا منزل مقصود کی طرف رخ کیا۔ اور میں نے ذرا اسکا لحاظ بھی کیا کہ جو شخص
 راستہ میں ملے اُس سے بہت گفت و شنید بھی ہو۔ اور میں نے ایسی صورت میں سفر
 کیا کہ کسی کی توجہ زیادہ ترمیری طرف مائل نہ ہو۔

بہت سے آوارہ گرد جو گردش کے ہاتھوں سے بچکر بھاگ آئے تھے راہ پر پھرتے
 ہوئے دکھائی دیتے تھے لیکن چونکہ انھیں کاروان کی قسمت سے کچھ نہ کچھ کم زیادہ
 دلچسپی تھی اس لیے وہ آگے نہیں بڑھے تھے اور وہ ادھر ادھر منڈلاتے ہوئے گردش
 کر رہے تھے کہ شاید کوئی ایسی تدبیر نکل آئے کہ میں اپنے مال و متاع کا پھر قبضہ بلجاسے
 میں اسوقت آپ ہی تنہا تھا جب میں نے اس موقع خطرے سے دو تین فرسنگ کا
 فاصلہ طے کیا تو اسوقت شرک پر سوا میرے اور کوئی بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جو کچھ سنا
 ہو گیا تھا وہ بار بار میرے دماغ میں گذر کرتا تھا تو اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا تھا کہ
 یہ صرف میری تقدیر کی قوت تھی جس نے مجھے صرف اس خطرے سے یوں نجات دی
 تو اس سے مجھے امید پڑتی ہو کہ میں آگے کچھ ترقی کر سکوں اور مجھے اپنی خوش قسمتی
 کا ایک نفیس اور خوشگوار پھل ملے۔

مین نے اپنے دل میں کہا کہ بچا تو نے تن میری گرہ میں بندھے ہوئے ہیں اور کیا یہ بات نہیں ہو کہ تمام دنیا اس وقت میرے آگے ناچ رہی ہو اگر ملانا دان کا اوکھلی میں سر کچلا گیا اور افسرِ علما کی بیوہ کو کر دیش نے تباہ و برباد کر دیا تو پھر میں ایک طرف سر پر اپنی ٹوپی کیوں نہ رکھوں گا اور میں کیوں نہ ان آدمیوں کی طرح ہونگا جو ایران میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

آخر کار بغداد کی دیواریں دور سے معلوم ہونے لگیں اور میں شہر میں نہایت ہی اجنبی اور پردیسوں کی طرح سے داخل ہوا۔ میں اسکی جگہ اور موقعوں سے محض نااہل تھا۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ کاروانسرا میں ہر موقع محل پر پادشہ کا اب یہ تو میں جانتا نہیں تھا کہ اپنا قدم کس طرف اٹھاؤں اور کمان اتر دوں۔ میں نے تو خچر کو چھوڑ دیا کہ بھی جدھر تیرا جی چاہے چلا چل۔

خچر چونکہ سرشاہراہ سے واقف تھا مجھے ایک بہت اچھی کاروانسرا میں لے گیا جہاں کثرت سے اتر دھام تھا اور برابر آمد و رفت جاری تھی اور لوگ برابر چلے آ رہے تھے میں بڑا خوش قسمت تھا اور خوش قسمت میں اپنے کو اسلئے کہتا ہوں کہ میں نے بیان اپنے ملکی بھائی کسی آدمی دیکھے جنکا بیان جمع رہنا ایک معمولی کام تھا۔

یہ مجھے ایک بہت بڑے فخر کرنے کا مقام تھا کہ میری وہ صورت تھی جس نے کسی کے دھیان کو بھی اپنی طرف متوجہ نہیں کیا۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے بہت صدمہ ہوا کہ جون ہی میں خچر پر سے اترتا میرے اوپر سوالوں کی بھرا کر دی اور سوال بھی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں سوال۔ انہی تو بہ۔

کاروان کی متواتر امیدوں پر امیدیں ہو رہی تھیں تاجر اپنے اسباب پہنچنے کے بہت ہی شائق تھے مجھ سے وہ یہ خبریں دریافت کرتے تھے جو اس مطلب کی ہوں میں نے بھی جیسا موقع دیکھا اُسکا ویسا جواب دیا۔ لیکن

مین نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ بس ب بالکل تاریکی جہالت میں غرق ہو جانا چاہیے اور کسی کو زیادہ پوست کندہ حالات بتانے کچھ ضرور نہیں ہیں۔ میں نے خچر کو تو یہ سوچ کر اسکی قسمت پر چھوڑا کہ اسکا مالک آتا ہو گا وہ خود اُسے ڈھونڈ لے گا اور میں نے کاروائی اسے نکل کر شہر میں اور طرف کا رخ کیا۔

جون ہی میں نے قدم اٹھایا تو اول تو میں نے اپنی ٹھہری ہوئی چڑے کی ٹوپی ملک کے سر کی پوشاک سے بدلی یعنی ایک بڑے شیخ کے کاپڑے کا بیگ خریدا جو میرے پیچھے لٹکتا جاتا تھا اور سر پر لٹھی عمامہ باندھا۔ میں نے ایک برتا ہوا چغہ بھی خریدا کہ جسکو ترک اکثر پہنتے ہیں۔ اس سے میری شکل عثمانیوں کی سی معلوم ہونے لگی اور پھر میں نے قمری چڑے کی سلیپر پہن کر اپنی وردی کو مکمل کیا۔

جب یہ صورت ہوئی تو اب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عثمان آغا کے کنبے سے چلکر ملنا چاہیے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی حاصل ہوگا۔ میں ذرا تجارت کی بھی آگ خوب دُور کی لونگا۔

میں سیدھا بڑے بڑے بازار دن کی طرف چلا کہ عثمان آغا کا کسی سے کچھ پتہ لگاؤں اور جہاں بھیرے چڑے کی دکانیں آتیں میں ٹھہر جاتا کیونکہ یہی تجارت میرے آقا کو بہت پسند تھی۔ مجھے وہ خاص خاص باتیں بھی یاد آئیں جو وہ بغداد کی نسبت تعریفاً اپنے راستے سفر میں کیا کرتا تھا۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں بغیر پوچھے گچھے اپنے کو سیدھا اُسکے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھوں گا۔

مگر میری یہ مشکل بہت ہی جلدی اختتام پذیر ہو گئی۔ جب میں نے بخارا کے خاص سوداگر کی دکان میں اپنا سر ڈالا اور میں نے پوچھا کہ عثمان آغا کی کوئی خبر بیان ہو چکی ہو تو میں نے اس کے جواب میں ایک وہ آواز سنی جسکو

میں بخوبی پہچانتا تھا اور وہ آواز یہ تھی۔ پیغمبر کے لیے مجھے کون چاہتا ہو
میں موجود ہوں۔

یہ آواز سُکر میں اس قدر خوش اور متعجب ہوا جبکہ میں بیان نہیں کر سکتا
یہ وہی بوڑھا شخص تھا۔ میں اُسے بغداد میں دیکھ کر اس سے بھی زیادہ متعجب
تھا کہ جب میں نے اُسے طہران میں دیکھا تھا اور یہی اُسکا حال تھا۔

میں نے اس سے اپنی تاریخ اُسی قدر دہرائی جتنی میں نے اسکو آگاہ
کرنے کے لیے ضروری سمجھی۔ اور اسے پھر مجھے اپنی سرگذشت بیان کی جو مفصلہ ذیل ہے
میں طہران سے اس ارادے سے روانہ ہوا تھا کہ قسطنطنیہ میں اپنی تجارتی

چیزیں فروخت کروں لیکن میں نے سنا ہے کہ ایرادان اور ارض روم کے
درمیان قزاقی کا ایک بہت بڑا سانحہ پیش آیا ہے اس لیے ہنوز وہاں کا ارادہ تو
ملتوی کر دیا اور میں نے ایسے موقع پر ہی مناسب سمجھا کہ میں اپنے وطن مالوفہ

بغداد ہی میں ہوتا چلوں جس میں کئی برس کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے
بیان آکر دیکھا کہ میرا لڑکا خاصہ جوان ہو گیا اور خوب اُس نے ہاتھ پیر نکالے ہیں۔ اچھا
مرد بن گیا۔ چونکہ میں مدتِ مدید سے غائب تھا تو یہاں سمجھ لیا گیا تھا کہ میں مر گیا اس لیے

جو کچھ میری ملک تھی سب قانونِ شریعت کے موافق بہن بھائیوں نے باہم تقسیم کر لی
اور قاعدے کے موافق میرا سوگ لے لیا۔ لیکن جب اُنھوں نے اپنے باپ کو دیکھا
تو یہ نہیں کہ وہ کچھ مُٹھ سکیڑے اور سراطاعت ختم نہ کرتے۔ نہیں بلکہ اُنھوں نے

کلام اللہ کی نصیحت کے موافق عمل کیا کیونکہ اس میں لکھا ہے اپنے والدین پر مہربانی
کرو۔ اس نے اسی طرح سے اطاعت کی۔ میں نے اپنی بیوی کو بھی زندہ دیکھا اور
میری بیٹی جو بہت ہی چھوٹی تھی بیاہنے کے قابل جوان ہو گئی تھی۔

ان مختصر الفاظ میں اپنی ساری سرگذشت ختم کر کے وہ جھپٹ پڑا اور

ذرائع طریقے سے جو اسکی ایک معمولی عادت تھی یہ کہا۔

حاجی میرے دوست تو یہ تو بتا کہ تو نے وہ جو شیطان عورت میرے پلے باندھ دی اس سے تیرا کیا فائدہ ہوا کیا تو نے ہی طہران میں سمجھا تھا کہ میں اس اپنا وقت کچھ پسندیدگی میں گزار دوں گا۔ اُس تک کی قسم جو ہنسنے سے برابر کھایا ہو کہ وہ چند جو میں نے اسکی ہمراہی میں گزارے ان تمام برسوں سے زیادہ مصیبت ناک و تکلیف دہ تھے جو میں نے کمانوں کی قید میں گزارے تھے۔ کیا ایک پرانے دوست سے پیش کیا ہی جی ہو جتنے کیا۔ میں نے اُسے یقین دلایا کہ مجھے تو صرف یہ خیال تھا کہ کسی طرح سے آپ کے اوقات خوشی میں گذریں اور آپ ہی کی شادمانی مد نظر تھی۔ میں یہ سمجھا تھا کہ اس عورت نے شاہ ایران کے محل میں اپنا زمانہ بہت گزارا ہو تو وہ ضرور آپ کو چسپی دیگی اور یہ اس شخص کی جان ہوگی جسے اپنا زمانہ مدید اوٹھون کی صحبت میں گزارا ہو عثمان آغا۔ اونٹ۔ واقعی اگر اس اُن سے مقابلہ کیا جائے تو اونٹ خشتے ہیں۔ یہ میرے لیے بہت ہی بہتر ہوتا کہ اگر تم اس سخت چریل کے بجائے ایک اونٹ سے بیاہ دیتے وہ غریب جانور کھڑا تو چکا رہتا۔ کچھ بات تو نہ کرتا اور مجھے اپنا راستہ تو چلنے دیتا۔ یہ افعی کثر دم عورت ہر وقت مجھے یہ کہا کرتی تھی اور اسے میرا ناک میں دم کر دیا تھا کہ تم بہت بُرے غرت والے ہو اور تمھاری تو قیر بہت بُرہ گئی کیونکہ تمھیں ایسی بیوی ملگئی ہو کہ جو شاہ ایران کی چاہیستی تھی۔

یہ کہہ کر اُس بوڑھے شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کلاؤں سے ملے اور فوس کیا۔ اسکے بعد عثمان آغانے یہ کہا کہ تم کچھ ان باتوں کا خیال نہ کرنا خیر گذشتہ اسچہ گذشتہ اب مجھے صرف تمھاری خوشی کا خیال ہو اور پھر بہت ہی عنایت اور اُلفت سے مجھ سے دریافت کیا کہ تم بہت خوشی سے جب تک کہ میرا قیام بغداد میں رہے میرے مکان پر ٹھہرو میں نے اسکو بہت ہی خوشی سے منظور کر لیا۔

ہماری یہ باتیں جتین بنجار کے تاجر کی دکان کے پشت کے کمرے میں ہوئی تھیں جب یہ ختم ہو چکیں تو آغا پاس کے کافی گھر سے ایک پیالہ کافی کالے آیا اور مجھے بطیب خاطر پینے کو کہا پھر مجھ سے کہنے لگا کہ چلو میرے بیٹے کی دکان پر چلو جو اسی بازار میں ہے اور یہاں سے دو چار دروازہ پرے ہو قیام کرو۔ اس کے بیٹے کا نام سلیمان تھا۔ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں اس نے کپڑے کی دکان کر لی تھی اور اس سے اپنی زندگی بہت آسائش میں گزارتا تھا۔ اور یہ سوائے اوقات نماز و چائے کے ہر وقت اپنی دکان کے چھوٹے سے پلیٹ فارم پر بیٹھا رہا کرتا تھا۔ چاروں طرف اس کی تجارتی اشیا چنی ہوئی تھیں جو زیادہ تر دیوار سے لگی ہوئی اور چسان الماریوں میں چنی ہوئی تھیں۔ یہ ایک موٹا خنگا اور چھوٹا سا آدمی تھا۔ گویا بالکل اپنے باپ کی صورت تھا جب اسے معلوم ہوا کہ یہی حاجی بابا ہے تو اس نے میرا خیر مقدم کیا اور وہ حقہ جو وہ خود پی رہا تھا فوراً اسے اپنے منہ سے لیکر میری طرف پھیر دیا۔ یہ گویا اصلی الفت اور محبت کا مقدمہ تھا جس سے مجھے امید ہوئی کہ میں اپنی چند روزہ اقامت بغداد میں بہت خوشی اور آرام سے گزار دوں گا۔ اور ان نیک اشخاص کی صحبت میں مجھے بہت ہی فرحت اور آسائش ملے گی۔ لیکن میں نے اپنی یہ ظاہر کر دیا کہ میں آپ ہی پر دشمنانہ کرہ نہیں پڑا ہوں بلکہ میرے پاس بچانوں سے متن میں جیسے میں چاہتا ہوں کہ تجارت میں ترقی کر لوں گا۔ اور میں نے اسے یہ بھی کہا کہ میں نے بہت کچھ مصائب جھیلے ہیں اور ٹھوکرین کھائی ہیں اب چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی آرام آزاومی سے گزاروں اور اپنی محنت سے روپیہ پیدا کر کے آسائش کے سامان ہم ہو بخاؤں اکثر لوگوں نے تھوڑے سے سرمایہ سے بہت کچھ اپنی دولت کو ترقی دی ہے۔ یہ شکر دونوں باپ بیٹوں نے پسند کیا اور عثمان آغا نے ایک فارسی کا شعر پڑھا جس کا یہ مطلب تھا کہ چنان سے پہلے صرف ایک قطرہ قطرہ ٹپکتا ہے اور

وہی حج ہو کر سمندر ہو جاتا ہے

پھر مین اور عثمان آغا دونوں آغا کے مکان پر گئے جو بازار سے بہت ہی کم دوری کے فاصلے پر واقع تھا۔

اٹھارھواں باب

حاجی بابا کا حقے کی خریدنا اور اپنے پڑانے مالک کی لڑکی کا ایک مایوسانہ جوش چھاتی میں اٹھنا

عثمان آغا کا مکان بہت ہی تنگ گلی مین واقع تھا اور بیان سے ایک شاہراہ کو راستہ نکل جاتا تھا جہاں سے سیدھا آدمی ایک خاص بازار کی طرف بے تکلف چلا جائے۔ سامنے ہی دروازے پر جو نظر پڑی تو ایک کوڑے کرکٹ یا بلے کا ڈھیر دیکھا اسپر بلی کے بچے کئی تازہ تازہ معلوم ہوتے تھے اور کچھ دور آگے چل کر دیکھا تو اور ہی کیفیت معلوم ہوئی کہ ایک خارشتی کتیا نے بچے دیے مین انہی آوازیں جو وقت لکھ نکلتی تھیں تو بہت مین راستہ کا نامنا مشکل ہو گیا تھا۔

ان دونوں کے بیچ مین میرے آقا عثمان آغا کے گھر کا دروازہ واقع تھا مین ہم داخل ہوئے۔ اس مین بہت ہی چھوٹی عمارت تھی ہوئی تھی مین چند زردہ کرے تھے جو نہ صاف تھے اور نہ جیسے کچھ امیری برستی تھی۔ چونکہ میرے پاس سوائے ایک چادر کے اور کچھ سامان تو تھا ہی نہیں تو مین نے ایک کونے مین اپنا بستر جالیایا مین آغا بھی سویا کرنا تھا۔

میری عثمان آغا نے بہت خاطر کی ایک رکابی مین کباب ایک مین چانوں مین خرے اور پیاز بھی شامل تھی آگے لا کر رکھی۔ حرم مین یہ کھانا پکا تھا اسکی بیوی اور لڑکی نے بشمول لونڈی کے پکایا تھا۔ مین نے ان مین سے کسی کو نہیں دیکھا تھا

کیونکہ جب میں گھر پر پہنچا ہوں تو اندھیرا ہو گیا تھا۔
علاوہ میرے اور اُسکے بیٹے کے عثمان آغانے اپنا ایک ہم پیشہ بھائی بھی
بلایا تھا جو بھڑکے چڑے کی تجارت کرتا تھا اور سفر بخارا میں اسکا بہت ہمدہم ہاتھا
اب تجارت پر باتیں ہونے لگیں جن سے میں بھی مطلق جاہل نہیں تھا۔
چونکہ میرا خود ارادہ تھا کہ میں بھی اس میدان تجارت میں قدم نہ ہوں اسلئے
میں نے بہت خوشی سے کان کھول کر انکی گفتگو گوش گزار کی۔

وہ بہت ہی گھبراہٹ سے اس مضمون میں گفتگو کرنے لگے اور تجارت کی ہر ایک
شے پر گفتگو ہوئی۔ انکی گفتگو سے ایک سامع اتنا استنباط نکال سکتا ہو کہ دنیا کے
اقتصاد کا زمانہ بس ختم ہونے کو ہو کیونکہ وہاں یہ گفتگو ہونے لگی کہ پیاری چیز کا مول
قسطنطنیہ کے بازاروں میں گر گیا۔ تو انھوں نے مجھے اپنا روپیہ چڑے کی خریداری
میں تو لگانے سے روکا بلکہ اسکے عوض میں مجھے یہ صلاح دی کہ میں حقے کی نلیاں
خرید لوں کیونکہ یہ مال ایسا نہیں ہو کہ اگر جلدی نہ نکلے تو دیر ماند ہو جائے۔ اور قسطنطنیہ
کے بازاروں میں اسکی قیمت بھی اچھی اٹھائیگی۔

دعوت تو ختم ہو گئی جہاں چلے گئے اب میں بہت دل سے اور توجہ سے اس تجارت کی طرف
متوجہ ہوا جو میرے لئے منتخب کی گئی تھی۔ اور میں نے اپنے خیال کا کل وزن اسی طرف جمونک دیا
سارے دن کو نے میں بیٹھا ہوا میں یہ سوچا کیا کہ میرے تمنوں کے پائپ کتنے
آئینکے اور قسطنطنیہ میں وہ کس قیمت سے بکنیگے اور مجھے کس قدر نفع ہوگا لیکن جب
مجھے ایک نفع کیش کی امید ہوئی کہ اس قدر دولت حاصل ہوگی بس پھر کیا ٹھکانا تھا
خیالات وہ بلند پروازیوں کرتے تھے کہ توبہ اور وہ آرزو میں اور امیدیں ہوتی
تھیں کہ خچا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔

اس سوداگر کی رائے جو سعدی سے جزیرہ کیش میں ملا تھا بالکل ایسے شخص کے مقابل

ہو سکتی ہو کہ جو مجھ ایسا ہو۔ چنانچہ میں اپنے دل میں بیخیال کیا کہ جب اس میں مجھے پورم پور
نفع ہو جائیگا تو میں سمرنا میں ابھر کر یدون گا اور انکو یورپ میں فروخت کرنے کے لیے
لیجاؤنگا۔ اور وہاں سے نفع کثیر اٹھا کر اس روپیے سے لوہیاں خریدیں ونگا جنکو میں
قاہرہ لیجاؤنگا۔ وہاں انکو فروخت کر کے جب زر نقد پیدا ہو جائیگا تو اسکو بحفاظت
رکھ کر ایسی جگہ لیجاؤنگا اور وہاں سے لونڈی غلام خرید کر کے مکہ شریف لیجا کر فروخت
کر دینگا۔ اور مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی زیارت سے فیضیاب ہونگا۔ مکہ سے کافی فاریں
لیجاؤنگا جو بڑے نفع میں فروخت ہوگی اور اسکی بڑی قیمت اٹھے گی اور پھر میں اپنے
وطن مالوہ میں کی رام کرونگا یہاں تک کہ میں دربار میں ایک علی عمدہ خرید کروں
جس عہدے سے میں شاہ شاہان کا وزیر اعظم بن جاؤں۔

اپنی بہتری کے اس قسم کے آئندہ خیالات کر کے اور اسے اپنے دلوں میں ہی شاد
اور خوش دیکھ کر میں نے بہت ہی چالاکی اور استعدادی سے اپنی تجارتی اشیاء کھیلانے
میں کوشش کی۔ ایک پسندیدہ قاعدے کے موافق میں نے ایک لکڑی کاٹنے والے
سے معاملہ کیا کہ جو نور اور منج ترائی کے پاٹروں پر جانے کو تھا کہ وہاں جا کر وہ ایسی پسند
کے موافق لکڑیاں چھانٹ کر کٹوائے اور بغداد میں واپس ہو کر اسے درست کر کر اگر
قسطنطنیہ کے بازاروں کے لیے تیار کرے۔

خیر یہ معاملہ تو سب طے ہو گیا۔ لیکن اس عرصے میں جہاں کہ میں لکڑی کاٹنے والے
کی انتظاری کر رہا تھا مجھ پر عجیب مرض نے حملہ کیا۔ جو اکثر پیرسینوں کی دعوت کیا کرتا ہو اور
اس مرض کا اختتام ایک ایسے پھوڑے پر ہوتا ہے جو خشک ہو جاتا ہے مگر اس کا نشان باز
جلد سے نہیں جاتا۔ اب میرے خزن دلال پر خیال کیجیے کہ دائیں رخسارے میں سچ
یہ پھوڑا نمودار ہوا۔ لیجیے پہلے تو اسنے وارھی کو چھدرا کیا اور پھر اسے ایک غناک نشان
کر دیا اور میرے بہت سے پیارے وارھی کے بالوں کو برباد کر دیا اور اس جگہ کو جہاں

یہ کجخت نمودار ہوا تھا بہت ہی کھردھرا اور خراب کرویا اب میں اپنی تقدیر سے کیا
جنگ جہل کرتا کیونکہ میں نے جگہ ہی اپنے رہنے کی خود ہی تجویز کی تھی۔ تو اس کا
تختہ ہی سہی جب وقت کہ میں اس کا افسوس کر رہا تھا تو ایک عقلمند شخص نے بہت ہی اچھا
کہا کہ تمہیں اس کا اتنا ناحق خیال ہو جب ابتدا میں اکثر چہرون پر دکھائی دیتا ہو
اور اسکے علاوہ میں اپنی ڈھارس سب بات سے اور بھی بندھواتا تھا کہ عثمان آغا
کے چہرے پر بھی کئی جگہ اسی پھوڑے کا داغ تھا جب اس نے یہ داغ میرے چہرے پر
دیکھا تو غم و افسوس کرنے کے بجائے وہ مجھے خوش معلوم ہوا۔

عثمان آغا۔ حاجی اگر تمہیں اپنی تمام زندگی میں اس سے زیادہ کبھی تکلیف نہیں
ہوئی جب بھی اس کو خدا کی بہت بڑی رحمت خیال کرو کہ اگر یہ تمہارے چہرے کا ایک
بخ بد صورت ہو گیا مگر دوسرا تو ابھی درست ہو۔ کیونکہ اگر ایک کلتے پر سیاہ داغ ہو گیا
ایں ہم غنیمت است کہ دوسرا تو صحیح و سالم موجود ہے۔

میں نے اپنے دل میں کہا افسوس خوب صورت شخص کو بد صورت آدمی نہیں دیکھ سکتا
جیسے بدنیک کی برداشت نہیں کر سکتا۔ شہری اور دیہی کتے شکاری کتوں کو دیکھتے ہی
دور سے بھونکتے ہیں مگر کیا مقدور ہو جو پاس آسکیں۔ یہی بد صورتوں اور بدستروں
کا خوب صورتوں اور نیکوں کے ساتھ میں حال ہو۔ باوجودیکہ میرے خسارے پر ایسا
بد نما داغ ہو گیا تھا کہ میں خود اپنی طبیعت میں جھپٹتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس بد صورتی
پر میرے آغا کی ٹرکی چھپر عاشق ہوئی اور میری محبت نے اسکے دل پر وہ اثر کیا کہ
اُسے بڑے بڑے چلتروں سے مجھے یہ دکھایا کہ میں تجھ مرتی ہوں۔ اس بڑی کا نام
دل آرام تھا دل آرام اور اسکی مان و دونوں اس پھوڑے کا علاج جانتی تھیں اور
انھوں نے میرے پھوڑے کا بھی معالجہ کیا تھا۔

میرا پھوڑا اور دل آرام کی محبت ایک ہی وقت میں بڑھنی شروع ہوئی تھی اور

ہو سکتی ہو کہ جو مجھ ایسا ہو۔ چنانچہ منہ اپنے دل میں بیخیال کیا کہ جب اس میں مجھے پورم پور
نفع ہو جائیگا تو میں سمرنا میں اخیر خریدون گا اور انکو یورپ میں فروخت کرنے کے لیے
لیجاؤنگا۔ اور وہاں سے نفع کثیر اٹھا کر اس روپے سے نو بیان خرید ونگا جنکو میں
قاہرہ لیجاؤنگا۔ وہاں انکو فروخت کر کے جب زر نقد پیدا ہو جائیگا تو اسکو حفاظت
رکھ کر ایسی جگہ لے جاؤنگا اور وہاں سے نو نڈی غلام خرید کر کے مکہ شریف لیجا کر فروخت
کر دوںگا۔ اور مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی زیارت سے فیضیاب ہونگا۔ مکہ سے کافی فاصل
لیجاؤنگا جو بڑے نفع میں فروخت ہوگی اور اسکی بڑی قیمت اٹھے گی اور پھر میں اپنے
وطن مالوہ میں کی رام کرونگا یہاں تک کہ میں دربار میں ایک علی عمدہ خرید کروں
جس عہدے سے میں شاہ شاہان کا وزیر اعظم بن جاؤں۔

اپنی بہتری کے اس قسم کے آئندہ خیالات کر کے اور اسے اپنے دل کو بہت ہی شاد
اور خوش دیکھ کر میں نے بہت ہی چالاکی اور مستعدی سے اپنی تجارتی اشیاء کو بھیلانے
میں کوشش کی۔ ایک پسندیدہ قاعدے کے موافق میں نے ایک لکڑی کاٹنے والے
سے معاملہ کیا کہ جو لور اور منج ترائی کے پیاروں پر جانے کو تھا کہ وہاں جا کر وہ اپنی پسند
کے موافق لکڑیاں چھانٹ کر کٹوائے اور بعد اومیں واپس ہو کر اسے درست کر کر اگر
قسطنطنیہ کے بازاروں کے لیے تیار کرے۔

خیر یہ معاملہ تو سب طر ہو گیا۔ لیکن اس عرصے میں جب میں کہ میں لکڑی کاٹنے والے
کی انتظاری کر رہا تھا مجھ پر عجیب مرض نے حملہ کیا۔ جو اکثر پریسیوں کی دعوت کیا کرتا ہی
اس مرض کا اختتام ایک ایسے پھوڑے پر ہوتا ہی جو خشک تو ہو جاتا ہی مگر اسکا نشان باہر
جلد سے نہیں جاتا۔ اب میرے خزن دلال پر خیال کیجیے کہ دس دن خسارے میں منج بچ
یہ پھوڑا نمودار ہوا۔ لیجیے پہلے تو اسنے واڑھی کو چھدرا کیا اور پھر اسے ایک غناک نشان
کر دیا اور میرے بہت سے پیارے واڑھی کے بالوں کو برباد کر دیا اور اس جگہ کو جہان

یہ کجخت نمودار ہوا تھا بہت ہی کھردھرا اور خراب کرو یا اب میں اپنی تقدیر سے کیا جنگ جہل کرتا کیونکہ میں نے جگہ ہی اپنے رہنے کی خود ہی تجویز کی تھی۔ تو اس کا تحفہ ہی سہی جب وقت کہ میں اسکا افسوس کر رہا تھا تو ایک عقلمند شخص نے بہت ہی اچھا کہا کہ تمہیں اسکا اتنا ناحق خیال ہو جب بغداد میں اکثر چہرون پر دکھائی دیتا ہو اور اسکے علاوہ میں اپنی ڈھارس میں بات سے اور بھی بندھواتا تھا کہ عثمان آغا کے چہرے پر بھی کئی جگہ اسی پھوڑے کا داغ تھا جب اسنے یہ داغ میرے چہرے پر دیکھا تو غم و افسوس کرنے کے بجائے وہ مجھے خوش معلوم ہوا۔

عثمان آغا۔ حاجی اگر تمہیں اپنی تمام زندگی میں اس سے زیادہ کبھی تکلیف نہیں ہوئی جب بھی اسکو خدا کی بہت بڑی رحمت خیال کرو کہ اگرچہ تمہارے چہرے کا ایک رخ بد صورت ہو گیا مگر دوسرا تو ابھی درست ہو۔ کیونکہ اگر ایک گلے پر سیاہ داغ ہو گیا این ہم غنیمت است کہ دوسرا تو صحیح و سالم موجود ہو۔

میں نے اپنے دل میں کہا افسوس خوب صورت شخص کو بد صورت آدمی نہیں دیکھ سکتا جیسے بدنیک کی برداشت نہیں کر سکتا۔ شہری اور دیہی کتے شکاری کتوں کو دیکھتے ہیں دور سے بھونکتے ہیں مگر کیا مقدور ہو جو پاس آسکیں۔ یہی بد صورتوں اور بد نشترتوں کا خوب صورتوں اور نیکوں کے ساتھ میں حال ہو۔ باوجودیکہ میرے خسارے پر ایسا بد نما داغ ہو گیا تھا کہ میں خود اپنی طبیعت میں جھینپتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس بد صورتی پر میرے آغا کی لڑکی مجھے عاشق ہوئی اور میری محبت نے اس کے دل پر وہ اثر کیا کہ اُسے بڑے بڑے چلترون سے مجھے یہ دکھایا کہ میں تجھ پر مری ہوں۔ اس بری کا نام دلی آرام تھا دل آرام اور اسکی مان و دونوں اس پھوڑے کا علاج جانتی تھیں اور انھوں نے میرے پھوڑے کا بھی معالجہ کیا تھا۔

میرا پھوڑا اور دل آرام کی محبت ایک ہی وقت میں برہمنی شروع ہوئی تھی اور

انکی ترقی گویا دو طرفی تھی۔ اور اسی وقت میں جب دلا رام کی اُلفت حد درجے پر ترقی کر گئی تھی پھوڑے کی تکلیف بھی بہت ہی زیادہ تھی۔ مجھ پر اسکی محبت نے کچھ بھی اثر نہیں ڈالا تھا۔ نہ میں اس پر اصلاً فریقہ تھا کیونکہ اسکی اور اسکے باپ بغدادی اونٹ کی ایک صورت تھی جو نہ ہی میری نگاہ اس پر پڑی تھی وہ صورت ایسی زربون معلوم ہوئی کہ میری طبیعت اور بھی خراب ہو گئی۔

جب وقت کاروان کے قسطنطنیہ روانہ ہونے کا موسم آیا تو بہت ہی تخفیف ہو گئی تھی اور دوسرے یہ بھی بہت بڑا فضل تھا کہ میری اس طبیعت نہ لگی تھی۔ میری تمام حقے کی نلیوں اور بچوں کے پکیٹ مناسب بند لون میں حسن طریقہ سے بندھ گئے تھے۔ میرا معاملہ قرضخواہوں سے طے ہو گیا تھا۔ پوشاک وغیرہ سب تیار تھی۔ اور جب میں نے یہ سنا تو بہت ہی خوش ہوا کہ جب دوسیارے باہم آکر ملیں گے تو کاروان قسطنطنیہ روانہ ہوگا۔ مگر بچاری دل آ رام بہت ہی مایوسانہ نظروں سے میری طرف نگراں تھی اور بہت ہی حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی تھی کہ اب میرا وہ دلبر چلا جو میرے کلجے کی تسکین اور قلب کا آرام تھا۔

انیسواں باب

حاجی بابا کا تاجر بننا۔ اور بغداد سے کاروان کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہونا
جب ہم بغداد سے روانہ ہوئے میں تو بہت ہی لسنبتی صبح تھی میں اپنے لہرے ہوئے اسباب پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے یک۔ میرے ارد گرد تھے میں نے بہت ہی خوشی سے پتھروں کی گھنٹیوں کی آواز کو سنا اور میں نے اپنے کو بھی ایک قلیل بضاعت کا تاجر خیال کیا۔

میرے مخصوص ساتھیوں میں عثمان آغا اور اسکا وہی ساتھی جسکا ذکر میں نے

دعوت میں کیا تھا اور جو پھر کے چڑے کا ذکر کرتا تھا۔ اور اسی طرح سے ایک یا دو بغداد کے تاجر تھے۔ انکے علاوہ میرے ملکی تاجر کثرت سے تھے جو ایران کے مختلف حصص کے رہنے والے تھے سب صرف تجارت ہی کے لیے قسطنطنیہ جاتے تھے جسے کم زیادہ میری واقفیت تھی۔ جو کچھ افسر العلما سے میرا معاملہ ہوا تھا وہ خوب روشن ہو گیا تھا اور سب میں پھیل گیا تھا۔ لیکن میری شکل تو پوشاک اور کلمے پر دلخ سے ایسی بدل گئی تھی کہ میں بالکل بغدادی معلوم ہوتا تھا۔ اور اب میرا وہ چہرہ مٹ رہا ہو گیا تھا کہ ایرانی تو مجھے کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔

میں اپنے ناظرین کو ترکی حدود کے سفر کا حال سنا کر تو تصدیق نہ دوں گا کیونکہ تمام راستہ وہی فراقون کی شکایت۔ خچر والوں کا تکرار کرنا۔ کاروانسروں میں لڑائی دنگا غرض یہ ایک معمولی صورتیں ہیں جو پیش آتی ہیں یہی کہنا کافی ہوگا کہ ہم بحفاظت تمام اور صحیح وسالم قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ لیکن جو کچھ میں نے قسطنطنیہ میں دیکھا ہے اسکو ہرگز فرود گزاشت نہ کر دنگا۔

میں ایک ایرانی اور ایک اصفہانی تھا ہمیشہ اپنے شہر اصفہان کو دنیا میں سب سے بہتر گنا کرتا تھا۔ یہ کبھی میرے خیال ہی میں نہیں آیا تھا کہ اور بھی اس سے بہتر کوئی شہر دنیا میں ہے کہ میں اپنے شہر سے مقابلہ کروں بلکہ اس سے بھی کچھ کم درجے کا سمجھوں۔ لیکن جب میں نے قسطنطنیہ کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ایران کا کوئی شہر بھی اسکی برابر ہی اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اول ہی مجھے اس تروتازہ اور تر تکلف شہر کو دیکھ کر تعجب کے ساتھ پُروردگی ہوئی میری نظروں میں تو ہمیشہ سے اصفہان کی شاہی مسجد جو بڑی مرتج زمین میں بنی ہوئی ہو ساری تھی لیکن بیان اس سے بدرجہا عمدہ صدمانظر آئین۔ ہر مسجد اپنی خوبصورتی اور شان و شوکت میں دوسری مسجد کو مات کرتی تھی۔ میں نے تو

کبھی نہیں خیال کیا تھا کہ اصفہان سے زیادہ کشادہ بھی کوئی شہر دنیا میں ہوگا مگر یہاں وہ خیال باطل ثابت ہوا یہاں تو یہ حال تھا کہ جہاں نظر پڑتی تھی چٹاؤں پر اور پہاڑیوں میں کثرت سے بیشمار عمارتیں ہی عمارتیں ٹہنی پڑی تھیں اگر اصفہان کو نصف دنیا کہو تو قسطنطنیہ پوری دنیا تھی قسطنطنیہ کہ جو شہر دن میں ایک گھنٹہ ہوا تھا ہر طرح سے اصفہان پر فوقیت رکھتا تھا۔ کیونکہ قدرتی یہ مختلف دریاؤں کے کنارے پر اگر واقع ہوا تھا۔ اور شہر کی چاروں طرف بل مارتا ہوا دریا ہی دریا معلوم ہوتا تھا۔ بجائے ناہموار پہاڑوں اور چٹانوں کے فاس فورس جیسے دریا بہتے تھے۔ اسکی خوبی اسکی وسعت سے بھی بڑھتی ہوئی تھی لیکن مجھے کہاں ٹھہرنا زیبا ہوگا جہاں سے میں ان حرکت زدہ چیزوں کو بخوبی ملاحظہ کر سکوں جو میری توجہ اور دھیان کو جبراً کھینچ لیتی ہیں۔ ہزاروں بڑے بڑے بوٹ مختلف شکل اور قدر کے آنکھوں کے سامنے گردش کرتا رہتے تھے اور صد ہا جہازات جنگی وسعت ایک ایک جنگل سے کم نہیں تھی ترکوں کی عظمت اور جاہ و جلال کو دکھاتے تھے۔

میں۔ (اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر جو میرے ارد گرد تھے) یہ تو جنت ہو میں تو اسے رتے دم تک بھی نہیں چھوڑ دنگا۔ لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر پر حکمران وہ لوگ ہیں جو حد سے زیادہ مکروہ ہیں اور ملحد ہیں تو مجھے بڑا تعجب آیا کہ انکو ایسے نایاب اور نفیس مقام کو کس نے آرام اور آسائش کرنے کے لیے دے رکھا ہے؟ ذرا حجب افکار میں سر جھکایا اور یہ لائیکل عقدہ بھی حل ہو گیا۔ کہ انھیں یہ پسندیدہ مقام صرف اسلئے ملا ہے کہ یہ وہ خوف اور ہنگامہ برداشت کرنے والے جو انکے لیے آئندہ تیار رہو رہا ہو۔

جب راہداری وغیرہ کے امتحان سے نجات ہوئی تو ہم اسکی رانی بوٹ میں ٹھیکہ روانہ ہوئے اور قسطنطنیہ پہنچے ہوتے ہوئے ایک کاروانسرا میں مقیم ہوئے اور وہیں اپنی تجارتی اشیا کو بھی لیجا کر رکھا۔ یہ کاروانسرا ایرانی تاجار کے لیے مخصوص تھی اور جو خاص

خاص بازاروں اور شہر کے وسط میں واقع تھی۔

جب میں نے دیکھا کہ میں ایک عظیم الشان آبادی میں ہوں جہاں لوگ شاہراہوں میں گشت لگاتے پھرتے ہیں تو بے شمار میں نے ان میں اپنے کو ایک نہایت ہی قلیل اور خفیف شخصیت کا دیکھا۔

جب میں نے دیکھا کہ دکانیں کس قدر قیمتی مال و متاع سے بھرپور ہیں جس شخص کو دیکھو نہایت قیمتی پوشاک زیب تن کیے ہوئے ہے۔ جدھر نظر ڈالو آغا اور لارڈ ہی معلوم ہونگے جنکی رائون کے نیچے وہ قیمتی اور نایاب لٹریچر ہا پیکر گھوڑے کے دیکھ کر عقل دنگ ہوتی ہو مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی اور میں نے اپنے دل میں خیال کیا بھلا کہاں قسطنطنیہ اور اسکی شان و شوکت اور کہاں ایران اور اسکی فلاکت۔

میں نے عثمان آغا کی شرکت میں کاروانسرا میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور وہاں اپنی تجارتی اشیاء لیجا کر رکھیں۔

میں نے تو یہ ترکیب کی کہ دن کو اپنے تمام بیچے اور گٹے جو میں لے گیا تھا پلیٹ فارم پر بہت ہی ترتیب سے لگائے چونکہ میری ترتیب اچھی تھی میں نفوذ کرنا شروع کیا اس کثرت سے بکا کہ مجھے دگنا گنا نفع ہوا جب میں نے اپنی جیب میں درازر منافع کھنکنا ہوا دیکھا تو آرائش و آرام طلبی کی سوجھی میں نے اپنی پوشاک کے حسن کو ابھی زیادہ کیا۔ میں نے اپنی کمر سے لٹینے کا نہایت ہی نفیس اور فوق البھوک اشال لیا میری وہ کھلی حسین تاکو رہتا تھا رشیم کی بنی جس پر ستارے کا جھکا تا کام ہو رہا تھا۔ میری سلیپر زرد رنگ کی روشن تھی اور میری کمر میں ایک قیمتی چھری بھی گھڑائی گئی۔ اخراجات کی تحریریں بننے والی چیزیں مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں۔ میں دل میں ہی خیال کرتا تھا کہ اس دنیا میں کچھ عیش سے زندگی گزارنا ہی قیمتی چیز ہے۔

آن بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنیم	وز ماندہ وز گذشتہ کم یاد کنیم
دین عاریتی روان زندانی را	یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

اس قدر مقامات بے شمار کثرت سے تھے کہ جہاں ہزاروں آدمی جمع ہوتے تھے مختلف قہوہ خانوں میں جانے سے میں اپنے کو باز نہ رکھ سکا جہاں بچوں پر چہرے مسند اور گانہ کی لگا ہوا تھا میں بیٹھ کر اس شان سے اپنا پائپ قہوہ پیتا تھا کہ جیسے بڑا امیر کبیر پیتا ہو۔

چونکہ ایران میں مجھ پر طرح طرح کی مصیبتیں گزری تھیں اور میں نے اپنے ملکی بھائیوں سے بہت ہی بے آرامی پائی تھی اس لیے اُن سے نفرت ہو گئی تھی اور اب میں اپنے بھروسہ نہ کرتا تھا جب میری ترکوں سے ملاقات اور واقفیت ہو گئی تو میں ان سے بہت ہی پرہیز کرتا تھا۔

میرے ملک والے ایرانی کچھ ایسے پیٹ کے ہلکے اور کینہ دہین کہ لوگوں کے سامنے میری پہلی حالت کہدی کہ یہ فلان شخص ہوا اور فلان ہوتا کہ میں ان لوگوں کی آنکھوں سے گرجاؤں اور وہ میری توقیر نہ کریں۔ مگر میں ان کے ساتھ اچھا ہی برتاؤ کرتا تھا۔ جب میری اور ان کی تجارت کا مقابلہ ہوا تو بہت ہی فرق تھا تو پھر انھوں نے مجھ سے کچھ فراحت نہ کی اور مجھے بخش دیا۔

اب میں نے عام مجموعوں میں اپنے کو بغداد کا دو لہند تاجر مشہور کرنا شروع کیا مگر اس داغ نے جس نے مجھے بہت ہی تکلیف دی تھی اس وقت بہت کام آیا اور سب نے مجھے زیادہ تر ان کے سبب سے بغدادی تاجر مان لیا۔ ترکوں کو دھوکا دینا کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ صرف اپنی ظاہر صورت بنانی کافی ہو۔ ان کے طریق اور وضع اور عادات میں انکی خموشی۔ متانت۔ استقلال۔ نزہت۔ انکا آہستہ آہستہ قدم اٹھانا۔ غرض میں نے تصور ہی ہی وقت میں ان کے سے طرق اور طرز معاشرت اختیار کر کے

انکو خوب گانٹ لیا اور ان سے سلسلہ اتحاد یہ خاصہ بڑھ گیا۔
 اب تو شب و روز یہ کیفیت ہو گئی کہ صدائے اللہ ہو بلند ہو۔ اور صبح پھر ہی
 اور اسی حالت میں میں قہوہ خانوں میں جاتا تھا۔ اور اکثر مجھ پر لوگوں کی توجہ مائل
 ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ قہوہ خانے کا مالک میرے لیے اپنے ہاتھ سے قہوہ بناتا
 تھا۔ اور جہاں اُسے میری صورت دیکھی اور یہ کہنے لگا میرے آغا میرے سلطان و امیر آمدت
 باعث آبادی مائے
 میرا کچھ ایسا آخر ہو گیا اور میری اس شکل نے لوگوں کو میرا ایسا معتقد بنا دیا تھا
 کہ جہاں قہوہ خانے میں گھوڑوں۔ کتوں۔ بھینسوں۔ تہا کو یہ جھگڑا ہونے لگتا اور کچھ
 بحث آکر واقع ہوتی تو میں نصف قرار دیا جاتا تھا جو کچھ میں فیصلہ کرتا وہ فریقین
 تسلیم کر لیتے اور پھر جھگڑا مٹ جاتا۔

بیٹوان باب

حاجی بابا کا ایک امیر کی بیوہ کو ہتھے پر چڑھانا۔ پہلے اس سے
 خوف کرنا مگر آخر بہت ہی خوشی میں پھولنا
 کچھ مدت تک میرا وقت یوں ہی صرف ہوا۔ میں جس وقت کہ قہوہ خانے سے
 شام کو گھر جاتا تھا تو مجھے ایک دفعہ یہ اتفاق ہوا کہ میں نے متواتر ایک بڑھیا عورت
 کو شاہراہ کے کونے پر کھڑا ہوا دیکھا۔ یہ عورت ہمیشہ ٹکٹلی باندھ کر خوب غور سے میری
 طرف دیکھتی تھی اسکی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ مجھے کچھ کہنا چاہتی ہو میرے مکان
 کے بائیں میں کھڑے ہو کر کھڑکیوں کی طرف بہت دیر تک نظر کرتی تھی۔
 پہلے پہل تو میں اس سے بہت ہی مشکل سے خبردار ہوا کیونکہ شاہراہ کے کونے میں
 ایک بڑھیا عورت کا کھڑا ہونا اس قابل نہیں ہو کہ کسی کا دھیان اس طرف پھرے۔

دوسری دفعہ میں بہت چونکا۔ میری بار مجھے سخت تعجب ہوا چونکہ شام کو میں نے یہ ارادہ کر لیا اگر کج وہ بڑھیا ملگئی تو اس سے ضرور دریافت کر دوں گا کہ اسکے کیا معنی ہیں اگر مجھے مجھ سے کچھ کام ہو تو کتنی کیوں نہیں۔ اور دونوں سے میں نے اس ن بہت ہی اچھی پوشاک پہنی کیونکہ مجھے یہ خیال تھا کہ میری خوش منظر کی صفت میں میری نیک اختر بھی شامل ہو۔ اور یہی خوش منظر کی گویا میری نیک اختر کی محافظ ہو۔ میں نے قہوہ خانہ سے پھرتے وقت اس عجیب الفہم مخفی بڑھیا کی طرف آہستہ آہستہ قدم اٹھایا زمین اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے ہی کو تھا اور میں شاہراہ کے زادی سے مڑا ہی تھا کہ میں نے سامنے کے مکان کی کھڑکیوں سے چلن لٹھنی ہوئی دیکھی اور پھر جو نظر کی تو ایک ماہر نے اپنا بے نقاب چہرہ اس میں سے نکالا۔ مجھے اس کی ادا اور حسن بھا گیا۔ ایک گلاب کا پھول اس کے ہاتھ میں تھا۔ جون ہی میری اس کی جارنگا ہیں ہوئیں اس نے وہ پھول مجھے دکھایا پھر اپنے سینے پر رکھا اور بعد ازاں میری طرف پھینک یا بس وہ پھر چلن میں اور برے پڑ گئے اور وہ غائب ہو گئی۔ میں منہ کھلا کا کھلا اور اوپر دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا مگر پھر میں نے دیکھا کہ اس بڑھیا عورت نے بہت سی پھول کو اٹھایا اور میرے آگے لائی اس وقت میری نگاہ میں اس بڑھیا پر جھپکے ہی تھیں۔ میں۔ از برائے خدا یہ کیا معاملہ ہو۔ کیا اس سرزمین پر جبر اور پر بیان سبب ہیں۔ بڑھیا۔ تم ایسے اناڑی ہو کہ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس پھول سے کیا غرض ہو تمہاری دائرہ تو خاصی بڑی ہو تم بچہ تو ہو نہیں تمہاری پوشاک سے معلوم ہوتا ہو کہ تم سفر بھی کیا ہو۔ مگر تمہارا سفر محض بیکار ہوا جس سے تمہیں اتنا نہیں معلوم ہوا کہ جب ایک بیکم تمہاری طرف پھول پھینکے تو اس سے کیا غرض ہوتی ہو۔ میں۔ یہ تو کین آپ کی ترکیب کچھ گویا کہ پھول سے یہ غرض ہو لیکن ساتھ ہی اسکے میری لائیں دائرہ نے مجھے یہ بتا دیا ہو کہ اسی صورت میں خطرہ خیز ہوتی ہیں اور اسے تو فوج

پرسودھڑ پر سے نزار دہو جاتے ہیں۔

بڑھیا۔ ڈر کسکا ہو اور ڈر چیز ہی کیا ہو۔ پاک اور مقدس حضرت محمدؐ کی قسم کہ ہم بالکل صاف ہیں اگر تم ہمیں ناسموع کرو گے تو یہ تمھاری قبرستی ہو۔ تم کیا کر رہے ہو کہ صرف سایہ سے بھڑکتے ہو اور اس سے تھیں اس قدر خوف ہیں۔

مین۔ اچھا تم مجھے یہ بتاؤ کہ جنکو مین نے ابھی دیکھا ہو یہ کونسی ہلیم ہیں۔ اور اب مین کیا کروں۔

بڑھیا۔ اس قدر جلدی نہ کرو۔ آج کی رات کچھ نہیں ہو سکتا تھیں ذرا صبر کرنا چاہیے یہ وقت اور مقام اسوقت آسائش اور آرام کا نہیں ہو کل دوپہر کو تم مجھے ایوب کی درگاہ میں ملو اسوقت جن باتوں کو تم جاننا چاہتے ہو تھیں وہ ان سب معلوم ہو جائیں گی مین قبر کے پائین مین تمھارے داہنے ہاتھ پر بیٹھوں گی اور تم مجھے اس اتیار سے پہچان لینا کہ میرے بائیں کا ندھے پر سبز خوشنما لڑیا ہو ہوگا۔ جاؤ اور اللہ تمھارے ساتھ ہو۔ یہ لکروہ چلی گئی اور مین اپنے مقام قیام کاروانسرا میں آیا اور اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہو اور اسکا انجام کیا ہوگا۔ گو یہ تو میں بخوبی جانتا تھا کہ اس میں کچھ نہ کچھ میری بہتری کی صورت نکالے گی لیکن ساتھ ہی اسکے مجھے ترکی خاوندوں کے سخت حسد سے بھی تو خوف لگتا ہو۔ کہ اگر خبر ہو گئی تو غضب ہی برپا ہو جائیگا۔ زینب اور اسکا گنبد۔ مریم اور اسکا یوسف۔ دلارام اور اسکا پھوڑا یہ سب میرے دل میں گزرتے تھے۔ اور بد نصیب عشاق کے منوں نے ہو کر میری آنکھوں کے آگے گردش کرتے تھے جو خواہش و آرزو اس سرگذشت کے درجہ ہونے کے لیے پیدا ہوئی وہ ان خیالات سے کہ عشق کا نتیجہ بُرا ہوتا ہو افسردہ پڑی جاتی تھی۔ مگر میرا خون ابھی تک جوان اور گرم تھا اور وہ ایسا کافی تھا کہ میرے قدموں کو خود بخود آگے کی طرف اٹھائے۔ گو میرا آگے بڑھنے کا ارادہ بہت ہی چارنا چاری سے ہوا تھا۔

مقررہ دن کی دوپہر کو مین نے ایمان داری سے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ مین نے سبز مقبرے کی طرف رخ کیا جو میرے داہنے ہاتھ کی طرف واقع تھا۔ وہاں مین نے اس بڑھیا عورت کو بائیں کاندھے پر شال ڈالے ہوئے دیکھا۔ ہم نے ٹرک کو چھوڑ دیا اور ایک تنہا مقام میں شاد کے درختوں کے نیچے جو مقبرے ہی مین لگے ہوئے تھے زمین پر جا بیٹھے یہاں سے خوبصورت اور عظیم الشان قسطنطنیہ کا سبدرگاہ دکھائی دے رہا تھا۔ ہم نے بہت آہستگی میں معاملہ کی گفتگو شروع کی۔

پہلے اس بڑھیا عورت نے میرے حفظ سخن کی بہت ہی تعریف کی اور پھر اسے مجھے یقین دلایا کہ جو معاملہ تجویز ہوا ہو اس میں کسی قسم کی بھی خطرے کی بات نہیں ہے۔ پہلے اس بڑھیا عورت نے عمر پر ہرزہ درائی کرنی شروع کی اور کبھی اس کے علاوہ جو باتیں کہیں وہ کچھ زیادہ مطلب سے نہیں سمجھتی مین نے جوان باتوں پر خیال کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اور کچھ نہیں صرف یہ میرے نیچوں اور گٹھون کا نفع کم کرائیگی۔ مین نے مجبور ہو کر اس کی اس یادہ گوئی کی بڑھتی گئی فوری کو تورو کا اور اس سے یکایک یہ درخواست کی کہ جس بیگم کو مین نے کھڑکی مین سے دیکھا تھا مجھ سے تو اس کی تاریخ بیان کر دو۔

جب یہ اپنی رام کہانی گا چکی تو اس بیگم کا حال یوں بیان کرنے لگی۔

وہ بیگم جو تم نے کھڑکی مین دیکھی ہے اور جس کی مین خادمہ ہوں یہ ایک دو تین تاجر کی ٹرکی ہے جس کے اسکے علاوہ اور بھی دو بیٹے ہیں۔ اس کے باپ کا بہت زمانہ نہیں گزرا کہ انتقال ہو گیا۔ اسکے دو بیٹوں نے اس کا رو بار سنبھال لیا اور اب وہ بھی بہت بڑے تاجر مین جو ہمیں رہتے ہیں۔ میری بیگم جس کا نام شکر ب ہے اٹھتی ہوئی نو جوانی کی حالت مین ایک بوڑھے سے بیاہی گئی تھی مگر یہ شخص دو تین تاجر تھا اور بہت ہی امیر کہ یہ مشہور تھا جس کی صرف یہی ایک بیوی تھی کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر کئی بیویاں کرونگا تو رات دن تھکا فٹختی رہے گی۔ اور گھر دوزخ بن جائیگا۔ اس لیے اس نے صرف میری

بیگم ہی پر قناعت کی اور وہ یہ سمجھ گیا کہ دلی آرزو میں اسی سے پوری ہوگئی اور گھر داری کی کیفیت بھی میں اسی سے اٹھاؤں گا۔ اسکے مقابل میں ہماری بیگم نے بھی ہمیشہ اسکا دل ہاتھ میں ہی رکھا اور کبھی اسکا دل آرزو نہونے دیا۔ غرض کہ وہ بہت ہی خوش قسمت تھا کہ اسکو میری بیگم جیسی شریف خلیق فرمانبردار بیگم ملی صرف ایک بات میں باہم کچھ ناچاقی سی رہتی تھی اور جو امیر کبیر کی موت کا بھی سبب ہوئی۔ جو ابھی واقع ہوئی ہو۔ ہماری بیگم تو ان سو سو کو پسند کرتی تھیں جو بالائی کے بنے ہوئے ہوتے تھے اور اسکو ہمیشہ پنیر کے بنے ہوئے بھاتے تھے صرف اتنی سی بات پر جہاں وہ کھانا کھانے بیٹھے اور جھگڑا ہونا شروع ہوا یہ جھگڑا برابر پانچ برس سے ہوتا ہوا چلا آتا تھا کوئی دن ناغا نہیں جاتا تھا۔ ایک دن اس بڑھے شخص نے اپنی چاہستی خوراک بہت کھالی اس سے اسکو سوز بھی ہوئی اور وہ اسی میں مر گیا۔ وہ اسے مرتے وقت اپنی جائداد کا ایک حصہ اسلامی قانون کے بموجب اپنی بیوی شکر لب کو دے دیا وہ گھر ہو جس میں تینے اسے بیٹھا ہوا دیکھا تھا۔ اسباب ہو۔ غلام ہیں غرض جب قدر کہ شریعت کے موافق اس کے حق میں آیا ہو وہ بیوہ کی دھارس بندھوانے کے لیے کافی ہو۔

اپنے بچپن میں۔ اور دولت کے سبب سے یہ تو تم یقین ہی کرنا کہ وہ بغیر مداح ساتھیوں کے نہیں رہ سکتی یعنی مدح سرا ضرور ہی اس کے شباب اور حسن۔ دولت کو دیکھ کر پیدا ہو جاتے ہیں مگر میری بیگم اپنی ہم عمر دن میں بہت ہی عقلمند اور دور اندیش ہو صرف اسکی یہ مرضی ہو کہ جو اسے پسند آجائے اس سے وہ شادی کر لے جس سے نہ بدنامی ہوگی اور نہ کوئی عیش میں غلغلہ انداز ہو سکے گا۔

چونکہ اس کا مکان بہت ہی نام آور و مشہور تھا وہ خانے کے پاس ہوا اس لیے اسے جھلمیلوں میں سے ان لوگوں کو نظر کرنے کا بہت ہی اچھا موقع ملتا ہو جو کثرت سے اس میں آتے جاتے ہیں۔ تو میں تم سے بے لاگ لپٹ کے کہتی ہوں کہ اس نے انھیں

ان تمام لوگوں میں ممتاز سمجھا ہوا تھیں وہ بہت ہی جوان رعنا خیال کرتی ہو۔ جس قدر کہ اب تک اسکی نظر پڑے ہیں سب میں تمہارا اول نمبر ہو میرا بھائی۔ یعنی بڑھیا کا بھائی اس قومہ خانے کا مالک ہو اور چونکہ اکثر بار تھیں دیکھنے کے مواقع پڑے اس لیے میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ ذرا تم اس شخص کی حالت دریافت کرنا کہ یہ کون ہو اور کیا پیشہ کرتا ہو اور اسکی طرز معاشرت کیسی ہو۔ اسنے جو کچھ تمہاری نسبت بیان کیا اس سے ہماری بیگم بہت ہی متاثر ہوئی اب ہمارا ارادہ ہوا کہ تم سے تعارف پیدا کریں۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ ہم کس طرح سے کامیاب ہوئے ہیں اور تم خود انصاف کرو کہ آیا میں نے ایک قابل خدمت ادا کی ہو یا نہیں۔

جب اس بڑھیا عورت نے مجھ سے باتیں کرنی شروع کی تھیں تو میں اسکی گفتگو سے یہ نتیجہ جو اسنے اب نکالا ہو ہرگز نہ سمجھا تھا۔ میں نے اپنے کو ان لوگوں میں شمار کیا جو ایسے وقت میں قتل کیے جانے سے نجات پاتے ہیں کہ اُپر فتوہ قتل دیدیا جاتا ہو میں بجائے ان مصائب و تکالیف اور جانوں کے ہلاکت میں ڈالنے کے کہ جو ترکی حرم مراد میں ہوتی ہیں اپنے آگے دولت۔ آرام عیش و عشرت کا ملاحظہ کیا۔ رحمت ہو بچھراؤ میرے ستارے کے آخر کار میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ میں نے جب یہ گفتگو سنی تو کچھ ایسا از خود فتنہ ہو گیا کہ بے لگاؤ چلے اس سے کہنے شروع کیے۔ میں نے اس بیگم کی محبت کا مدامی اظہار کیا اور اس سے اقرار کیا کہ اگر یہ معاملہ ہو جائیگا تو میں تھیں معقول معاوضہ اسکا دوں گا۔

بڑھیا صرف ایک بات اور رہ گئی ہو جسکی نسبت میری بیگم کا یہ حکم ہو کہ پہلے اسکے کہ تم اسکے پاس چلو وہ دریافت ہو جائے اور وہ یہ ہو کہ تم اپنی دولت اور عالیشان دانی کی نسبت بیان کرو تھیں یہ بھی معلوم رہے کہ اسکے بھائی بہت ہی مغرور ہیں اگر انکی بہن نے کسی ایسے دیسے سے نکاح کر لیا تو وہ اُسے بہت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بہت درشتی اور خشونت سے اسکے ساتھ پیش آئیں گے۔ اگر وہ اُسے

اُسکے خاوند کے ساتھ برطرف نہ کر سکیں گے۔ مگر بُری طرح سے تو پیش آئینگے۔
گو میں اس جواب دینے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن جب مجھ پر اس سوال کے
جواب دینے کا بوجھ آکر واقع ہوا تو میں نے بغیر سوچے یہ جواب دیا۔ خاندان خاندان
کی تم کہتی ہو۔ ایسا کون شخص ہو کہ جو حاجی بابا کو نہیں جانتا۔ میں سے عراق اور
مدیا سے ہند سے کاشمیر سے بحر اسود تک پوچھ جاؤ ہر فرد بشر مجھے واقف ہوگا۔

بڑھیا۔ تمھارا باب کون تھا۔

میں۔ (کچھ دیر توقف کر کے) وہ بہت بڑا طاقت و غرت والا تھا بہت سُرُسکے
انگوٹھے کے نیچے تھے۔ میرا باب وہ تھا جو نہ صرف دہلیوں بلکہ نیرنگے سردار کی بھی بے وفائی
سے دار حیان بکرتا تھا۔

اس وقت بڑھیا بہت غور سے جو کچھ میں کہہ رہا تھا گوش گزار کر رہی تھی اس لیے
مجھے اپنا نسب نامہ ترتیب دینے کا بہت کافی وقت ملا۔ اور میں نے خوب پنے لیں
گئے کہ اس سے یوں کہنا شروع کیا۔

اگر تمھاری سلیم صاحبہ اعلیٰ خون چاہتی ہیں تو وہ میری طرف نگاہ کریں۔ تم اپنی
سلیم کو یقین دلاؤ کہ وہ یا انکے بھائی جا ہے جیسے بڑھے بڑھے اور عالی نسب ہوں۔
لیکن مجھے کسی طرح فوقیت نہیں حاصل کر سکتے۔ میری رگوں میں عرب کا خون ہے اور وہ بھی
بہت ہی پاک صاف۔ میرا جد منصوری عرب تھا جسکو بعض عراقی کی سرسبز چاگا ہوں میں
شاہ اسماعیل دانی فارس نے لاکر بسایا تھا جہاں اب تک وہ بستے ہیں۔ میرا جد امجد
قطر بن خرمین اسب بن المیدان قریش کے خاندان میں سے تھا جو ہمارے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں جس صادق اور مقدس نبی سے تمام خون اسلام برآمد ہوا ہے
بڑھیا۔ ابند۔ اللہ بس پس کافی کافی۔ اگر واقعی یہی امر ہے اور آپ ایسے ہی
عالی خاندان میں تو پھر ہماری سلیم صاحبہ کو اور چاہیے ہی کیا۔ اور اگر تمھاری دولت بھی

عالی خاندانی کے ساوی ہو تو پھر کیا کہنا ہم تو بالکل مطمئن ہو جا سیکے۔
 مین میری دولت کی نسبت جو آپ چھپتی ہیں تو بندہ پروردگار کا ایک تاجر کی گھر مین
 تو خزانہ مین کر سکتا نہ میرے پاس نقد زر نقد نہ لیکن ہاں جب قدر کہ ایک تاجر کی گھر مین
 ہمیشہ زر نقد رہتا ہو وہ ہو تم میری طرح اس سے تو بخوبی واقف ہو کہ تاجر کے پاس زر نقد
 کبھی نہیں رہتا اسکا روپیہ تو تجارتی اشیاء مین لگا رہتا ہو اور مختلف شہروں مین پھیلا ہوا ہو
 جو ایک وقت مقررہ پر منع نفع اسکے ہاتھ لگتا ہو میری ریشمی اشیاء اور خلیں اسوقت خراسان
 مین سفر کر رہی ہیں جب وہ وہاں فروخت ہو جائیں گی تو بخوبی لگا بھڑکا چڑا انکے روپے سے خرید
 ہو کر لایا جائیگا اسوقت میرے اکبٹ کشمیری شال درجواہرات ہند کی شہد مین خرید و فروخت
 کر رہے ہیں۔ استرخون مین میرے روئی کے سامان کاشیشے کے برتنوں کے پٹرون۔ اور
 اسی قسم کی اشیاء سے تبادلہ ہو رہا ہو۔ اور ہندوستانی اشیاء جو مین نے بصرے سے
 خریدی اور البیو جی مین اسکی عنقریب ثوبیان اور شالی اسباب آنے کو ہو۔
 غرض اپنی دولت کی اصلی کیفیت صاف صاف کہنا اتنی ہی شکل ہو کہ بقنا
 گہون کے کھیت مین بالیون کا گنا۔ لیکن تم اپنی سلیم کو یہ اطمینان لا دو کہ تمہارا ہیتا
 شخص جسوقت کہ اپنی دولت جمع کرے گا تو تمہارے درمختارے سارے کنبے کو ہریت مین لے دے گا
 بڑھیا۔ الحمد للہ۔ جو کچھ کہ ہونا چاہیے تھا اور خواہش تھی وہ سب اسوقت
 موجود ہو اب صرف باہم ایک تعارف پیدا ہونا رہ گیا ہو جسوقت کہ آفتاب غروب
 ہو اور شب اپنی گھپ کھاپ اور اندھیری چادر عالم پر پھیلائے اسوقت تم شاہراہ
 کے کوئے پر ضرور نہی کھڑے ہونا۔ پھر ضروری دیکھ بھال درود راندیشا نہ خیالات
 کر کے تمہارے مین شکر لب سے ملو ادونگی۔ اگر تم اسکی نگاہ پر چڑھ گئے اور اسے نہیں
 پذیرا کر لیا بس پھر شادی ہوئی کوئی بات نہ نہیں ہو پھر پڑی۔ اور دو دو لیکن ہاں ایک
 بات نصیحت کی ضروری ہو اور وہ تم خوب سمجھ لو کہ ہمیشہ بالائی کے سمو سون کو تو پسند کرنا

اور پیر کے سموسوں سے نفرت کرنا۔ صرف اتنی سی بات ہو اور یوں تو ہر بات میں ہلا جو آ رہو۔ خلیق ایسی ہی ہو۔ ہر لاگ لپیٹ سے آزاد ہو خدا کرے تم امن اور صلح میں رہو۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے منہ پر سے نقاب اٹھا دی۔ میں نے دوا شرفیان سکیستعلیٰ پر کھین وہ لے کر چلتی بنی اور جھکوا اپنی فکر و تردد میں جھوٹا۔

اکیسواں باب

حاجی بابا کا شکر لب سے ملنا اور اس کا ترکیب سے خاوند بننا جب وہ بڑھیا چلی گئی تو میں زیادہ دیر تک درخت شمشاد کے نیچے نہ کھڑا رہا کیونکہ ملاقات کے پہلے مجھے اور بھی بہت کچھ کام کرنا تھا۔ یہ تو ضرور ہی تھا کہ میں ایک امیرانہ صورت بنانا ایک تھیلی بھی ایسی رکھتا کہ جس میں کچھ زر نقد ٹھسا ہوا ہو اور ایک پوشاک بھی ایسی چاہیے تھی کہ جو میری صورت اور وضع کو زیب دے۔ اور جہاں تک کہ ہوسکے مجھے حمام میں جا کر اپنے کو خوب بنا سنوارنا تھا اور خوب خوشبوؤں سے معطر ہونا تھا۔ جب میں وہاں سے نکلا تو میں نے اپنے دل میں یہ کہا۔ کہ اے حاجی دوست حاجی تمہارے باپ اور تمہاری روح کی قسم اس فتنے میں بیوقوف اور عقلمند میں فرق کیا ہو کیا خوب آپ نے صوری کی اولاد میں سے میں اور آپ کی نسل بھی قریش کے خاندان سے ملتی ہو۔ اپنی آئندہ قسمتوں کے خیالات میں غلطان و سچان میں کاروائی میں پہونچا میں نے دیکھا کہ بوڑھا عثمان آغا کے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہو اور اپنی تجارتی اشیاء کے منافع کو شمار کر رہا ہو۔ اور میں نے اپنے بیچون وغیرہ کے بھی ہنڈل کو ایک طرف رکھا ہوا دیکھا۔ صرف ان کمینہ چیزوں نے جو میرے آگے رکھی ہوئی تھیں مجھے سربلندی حاصل کرنے کا موقع دیا تھا یہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آغا عثمان آغا کو اس کی خبر ہو یا نہیں میں نے فوراً اس سے یہ درخواست کی کہ آپ پچاسل شرفیان نفع کی دلوں سے

اور میرا سارا اسباب لے لیجیے۔

یہ شکر وہ بہت ہی چونکا جب مین نے اچانک اُس سے پچاسل شرفیان بڑھتی کی طلب کین۔

عثمان آغا۔ میرے بیٹے یہ کیا خبر مین ہیں۔ تم اس روپیے کو لیکر کیا کرو گے۔ اور پھر اتنی جلدی کیا تم دیوانے ہو گئے یا جواری بن گئے۔

مین۔ اللہ پناہ مین رکھے تو بہرہ۔ نہ تو مین دیوانہ ہوں اور نہ مین جواری ہوں میرا دماغ درست ہے اور دنیا نے اپنے فیور یعنی مہربین مجھے لے لیا ہے۔ اب مجھے آپ روپیہ دلوائیے پھر جو کچھ ہوگا بعد ازاں سُن لیجیے گا اسے میری خواہش برلانی مین کچھ بھی توقف نہیں کیا کیونکہ وہ میرے اسباب کی بخوبی قیمت جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اُس سے بہت کچھ نفع حاصل ہوگا۔ بغیر پیش کش کے اسے روپیہ کُن دیا اور مین نے لوالا کر چلتا بنا۔

مین نے فوراً ایک نفیس اور عمدہ پوشاک خریدی اور سیدھا حمام کی طرف چلا جہاں مین نے ساری ضروریات اور پانکی کی جھٹون کو پورا کیا اور مین نے اعلیٰ درجے کے آدمی کی طرح سے اپنی تزئین کی۔

میری یہ تمام حاجتیں پوری ہوئیں اور اب وقت وعدہ بھی آ پہنچا اور مین دھکڑ پکڑ کرتے ہوئے دل سے دھان پہنچا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑھیا عورت میری پہلے ہی سے منتظر ہے۔ اسے چاروں طرف دیکھ کر کوئی ہو تو نہیں مجھے ایک دروازے مین سے جو بہت ہی دور کے کونے مین واقع تھا ایک گھر مین لے گئی۔

تمام مکان مین جو مین نے آرائشی سامان دیکھے تو مین بہت ہی خوش ہوا کیونکہ اس وقت جو کچھ مین نے دیکھا تھا یہ خیال کرتا تھا کہ مین ہی اُنکا مالک اور لارڈ ہوں۔ ہم بیکار ایک اُن کروں مین ہو چنے جو عورتوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں کیونکہ یہ

معلوم ہوا تھا کہ جب سے کہ امیر کا انتقال ہوا ہے تو گھر میں آنے کے خاص دروازے کا راستہ بند تھا۔ مگر اب بھی وہی چھپوان اور دور اندیشانہ اندر داخل ہونے کی تدابیر کی جاتی تھیں جیسے کہ وہ نیک شخص یعنی امیر زندہ ہی ہے۔ دروازے کی شاہراہوں سے گزر کر ہم ایک احاطے میں پہنچے جس پر بنگلہ یا سائبان پڑا ہوا تھا۔ پھر ہم ایک پردے کے پاس پہنچے جو رنگارنگ تھا اور جب ہم وہاں گئے تو یہ اٹھا دیا گیا تھا۔ لیکن ایک در بھی اندر والے کمرے میں داخل ہوا جہاں لمبی پورے عورتوں کے سلیپر رکھے ہوئے تھے چار دروازے جو اسی کے قریب تھے اس وقت کھل گئے تھے اب میں تنہا رہ گیا تھا۔ اس وقت وہی بڑھیا یا مشاطہ اپنی بیگم کو میرے پاس لانے کے لیے بنا سنوار رہی تھی مجھے مختلف کمروں میں سے آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں یہ انھیں کی آوازیں تھیں جنکی جوتیاں باہر پڑی ہوئی تھیں سب کی آنکھیں مجھ پر تلی ہوئی تھیں کیونکہ یہ ساری کیفیت مجھے دراروں میں سے معلوم ہوتی تھی غرض کہ دروازہ کھلا اور مجھے اور پاس ہونے کا اشارہ ہوا۔

جب میں آگے بڑھا تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے اپنے کو چند سے جو پہنے ہوئے تھا ستر پاؤں ڈھانک لیا تھا اور یہ صرف پاس غیرت رکھنے کا باعث تھا۔ اسی روش سے میں کمرے میں داخل ہوا جہاں صرف ایک ہی لمبی چل رہا تھا جسکی کمرے کی چیزوں پر بہت ہی دھندلی اور ملکہ در روشنی پڑ رہی تھی۔

اس کمرے کے محیط ایک دیوانخانہ تھا جس پر نیلی اٹلس منڈھی ہوئی تھی اور اس پر تمام سنہری کام ہو رہا تھا کھڑکی کے ایک کونے میں آرزوے دل درامید جان بیٹھی ہوئی تھی شکر لب نے بہت ہی ہوشیاری سے اپنی نقاب سر سے پائون تک ڈال رکھی تھی صرف اسکی وہ سیاہ سیاہ آنکھیں تو چمکتی تھیں جو میری شکل شاہت کو نظر حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

اسنے مجھے اپنے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے باصرار انکا کیا تھا کہ معلوم

ہو کہ میں بہت ہی ادب اور تعظیم کے گہرے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں۔ مگر جب زیادہ انکار کرنا غیر مناسب تھا میں نے اپنے سلیپر اتار ڈالے اور الگ پلنگ کے ایک کونے میں اپنے ہاتھوں کو اپنی قبائین ڈھانک کر دوزانو بیٹھ گیا۔ اور اپنی ایسی بات کلف صورت بنائی کہ مجھے اپنے پر خود ہنسی آتی تھی۔

کچھ دیر تک ہم ایک دوسرے کے مقابل میں بیٹھے رہے کچھ باہم نہ باتیں ہوئیں سو معمولی سلام وغیرہ کے۔ میری دلربا دلبر نے میری مشاطہ کو حکم دیا کہ کمرے سے چلی جا۔ شکریہ اپنا مور کے بیرون کا مور چھل جو گاؤں تک یہ رکھا ہوا تھا اٹھانے کے لیے ذرا آگے کی طرف جھکی اور پھر اپنی نقاب گرا دی اور میری بے صبر آنکھوں کو ایسی صورت کے لیے پریشان مضطرب چھوڑا کہ جسکو نیچے اور صورتوں میں ممتاز بنایا تھا۔

یہ گویا ایک حجاب کا نشان تھا میں اس حسیت کے آگے بہت ہی جھکا اور میں نے بے ربط کلام سے اسکی تعریف کرنی شروع کی اور جب قدر کہ حسن اور خوبی اس میں تھی اسکو بہت ہی اچھے پیرایہ میں ادا کیا۔ اور اس انداز سے گفتگو کی کہ میری عمدگی اور میری قیمت اس کے دل میں کھب گئی۔ غرض کہ امیر الامرا کی بیوہ اپنے چاہتے سے پوری مطمئن ہو گئی اور جو بھروسہ کما سے چھپر کیا تھا وہ فوراً ظاہر کیا اور مجھے اپنی سب پوشیدہ باتوں سے اچانک آگاہ کر دیا۔

شکریہ۔ میں بہت ہی شکل کی صورت میں ہوں۔ وہ بری آنکھ جو چھپر تلی ہوئی ہو اس نے میری جان کو گھلا دیا ہو۔ تم خیال کرو کہ صرف اس دولت سے جو مجھے اپنے متوفی خاوند اللہ اسپر حمتین نازل فرمائے سے پہنچی ہو اور اس کے علاوہ اور بھی جو کچھ میرا مال و متاع ہو اس نے میرا ناک میں جم کر رکھا ہو اور صرف اسی کے سبب سے مجھے وہ دور اندیشانہ خیالات کرنے پڑتے ہیں کہ انھوں نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہو۔ اگر میں کنبے کی جاگیر سے علیحدہ ہو جاؤں تو چھپر رشتہ دار اپنی حقیقت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

میرے بھائیوں کی بڑی چاہت ہے کہ وہ میرے لیے خاوند تلاش کریں کیونکہ وہ ایک ادنیٰ لبا دا چانولون کے بورون سے بدلنا چاہتے ہیں۔ میرے متوفی خاوند کا ایک بھتیجا مولوی ہے اس نے جد اسم کر رکھا ہے وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جب خاوند مر جاتا ہے تو اس کا کوئی رشتہ دار بیوہ پر دعویٰ کر سکتا ہے۔ دوسرے اور رشتہ دار ہیں انھوں نے عجیب ناک میں دم کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ اس وقت تیرے قبضے میں ہے اس پر تیرا دعویٰ ہے پونچتا ہی نہیں۔ غرض ان باتوں نے مجھے ایسا سچین کیا اور ایسا پریشان بنایا اور اسے میں اسی طرح ہو گئی کہ میں نے اس پریشانی کے کھونے اور اس حقیقت سے نجات پانے کا اور اس سے بہتر کوئی طریقہ ہی نہیں دیکھا کہ میں دوسرا نکاح کر لوں قسمت نے تمہیں میرے راستہ میں بھینکا ہے خیر تو میں بھی موجود ہوں۔

پھر اس نے مجھے اس امر سے بھی مطلع کیا کہ اس نکاح کے لیے میں نے یہ یہ سامان کیا ہے۔ میں نے اس کے بند و بست کو بطیب خاطر پسند کیا۔ اور مجھے یہ بھی اطلاع دی کہ میں نے ایک قانونی شخص تجویز کر لیا کہ جو تمام مناسب کاغذ تیار کر لے گا۔ وہ یہیں اس وقت مکان میں موجود ہے۔

شکر لب ببت ہی بے صبر تھی اور یہ چاہتی تھی کہ ذرا بھی توقف نہ ہو۔ اس نے جلدی سے بوڑھی عورت سے کہا کہ تو حاجی بابا کو قانونی شخص کے پاس دوسرے کمرے میں لیجا یہ کمرہ مکان کے بہت ہی دور و دراز والے حصے میں تھا۔ علاوہ اپنے یہ قانونی شخص دوسرا بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا جس کی نسبت اس نے یہ بیان کیا کہ یہ بھٹارا وکیل قرار دیا گیا ہے کیونکہ جس قدر کہ عورت کی جانب پر ایک کیل کی ضرورت ہوتی ہے وہی قدر مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس نے پھر عقد نامہ میرے آگے پیش کیا جس میں ہنوز اس نے مہر لکھا تھا اور اس میں اس عورت کی ملک وغیرہ بھی شریک تھی اب مجھ سے درخواست کی گئی کہ تم اس میں کس قدر زیادہ کرتے ہو۔

یہ سنکر میرے کان ذرا کھڑے ہوئے اور پھر میں نے اپنی عقل کی طرف پلٹنا
 لکھا یا سب سے عمدہ جواب جو میں نے سکتا تھا وہ یہی تھا کہ میں نے پھر اسی جواب کو
 دوبارہ دھرایا کہ میں پہلے بڑھیا سے کہ چکا ہوں کہ تاجر کی دولت کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے جو
 دنیا کے مختلف حصص میں تجارت میں پھیلی رہتی ہو لیکن جو کچھ میرے پاس تھا اسکو اپنی
 بیوی کے دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا کیونکہ اس قسم کا اقرار نامہ طرفین سے ہوتا ہے
 میرے ضرر رسان کا تب نے کہا کہ یہ تو بہت ہی درست ہے لیکن کچھ چیز مصرعہ بھی
 ہونی چاہیے مثلاً اس معاملہ میں یہ بتاؤ کہ قسط فنیہ میں تمہاری جائیداد منقولہ اور غیر
 منقولہ کتنی ہے یہ تو ایک بدیہی امر ہے کہ تم اتنے دور دراز کے فاصلے پر سوائے عظیم الشان
 اور معروف مطالب کے اور کسی کام کے لیے تو آئے نہیں۔ اس جگہ تمہارے پاس جس قدر
 دولت ہو اسکو طر کر لو۔ چاہے زر نقد ہو چاہے تجارتی اشیاء ہوں۔ چاہے مکانات ہوں
 جس سے اسوقت ایک طینان ہو جائیگا

میں۔ (مطالبہ پر ذرا اچھا چہرہ بنا کر) یوں ہی سہی۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے دل
 میں اندازہ کیا کہ کیا کہوں پھر ذرا دلیری اور بے جگر می سے یہ بولا۔ اچھا تم لکھ دو
 کہ میں نے بیس ہتھیلیاں روپیہ کی اور وٹس کپڑوں کی دین۔
 اسپر امیر کی بیوہ اور اُسکے انجینٹ میں باہم گفت و شنید ہوئی تاکہ انجینٹ اُسے
 اطلاع دے کہ دولٹا کی یہ تجاویز نہیں اور اس میں بیوہ کی مرضی حاصل کرے۔
 غرض تھوڑی سی جھجک جھجک کے بعد تمام امور طر ہو گئے اور طرفین کا اطمینان ہو گیا۔
 دستاویزوں پر ہم دونوں کی جہر میں لگائی گئیں معمولی قول و قرار طرفین کے وکیلوں
 کی طرف سے ہوئے غرض شریعت کے موافق نکاح ہو گیا حاضرین جلسہ نے مبارکباد دی
 جسوقت کا تب روانہ ہونے لگے میں نے انکی اجرت دیدی اور انکے علاوہ اپنی
 دلہن کے گھر میں جس قدر لوگ تھے سب کو انعام بانٹ دیا۔

بجائے عثمان آغا کے پاس واپس ہونے اور نیچون کے پلنگ کے پاس لیٹنے کے بیان ہوا ہی اور سنا گئی۔ اور خاصے شاندار امیر ترک بنگئے اور ایسے سجے ہوئے حرم میں جا کر آرام کیا۔

باب بیست و نواں

حاجی بابا کا حقے والے تاجر سے دو تمند آغا ہونا

مجھے یہ امر جلدی معلوم ہو گیا ہو کہ مجھے بہت دشوار حقہ انجام دینا ہو۔ ایک چینی فلسفی کا مقولہ ہے کہ اگر کھانے کا عمل صرف منہ اور تالو تک ہی مقید رہتا تو اس بہتر بات کیا ہوتی اور پھر جھگڑا ہی کیا رہتا۔ لیکن یہ صرف معدہ اور ہاضمہ کے جبینی ہین اور جسم کا باقی ماندہ حصہ ہے کہ جو کس طرح سے خوراک ہضم کرنے میں مستعدی ظاہر کرتا ہو جس سے بہت کچھ صحت ہو پیدا ہوتی ہو۔ یہی شادی میں حال ہے کہ اگر صرف اسی پر انحصار رہے کہ جو کچھ بیوی اور خاوندین آکر واقع ہوا ہو تو تو ہم کچھ بات ہی نہیں ہو لیکن غضب تو یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ہاتھوں بڑتا ہو اور کنبے کو اس معاملے سے دلچسپی ہوتی ہو۔ اور وہی اس معاملے کی مصیبت اور خوشی کا انفصال کرتے ہیں میری خوبصورت بیوی نے شادی کے کئی دن بعد تک مجھے اپنے کنبے کی تاریخ سنانے میں لگائے رکھا۔ اُنکے باہمی تنازع کا بیان کیا۔ اُنکے حسد و اور بغض و عناد کا تذکرہ کیا اور خصوصاً اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ سب کا خیال میری طرف بہت ہی متوجہ ہو اور سب تجھ پر زیادہ تر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اُس نے مجھ سے اس امر کی بھی سفارش کی کہ ہین اس شادی کی اپنے بھائیوں سے اطلاع کرنے میں بہت ہی کمال اندیشی اور خیال چاہیے۔ گو ہمارا باہم بہت جلدی نکاح ہو گیا ہو اور ہم قانونی ایک دوسرے کے میان بیوی ہو گئے ہیں۔ مگر پھر بھی ہماری خوشی کا انحصار زیادہ تر اُنکی نیک مرضی پر منحصر ہے۔ کیونکہ وہ

بہت ہی دولت مند مین اور انکی تو قیر سارا شہر کرتا ہو۔ تو جہاں تک ہماری قدرت میں ہو اور جسے ہو سکے اُنے ارتباط کرنا چاہیے۔

ایک دور اندیشانہ اُسے یہ اندازہ کیا اور وہ بیان کرنے لگی کہ شادی کے معاملہ میں جب میری ایک دولت مند تاجر سے ٹھہر رہی تھی اور اس میں میرے بھائی سے صلح لی گئی تو اُس نے کچھ انکار نہیں کیا تھا مگر میں نے ہی اُس تاجر کو قبول نہیں کیا۔

تو اب ہمیں مناسب ہو کہ ہم اپنی شادی کی شہرت دیدین اور گھر میں سب کی بلالہ دعوت کر دیں اور نمایاں اور شاندار دعوت کرنے میں خرچ کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے کیونکہ ہمیں صرف یقین دلانا ہو کہ شکر لب صرف ایک پر سوسی پر کچھ کر ترفیہ نہیں ہو گئی ہو اور اُسے بالکل اپنے کو اُس پر رائل نہیں کر دیا ہو بلکہ اپنا معاون اور مددگار گھر کا منظم بنانے کے لیے نکاح کیا ہو۔ میں نے اُسکی خواہشات کی تائید کی اب میں ایسے موقع پر بہت خوش تھا کہ ہمارے اظہار اور خود دولت کا موقع آئیگا۔ میں نے دو ملازم کرایہ پر لیے دو نوں اپنا خطاب مخصوص کیا مگاہ رکھتے تھے میں نے اپنی بیوی کے متوفی خاوند کے سب پرانے حقے نئے حقوں سے بدلواے خبا اس وقت فیشن بھی تھا۔ اسی طرز پر میں نے اپنے لیے بھی ایک سٹ کا سٹ تھوہ نوشی کے پیالوں کا لیا طشتریوں میں بہت کچھ خرچ ہو گیا تھا بعض تو سونے کی تھیں اور بعض پر مینا کاری کا کام ہو رہا تھا اور جو میں نے حاصل اپنے استعمال کے لیے لین انہیں قیمتی جواہرات بڑا ہوا تھا۔

جب میں نے اپنی بیوی کے پہلے خاوند کے جوئے کو زیب پا کیا تو اب میں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ اسکے کپڑے بھی ٹٹولنے چاہئیں۔ شخص کپڑے پہننے میں بہت ہی شاد دل تھا اور اسکے بڑے بڑے قیمتی کپڑے رکھے ہوئے تھے وہ بھی زیب تن کیے۔ بالکل دعوت کا وقت آنے کے قبل میں نے اپنا سامان آغا کی طرح سے سب کر لیا۔ گو یہ تو مجھے یقین تھا کہ میں پیدا لشی نائی ہوں لیکن میری صورت شکل ایسی بنی ہوئی تھی کہ مجھے یہ کوئی نہیں

پہچان سکتا تھا کہ اسکی اصلیت یہ ہوگی بلکہ ایک امیرانہ صورت میری تھی۔
 میں اس امر کے بیان کرنے میں فروگزاشت نہیں کر سکتا کہ دعوت سے پہلے میں
 اپنے نئے رشتہ داروں سے بہت ہی لالچ صورت میں ملا۔ اور اگرچہ اس امر میں
 بہت ہی ہمت و دھماکہ دیکھوں ہماری ملاقات کا نتیجہ کیا ہوتا ہو مگر جب میں امیر کے
 موٹے تازے گھوڑے پر شاہراہوں میں سوار ہو کر نکلا گھوڑے پر چھتلی زین پوش جو میں
 پر لگوان جاتا تھا۔ چاروں طرف اچھے اچھے کپڑے پہنے ہوئے نوکر بچو بچو کرتے ہوئے
 ایسی حالت میں ظاہر ہو کہ میری خوشی اور شادی کا کیا عالم ہوگا۔ لوگوں کو میں دیکھتا
 تھا کہ برابر راستہ کرتے چلے جاتے تھے اور مجھے دیکھ دیکھ کر اپنے اور گھوڑے کی آن بان
 پر نظر ڈال کر جو کس ناز و انداز سے ٹٹک ٹٹک کر چلتا تھا گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسے مجھ
 جیسے سوار پر فخر ہو لوگ اپنے ہاتھ مجھے دیکھ کر برابر سینوں پر رکھتے جاتے تھے۔ ترکوں یا
 عربوں میں یہ قاعدہ ہو کہ اگر کسی کو سلام کریں گے تو اپنے ہاتھ ماتھے کی طرف نہ اٹھائیں گے
 بلکہ سینے پر رکھ لیں گے۔

میری اس شان و شوکت اور آراستہ و پیراستہ حالت سے اور کچھ نہیں تھا صرف
 ایک انسانیت ٹپکتی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی کوئی مرد آدمی ہو۔ یہ تو سب کچھ
 تھا اب یہ دیکھنا چاہیے کہ میرے ان ہم وطنوں پر کیا گزرتی ہوگی جو میرے ہمراہ کاروان
 میں آئے تھے اور جو اس وقت چڑے کی ٹوپیاں اور موٹے روئی کے کوٹ پہنے ہوئے
 تھے صرف اتنا تھا کہ اپنی حسرت بھری نظریں تجبانہ میری طرف اٹھاتے تھے اور
 مجھے اس جاہ و حشمت کا مزا لیتے ہوئے اور عثمانی پوشاک میں جلوہ دیتے ہوئے دیکھ کر منہ
 پھاڑے ہوئے سکتے میں رہ جاتے تھے۔ یہ میں نہیں جاسکتا کہ آیا اس حالت میں انھوں نے
 مجھے پہچانا یا نہیں لیکن ہاں جس شاہراہ میں میرا گزر ہوتا تھا میں ایک جانب اپنے سر
 کو پھیر لیتا تھا تاکہ میرا سر برے نمایاں عمامہ اور چھاج سی ڈارھی کے ضمنی سایہ میں پوشیدہ

ہو جاتا تھا۔

جیسا میں نے امید کیا تھا کہ میری ملاقات دیکھیے کیا نتائج پیدا کرتی ہو وہ نہیں ہوا بلکہ کامیابی کے ساتھ وہ وقوع میں آئی۔ انکا چال چلن کیسا ہی کیون نہو لیکن انھوں نے میرے ساتھ تو بہت ہی انسانیت برتی اور بہت ہی اخلاق و مروت سے پیش آئے۔ اور نیز وہ فخر کنان بھی اس امر سے معلوم ہوتے تھے کہ ہماری بہن سے تم نے شادی کر لی گویا ہمارا تمام خاندان نواز دیا چونکہ وہ تاجر تھے ادھر ادھر سے پھر پھر اگر آخر تجارت ہی پر آپڑے میں نے بھی یہ کام کیا کہ جہاں تک مجھے ممکن ہوا انھیں مل سکا توفیق ملایا کہ میری تجارت کی اتنی وسعت ہو اور مجھے اس میں یہ غلو حاصل ہو۔

جس وقت کہ انھوں نے مجھے تجارتی ملکی حالات دریافت کرنے شروع کیے تو میں بہت چونکا اور مجھے خوف معلوم ہوا اور ذرا چونکا ہوا کہ میں ہوشیار ہو گیا نہ انھوں نے مجھے بغداد اور بصرے کی تجارت پر حرج کے سوالات کرنے شروع کیے اور مجھے عرب اور عموماً ہند کے شہروں کا تجارتی تعلق دریافت کرنے لگے نیز چین کے ملک کا بھی ذکر آیا۔ بیان ان سب باتوں سے محض نا بلدا اگر کچھ راے زنی کرتے ہیں تو مشکل پڑتی ہو آخر یہی ہوا ہوئی کہ میں نے یکایک اس گفتگو کو پھر کر ایک آدھ بات پر ختم کر دیا اور دو تین باتیں اور تجویزین ملا کر انھیں ایسا راضی کر دیا کہ جس سے کوئی ایسی ویسی بات پیدا نہیں ہوئی۔

جب یہ بھی ملاقات اختتام پذیر ہوئی تو ایک خیال اور میرے دل میں آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ ابھی ایک فرض در بھی باقی رہ گیا ہو اور وہ یہ ہو کہ اپنے بڑے منہ بڑے عثمان آغا کو بھی اس خوشی کا حصہ دار بنایا جائے اور جو دعویٰ تقرب کہ ہمارے ہاں ہو گئی اس میں اسکو بھی شریک کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ وہ میری اصل نسل سے بخوبی واقف ہو اور یہ سخت مقام خوف ہو اگر کچھ لوے سے یا اشارت اسکی زبان سے کچھ نکل آیا تو غضب ہی ہو جائیگا تو اب یہ لازم ہو کہ نہ اسکو اور نہ اپنے کسی

ہموطن کو اس دعوت میں مدعو کروں بلکہ خبر بھی نہوں۔
جب یہاں میرا پورا جاماؤ ہو جائیگا اور مجھے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں رہے گا
اسوقت کچھ مضائقہ بھی نہ ہوگا۔

تیسواں باب

حاجی بابا کی اپنی بیوی سے نزاع

دعوت کا انجام بہت ہی کامیابی سے ہوا اور میں اپنے ہمانوں کو اس امر
کے یقین دلوانے میں پورا پورا کامیاب ہوا کہ حاجی بابا اسی شخصیت کا شخص ہو کہ جو
اسنے خود ظاہر کی تھی۔ اس کامیابی نے میرے نئے جوش اور خوشیاں پیدا کرنے کے لیے
قدم بڑھائے اور اب میں شب و روز خوشی منانے لگا۔ خوش و خرم آدمیوں کے ساتھ
بیٹھتا اور ان سے زندگی کی کیفیت اڑاتا۔ خوب خوب نفیس نفیس پوشاکیں زیب تن کرتا۔
یہ تو ایک بدیہی بات تھی کہ میرا ایک خوش قسمت دوست منڈلہڈی کے ساتھ نکال چھوٹا
میری بے آرامی کا باعث ہوا کیونکہ یہ میں خوب جانتا تھا کہ جھگڑا صرف بالائی اور
پنیر پر نہ اٹھانا تھا لیکن جن باتوں کا کہ میں نے بوڑھی عورت کو یقین دلایا ہو ان پر تو
ضرور ہی کچھ نہ کچھ غلطی اٹھے گا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ بوڑھا امیر یعنی میری بیوی کا دھوم خاندان بہت ہی
اچھا شخص تھا کہ تمام زندگی میں صرف ایک ہی شے پر جھگڑتا رہا دوسری چیز کی ذمہ داری
میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ جب میری یون تقدیر کھلی ہو تو میں زمانہ مدد تک
اسی خوش سلبوبی اور عیش عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کروں گا۔ میرا ارادہ ہوا کہ اب
ذرا اپنی فوق الجھڑک نا ایش و نشان و شوکت اپنے ہموطنوں اور کاروائیوں میں بھی
چلکر دکھاؤں اور جو کچھ میرے بوڑھے ماسٹر کو میری صورت پر دیکھ کر تعجب اور حیرت ہو

اُسکا بھی مزا چکھوں۔

اب اسوقت بالکل چاروں طرف امن و امان تھی تو یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب کچھ اغوا بھی اگر کوئی کرے تو نہیں ہو سکتا۔ مین نے اپنے قیمتی کپڑے زیب تن کیے اپنے صطبل کے نایاب اور بادرتار گھوڑے پر سوار ہوا اپنے ملازمین کو اپنے ساتھ لیا اور مین کا ردائسرا کی طرف بڑھا۔

جس کا ردائسرا مین مین نیچے لے کر داخل ہوا تھا۔ جب مین کا ردائسرا کے دروازے میں داخل ہوا تو کسی نے بھی مجھے نہیں جانا لیکن سب یہ سمجھ کر کہ یہ ہے کچھ مال خریدنے آئے ہیں اور کوئی رئیس ہیں تعظیم سجالائے۔ مین نے جاتے ہی عثمان آغا کو پوچھا۔ میرے خادم نے ایک نفیس ایرانی غالیچہ میرے بیٹھنے کے لیے بچھا دیا اور میرے آگے امیری قیمتی سجوانے اپنے کو لگا دیا عثمان آغا بہت ہی ادب آیا اور میرے غالیچے کے کونے کے پاس بڑے تکلف سے بیٹھ گیا لیکن ہنوز پہچانا بھی اُسے نہیں تھا مین نے اُس سے بغیر کسی بات چھپانے کے گفتگو کی کہ وہ ذرا غور سے میری طرف متوجہ ہوا اور دیکھ کے مین کو ن ہون عثمان آغا کو شبہ تو ہو گیا تھا اور بیتاب ہو اہا تا تھا۔ آخر نہ رہا گیا اور یہ کہہ ہی اٹھا بجز اتم حاجی بابا ہو۔ یا کوئی مستنفس ہو۔ یہ سنکر مجھے دل ہی دل میں بہت ہی آئی کہ جب طرفین سے باتیں ہوئیں اور وہ مجھے پہچان گیا کہ حاجی بابا ہی ہو تو مین نے اُس سے ساری کیفیت بیان کر دی کہ مین اس طرح سے اُن پچاسل شرفیوں سے جو آپ نفع کی تئیں اس شان و شوکت کو پہنچا۔ اسکا فلسفیانہ دماغ میری قسمت کے یکایک ملنا کھانے سے کچھ خوش نہیں ہوا لیکن ہاں جب میرے ہم وطنوں نے جانا کہ یہ اس پوشاک و جاہ و ثمر مین حاجی بابا کا جلوہ ہوا ہوا اور یہ گھوڑا نوکر جا کر قیمتی سجوانے یہ سب اسی کے لیے حاضر ہو تو اُنکے دل میں قومی حسد کی آگ بھڑکی اور میری یہ صورت اُنہیں سخت ناگوار گذری۔ مجھ سے اب بھی غلطی ہو گئی مجھے ضرورت ہی کیا پڑی تھی کہ مین اپنے کو اس بُری

صورت میں ظاہر کرتا۔

ایک بولا۔ کیا یہ صفہاں کے نانی کا بیٹا وہی حاجی بابا ہے۔ خدا کرے اسکے باپ کی قبر ناپاک ہو اور اسکی مان پر لعنت پڑے۔

دوسرا بولا۔ اسراہان سرزمین کے اچھے لڑکے تو نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ خدا کرے اور بھی یوں ہی کریں۔

تیسرا بولا۔ اسکے بڑے عمامے اسکے لمبے جامے اور اسکے بڑے پیچوان کی طرف تو خیال کر د اسکے باپ نے تو کبھی خواب میں بھی یہ چیزیں نہیں دیکھی تھیں۔

میرے ہموطن مجھ سے اس حاسدانہ گفتگو سے پیش آئے بجائے عزت کرنے کے انھوں نے میری اور توہین کی میں دہان سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر انھیں انکی حقارت آمیز گفتگو کرتے ہوئے چھوڑ آیا۔

پہلے تو مجھے یہ جوش آیا کہ اپنے غضب نازل کروں۔ اور پھر دوبارہ مجھے خود اپنے پر غصہ آیا۔

میں۔ آپ اپنے دل میں بیشک تم نانی کے لڑکے ہو جو کچھ انھوں نے کہا تو علی حسین نانی کی روح کی قسم سچ کہا۔ کیا یہ ممکن ہو کہ ایک موٹا تازہ شکاری کتا بیٹر یون میں جا اور اسکے ٹکڑے نہ اڑ جائیں۔ کیا ایک بیوقوف شہری یہ ممکن ہو کہ جنگلی اور وحشی عربون میں چلا جائے اور وہ اُسے فوج کھسوٹ کر برہنہ نہ کر دیں شاید حاجی بھی ایک دن عقلمند بن جائے لیکن اول ہی اول جو اُسے زرخیزی حاصل کرنے کا موقع آیا ہو یہ تو اُسکے لیے ضرر رسان ہوا۔ (اپنی وڑھی اپنے ہاتھ میں لے کر) یہ سخت کس مطلب کی ہو ہائے وڑھی اتنی طبری ہو کہ عقل نہ آئی ایک بہت بڑے عقلمند کا قول بہت ہی درست ہو کہ اپنا ساتھی کبھی اپنے ساتھی کی سر بلندی اور سرفرازی سے ہرگز خوش نہ ہو گا بلکہ اسکی خوشی اُسوقت ہوگی کہ جب وہ اُسکو پھانسی کی لکڑی

پر ٹسکا ہوا اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا۔

اسی خیال میں غلطان و سچان میں اپنے گھر کی طرف پھرایہ ارادہ میرا پہلے ہی سے ہو گیا تھا کہ تمام باقی ماندہ دن ایک گوشہ میں آرام سے اپنی اس صورت پر خیال ڈرتا رہوں گا مگر اس سچ و ملال میں یہ حزن اور بھی بڑھا کہ میری بیوی شکر لب کو خبر نہیں کس پاچی اور پلید پدر مگ نے بہکا دیا کہ اُسے اُس روپیہ کا مطالبہ کیا جو دھن کے جوڑے بننے کے لیے اقرار کیا تھا۔ اسکی بیجا بیجا نامتعول استدعا سے مجھے وہ غصہ آیا کہ جس قدر طیش پہنے ہو وطنوں کی طرف سے میرے دل میں اُٹھ رہا تھا وہ سب اُسی پر پلٹ پڑا اور میں نے اپنا غصہ اُس پر اتارا۔ میں نے بہت ہی غضب کی حالت میں اور زور سے یہ الفاظ کہے۔ لعنت ہو اچرا و رفت ہو تجھ پر یہ میں نے حد سے زیادہ طیش کی حالت میں کہا میں تو ہمیشہ بہت ہی ملائم اور نرم دل تھا۔ لیکن اسوقت مازندران شیر کی طرح سے بھڑک اُٹھا۔

میری بیوی پہلے تو میرے اس غیظ و غضب سے بہت ہی حیران ہوئی اور اب وہ اپنی بوڑھی عورت اور لونڈیوں کو اپنی تائید کرنے کے لیے مستعد کر کے جواب دینے کے لیے بہت ہی بے صبر معلوم ہوئی اور موقع ڈھونڈنے لگی۔ پھر جو موقع پا کر اُسے جواب دینا شروع کیا تو وہ وہ الفاظ تیزی میں بولے کہ یہ تعجب ہوتا تھا کہ اتنے سے چھوٹے دہن سے اتنے بڑے الفاظ کیونکر سرزد ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اسکی طراری کے آگے بڑھیا عورت بھی گردن تھکی اور تمام عورتیں بول رہی تھیں لیکن تو بے اُسکے آگے کہیں چل سکتی تھیں۔ تاہم مجھے وہ سب ملکر ٹوٹی پڑتی تھیں اور اُنکے غصے اور غضب سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مجھے بالکل مغلوب کر لیں گی میں نے انکا مقابلہ کرنا چاہا مگر محض ناممکن تھا۔ اس قدر دند حیا اور وہ طیشی شعلہ ہائے آتشیں بلند ہوئے اور اس قدر کھرام مچا کہ تمام عالم سر پر اُٹھ لیا اور جس کمرے میں یہ آفت برپا تھی وہ

اس قابل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں اور ہماری اس صورت کو سنبھال لے گا۔
آخر میں نے یہ مصلحت سوچی کہ ان سے پناہ لینی چاہیے۔ میں حرم سرا سے اس
وا دیلا ناز و بکا اور غل شور سے چلا گیا۔

میں اس غم و الم اور خرونی میں اپنے کمرے میں جا کر بیٹھا اندر سے دروازہ
مقفول کر لیا گو اس کمرے میں ہر قسم کا سامان عیش و نشاط جمع تھا جس سے میں
اپنی طبیعت کو بطرز احسن شادمان کرتا تھا۔ مگر نہیں میں اسوقت وہ سخت اور کڑی
تھا کہ جسکی تمام خوشیاں غم و الم کے ساتھ بد لگسی تھیں اور سر میدان پر خزن ملال
کی افواج قاہرہ برابر تاخت و تاراج کرتی چلی آتی تھیں۔ یہاں تو کیفیت تھی۔

نسل من از دو دمان نفع انسانی منجو	اور غم رضوان در دست آدم و حوا حسن
-----------------------------------	-----------------------------------

اسوقت جو کچھ کہ بے آرامیاں اور مصائب تھے وہ سب میرے آگے پھر رہے
تھے مجھے اسکا بار بار خیال آتا تھا کہ میں اپنے جال میں خود ہی پکڑا گیا۔ یہ بھی خیال
آتا تھا کہ اگر اس بلا سے بے درمان سے جھوٹی ہوا بندیاں کر کے اور غلط بول بولا کر
اسوقت خلاصی بھی حاصل کروں تو پھر کیا کرے کی مان کب تک خیر منائیگی پھر اسکا
آخر یہی ہوگا کہ مصیبت دوبارہ نازل ہوگی۔

اگر ایسا ہوا کہ اسوقت تو میں اچھا ہو کر چھوٹ جاؤنگا لیکن جب میری بیوی
عدالت میں استغاثہ دائر کر لی تو ظاہر ہو کہ اقرار نامے پر میری مہر ہو اور مہر بھی مل
مہر تو پھر اسوقت سوائے اس کے کہ ایک عالم کی نگاہ میں جھوٹے ثابت ہو اور دنیا
کی نگاہ میں ذلیل ہوا دیکھا ہوگا وہی ڈھاک کے تین پات موجود ہیں۔

چوبیسواں باب

حاجی بابا کا ٹھکانا ثابت ہونا بیوی کو کھونا اور پھر وسیع دنیا کا اسکی آنکھوں کے آگے آنا

میں نے اپنی رات تپ گرفتہ کی طرح سے بہت سچپنی کی حالت میں گزاری اور جب تک کہ ملاؤں نے اپنی اذانوں سے دن نکلنے کی خبر نہ دی میں نہ سویا۔ شاید ہی ایک گھنٹے میں سویا ہونگا کہ اتنے میں میرے کانوں میں کچھ غیر کی سی آواز آئی کہ میرے خادم نے مجھے آکر اطلاع دی کہ آپ کے بستی بھائی مع چند آدمیوں کے موجود ہیں یہ کہتے ہی میرا تو دم فنا ہو گیا اور میرے تمام جسم پر ایک رعشہ سا چھا گیا اور تمام اوسان باختہ تھے۔ کہ اب جو کچھ میں نے اُنکے آگے جھوٹ بکا ہو دیکھیے اُنکا تیج کیا ہوتا ہو بچا پس خطرے جو ایک سے ایک بڑھا ہوا تھا میرے دماغ میں اُنے شروع ہو گئے اور میرے تلووں میں وہ سنسنیاں اُٹھیں کہ برسوں ہو گئے تھے جب مجھے مشہد میں سبق ملا تھا اس وقت شاید ایسی حالت ہوئی ہو تو ہوئی ہو میں نے اپنی طبیعت میں بھر خیال کیا کہ کچھ ہو شکرب آخرو کو میری بیوی ہو اور اگر فرضاً باشد یہ بھی سہی کہ میں نے جلد سازی کر کے انھیں اس صوفے میں بٹھایا کہ میں! میرے ہون تو کیا نئی بات کی ہزاروں یوں ہی رات ن کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے نوکروں سے کہا کہ انھیں یہیں بھیج دو اور بہت جلدی قیلاں اور کافی تیار کرو۔

میرا بستر اتو میٹ کر کرے کے باہر چلا گیا تھا اور میرے ہمان بہت ہی خاموشی لچا میں یکے بعد دیگرے میرے دیوان خانے میں آکر بیٹھے۔ ان آدمیوں میں دو میری بیوی کے بھائی تھے۔ اُسکے چچا اور ایک نہایت ہی ورثت صورت کا ایک شخص تھا کہ جب کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا یہ تو سب بیٹھے ہوئے تھے مگر میرے کی طرف خدام کا ایک گروہ کھڑا ہوا تھا جس میں دو آدمی ایسے جلا دون کی سی صورت تھے کہ مجھے تو اُنکی صورت سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ یہ بڑے بڑے ذہنی ہتھیار باندھے ہوئے تھے اور میری طرف ان کی آنکھیں برابر لڑ رہی تھیں۔

میں نے کوشش کی کہ میں اپنے کو بہت ہی غریب اور مسکین ثابت کروں۔

مین نے بطور مکر کے انکے آنے پر بہت ہی خوشی ظاہر کی اور انکی صورتوں کو دیکھ کر کھل گیا۔

مین نے ان سے بہت ہی مختصر یک تلفظی لفظوں میں باتیں کہیں اور پھر مین نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ قلیان لاؤ اور قہوے کی پیالیاں آگے حاضر کر دیجے خیال تھا کہ شاید اسکا انکے دلون پر کچھ اثر ہو۔

مین۔ (بڑے بھائی کی طرف مخاطب ہو کر) خدا کرے تمہارے گھنٹے خوش قسمت ہوں۔ اسوقت علی الصبح مجھ سے کوئی بات کہنی ہو اگر ہو تو ارشاد ہو۔

بڑا بھائی۔ (بدشگون توقف کے بعد) حاجی کیا تم نے بغیر فہم و ادراک اور سمجھ بوجھ کے ہلکے جانوروں کی طرح سے برتا۔ یا تم آج کے دن اپنے کو اسدرجہ کا آدمی سمجھتے ہو کہ تمہارا کوئی مقابل نہیں ہو خصوصاً کیا تمہیں یہ اتحقاق ہو کہ تم آدمیوں کی داڑھی اپنے ہاتھ میں پکڑ لو اور جو تمہارا جی چاہے انکے ساتھ کرو اور پیش آؤ۔

مین۔ یہ کیا بات ہو جو آپ فرما رہے ہیں اور میرے آغایں تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا میں تو ایک چٹکی خاک سے بھی تو کم تر ہوں۔

دوسرا بھائی۔ (بہت ہی تیز اور گرم لہجے میں) اس شخص تو یہ کہتا ہو کہ میں کچھ بھی نہیں لیکن تو یہ بتا کہ ہماری توئے گت کیا بنائی ہو۔ کیا ہماری کچھ بھی حقیقت نہیں ہو کہ تو اتنی دور بغداد سے ہمیں بندر کی طرح ڈگڈگی پر نہ جانے آیا۔

مین۔ ایسا لہذا بزرگ اور نیک۔ یہ سارا معاملہ کیا ہو۔ آپ کس معاملے میں گفتگو کر رہے ہیں مین نے کیا کیا آپ فرمائیے اور سچ فرمائیے۔

میری بیوی کا چچا۔ آہ حاجی حاجی (اپنا سرا و بھوری داڑھی ہلا کر) تم یہ کیا بک رہے ہو۔ اور بھلا خیال تو کرو کہ تم جیسا شخص کہ جسے دنیا کا بہت کچھ دیکھا ہو اور وہ یہ خیال کرے کہ اور وں کو اپنے ساتھ غلامت کھلانے میں شریک کرے اور پھر اللہ کا

شکر کرے۔ خیر ہم غلامت تو کھالین گے لیکن حضرت تصور معاف آپ کی بیجا باتوں کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

مین۔ احو میرے مغز چچا آخر آپ بتائیں تو سہی کہ مین نے کیا کیا ہے۔ آپ کو میری روح کی قسم فرمائیے تو سہی۔

میری بیوی کا چچا۔ آپ نے کیا ہے۔ کیا آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ کیا آپ نے چوری نہیں کی۔ کیا آپ نے دھوکا دے کر ایک باعصمت عورت سے شادی نہیں کی۔ آپ تو ایک ایسے شگرت شخص ہیں کہ یہ سب کچھ کیا لیکن پھر بھی کچھ نہ کیا۔

بڑا بھائی۔ تم اسے بڑی عزت خیال کرتے ہو کہ اصفہان کے نائی کے لڑکے نے قسطنطنیہ کے دولتمند خاندان کی لڑکی سے شادی کی۔

دوسرا بولا۔ آپ لکھیے تو سہی کہ صرف نیچے فروش شخص تاجر کے بھیس میں بنو دل ہوا اور وہ اس امر کے قابل سمجھا گیا۔

چچا۔ بہت ہی شدت سے لیکن حاجی۔ الحمد للہ رب العالمین بہت بڑا عظیم الشان تاجر ہے۔ اسکا ریشمی اور مخملی سامان اسوقت راستہ میں ہے اور اسکے تباہے میں بنجارا سے بھیڑی کا چڑا آئیگا۔ اسکے دو شالے ہمارے لیے کشمیر سے آرہے ہیں۔ اور اسکے تجارتی جہازوں نے چین اور بصرے کے سمندرون کو پاٹ دیا ہے۔

چچا کا بیٹا۔ آپ اسے نائی کا بیٹا کہتے ہیں۔ مین نہیں خدا نخواستہ یہ تو قریش کی نسل میں سے ہے۔ یہ اولاد قریش میں سے تھوڑی سی ہو بلکہ اللہ کی عنایت سے اس خاندان کے جدا مجد میں سے ہو۔ بھلا منصور سی عرب سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

مین۔ بار بار یہ بات ہی کیا ہے۔ تمام طوفان عظیم کو اپنے گرد و برپا دیکھو اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انیک تیغ و گردن لیکن آپ سب کا سر مجھ غریب کو کیون قتل کرتے ہیں۔

بد ہیئت شخص۔ جواب تک خاموش کھڑا ہوا تھا۔ اے بے ایمان شخص سُن صہل یہ ہو۔ تم وہ کبھی نہ ہو کہ تھیں زندہ چھوڑنا کسی طرح زیبا نہیں ہو۔ اگر تو اپنی زندگی چاہتا ہو تو ابھی سب چیزیں جو اس مکان میں ہیں چھوڑ کر چلا جا۔ اور کیا تم ان آدمیوں کو دیکھتے ہو۔ ان دونوں خوفناک شخصوں کی طرف اشارہ کر کے وہ تمھاری روح جسم سے اس طرح سے باسانی نکال لینگے جیسے وہ اپنا تار کو پائپ سے پھینک دیتے ہیں۔

یہ سنتے ہی تمام مجلس کی مجلس ٹھٹھکی اور وہ وہ نادرت اور ناشائستہ الفاظ سے مجھے یاد کیا جو ہر گز میرے قابل نہ تھے۔

یہ غضبی شعلے بھڑکتے رہے میں چپکائنا کیا۔ اس عرصے میں مجھے کچھ سوچنے کا وقت بھی مل گیا۔ اور اب میں نے ارادہ کیا کہ اگر ہو سکے تو کچھ اسکی روک کر دوں۔

میں۔ (بد ہیئت شخص کی طرف مخاطب ہو کر) تم کون شخص ہو۔ یہ کس کو دلیری ہو کہ میرے مکان میں چلا آئے اور مجھے اپنے گتے کی طرح سے برتے۔ اور اگر انکی کہو اپنی بیوی کے رشتہ داروں کی طرف اشارہ کر کے یہ گھانکا ہو اور انکا آنا یہاں مبارک ہو۔ لیکن تم نہ میرے خسر ہو۔ نہ نسبتی بھائی ہو۔ نہ چچا ہو۔ کچھ بھی نہیں بھو بیان کیا کرنے کو آئے ہو۔ میں نے تمھاری لڑکی یا بہن سے شادی نہیں کی ہو اس لیے میں کوئی فرد بشر ہوں اس سے آپ کو کچھ غرض مطلب۔

جب تک میں یہ کہتا رہا انکا یہ عالم تھا کہ مارے غصے کے پھٹکے جاتے تھے اور وہ جلاوی صورت اپنے گانچھے آنکھوں کے کونے پر لیجاتے تھے اور منچہ شیر خزان کی طرح سے خون کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ اگر بس چلے تو نگل جاؤں۔

بد ہیئت شخص۔ (دہت ہی غصے کی آواز میں) میں کون ہوں اگر تم مجھے جانتا چاہتے ہو تو انھیں سے پوچھو جو مجھے یہاں اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ میں اور میرے یہ دونوں جلاوی صورت آدمی حکام کی طرف سے ہیں۔ اگر تم انکی ذرا بھی حقارت کرو گے تو یاد رکھنا کہ یہ

تھارے لیے بہتر نہ ہوگا۔

میں بہت ہی نرم آواز سے (یہ دریافت کر کے کہ یہ پولیس کے افسر ہیں) اچھا
اگر تم مجھے اپنی بیوی سے جدا کرنا چاہتے ہو جس سے میں نے شریعت کے بموجب نکاح کیا ہے
تو مجھے کسی حاوی قانون شریعت سے شورہ کر لینے دو۔ اسلام کا ہر ایک فرزند قرآن شریف
اپنی پناہ کے لیے رکھتا ہے۔ اور تم ایسے کافر نہیں ہو کہ مجھے قرآن شریف سے غلطہ کرو گے
علامہ اسکے میں یہ بھی تو نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ تمھاری تجویز ہو وہ میری بیوی نے بھی پسند کر لی
ہو یا نہیں۔ پہلے اسی نے مجھے تلاش کیا میں اُسکا متلاشی ہوا تھا۔ اُس نے مجھے اپنی حفاظت
کے لیے نکاح کیا اور اپنی مرضی سے میری منگو بہ بنی جب میں نے اُس سے نکاح کیا میں حملہ
نا واقف تھا نہ اُسکی دولت اور نہ اُسکے کہنے کی امیری کی بشارت سنی تھی۔ جو کچھ یہ ہوا ہے
سب تقدیری سر نوشت تھی۔ اور اگر تم مسلمان ہو تو کیا تقدیر کے نوشتے کی مخالفت کرو گے۔
بڑا بھائی۔ شکر لب کی مرضی کی بوجھ تو ذرا اپنا منہ دھور کھو وہ تو ہم سے بھی زیادہ
یہ چاہتی ہے کہ تم سے علیحدگی ہو جائے۔

اسکے بعد عورتوں کے گردن میں سے یہ آوازیں میرے کان میں آئیں۔ ہاں ہاں
برائے خدا سے بامن یہاں سے جانے دو۔ خدا کی عنایت سے ہم آزاد ہو جائیں گے جس کے
سے کہ یہ آوازیں آ رہی تھیں جب میں نے اُس طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ میری بیوی
اپنی لوتھیلوں باندیوں عورتوں کا سر غنہ نبی کھڑی ہو جو اس وقت اس لیے مستعد تھیں
کہ میرے خلاف گواہی دیں۔ انکی صورتوں سے بُرائی ہویدا تھی اور وہ سب غل و شور مچا رہی
تھیں اور سب کا عندیہ یہ تھا کہ یہ بد بخت کہیں یہاں سے دفع ہو۔

جب میں نے یہ دیکھا کہ تمام طوفان بے تمیزی موجزن ہو رہا ہے اور ہر وقت سب
میری مخالفت پر تلے ہوئے ہیں تو ان سے باز رہنا ناپسند آیا انکا مقابلہ کرنا امر محال ہوگا۔ ایک
تو یہ ملک نیا دوسرے میرا کوئی یہاں ہاں میں ہاں ملانے والا نہیں۔ کیا ہو سکتا تھا۔

میں بہت اچھی طرح سے ذرا اپنی اچھی صورت بنا کے اٹھ بیٹھا اور اٹھتے وقت یہ کہا۔
 اگر یہی مرضی ہو تو یہی سہی نہ مجھے شکر لب کی حاجت ہو۔ نہ اُسکے روپیے کی۔
 نہ اُسکے بھائیوں کی نہ چچا کی نہ اُن چیتروں کی جنکا اُن سے تعلق ہو لیکن ہاں یہ ضرور
 کہو نکا کہ آپ لوگ مجھے اسلامی طریقے سے پیش نہیں آئے۔ خیر ایسا ایک مسلمان کو بت ہی
 نازیبا ہو۔ کاش اگر میں کافروں کا لگتا ہوتا تو یہ گت تو میری جب بھی نہ بنتی وہ مجھے اچھی
 طرح پیش آتے مین تہ دل سے یقین کرتا ہوں کہ جو نہ اُن لوگوں کو ملے گی کہ جنہوں نے ہمارے
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی ہو وہی اور اُسی قدر بر ذرقیامت اُن لوگوں کو
 ملے گی جنہوں نے اسوقت میری عزت ریزی کی ہو اور میرا دل دکھایا ہو پھر میں نے ٹھنڈی
 سانس بھر بھر کر اُنکے خلاف قرآن شریف کی یہ آیتیں جس قدر کہ مجھے یاد آئیں پڑھ کر سنائیں
 وہ جلتی ہوئی اور متعل آگ کی پوشا لکین بنیں گے جو اُنکے جسموں پر کسی ہوئی ہوگی۔
 کھولتا ہوا پانی اُنکے حلقوں میں چوایا جائیگا۔ انکی تمام رودین اور جڑا پھل پھل جائیگا
 اور پھر اس حالت میں اُنپر آگ کے بھرے ہوئے گز پڑینگے اور آتشیں کوڑوں سے انکی
 کھال اُڑھری جائیگی اور جنکی آوازیں بجلی کی گرج کو بھی مات دیگی۔

اسوقت سچ کے کرے میں کھڑے ہو کر میں بہت ہی زور و شورا وغصے میں یہ آیتیں
 پڑھ رہا تھا اور میں نے اپنے کو اپنی پوشاک اور اُس ہر ایک حصے سے برہنہ کر دیا تھا جو میری
 بیوی کا تھا یا اُسکے روپے سے خریدا گیا تھا ہر شے اُسکی میں نے زمین پر پھینک دی تھی میں نے اُسکے بعد
 اپنا پُرانا چٹھا مانگا اور اُسکو اپنے کاندرھے پڑا لکڑی پر لعنت ملامت کرتا ہوا دھانے چلا آیا۔

پچیسواں باب

شاہراہ کے ایک واقعہ سے حاجی بابا کی کچھ کچھ مایوسی کم ہونا اور عثمان آغا
 کی صلح سے اُسکی دھارس بندھنا

جب میں شاہراہ میں آیا تو بغیر سوچے اس امر کے کہ میں اپنا قدم کس طرف اٹھاؤں میں جلدی جلدی چلا سہارا ہا قسم کے خیالوں نے میرے دل میں اپنا گھر کر لیا تھا اور اس وقت میری یہ حالت ہو گئی اور کچھ ایسی عقل ضبط ہوئی کہ جب میں نے سمندر کو لہریں مارتا ہوا دیکھا تو یہ غم کیا کہ اس میں گر کر مر جاؤں۔ کیونکہ حرامی اور شکستہ دلی میری راہ نمائنگی تھی اور اس وقت جو کچھ میری طبیعت کی حالت تھی وہ قابل بیان نہیں۔

از در دوست چه گویم بچہ عنوان رستم | ہمسہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رستم
مگر ایک کھلے ہوئے میدان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس میں ایک واقعہ ہوا جو بظاہر سقید را و رہیو وہ تھا لیکن میرے لیے وہ بہت ہی نتائج خیز ہوا اور اس سے وہ مایوسی اور ناامیدی کہ جس سے میں اپنی جان بکھونے پر آمادہ ہو گیا تھا جاتی رہی۔ میں نے کتوں کو باہم لڑتے ہوئے دیکھا جو قسطنطنیہ کی شاہراہوں میں کٹر لڑا کرتے ہیں۔ ایک کتا دوسرے کتوں کی سرحد میں آ گیا تھا اور جس نے انکے حقوق کو فسق کر دیا تھا اور انکی ہڈیاں گڈیاں کھا گیا تھا۔ فوراً ہی ایک آتش فتنہ بٹھکی سب دوڑتے تھے اور بے تحاشہ بھونکتے تھے بغیر کتا بہت صفائی سے انکی سرحدوں سے گذر کر اپنی حدود میں چلا گیا اور وہاں سے اپنے چند ساتھیوں کو لیکر پھر ان کتوں پر حملہ آور ہوا جس وقت کہ میرا گذر اُدھر ہوا تو آتش جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

میں اس جگہ کھڑا ہوا تھا کہ یکا یک ایک خیال میرے دل میں آیا اور میں یہ کہنے لگا کہ اے باری تعالیٰ تیرے ارادے اور منصوبے بھی کیسے غیر ممکن تہفیش میں کوئی نقص نہیں کر سکتا بھلا انسان ضعیف بنیاد کم عقل کم نظر کیونکر تیری پابندیوں کو سمجھ سکتا ہی

نشان اسکی حقیقت کا نہ پادین	زمین سے آسمان تک آگے جاوین
نہ پایا بھید پر اسکا کسوین	ہزاروں مرگئے اس جستجو میں
گدا کو بخشتا ہی پاد شاہی	شہنشاہوں کو دیتا ہو گدا کی

تو نے خود اس وقت میری راہ میں وہ سبق ڈالا ہو کہ جس سے میں اپنی راہ جلد
مجھے جانا چاہیے پوری پوری تلاش کر سکتا ہوں اور جو بچہ بھروسہ کرتے ہیں ہمیشہ تو
انکا معاون و مددگار رہتا ہو گو تو نے مجھے کتے سے سبق دیا ہو مگر مجھے زیبا ہو کہ میں انکو
حقارت کی نظروں سے نہ دیکھوں۔ اب مجھے فرض ہو کہ میں ہاں چلا جاؤں جہاں میرا
کوئی دوست ہوتا کہ اُسکی نصیحت سے میں اپنی ڈھارس بندھواؤں۔

تو اس خیال پر میں نے اسی صیبت زدگی اور قہر کی کیمالت میں اس طرف رخ کیا
کہ جہاں میں اپنے پُرانے دوست بوڑھے ناصح کو پاس کون۔ باوجودیکہ وہ ترک تھا لیکن
ہمیشہ میرے ساتھ اس طرح سے پیش آتا تھا کہ جیسے اپنا ہموطن یا میرے نزدیک ملت کا
شخص بچہ بھی جب میں اس حالت میں گیا تو وہ بہت ہی اچھی طرح سے پیش آیا اور اُسے
اپنا قلیان مجھے پینے کو دیا اور بہت ہی ٹھنڈی اور فوسناک لٹنی لٹنی سانس بھر کر
یہ کہا۔ امجد کریم۔ جو کچھ مجھ پر گزری تھی سب حرف بحرف اُس سے کہ دی۔

عثمان آغا۔ اے میرے دوست جب تم اس شان و شوکت اور جاہ و چشم سے
اپنے ہموطن ایرانیوں میں مجھ سے ملنے آئے تھے تو مجھے کھٹکا ہوا تھا کہ ضرور کچھ نہ کچھ
ہتپر آفت آکر واقع ہوگی۔ تم ابھی بچے ہو تم ان باتوں کو نہیں سمجھتے کہ تمہیں کیسی
عداوت انگیز چیز ہو کیا تمہیں اسکا کبھی ایک لمحہ بھی خیال آیا تھا کہ تمہارے وہ ساتھی
جنکے ساتھ تم نیچے اور شیراز کا تما کو فروخت کرتے تھے اور دن بدن نہایت ہی سختی سے
محنت میں مصروف رہتے تھے اچھا جب وہ تمہیں اس شان و شوکت اور نمایاں ترقی
جاہ و چشم میں دیکھیں گے تو انکا کیا حال ہوگا اور وہ کیسے انگاروں پر لوٹے ہونگے
کہ تم اس درجہ پر پہنچ گئے جسکی کبھی خواب خیال میں بھی کوئی امید نہیں کر سکتا تھا۔
جب تم اچھا قیمتی کوٹ اور ایک بیش بہا ٹوپی اور ایک اسپ با درفتار ران کے نیچے
ان لوگوں کے آگے دبا کر آئے کہ جنکے پاس گدھا بھی نہیں ہو تو وہ بتاؤ کیا خیال کرینگے

بس ہی سوچیں گے کہ اسکے ہاتھ کہیں سے مال لگ گیا ہو۔

جب انکی نگاہیں بھاری پُرشوکت اور نمایاں پوشاک پر پڑیں۔ انھوں نے بھارا
اور تسروالا پائپ ملاحظہ کیا تھا کسے ساتھ آدمیوں کی قطار کبھی بھارے بڑاؤ زیور پہنے
ہوئے گھوڑے کو نظر کیا اور بھاری عظمت اور جلال پر نظر کی فوراً آتش حسد کے شعلے لگی
مجرور دل میں بھڑک اٹھے اور انکی آنکھوں سے عداوت کا غبار نکلنے لگا تو اب انھوں نے چاہا
کہ جہاں تک ہو سکے کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ جس سے بھارا تنزل ہوا اور جو کچھ عزت
تھیں حاصل ہوئی ہو یہ سب برباد ہو جائے۔ تو یہ بدیہی ہو کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے
بھاری بیوی کے بھائیوں سے جا کر کانا پھوسی کی کہ یہ شخص جس سے آپ کی بہن منسوب لگی
ہو بغدادی تاجر نہیں ہو بلکہ یہ صفہاں کے نانے کا بیٹا ہو۔ انھیں لوگوں نے اُن باتوں
کو جھٹلایا ہو جو تھیں شادی ہونے پر اپنی بیوی سے بنائی تھیں اور انھیں نے ہی بہت آزادی
سے بھائے خاندان وغیرہ کی بھی تردید کی جو تھیں قریشی بتایا تھا اور جو کچھ تم نے اپنی تجارتی
دھوم دھام دکھانی تھی اور اسکے تروتازہ اسباب کا نقشہ انکی آنکھوں کے آگے کھینچا تھا
اور سب کو اپنی مالی حالت کا سربلغ دکھا کر دھوکے میں لائے تھے اور بخارا کا بیوپار
اور چین میں اپنے جہازات چلتے ہوئے لوگوں پر عیان کیے تھے سب کی ان لوگوں
نے اصلیت ظاہر کر دی۔

کاش اگر تم مجھ سے حاجی بابا ترکی آغا کے طور پر نہ ملتے بلکہ حاجی بابا صفہاںی
کے لباس میں ملاقات کرتے تو میں تمھیں ہرگز یہ فضول نمائش نہ کرنے دیتا اور کبھی یہ بات
نہ دیتا کہ تم اپنے ہموطنوں کو یہ فلاح اور سرسبزی اپنی دکھاؤ لیکن اب جو کچھ
معاملہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ ہوا کا رخ ہی پھر گیا اب اگر تم سے کہنے کی بات ہو تو یہ ہو کہ
آئندہ کے لیے اس سے تم تجربہ حاصل کرو۔

اس نصیحت آمیز گفتگو کے بعد اُس نے پائپ بھر پیا اور صفہاں میں سے دھوئیں کے

بقے کے بقے نکالنے لگا۔

میں۔ یہ تو سب درست ہو جانے فرمایا ہو جو کچھ ہوا سو ہوا اور خدا اس کا نتیجہ بہتر کرے۔ مگر ان تمام باتوں کے بعد یہ ہو کہ میں مسلمان ہوں اور انصاف جیسا دوسرے شخص کے لیے ہوا ایسا ہی میرے لیے ہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو طلاق دیدی ہو یا ان کے برخلاف تو ہوتا ہو کہ مرد عورت کو چھوڑ دیتا ہو۔ یہ امر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری ایک کتے کی طرح سے بے غرتی ہوئی اور یہ بھی کہیں ہوتا ہو کہ ایک شب کو تو اُس نے مجھے پسند کیا اور صبح کو مجھے نکال دیا۔

قاضی مفتی شیخ الاسلام اور مسلمانوں کے حاکم کی طرح سے یہاں بے شمار موجود ہیں پھر میں اُن سے کیوں نہ داد خواہی چاہوں۔ وہ انصاف کرتے ہیں۔ جہاں بیٹھ کر وہ سچ پھراتے ہیں اور صرف عدل کرنے کے لیے اس جگہ پر آ کر بیٹھتے ہیں تو میں ضرور انکی عدالت میں استغاثہ پیش کروں گا۔

بوڑھا عثمان آغا۔ اے حاجی کیا دیوانے ہو گئے ہو۔ تم بیان بیوہ اور اُس کے رشتہ داروں سے جو کہ اسلام کے ایک قوی امیر ہیں حق رسی اور استغاثہ چاہتے ہو اور اس پر یہ کہ اس کے بھائی اُس شہر میں بہت ہی دولت مند تاجر ہیں۔ تم نے اپنی زندگی کمان گزاری کیا تم نہیں جانتے کہ جس کے پاس سونا ہو اُسی کے پاس انصاف ہو اگر تم مفتی کے آگے استغاثہ دائر کرو اور یہ بھی فرض کرو کہ قرآن شریف کا ہر لفظ ہر سطر ہر حرف اور ہر سورۃ میں وہ باتیں بھری ہوئی ہوں جو تمہارے مفید مطلب ہیں مگر طرف ثانی یعنی مدعا علیہ امیر ہیں۔ اور ایسے امیر جیسے بخاری بیوی کے بھائی ہیں تو یاد رکھو کہ ہرگز تم فائدہ نہ اٹھاؤ گے زور بیچو و فولا دنرم کا معاملہ ہو وہاں تو نقدی چاہیے فیصلہ شد۔ یوں ہی ناکام پھر کر واپس چلے آؤ گے۔

میں۔ اے علی۔ اے محمد۔ اگر دنیا میں نری غیر انصافی ہی غیر انصافی بھری ہوئی ہو

تو تو بیشک حاجی بابا نے اپنے معاملے میں خاک ڈالی اب میں چاہتا ہوں کہ میں بھی
نیچوں اور حقوں کی تجارت کرنے لگوں لیکن نہ میں کر سکتا ہوں نہ کر دینگا۔ کیونکہ اسی
آسان طریقے میں میں سب کچھ گنوا چکا اور باتوں باتوں میں میری متاع خاک
میں ملگئی۔ میں جاؤنگا اور اپنی جہتہی کو مکان کی چوٹی پر سے شہر مکر دینگا۔

اسپر میں ایک گہری مایوسی اور ناامیدی میں رونے لگا اور خوب نالہ و بکا کیا
اور اپنی دُارِ مہی کے چند بال جڑ سے اکھیر ڈالے۔

عثمان آغا نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی اور مجھ سے کہا کہ اپنی گزشتہ
زندگی کی طرف خیال کرو اور آسنے طرفین کی اس سرگزشت کو یاد دلایا کہ جب ہم
ترکمانوں کی قید میں تھے۔

عثمان آغا۔ ان اللہ عظیم کریم۔ جو کچھ ہماری تہذیب میں ہو اور جو لوح محفوظ پر
لکھا گیا وہ انٹ ہو ہرگز نہیں مٹنے کا اور وہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔

میں۔ (ایک نیا خیال میرے دماغ میں پیدا ہوا۔) لیکن میں ایرانی اسطرح سے
ہوں کہ جیسے ایک مسلمان تو پھر ایک ترک سے یہ حق تلفی جو آسنے میری کی ہو ضرور
ہونی چاہیے تھی ان سب باتوں کے بعد ہم ایک ہی قوم تو ہیں چنگیز خان۔ تیمور۔
نادر۔ یہ بھی تو ہم ہی ہیں سے ہوئے ہیں صرف انکے سبب سے دنیا میں ہمارا نام
کس قدر روشن ہوا جنہوں نے ترکوں کے باپ داداؤں کو جہان کہیں پایا جلادیا۔
اب مجھے اپنے ملک کے ایلچی کے پاس جانا چاہیے وہ ضرور اس امر پر زور دینگا کہ
میرے ساتھ انصاف ہو۔ (راؤ خوش قسمت خیال) ہاں ہاں وہ ایلچی ضرور میری بیوی
کو نبھے واپس لو ادینگا اور پھر دیکھیں کہ ہم سے اُسے کون واپس لے لیتا ہو۔

اس خیال سے گویا ایک نئی جان مجھ میں پیدا ہو گئی جیسے کسی نے نئی روح
پھونک دی ہو۔ میں ذرا بھی اس سنسنے کے لیے نہیں بٹھرا کہ عثمان آغا اس ضمنوں

مجھ سے کیا کہتا ہو۔ میں نے تو فوراً ہی قدم آگے بڑھایا۔ نئی نئی امیدوں اور تازہ تازہ جراتوں کے دریا دل میں موج مار رہے تھے اب تلاش کیل شاہ شاہان کی سوئی جو نہایت ہی خوش قسمت اور ساعت سعید میں ابھی فوج بندر گاہ میں ایک مشن کے پہلے پہنچا تھا

چھبیسواں باب

اپنے دشمنوں سے سچا چٹھانے اور مطمئن ہونے کے لیے حاجی بابا کو ایک دوست کا ہاتھ لگنا۔ مرزا فیروز کی کچھ کیفیت دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ اسکو ترائی میں ایلمی نے قیام کیا ہو۔ میں نے اپنا قدم اُس طرف اٹھایا اب مجھے یہ سوچنے کا خوب موقع ملا کہ اس قسم کی زبردست شکایت اُس سے جا کر کرونگا۔ کہ مجھے یوں ظلم ہوا اور میری یوں گت بنائی گئی۔ خشکی پر اتر کر میں نے اُسکے مکان کا راستہ دریافت کیا وہ راستہ جسکے دو طرفہ درخت لگے ہوئے تھے اُسکے بے شمار ملازمین سے پُر تھا اُنکی صورت دیکھ کر مجھے اپنا ملک یاد آگیا۔ (یہ ہم سے بہت ہی مختلف تھے) یعنی یہ اپنی زیادہ گوئی اور بک بک اور حرکات جسمانی میں ہم سے بڑا بل رکھتے تھے۔

میری گفتگو سے انھوں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ بھی ہم ہی ہیں سے ہو گو میرا لباس ترکوں کا سا تھا اور پھر مجھے اُنکے آقا تک پہنچنے میں بھی بہت قوت نہیں ہوئی۔ لیکن قبل اسکے مجھے ذرا اسکی وضع پر تردید کرنا پڑا کہ جس قسم کا یہ شخص ہو اس سے اُسی موافق گفتگو کرنی چاہیے۔ اسلئے پہلے میں نے اسکے خادم سے باتیں کیں اور اسکا کچھ حال دریافت کیا لیکن وہ جتنا میں چاہتا تھا نہ بتا سکا۔

میری دریافت اور گفتگو کا یہ نتیجہ مفصلہ ذیل ہوا۔

ایلمی جسکا نام میرزا فیروز تھا پیدا کشی شیرازی تھا اور یہ ایک معزز خاندان میں سے

تھا گوشتِ اعلیٰ انہو۔ ہاں اسکی ہاں وزیر اعظم مرحوم کی بہن تھی جسے شاہ کو تخت پر بٹھایا
تھا۔ مرزا فیروز کی مرحوم مذکور الذکر وزیر اعظم کی بیٹی سے شادی ہو گئی تھی۔ اور اسی بیٹی
مرزا فیروز کو سلطنت میں بڑا عہدہ ملا تھا۔ چونکہ تغیر و تبدل مرزا پر اگر زیادہ واقع ہوا تھا
اس لئے اسے مختلف ممالک کے دیکھنے کا بھی بہت اچھا موقع ملا تھا اور تمام ملکوں میں
گردش لگانے کا یہی سبب تھا۔ یہی باعث تھا کہ شاہ نے غیر ممالک کے کام کی انجام دہی
اور سفارت کے لیے اسکو منتخب کیا۔

یہ ایک پھر تیلے اور سیح الغم دماغ کا آدمی ہو گیا کہ میرے خبر رساں نے مجھ سے
بیان کیا مغلوب الغضب ہو لیکن کڑھی کے آبال کی طرح غصہ بہت جلد فرد ہو جاتا ہو۔
مزاج میں نرمی خدا ترسی اور سخاوت بہت ہو مگر یہ بھی ہو کہ حالت غضب میں ذرا تیزی
سے بھی کام لیتا ہو۔ اس میں قوت بیا نیہ بہت بڑی ہو اور اس سے یہ فائدہ ہو کہ جب بھی
اپنی عقلی اور بے شعوری سے کشمکش میں پھنس جاتا ہو تو صرف اپنی زبان اور ی سے اس
بہت جلد نجات پالیتا ہو اپنے خدام اور ہمراہیوں پر یہ مہربان بھی ہو اور بعض دفعہ تہناک
بھی ہو جاتا ہو بعض وقت تو ایسا مہربان ہوتا ہو کہ اسے یہ کہہ دیتا ہو کہ جو تمہارا جی چاہے
کر دو اور مجھ سے جو عرض کرنا ہو کرو مگر دوسرے وقت انکی صورت دیکھنے کا بھی آشنا نہیں
رہتا۔ غرض اگر اسکی مجموعی حالت پر غور کیا جائے تو خلق بھی ہو۔ اس کے طرق میں فسونگری
کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو۔ اور اسکی فطرت میں ہنساری بہت ہو طبیعت بہت بڑی سلیم ہو۔
ان ان صفات کا شخص تھا جس کی خدمت میں حاضر ہونے کا مجھے اتفاق ہوا تھا۔
یہ ایک مقام پر اسی ایرانی طریقے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مزاج کیسا ہی کیون نہ لیکن صورت
بہت ہی پاکیزہ تھی۔ اس کے کاندھوں پر اس کے سر کا بہت ہی موزونیت سے جلوہ ہوا تھا۔
اسکی کسی ہونئی پوشاک ذرا اور بھی اس کے سینے کو چھرا دکھاتی تھی۔ اسکا چہرہ ایسا خوبصورت
تھا کہ میں نے تو آج تک اپنے ملک والوں میں کوئی ایسا دیکھا نہیں۔ اسکی سوتوان ناک

بڑی بڑی کیلی چلتی ہوئی آنکھیں۔ اسکی گونہا بتیسی اسکی تنگی دہنی اسکی تناسب
 داڑھی جس نے اور بھی چہرے کی رونق بڑھادی تھی غرض یہ تھا کہ جس قدر اسین صفا
 تھیں یہ اسی قابل تھا کہ دوسرے مقامات پر سفیر بنا کر بھیجا جائے اس سے بہتر لڑاں
 بھرمین کوئی نہیں منتخب ہو سکتا تھا جب ہماری ماہم آنکھیں چار ہوئیں اور دوپتے
 ایمان والے ملے تو حجب سے اسنے یہ سوال کیا۔ کیا تم ایرانی ہو۔

مین۔ جی ہاں حضور کی عنایت سے مین ایرانی ہوں۔
 مرزا فیروز۔ اچھا تو پھر تم نے ترکی صورت کیوں بنائی۔ ہمارا بھی تو ایک شاہ ہے
 کہ جبکا ایسا ملک نہیں ہو کہ وہ کسی سے جھپٹے۔

مین۔ یہ درست ہے جو کچھ آپ نے ارشاد کیا ہے اسین سر موافقت نہیں مگر
 ترکوں کی وضع کر کے کتے سے بھی بدتر ہو گیا۔ میرے دل کس سختی پر صرف ہوئے ہیں
 اور میرا پتا پانی پانی ہو گیا۔ اور یہ کیفیت میری جب سے ہوئی کہ مجھان حقارت زدہ
 تحقیر آمیز ترکوں مین کچھ رشتہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ اب میرا خدا پناہ ہے یا حضور ہیں۔
 مرزا فیروز۔ یہ بات کیونکر ہو کہو تو سہی۔ اصفہانی کچھ بڑے ہی تعجب کی باعث ہے
 کہ ترک اس سے شادی کریں۔ ہم نے تمام راستہ سفر کیا یہ مین کہ ہم انکی خلافت کھائیں
 بلکہ اور انکا انھیں اچھا ہی کھلاتے آئے ہیں یعنی ہم ان سے کسی حالت مین دبے مین
 بلکہ ان پر غالب ہی رہے۔

مین نے اس سے اول سے آخر تک جو کچھ گذری تھی سب کیفیت حرف بحرف
 کمدی میری رام کہانی کو تعجب آمیز کچھ سی سے گوش گزار کرتا جاتا تھا۔

جب مین نے اپنی شادی کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوا اور جس ہو کے سے
 کہ مین نے دولتمند بیوی حاصل کی تھی اس پر اس نے بہت ہی خندہ زنی کی پھر مین نے
 تمام کیفیت دعوت کی بیان کی اور جس عزت سے کہ مین پیش آ یا کیا تھا وہ بھی مین نے

اُس سے کہی اپنی شان و شوکت اور عظمت کا بھی حال کہا جب اُسے اور بھی خوشی دی
غرض جو کچھ پوسٹ کنندہ حالتِ بقی سب حرفِ بخت کہ دی۔ ترکون کو دھوکا دینا اور
اپنے کو امیر کی طرح مشہور کرنا جب میں یہ کہ چکا تو اُس نے کہا۔ اے اصفہانی تو نے غضب ہی
ڈھایا واقعی بہت ہی اچھا کیا خوب کیا اگر میں تیری جگہ پر ہوتا تو تجھے یہ کارگزاری نہوتی
لیکن جب میں نے یہ حال بیان کیا کہ دیکھے میرے ہم وطنوں نے میرے ساتھ کیا کیا
اور مجھے یوں حاسدانہ طریقے سے پیش آئے اور میری بیوی اور اُس کے رشتہ داروں نے
مجھے یوں بدزبانی کی میں سمجھا تھا کہ یہ سنکر ضرور اُسے پاس ملکی کے لحاظ سے جوش آئے گا
اور کچھ انصرام اسکا کر دے گا۔ اس نے سنکر بلیک پر کروٹیں لینا شروع کیں لیکن اس لحاظ
میں برابر ہنستا جاتا تھا۔

میں اے میرے آغا آپ یہ خیال تو فرمائیں کہ اس وقت میری کیا حالت ہو چکا ہے
بھولوں کے بسترے پر سونے کے آبِ میرے پاس تکیہ بھی تو نہیں ہو کہ اسکا سر ہانہ لگا لون
نفس گھوڑا اور خلیں جو میں بیب تن کرتا تھا اُنکے عوض میں اس وقت اگر ایک مرا ہوا گدھا
اور دیدہ کپڑے مل جائیں تو پھر بھی میں غنیمت ہی جانوں جب میں اپنے اُن عیش و عشرت کے
خیال کرتا ہوں کہ جن میں زندگی میں بسر کرتا تھا میری دولت مندانہ پوشاک میرے پر شوکت
اور فوق البھوک گھوڑے۔ میرے ملازمین کی تربین۔ میرے سنگ مرمری حمام۔ میرے
پائپ میرے قلیان۔ غرض اور میں کیا کہوں میری تمام چیزیں ایسی تھیں جو ایک شخص
کو سزاوار ہو سکتی ہیں سب خیر باد ہو گئیں اور افسوس اب میں ایک بیچارہ فقیر اور بھنگا
رہ گیا۔ اب حضور غور فرمائیں کہ میں کن کن مصائب کا شکار ہوا ہوں اور جب یہ مجھے
یا د آتی ہیں تو ایک ننھی سی مجھ میں پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح سے جیسے یہ میری باتیں حضور
کو خندہ زن کرتی ہیں۔

مرا فیروز۔ ذرا اگر جک کر اور کڑک کر کیا وہ ترک کیا وہ بل بل لوگ اب بھی تمہارے

آزار ہے ہیں۔ الحمد للہ میں انھیں با مع انکی لمبی ڈاڑھیوں کے دیکھ سکتا ہوں۔
انکی بڑی بڑی ٹوپیاں انکے خالی دماغ یقیناً سب ترک ایران کے دیوانے
لوگوں کی طرح سے ہیں لیکن انھیں اس امر کا یقین ہوا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں ہم
بعینہ انکے مانند نہیں ہیں۔

لیکن میں اس معاملے میں کیا کروں نہ میں تمھارا باپ ہوں اور نہ چچا ہوں کہ
تمھاری بیوی کے معاملے میں اس کے رشتہ داروں سے کچھ گفتگو کروں اور اس میں دخل
دون نہ میں قاضی ہوں نہ مفتی ہوں پھر بھلا فیصلہ مقدمہ کون کر سکتا ہو۔

میں نہیں آپ میری جہان پناہ ہیں اور آپ ظل اللہ کے سفیر ہیں۔ اور آپ
یہ دیکھ سکتے ہیں کہ میرے ساتھ انصاف ہوا یا نہیں۔ آپ مجھے جہان کوئی دوست
نہ یا غمگسار نہ ہمدرد نہ صرف ایک پریشانی شخص اسکو تو اس ظلم کے حوالے نہ کیجیے۔

دست مرا بیکر کہ دستم ز کار رفت	در بحر سبج بس کہ نمودم شناوری
آغا منم کہ بعد ہزار آرزو سے دل	بخت نمودہ سوے جناب تو ہر ہری
آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت	کز عین التفات برین بندہ بنگری

مرزا فیروز۔ اچھا اگر تم نے دوبارہ اپنی بیوی کو لے لیا اور پھر تمھیں کسی ہاتھ
سے مار ڈالا گیا تو بتاؤ وہ مال و متاع پھر کس غرض کا ہو کہ جب چند ہی روز کے
بعد تم بستر پر مرے ہوئے معلوم ہو نہیں نہیں ان سب باتوں پر خاک ڈالو اور میرا
کہنا سنو اپنے ترکے پرے آتا رہا لو اور پھر ایرانی ہیں لو اور جب تمھاری مناسبت
وضع ہو جائیگی تو میں تمھیں اپنے دل میں جگہ دوں گا اور پھر تم دیکھو گے کہ تمھارے
ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہو۔ تمھاری رام کہانی سے مجھے بہت ہی دلچسپی حاصل ہوئی
تمھاری عادتیں اور قابلیتیں پسندیدہ ہیں اور اس امر کا یقین کرو کہ سارے دن
تک سے لگے ہوئے حقہ پینے سے اور بہت بہتر کام دنیا میں کرتے ہیں یہ بھی کوئی اچھی

زندگی ہو کہ پھولوں کے بچھونے پر سونا اور موٹے گھوڑے کی چڑھی توڑنا۔ اس وقت تو تم اپنا بسترہ میں جاؤ۔ اور اپنے کو میرے ساتھیوں میں شمار کرو جب ذرا طبیعت بحال ہوگی تو میں تمہیں بھر بلاؤنگام اپنی کمائی پھر میرے آگے دہرانا۔ یہ سنتے ہی میں نے اُٹھ کر اسکے بیرون پر بوسہ دیا اور وہاں سے میں چلا آیا۔ دل میں خیال کرتا تھا کہ دیکھیے اونٹ کس کل بیٹھتا ہو۔

ستائیسواں باب

حاجی بابا کا ایلچی کے کاموں میں فائدہ مند ہونا اور ایلچی کا اپنی رازداری میں اسکو شریک کرنا

ایک شاعر کا قول ہے کہ ضرورت ایک ایسی شتاب رکاب سوار ہے کہ بعض وقت ماندہ اور تھکے ہوئے ناکارہ گھوڑے سے وہ کام لے لیتی ہے کہ جسکو بعض وقت ایک مضبوط گھوڑا نہیں کر سکتا۔

میں مایوس شکستہ دل درنا امید ہو گیا تھا۔ اب وہ اس ہی جاتی رہی تھی کہ میں بھی اپنی زندگی کے دن خوشی میں بسر کرونگا۔

ایک ہمہ بین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس | ایک نے ہمیں کہ جنہیں چاہ کے ارمان ہونگے |
اس وقت ہاں آتا تو ہو گیا تھا کہ فاقہ کشی کے دفعیہ کی ایک معقول صورت تو میں نے نکال لی تھی۔

میں سوچا کہ اگر میں نے اپنا گھر کھو دیا تو اسکے بدلے میں مجھے اپنا ایک دست مل گیا اور مجھے اس کی پناہ میں آرام کرنے کا بہت اچھا موقع ملا جس قوی اور بے زور قسمت نے مجھے قدم قدم زندگی کی بھول بھلیاں میں بھرایا ہے بے شبہ یہی قسمت جو کچھ میں چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے مجھے آرام سے زندگی بسر کرنے کا موقع دیگی

اور جس صورت عیش و راحت کو کہ میں نے اب تک نہیں دیکھا ہو اسکا جلوہ میری آنکھوں کے آگے کمرنگی۔

میں نے یہ ارادہ کیا کہ ایلچی سے خوب رسائی پیدا کروں لیکن میں یہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا کہ اول ہی ملاقات میں میرا گھر اُسکے دل میں ہو گیا اور وہ میری ملاقات سے دلشاد ہوا اور کئی ملاقاتوں میں میرا اسکا بہت بڑا ربط مضبوط ہو گیا مگر رفتہ رفتہ یہ سب باتیں مجھے حاصل ہوئیں۔ وہ مجھ سے خبریں دریافت کرنے لگا اور گورنمنٹ کے کاروبار پر مجھ سے آزادانہ گفتگو آئی۔ اور نیز اُن اسباب کا بھی ذکر کیا کہ جنگ کے لیے اسکی سفارت آئی تھی۔

میں نے یہ دیکھ کر سلیکٹ قایم کی طرف اپنا خیال پھیر دینا کی قوموں میں سے میں سوائے اپنے یا ترکوں کے اور وں کو نہیں جانتا تھا۔ ہاں صرف چینی۔ ہندی۔ افغان۔ کروش۔ عرب۔ ان قوموں کے نام سے آگاہ تھا کہ یہ بھی کہیں بستی ہیں۔ ہاں کچھ افریقہ والوں سے بھی مجھے واقفیت تھی کیونکہ وہ بطور غلاموں کے ہمارے ہاں رہتے تھے۔ فرانسیسی اور روسی انکی نسبت میں اتنا ہی جانتا تھا کہ جو کچھ انکا حال مجھے ایران میں معلوم ہوا تھا۔ اور میں نے انگلش کا بھی کچھ حال سنا تھا۔

جب میں قسطنطنیہ پہنچا تو مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ علاوہ اُن قوموں کے جنکا میں نے ذکر کیا ہو فرانسیسی یہاں کثرت سے بستے ہیں چونکہ اب تک میں اپنے کاموں میں تھا اس لیے مجھے انکا بہت ہی کم علم تھا۔

لیکن جب مجھے ایلچی کی صحبت ہوئی تو میرے خیالات اور ہی طرف رجوع ہو گئے اور انھوں نے اپنی دیرینہ جگہ کو چھوڑ دیا۔ اور جب میں نے اُن معاملات کی گفتگو کو سنا جواب تک میرے خیال میں نہیں آئے تھے میں بہت بڑا محقق بن گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میری پولیٹیکل باتوں میں سے کچھ ہوتی ہو تو وہ بہت ہی خوش ہوا اور

اب اسنے مجھ پر پورا پورا اپنا بھروسہ کر لیا۔

ایک دن صبح کو ایرانی دربار سے اسکے پاس چند خطوط آکر پہنچے اسنے مجھے بلایا اور کہا کہ میں کچھ پوشیدہ باتیں کرنا چاہتا ہوں سو اے میرے سب لوگوں کو اسنے کمرے کے باہر کالیا اسنے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بہت ہی دبی آواز سے کہا حاجی میں تم سے بہت دنوں سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ وہ لوگ جو میری ہمراہی میں ہیں انھیں کسی بات کا بالکل سلیقہ ہی نہیں نہ جس قدر کہ میں چاہتا ہوں انکی سمجھ ہو۔ یہ صحیح ہو کہ وہ ایرانی ہیں اور نسبت تمام دنیا کے لوگوں کے انھیں قابلیت کا حصہ بھی ملا ہو وہ عقل و دانش ہمہ بادوم ایران زریبند

لیکن با این ہمہ وہ معاملات سلطنت میں بالکل کورے ہیں اور جس کام کے لیے کہ میں بیان بھیجا گیا ہوں اس میں تو وہ محض نا بلکہ میں مگر الحمد للہ میں یکتھا ہوں کہ تم انہیں سے نہیں ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جس نے دنیا کا بہت کچھ دیکھا ہو اور مجھے امید ہو کہ تم سے کوئی احسن کام انجام پذیر ہوگا۔ تم وہ شخص ہو کہ ایک شخص کے دل میں ہتھکیر اسکا کل راز دریافت کر سکتے ہو اور اس سے باتوں ہی باتوں میں وہ اڑا سکتے ہو کہ جس سے بعد ازاں بہت کچھ مطلب برآمد ہو سکتے ہیں۔ تم اسی قسم کے آدمی ہو سکی مجھے خواہش تھی یہ سمجھ لینا کہ اگر تم نے اپنے کو مجھ پر اور شاہ شاہان پر قربان کر دیا تو تمہیں بہت فائدہ حاصل ہوگا اور تمہارا چہرہ تمہاری رائے کی طرح دھو دیا جائیگا یا تمہیں سرخروئی حاصل ہوگی۔ اور ہماری خوش قسمتیوں کی برکت سے ہمارے سر آسمان پر ٹکڑے کھائینگے۔

میں جو کچھ میرے دست قدرت میں تھا اس میں کسی طرح کی نہیں ہو سکتی حاضر ہوں میں آپ کا غلام اور خادم ہوں اور آپ کا ہمہ تن وقف ہوں۔ آپ مجھے حکم عنایت فرمائیں میں اپنے سر اور آنکھوں سے تیار ہوں۔

مرزا فیروز۔ شاید تم نے یہ سنا ہوگا کہ میری سفارت یہاں صرف شاہ کے لیے نوٹدیان خریدنے کی غرض سے آئی ہو اور یہ غرض ہو کہ یہ بھی دیکھ لیا جائے

کہ آیا انھیں ناچنا گانا اور چکن کا کام آتا ہوا اور شاہ کے لیے نہایت قیمتی ریشمی کپڑے اور دوسری وہ اشیا جن کا تعلق غیش و نشاط سے ہو خرید کی جائیں گی۔

میں ان مصیبت انگیز مطالب کے لیے ایلی نہیں ہوں۔ نہیں بلکہ میرے کام بڑے پارے کے ہوتے ہیں لیکن شاہ جو کہ بہت بڑا عقلمند ہو کبھی اپنے معاملات کی سربراہی کے لیے بغیر ذاتی قوت مدرکہ کے کسی کو منتخب نہیں کرتا۔ تو اُس نے مجھے حاصل کے لیے چھانٹا ہو تو اب سے گوش گزار کر لو جو کچھ کہ اب میں تم سے کہتا ہوں۔

چند ماہ کا عرصہ گزرا کہ یورپ سے ایک ایلی سلطنت کے دروازے پر پہونچا اور اُس نے یہ بیان کیا کہ مجھ کو شہنشاہ فرانس بونا پارٹ نے ایک چٹھی اور تحفے دیکر بھیجا ہے۔ اس وقت اس میں پوری پوری قوتیں تھیں جسکی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسکا آقا شہنشاہ کہ رہا ہو۔ یعنی اسکی گفتگو شہنشاہ کی گفتگو خیال کی جاتی تھی اور علیٰ ہذا القیاس اس کے کام بھی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو عہد نامہ کرنے کے لیے ہدایتیں ہوئی ہیں۔ یہ خود بہت بلند تھا اور جسکا اور فرانسیسی گفتگو کرتے ہیں اُسی طرح وہ بھی گفتگو کرتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ گفتگو کیا کر رہا ہو گویا غلیظ کو جو تیون سے مل رہا ہو۔

اُس نے اقرار کیا کہ روسیوں کو جارجیا میں اپنی فتوحات واپس کرنی پڑیں گی اور جس قدر اس میں سے تمھارے حصے لیے ہیں وہ سب دلوادے جائیں گے۔ اور ہم شاہ کے قبضے میں طفلہ۔ بدکو۔ درہنت۔ پھر دینیکے اور جو شہر کہ فارس کے قبضے میں پہلے زمانے میں تھے غرض وہ سب واپس آ جائیں گے۔ اور اُس نے یہ بھی کہا کہ ہم تمھارے لیے ہندوستان فتح کر دیں گے اور انگلش کو اُس میں سے نکال باہر کریں گے۔ غرض کہ جو کچھ ہم نے کہا وہ سب اُس نے اقرار کیا۔

اب یہ درست ہو کہ ہم نے پہلے سنا تھا کہ فرانسیسی اچھے کپڑے اور زلف تباہی میں استاد ہیں۔ لیکن ہم نے پہلے یہ کبھی نہیں سنا تھا جسکی نسبت کہ انکے ایلی نے

ہم سے کہا ہو۔

انکے مصر پر حملہ آور ہونے کی ہم نے کچھ خبر سنی تھی اور حملہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ قہموہ اور خلیا انھیں ایک فائدہ مند شے معلوم ہوئی تھی۔ ہمارے بوڑھے خان جو خاندان صفی مین سے ہیں اس امر کو بخوبی یاد رکھتے تھے کہ شاہ حسین کے دربار میں لوئیس شاہ فرانس کی طرف سے تو آیا تھا لیکن بونا پارٹ کیونکر بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ کوئی نہیں بتا سکتا ایران کے کسی تنفس کو بھی یہ معلوم نہیں ہو آرہیں تاجر جو تمام ممالک کا گشت لگاتے پھرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ ہاں ہمیں معلوم ہو بونا پارٹ موجود ہو اور جب سے کہ بادشاہ بنا ہو اُسے تمام یورپ میں ایک کھلا بلی مچا دی ہو۔ یہ سکر تو شاہ کے کان کھڑے ہوئے اور انھوں نے بہت ہی عزت سے اسکا استقبال کیا۔

وہ کاغذ جو اُسے پیش کیے ان حروف میں لکھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص ٹھہری نہ سکا کہ آیا یہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں یا جو کچھ اسنے کہا ہو اسکا یہ مطلب بھی ہو یا نہیں ہو۔ ہمارے چھوٹے بڑے وزرانے بالکل ہی اس معاملے کو نہ سمجھا۔ ہمارا شاہ (کہ خدا اُسکو زندہ و سلامت رکھے) جو دنیا کے آفتاب کے نیچے سب کچھ جانتا ہو وہ بھی اسے نہیں سمجھا۔ ہاں علاوہ خواجہ عبید کے جو ایک آرمینین تھا اور جو مارسیلیا میں (فرانس کا ایک قصبہ) قید کر دیا گیا تھا اور زرنیر کے جو ان ملکوں میں پادری بھی رہا تھا کسی نے نہ سمجھا۔ ہم شاہ شاہان کی بارگاہ میں ایسا ایک شخص بھی نہ رکھتے تھے جو ہماری تاریکی جہالت کو کھودیتا اور ہمارے دماغوں کو واقفیت کی روشنی سے منور کرتا۔ یہ تو یہ کوئی آتما بھی تو نہیں ہوا کہ ہی ثابت کر دیتا کہ آیا بونا پارٹ اور اُسکا وکیل فرجی تو نہیں ہو۔ آیا وہ اس لیے آئے ہیں کہ ہماری ٹوپیاں سروں پر سے اتار لیں یا ہمارے جسموں پر خوش قسمتی کی پوشاک پہنائیں۔

لیکن ہم اس سچ و تاب اور شبہ بین بہت مدت تک نہیں رہے۔ کیونکہ جب ان انگریزوں نے جو ایران اور ہندوستان کے سچ میں تجارت کرتے ہیں اور انہیں اکثر ہوشیار میں بھی رہتے ہیں انھوں نے فوراً قاصداً و خطوط و درارے اور اپنے اکھٹا بھیجے کہ فرانسسی کی باریابی کی فراحت کریں اور ایسی عجیب غریب کوششیں عمل میں آئیں کہ اسکی ایران میں کامیابی نہ ہو۔ یہ کہو بہت کچھ معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں قیامت پھلی آتی ہو۔ شاہ نے کہا کہ میرے تاج کی قسم یہ سب اسوقت میری بلندی ستارہ سے ہوا ہو۔ میں تو یہاں تخت پر بیٹھا ہوا ہوں اور یہ صرف اس سبب سے کہ جھگڑا فساد نہ ہو تحفے لے لیکر شمال و جنوب اور شرق و مغرب میری خدمت میں آتے ہیں۔ انھیں پاس آنے دو جب میں نے شاہی دروازے کو چھوڑا تو انھیں میں طہران سے روانہ ہوا ہوں تو یہ امید تھی کہ انگریزوں کا بھی ایک ایلیچی عنقریب طہران میں پہنچے گا۔ تو یہ خطوط جو مجھے اب پہنچے ہیں اس میں ان تجاویز کا ذکر ہے جو اس کے استقبال کے لیے کی گئی ہیں و عہد و پیمان کا بھی ذکر ہے جو اس سے کیے جائینگے۔ لیکن جب تک کہ شاہ مجھ سے صلاح نہ لے لے گا ہرگز اس معاملے میں کچھ نہ کرے گا۔ کیونکہ اسے اس امر کی اطلاع ملی ہو کہ قسطنطنیہ میں اس قسم کی تمثیلیں بہت سی ہیں اور یہاں صد ہا سفیر شرف روز آتے رہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص یہاں بغیر ہی ہو تو تمام معاملات کی بابت لکھو۔ اور جن باتوں کی مجھے ضرورت ہو اسے اطلاع دوا در ہر شہ کو جو فرانسسی اور انگریزوں کی بابت ایران میں آکر واقع ہوا ہو اسکو باطل صاف کر دوا اور اگر ممکن ہو تو اس امر کی بھی تحقیق کرنا کہ آیا جو کچھ یہ کہتے ہیں سب صحیح ہو یا نہیں اب اگر حاجی ریلچی نے کہا، میں تو اکیلا ہوں اور اس قدر کام ہو جسکو میں بے پچاس آدمیوں کا سمجھا ہو کہ اتنے بڑے عظیم الشان کام کے لیے پچاس ہی کافی ہونگے۔ فرانسسیدوں میں کثرت سے اقوام شامل ہیں جہاں ایک بولا دوسرے کی بھی گڑ گڑانے کی آواز آتی ہے۔ میں نے لگی اور پھر اس کے بعد دوسرے کی اور دوسرے کے بعد تیسرے

کی یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہاں گلے کا گلہ ہی موجود ہے۔ جیسے کہ میں تم سے پہلے کہ چکا
ہوں کہ یہ لوگ جو میرے ساتھی ہیں میرے مطلب کے نہیں ہیں اور اب میں نے اپنی نگاہ تم ہی پر ڈالی ہے
تھوڑی سرگرمی اور جدوجہد سے مجھے بہت کچھ امید ہے۔ تم چند کفار سے بھی واقف ہو
تم ترکی زبان بھی سمجھتے ہو اور وہ تھیں جن قدر کہ ہم جاننا چاہتے ہیں اس سے بھی اطلاع
دینگے۔ میں تھیں شاہ کی ہدایتوں کی ایک نقل دیتا ہوں جسکو تم اپنے دماغ کے پوشیدہ
کونے میں چھپا لینا۔ اور یہی تھوڑی اُن باتوں میں ہے جہاں ہونگی جو ہم چاہتے ہیں بجاؤ اور
ایک کونے میں بیٹھ کر سوچو کہ ہم یہ کرنا چاہتے ہیں اور ہماری مطلب برآری کیونکر ہوگی
اور اُن تدابیر کا بھی خیال کرنا جو عمل میں آنے کے قابل ہیں۔
یہ لکھ کر اُس نے مجھے رخصت کیا اور اب میں زندگی کے سبیل خیز دور کی ترقی کی امید
میں غلطان و پیمان ہوا۔

اٹھائیسواں باب

پبلک لائف میں اسکی پہلی کوشش

جون ہی ایلمچی نے ہدایتوں کی نقول مجھے دین میں پاس کے روضہ میں چلا گیا اور
میں نے انہیں پھر پڑھا۔ میں نے کاغذ کو بہت ہی ہوشیار سے اپنی ٹوپی کے ایک طرف
چسپان کر لیا۔ چونکہ پبلک کے کاموں میں شمول ہونے کا میرا پہلا ہی زمانہ تھا تو اسکی
خاص خاص خوشیاں میرے دماغ میں باقی ہیں۔

پہلا یہ منشا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جسکو ملک انگلستان کہتے ہیں اسکی وسعت
کتنی ہے۔ اور جیسا کہ شاہ ایران کو یہ معلوم ہو کہ شاہ فرانس ہی کو ذرا تو وہ اب کیا
زندہ ہوا اور اسکا دارالخلافت کونسا ہے۔

دوسری خواہش یہ تھی کہ فرانس میں کتنی قومیں آباد ہیں اور ان لوگوں میں

صحرائیں اور شہری لوگ جیسے ایران مین مین مین یا مینین۔ اور انکے خان
کون مین اور کیونکر حکومت ہوتی ہو
تیسری بات تحقیق طلب یہ تھی کہ فرانس کی وسعت کتنی ہے یا وہاں فرانسیسیوں کی
قوم ہو یا کوئی جدا سلطنت ہو۔ اور یہ ہونا پارت کون ہو جو اپنے کو ملک کا شہنشاہ کہتا ہو
چوتھا امر تفتیش طلب یہ تھا کہ انگریزوں کی نسبت بھی دریافت کیا جائے جنگوں
ایران مین انکے ٹھکانے کھڑے ہوں۔ اور ہا تو وہاں سے بہت کچھ جانتے ہیں اور یہ بھی وہ دریافت
کرتا تھا کہ وہاں کے لوگوں کی حالت دریافت ہو آیا وہ ایسے جزیرے مین تو نہیں رہتے
جو تمام عمر گردش کرتا پھرتا ہو اور کوئی گرم شہر بھی انکے ملک مین ہو اور آیا کیا وہ جہازوں
پر نہیں بستے اور مچھلی نہیں کھاتے۔ اور اگر وہ زمین رہتے ہیں تو یہ معاملہ کیونکر پیش آیا کہ
انہوں نے ہند فوج کر لیا۔ اور اُس نے یہ بھی مجھے کہا کہ ایران مین اس امر پر بہت دنوں سے
مباحثہ ہو رہا ہو کہ آیا لندن انگلینڈ کا ایک حصہ ہو یا انگلینڈ لندن کا ایک حصہ ہو۔
پانچویں بات تحقیق طلب یہ تھی کہ اسکی مشرح خبر مین لاؤ کہ کمپنی کون بلا ہو
جبکی نسبت اس قدر شہرہ ہوا اسکا انگلینڈ سے کیا تعلق ہو۔ کیا ایک ہی عورت کمپنی ہو جو اکثر
بیان کی گئی ہو یا بہت سی بڑھیا عورتیں مین۔ اور آیا یہ جو مشہور ہو کہ یہ کبھی نہیں مرنے کی صحیح
ہو یا نہیں۔ اور اُسکے ضمن مین یہ بھی دریافت کرنا کہ انگلینڈ مین طریقہ حکومت کیسا ہو۔
چھٹا امر۔ نئی دنیا نئی دنیا جیسے کہتے ہیں اسکی نسبت بھی پوری پوری خبر مین
آنی چاہئیں یہ ہدایت دربار کی تھی جس پر ایچی کا خیال بھی بہت رجوع تھا۔
ساتواں امر۔ فرانسیسیوں کی نام تارخ لکھی جاے اور نیز دربار کی طرف سے
یہ بھی دریافت کیا گیا تھا کہ آیا سب سے آسان طریقہ کونسا ہو سکتا ہو جس سے انکا
سور اور شراب چھوٹ جائے اور وہ دین اسلام قبول کر لیں۔
جب مین نے کاغذ کا مطلب خوب سمجھ لیا تو مین نے خیال کیا کہ رئیس آفندی کے

کاتب کے ذریعہ سے یہ سب باتیں بہت آسانی سے طر ہو جائیں گی اس شخص سے میری اسوقت سے جگہری دوستی ہو گئی تھی کہ جب مین پریشان و شوکت تھا۔ مین باننا تھا کہ وہ اکثر قہوہ خانے میں آیا کرتا ہوا اور وہ خاص گھنٹہ پر جب وہ مجھے قہوہ خانے میں ملے گا۔ گو یہ شخص زیادہ گونہ میں تھا اور بہت ہی کم باتیں کیا کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ جب یہ ذرا قہوہ کا گھونٹ پیے گا اور اپنے پائپ کا ایک آدھ دم لیگا۔ تو پھر اسوقت ذرا اسکی طبیعت کھل ہوگی اور مجھے اپنی پہلی رائے سے اطلاع دیگا۔ خوب اس خیال سے لبالب مین اپنی کے پاس روضے سے اٹھ کر آیا تو وہ مجھے دیکھتے ہی کھل گیا اور اسے میری بہت بڑی عزت اور توقیر کی۔ مرزا فیروز کیا مین نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم ایسے شخص ہو۔ کیا مین نے تم سے نہیں کہا تھا کہ عقل تمہیں مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو۔ جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ میری اسکے ہاں پوری پوری رسائی ہو گئی ہو تو مین نے اس سے خوب باتیں ملا کر کہا اور کہا جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ سب اس کاتب سے جسکو مین نے تجویز کیا ہو معلوم ہو جائیگا۔ اسوقت پناہ مخلوق کی ہدایات کی پوری تعمیل اور جواب با صواب ہو جائیگا۔

مرزا فیروز نے مجھے یہ بھی اختیار دیا کہ تم اس سے اس امر کا بھی قرار کر لینا کہ تمہیں کچھ بطور نذرانے کے بھی دیا جائیگا کیونکہ اگر اسکو مفصل کیفیت کسی امر کی معلوم ہو تو وہ خود رئیس آفندی سے اسے دریافت کر لے۔

مین ٹھیک وقت پر قہوہ خانے پہنچا اور وہاں اپنے دوست کو بیٹھا ہوا دیکھا مین اسکے پاس بہت ہی زیادہ اثبات دوستی سے گیا۔ مین نے قہوہ خانے کے آدمی کو بلایا اور کہا کہ بہت اچھی قہوہ مین کے پیالے میں بنا کر لاؤ چنانچہ وہ لے آیا۔ ہم دونوں آہستہ آہستہ بیٹھے ہوئے تھے۔ گفتگو کے سلسلے میں اس نے اپنی گھڑی نکالی اسوقت مجھے اپنے معاملے میں تعارف پیدا کرنے کا موقع ملا۔

مین۔ کیا یہ یورپین گھڑی ہو۔ یا نہیں ہو۔

کاتب - ہاں درست ہے یہ یورپین نگری ہے۔ علاوہ اسکے دنیا میں نہیں ہوتی۔
میں متعجب ہو کر۔ یہ فرانسیسی تو بہت ہی عجیب لوگ ہیں۔

کاتب - ہاں۔ وہ بہت خردمند ہیں۔

میں - اپنا حق اُسے دے کر۔ آپ براے خدا کچھ انکا ذکر تو کریں۔ کیا یہ
فرنگستان کچھ بہت بڑا ملک ہو۔ اسکا شاہ کمان رہتا ہو۔

کاتب - اے دوست تم کیا کہتے ہو۔ بڑا ملک تم پوچھتے ہو۔ بیشک یہ ایک
بڑا ملک ہے اس میں صرف ایک ہی شاہ حکومت نہیں کرتا بلکہ بہت سے پادشاہ فرمانروائی
کرتے ہیں۔

میں - لیکن میں نے سنا ہے اس میں بہت سی قومیں آباد ہیں سب کے مختلف
نام ہیں اور سب کے مختلف سردار ہوتے ہیں۔

کاتب - اگر تم چاہو تو انہیں ایک قوم کہہ سکتے ہو اور شاید یہ باعث ہو کہ وہ
سب اپنی ٹھوڑی کاصفا یا رکھتے ہیں وہ سب موٹے کپڑے پہنتے ہیں۔ وہ سب شراب
پیتے ہیں اور سو رکھاتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے لیکن یہ تو
صاف ہے کہ انہیں مختلف شاہ حکمران ہیں کیونکہ انکے بیشاں راہلچی اپنی پیشانیان جاری
شاہی چوگھٹ پر گھسنے کو حاضر رہتے ہیں۔ ایسے ہی بہت سے یہاں موجود ہیں۔

میں - خدا کے لیے آپ فرمائیں کہ میں ذرا لکھوں۔ آپ تو الحمد للہ بہت ہی
عقل مند آدمی ہیں۔ میں نے اپنے جزدان میں سے قلمدان نکالا اور لکھنے کے لیے مستعد
ہوا اور وہ اپنے گچھے چڑھانے لگا اور یورپ کی خاص قسم کی بابت سوچنے لگا کہ کونسی ہے
اسنے مجھ سے یہ کہا۔ تم کیوں تکلیف کرتے ہو وہ سب ایک ہی قسلی کے بیٹے ہیں
لیکن ذرا تم ٹھہرو انہی انگلی کا اشارہ کر کے پہلی ہی جگہ میں تو آسٹون ہیں جو
ہمارے پڑوسی ہیں۔ یہ ہمارے لیے کپڑے فولاد اور شیشہ آلات بھیجتے ہیں۔ ان پر

ایک شاہ حکمرانی کرتا ہے جس کا سلسلہ بہت ہی پرانی قوم میں سے ہے۔ وہ بھی ہمارے
ہاں اپنا ایک وکیل بھیجا کرتا ہے۔

لو اب سو بیون کی طرف نظر ڈالو۔ انکا ملک اتنا بڑا ہے کہ کہتے ہیں اسکی ایک حد
تو ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے اور دوسری کو پیش آفتاب ٹھسائی ہے۔ وہ ہمارے پچھ
دشمن ہیں۔ اور جب ہم انھیں مارے تو ہم پر غل جاتے ہیں ماشاء اللہ۔ باری باری سے
مرد اور عورتیں ان میں حکمرانی کرتے ہیں لیکن ہم میں اور ان میں اس میں بہت ہی مشابہت
ہے کہ جیسے ہم اپنے سلطان کو قتل کر ڈالتے ہیں وہ بھی اپنے بادشاہ کو ہلاک کر ڈالتے ہیں
اور لو پھر پر دشمن ہیں۔ جو ہمارے ہاں ایٹمی بھیتے ہیں۔ اللہ ہی اس کا سبب
جانتا ہے۔ کیونکہ ہمیں انکی کچھ ضرورت نہیں ہے لیکن یہ تم بخوبی سمجھ لو کہ شاہی دروازہ
جیسا کہ ایمان والے کے لیے کشادہ ہے ویسا ہی انکے لیے بھی کھلا ہوا ہے کیونکہ بارانِ رحمت
جب برستا ہے تو کچھ خصوصیت نہیں ہوتی۔

اچھا دوم وہ ہیں کہ جو شمال میں آباد ہیں اور جو تمام چیزوں کی اختتامی حد پر
رہتے ہیں۔ ڈنيس۔ اور سوئیڈس یہ بھی چھوٹی قومیں ہیں جس کا شمار بہت ہی شکل سے
آرمیوں میں ہوتا ہے۔ گو یہ کہتے ہیں کہ شاہ ڈنمارک شاہ فرانس سے بہت ہی شخصی اور
خود مختاری کی حکومت رکھتا ہے وہاں جانِ نثار لوگ بھی تو نہیں ہیں جو اسکی رائے میں
رخنہ کریں۔ اور سوئیڈس تو دیوانے مشہور ہیں جنھوں نے ایک بار یورپ میں جنگ
کی تھی مگر کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ انکا شاہ ہماری حدود میں بھی ایک مرتبہ گھس آیا
تھا۔ اسکو شکست فاش دے کر گرفتار کر لیا تھا۔ جب یہ معاملہ ہوا تو ہمیں اسکی قوم کا
علم ہوا اور اس سے پہلے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں انکا نام بھی ہے یا نہیں۔
ایک کا اہ بھی ذکر کرونگا۔ یہ لیننگ ہیں سہست۔ ذرنی اور دیہاتی لوگ
ہیں جو فرانسیسیوں میں اس طرح سے آباد ہیں جیسے ہم لوگوں میں آرمینین وہ ایک

غزوہ ایلچی ہمارے ہاں خیر اور کھن اور نکلیں مچلی کی درآمد پر عہد و پیمان کرنے کے لیے بھیجے ہیں۔ لیکن جب سے کہ بونا پارٹ جو ان سب کامر بی ہو نمودار ہوا ہے انکی تمام سلطنت تباہ ہو گئی۔ اور جو ایسا شخص ہو جسکو ہم اپنے نادرا و سلیمان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہاں میں نے کاتب کو اپنی حکایت کہتے ہوئے تھمایا۔ اور بونا پارٹ کا نام لیکر میں نے اس سے کہا۔ بونا پارٹ بونا پارٹ ہی لفظ تو ہو جسکی مجھے حاجت تھی کچھ انکی بابت بھی فرمائیے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ یہ بہت ہی بہادر اور جری ہے۔ کاتب۔ میں سو اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ایک زمانے میں تو یہ کچھ بھی نہ تھا صرف ایک سپاہی تھا اور اب وہ ایک بے تعداد قوم کا سلطان ہے اور تمام فرانسیسیوں میں اجراءے قوانین کرتا ہے۔ اسے ہمیں بھی پریشان کرنے کے لیے مخ کیا تھا۔ مصر لیا تھا اور اسے بیشمار لشکر بھیجا کہ ترکی کو فتح کرے۔ لیکن وہ ترکوں کی خون آلود شمشیر برائے کو بھول گیا تھا آخر ترک شمشیر بکٹ ہوئے اور اسے ہٹا دیا۔

میں۔ جنگو انگلش کہتے ہیں کیا یہ بھی کوئی قوم ہو یا نہیں۔ جو بہت ہی بے شمار لوگ دنیا میں ایک جزیرے میں بستے ہیں اور بچا تو بناتے ہیں۔

کاتب۔ ہاں درست ہے۔ یہ انگریز بھی فرانسیسیوں میں وہ قوم ہے کہ جس نے صدیوں تک ہماری شاہی درگاہ کے آستانے پر اپنی پیشانی رگڑی ہے اور ہمارے پیر شوکت سلطان کی نظروں میں انکی بہت ہی وقعت ہے اور وہ انھیں بہت محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ انکی بحری قوت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور انکا گھڑیوں اور کپڑا بنانے میں کوئی ثانی نہیں ہے۔

میں۔ لیکن آپ نے انکی گورنمنٹ کی نسبت کیا سنا ہے کیا علاوہ شاہ کے انکی گورنمنٹ میں کوئی اور بھی شامل ہے۔

کاتب۔ ہاں تمہیں درست خبر ملی ہو کہ انکا ایک بادشاہ ہو لیکن اسکو بادشاہ کہنا ایک سوانگ میں داخل ہو۔ وہ اسے کھلاتے ہیں پلاتے ہیں اسے رہنے کے لیے مکان دیتے ہیں۔ اس کے آگے سالانہ آمدنی بھی پیش کرتے ہیں اس کے تخت کے ارد گرد رہتے ہیں۔ اور جس طرح سے کہ ہم اپنے شاہوں کی مع سرائی کرتے ہیں اور ان کے لیے بڑے بڑے قطعی الفاظ استعمال کرتے ہیں یہ بھی اس کے ساتھ اسی طرح سے کرتے ہیں مگر جان نثاروں کے ادنیٰ افسر میں جتنی قدرت اور اختیارات ہیں وہ اس کے نہیں ہیں اس میں یہ بھی جرات نہیں ہو کہ اپنے وزیروں میں سے کسی وزیر کو ٹٹنگی میں بندھوا کے لکڑیاں ٹوڑا دیا جائے اسکا کچھ ہی تصور کیوں نہ ہو۔ اور ایک آغا چاہے تو آدھے شہر کے کان کو ٹوسکتا ہو اور پھر سلطان کی طرف سے اسکا معاوضہ اور نیز جرات بھی اسکی بڑھائی جاتی ہو ان کے ہاں معین مکان ہیں جن میں لوگ بلب بھرے ہوئے ہوتے ہیں جہاں جھگڑے کے لیے نصف شہر اکٹھا ہوتا ہو۔ ایک شخص اگر سفید کتا ہو تو دوسرا سیاہ بکاتا ہو ایک بات پر وہ سب پل پڑتے ہیں اور خوب بحث کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کو تمام سلطنت میں ہمارے ہاں صرف ایک مٹتی فیصلہ کر دیتا ہو۔

غرض کہ سلطنت میں کچھ بھی تصفیہ نہیں ہوتا چاہے ایک سرکش آغا کا بغاوت میں سرکٹ دیا جائے اور چاہے اسکا مال سب ضبط ہو جائے اسی طرح سے سیکڑوں باتیں ہوتی ہیں۔ کس بھی پر سد کہ بھیا کون ہو۔

خدا کی شان ہو اسکا ہمیں شکر کرنا چاہیے کہ ایک کو عقلمند بنایا اور دوسرے فرقے کو بیوقوف بنایا۔ بڑے شکر کا مقام ہو کہ مہکو غریب انگلش لوگوں کی ہمتیں نہیں برداشت کرنی پڑتیں۔ اور ہم فاسفورس کے کنارے پر بہت امن سے اپنے پائپ پیتے ہیں۔ اور سلطان کی خیر مناتے ہیں۔

میں۔ آپ نے مجھے بہت ہی عجیب عجیب باتیں کہیں اگر یہ باتیں میرے گونگندہ

نہونگی تو ہرگز میں یقین نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہیں کہ تمام ہند کا انگریزوں سے تعلق ہوا اور اسپر ایک عورت حکمران ہو۔ آپ اسکا سبب جانتے ہیں۔
کاتب۔ میں اُنکے کسی کام پر بھی تعجب نہونگا۔ کیونکہ عموماً انکی عقل بہت ہی شہرت ہو اور یہ بات کہ ہند پر ایک بڑھیا عورت حکومت کرتی ہو یہ میں نے نہیں سنا ہو شاید ایسا ہی ہو۔ دھسکرا خدا جانتا ہو۔ یہ لوگ کیا کیا عجیب باتیں کرتے ہیں۔
میں (تھوڑی دیر کے بعد) مجھے سب کا حال معلوم ہو گیا یا ابھی اور بھی لوگ باقی ہیں۔ اپنی داڑھی کے صدقے سے یہ مجھے ضرور بتائیے۔ بھلا کون خیال کر سکتا ہو کہ اس عالم میں خدا نے ایسے ایسے لوگ پیدا کیے ہیں۔

کاتب۔ کچھ دیر تامل کر کے۔ ہان ہان دو یا تین قوموں کا ذکر کرنا تو میں بھول گیا لیکن وہ ذکر کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اسپینش۔ پرتگیز اور اطالیہ کے لوگ بھی ہیں۔ انکے طرز معاشرت کے طریقے اور یورپ والوں کے سے ہیں لیکن وہ فرانسیسیوں کے آگے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے پہلی سلطنت دو لڑھپیں بھتی ہیں۔ اور دوسری سلطنت ہکویو دی روانہ کرتی ہے۔ اور تیسری کے ہان سے پاوری آتے ہیں جو میان آکر صرف گر جانے کے لیے شاہی خزانے میں زخیر دیتے ہیں تاکہ انھیں عبادت کی گھنٹی بجانے کی اجازت اور استحقاق مل جائے۔ ہان یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ پاپا (پوپ) یعنی فرانسیسی خلیفہ جو اطالیہ میں رہتے ہیں اور اپنا تلقین مذہب کرتے ہیں مگر ہم ان سے اسپین بھی برتر ہیں کیونکہ انکی نسبت ہم بہت کاخروں کو مسلمان کرتے ہیں میں۔ ایک سوال مجھے اور بھی پوچھنا ہے۔ بس پھر میں مطمئن ہو جاؤنگا کیا آپ مجھے نئی دنیا کی بابت کچھ صحیح حالات کہہ سکتے ہیں کیونکہ میں نے اسکی نسبت کچھ ایسے تنقہس حالات سنے ہیں کہ میرا دماغ بھی سرگردان ہو گیا ہو۔ اچھا یہ فرمائیے کہ وہ زمین کے نیچے بستے ہیں یا اوپر۔

کاتب۔ ہکو چونکہ اس سلطنت سے کچھ زیادہ کام نہیں ہوتا اور نہ کچھ تعلق ہو اس لیے ہمیں انکار زیادہ حال بھی نہیں معلوم۔ ہاں یہ صحیح ہو کہ ہر شخص ہاں بذریعہ جہاز جاسکتا ہو کیونکہ یہاں بھی نئی دنیا کے جہازات بہت مکینے میں آتے ہیں۔ اور میرے دوست (آہ مار کر) وہ بھی سب کافر ہیں،

جب میں نے کاتب کو دیکھا کہ اس سوال میں کچھ خام ہو تو میں نے سوالات بند کر دیے چونکہ یہ باتیں کرتے کرتے بہت بُرا عرصہ ہو گیا تھا اس لیے میں نے پھر قہوے کے پیالے مانگے اور پائپ پیے اور ہم تازہ دم ہوئے ہم نے باہم ایک دوسرے کو رخصت کیا اور فریمن سے کچھ دوبارہ ملنے کا وعدہ نہیں کیا۔

انتیسواں باب

حاجی بابا کا یورپ کی تاریخ لکھنا اور ایلمچی کے ساتھ فارس واپس پھرنا میں خبروں سے پُر اپنے ایلمچی کے پاس واپس پھرنا اور میں اپنی زندگی کے امتدادی واقعہ کی اول ہی کامیابی پر حد سے زیادہ خوش تھا۔

ایلمچی اس سرگزشت اور کیفیت سے جو میں نے قلمبند کی تھی بہت ہی خوش تھا اور جب تک کہ ہم قسطنطنیہ میں ہے وہ مجھے روزانہ خاص خاص باتوں کی خبر لینے کے لیے بھیجا کرتا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں کو باہم یہ اطمینان ہو گیا کہ یورپ کی پوری پوری تاریخ لکھنے کے لیے ہمارے پاس پورا پورا مصالح موجود ہو۔ اور اس وقت ان ہدایات اور خواہشات کا جو مرکز عالم یعنی شاہ شاہان نے ایلمچی سے دریافت کی ہیں اور حکم دیا ہو کہ ان سب باتوں کو تحقیق کر کے واپس پھر وہ بہت ہی تندہی سے اور جان لڑا کر میں نے یورپ کی تاریخ لکھنے کے لیے جان کھپائی۔ اور بہت ہی کوشش سے اپنا قیمتی پارہ تاریخ انشاء کیا۔

میں نے ایک سخت سو وہ اسکا کیا اور پھر میں نے اسکو اپنے سردار کے پاس بھیج دیا۔

کرنے کے لیے بھیج دیا۔ تو میرے سردار نے اُن مقامات پر جہاں بہت ہی سختی سے کام لیا گیا تھا نرم کر دیا اور جہاں بہت ہی نرمی تھی اُس کو ذرا گرم عبارت میں بنا دیا اور پھر اپنے ایک خوشنویس کا تب کو دیا کہ اس کو شاہ شاہان ملاحظہ فرمائیں گے تو بہت ہی یا کیزگی سے عمدہ طور پر صاف کر کے قلمبند کر۔ یہاں تک کہ ایک ہم کام کی جلد تیار ہو گئی۔ اس پر قاعدے کے موافق زینٹ سی گئی اور اسے خوب راستہ پر راستہ کر کے ریشمی خطے میں لپیٹا اب گویا شاہ شاہان کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل یہ عرصہ نہاتا بیچ ہوئی جب مرزا فیروز سجھا کہ میں اپنا کام پورا کر چکا تو اُس نے اپنا ارادہ ایران واپس ہونے کا ظاہر کیا اور مجھے بیان کیا کہ میں تین صرف ساتھی ہی نہ لجاؤں گا بلکہ طہران پہنچنے ہی دربار میں ایک معزز عمدے پر ممتاز کروں گا۔ کیونکہ اس نے مجھ سے یہ کہا کہ ایسا قابل و افتخار شخص دربار کی طرف سے فرانسیسی المپیون سے پیش آنے کے لیے قابل ہو کہ جو وقت وہ ایران میں پہنچیں تو انکی آؤ بھگت کرے۔

یہاں پہلے ہی ترکوں سے سخت نفرت ہو چکی تھی اور اُن کے بُری طرح سے پیش آنے نے مجھے ایسے اور اُنکی تمام چیزوں سے سخت متنفر کر دیا تھا۔ اور جہاں شکر لب کا خیال آجاتا تھا اس پر تو میرے غصے اور غضب کی کچھ نہ بوجھوت بدن میں آگ لگ جاتی تھی افسر العلماء طہران کے معاملے کو بھی بہت کچھ بدینت قفسی ہو چکی تھی۔ ملا نادان کے بارے میں سن چکا تھا کہ طہران میں جاتے ہی اس کا سرا و کھلی میں گچلا جا چکا۔ افسر العلماء کی بیوی کی کردش کے ہاتھ سے رہائی نہونی تھی۔ تو ان سب باتوں سے میں نے اپنا اطمینان کر لیا تھا کہ اب مجھے کچھ کیلی کا بھی ٹھکانہ نہیں ہو اور اگر فرضاً بانٹہ تجھے پہچان بھی لیا تو بھی تجھے کچھ آج نہیں آسکتی اس لیے کہ تو ایسے سروا جلیل القدر کی حفاظت میں ہو۔ ”و شمن اگر قوی است نگہبان قوی ترست“ جب بدست ملا نادان گرفتار ہوا ہو تو افسر جلا دان کے ہاتھ اس کا گمشدہ گھوڑا اور سامان لگ ہی چکا تھا اور یہ ایک بدیہی امر ہو کہ عبداللہ کہیم نے اپنی مالکینی کی قسمت

میں سے ضرور کچھ حصہ لیا ہو یعنی وہ بھی کر دوش کے نیچے میں مقید ہو تو پھر محکوم یہ بھی ڈرتے تھا کہ وہ مجھ سے اپنے سوتن کا دعویٰ کرے گا۔ تو اب میں طہران چلوں یا نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ چلنے میں ہرج ہی کیا ہو صرف ایک فخر اتنا ہو جائے کہ میں شاہ کا ملازم مشہور ہو جائوں پھر کیا ہو۔ اگر میں نے ہزاروں گناہ بھی کیے ہوں گے تب بھی کچھ نہیں اپنی ٹوپی سر پر بانٹ لی رکھ کر تمام سلطنت میں بازادی پھر دنگا۔

ان سب باتوں کو اپنی طبیعت میں خوب جانچ پر تال کر کے اور بخوبی سوچ سچا کر میں نے مشن یعنی سفارت کے ساتھ چلنے کا سامان کرنا شروع کیا۔

لیکن سفر کرنے سے پہلے میں نے یہ ارادہ کیا کہ کاروانسرا میں جا کر ضرور اپنے ہم وطنوں سے مل آؤں وہ بھی دیکھیں کہ دو مہینے کا بھی عرصہ نہیں گزرا کہ ہم نے اسے زندہ حال میں دیکھا تھا دیکھو یہ پھر دیا ہی ہو گیا۔ اور انکے حسد نے بہت ہی کم اُسپر اثر کیا۔ اپنے ادب پر تکالیف جھیل کر میں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس سفارت سے تعلق یہ اب انکی وہ بات ہی جاتی رہی اور وہ جو مجھے حقارت کرتے تھے وہ کو سون تھی میری عزت ہی اور ہونے لگی اور جو کچھ کہ اننے شکایت تھی انکے اسطرح کے پیش آنے نے سب مٹا دی کیونکہ وہ مجھے اب ان لفاظ میں خطاب کرتے تھے۔ آپ کی عنایت سے آپ کی مہربانی سے۔ آپ کے التفات سے یہ بات ہوئی۔ خدا کرے آپ کی عنایت نوازشا کبھی کم نہوں۔ عرض اسطرح سے تعظیم و تکریم حد سے زیادہ کی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ لطف یہ تھا کہ یہ کسی نے بھی نہیں پہچانا کہ یہ وہی شخص ہو کہ دو مہینے کا عرصہ ہوا جسکی اتنی عزت و تکریم ہو چکی ہو اور ایک نہ پہچاننے کی یہ بات بھی تھی کہ میرے ساتھ تو ان وقایع کا وقوع ہوا تھا کہ جس سے مجھے قتل کرنے کا حکم ہو چکا تھا بھلا ایسا ایرانی مجرم پھر ایران سفارت کے ساتھ جانے کیوں لگا۔ جب میں بوڑھے عثمان آغا سے رخصت ہونے لگا تو اسکی حالت میں کچھ فرق آیا اور اسکی صورت سے کہ یہ ایک ٹائی کے

لڑکے سے کس قدر محبت رکھتا ہو اور اسکی طبیعت کا رجحان میری طرف کس قدر ہو اور کتنی ہمدردی کرتا ہو۔ خلعت ہوتے وقت اسے مجھے یہ فقرے کہے۔ جاؤ میرے بیٹے جاؤ۔ چاہے تم ترکمانوں کے قیدی ہو۔ یا ایک مولوی۔ یا حقہ فروش۔ یا ترکی آغا۔ یا ایک ایرانی مرزا اور چاہے تم جو کچھ ہو۔ یہاں تو ہمیشہ یہ دعا ہو کہ اللہ تمہیں ہر سبزی سے اور تمہارے ساتھ اسکی حفاظت شامل حال رہے۔

مرزا فیروز حکام ترکی سے باقاعدہ ملکہ عازم ایران ہوا۔ اسکا تری کو الوداع کیا اس قدر ان لوگوں کی کثرت تھی کہ جو ہر کاب تھے کہ ایک فرسنگ تک برابر تانا باندھا ہوا تھا ہمارا سفر مساعد تھا کیونکہ کوئی امراہ مین قابل لکھنے کے نہیں آکر واقع ہوا یا مین یہاں تک کہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر طہران تک پہنچ گئے۔ پہنچے ایران میں تو کچھ سفیر کا غلطہ سنا مگر مکمل طریقے پر نہیں مگر تبریز میں جہان مرزا عباس گورنر تھے وہاں پہنچے مختلف سوالات آئے اور یہ سوال اس محلے میں تھے کہ جنھوں نے ملک اور اسکے دربار کو چھوڑ کر نکلا تھا۔ بڑی خاص وجہ یہ تھی کہ فرانسسی اور انگریزی ایلیچیوں میں سخت رقابت ہو گئی تھی اور فرانسسی ایلیچی آچکا تھا شاہ نے اسکا بہت کچھ تعاقب کیا اور وہ سفیر جو ہنوز پہنچا ہوا یہ کچھ ایسا بندوقست کرنا چاہتا تھا کہ انگریزی سفیر جو ایسی تک پہنچا نہیں ہو شاہ کے دربار میں اسکا دخل نہ ہونے دون اپنے مقاصد کی انجام دہی کے لیے جو انھوں نے تدابیر شاقہ کی تھیں اسکی مختلف روایات سننے میں آئیں اور تمام ایران اس شش و پنج میں غلطان جہان تھا کہ یہ لوگ اتنے دور و دراز سے اپنا زرخیر صرف کر کے اور نکالیٹ اٹھا کر آتے ہیں اور ایمان والوں سے آکر جھگڑتے ہیں اور یہ امر یقینی تھا کہ یہ ہماری حقیر کرتے ہیں اور ہم پر تضحیک کرتے ہیں اور ہمیں مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔

فرانسسی ایلیچی اپنا دباؤ ڈالنا چاہتا ہو اور اسے صرف ذرا اپنا زور ڈالنے کے لیے

اپنے سلطان کی قوت کو ظاہر کیا۔ اسکی بزرگی اسکی قوت تمام یورپ پر دکھائی۔ کہ تمام یورپ اس کا سکہ مانے ہوئے ہو اور وہ اس بیان کرنے میں بھی بند نہیں ہوا کہ ہم میدان جنگ میں بے شمار فوج لا سکتے ہیں۔ اسکا اسے یہ جواب ملا۔
 اچھا یہ چاہیے بھی ہو لیکن پھر ہم کیا کریں۔ تمام سلطنتیں سچ میں حامل ہیں پھر بھلا فرانس اور فارس میں سلسلہ اتحاد یہ کیونکر قائم ہو سکتا ہو۔
 ایلچی۔ ہم انگلش سے ہند فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ میں آپ اپنی حدود میں سے کھلا ہوا راستہ دیدیں کہ ہمارا لشکر گزر جائے۔
 شاہ۔ ہمارا اس میں کیا حرج ہو اگر تم ہند فتح کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لشکر کو اپنی حدود میں سے راستہ دیدینگے اس میں کچھ پس و پیش نہ ہوگا۔
 ایلچی۔ لیکن ہم جابجا آپ کے لیے فتح کریں گے اور فلس پر آپ کو قبضہ دیدینگے اور آپ کو زیادہ تر روسی حقیقت سے نجات دلوائینگے۔
 شاہ۔ یہ دوسری بات ہوئی جب ہم تمہاری دست اندازی کے نتائج کو شکر اور کریں گے اور ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ کوہ قاف میں اب روسیوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے تو ہم تمہارے ساتھ اسوقت معاملہ کریں گے۔ تاوقتیکہ یہ معاملہ نہ ہو جائے ہم آپ کو اپنی حدود میں سے راستہ نہ دے سکیں گے۔ کیونکہ ہم اپنے پڑانے دوست انگلش سے بگاڑنا بھی نہیں پسند کرتے۔
 دوسری طرف لیجیے۔ انگریزوں نے کہا۔ فریج کا ایران میں آنا صرف ہمارے پریشان کرنے اور انداز سانی پر مبنی ہو ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بیان سے بر طرف کر دیں۔
 شاہ۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہو۔ ہم تو یہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ قانون نہان نوازی کے خلاف ہوگا۔ ہمارے محل کا دروازہ ہر ایک کے لیے کشادہ ہو۔

انگریز۔ تو آپ دونوں میں سے ایک کو نہ جانے دین اور آپ ہم میں باہم فیصلہ کر دیں۔ یا تو آپ ہمارے ہی دوست بننا پسند کریں اور ہمیں فرانس سے سلسلہ اتحاد یہ قائم رکھیے اور یا ہم دونوں کو اپنا دشمن جانی سمجھ لیجیے۔ شاہ۔ ہم تمہیں اپنا دشمن کیوں بنائیں ہم تو تمام دنیا کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں انگریز۔ ہم آپ کی مدد کریں گے آپ کو قوسی بنائیں گے اور آپ کو زرخیر و نیلے شاہ۔ ہاں تو پھر یہ بات ہی اور ہوئی۔ لو اب مجھے تعداد بتاؤ بس سب باتوں کا بالکل فیصلہ ہو۔

بس تبریز میں رہنے سلطنتی معاملات کی بابت یہ گفت و شنید سنی چونکہ دربار میں ایلچی کی راہ بہت ہی مضطرب اور بے صبری سے دیکھی جا رہی تھی اس لیے ہم زیادہ دیر نہ زحمت کے پاس بھی نہ پھرے اور ایک منزلہ کا در منزلہ کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اسی صبح کو جب ہم سلطانہ پہنچے ہیں اور طہران کی راہ پر گامزن تھے تو ہمیں سواروں کا ایک بہت بڑا پلادیکھا جنکو ہم نے آنا تو پچا نا کہ یہ ایرانی سوار تو نہیں ہیں۔ ان سواروں کے ساتھ انکا اسباب سفر بھی تھا جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہمیں وہ فرانسیسی معلوم ہوئے۔ شاہ کا ایک افسر ان کے ہمراہ تھا جس نے ہمیں مطلع کیا کہ یہ فرانسیسی سفارت ہوا اور اب یہ اپنے ملک کو واپس جاتی ہو معلوم ہوتا تھا کہ ان سے بہت ہی انسانیت اور اخلاق سے درخواست ہوئی تھی کہ آپ خصیت کر دیے گئے۔ لیکن ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ انگریزی سفیر بھی غمگین طہران پہنچنے والا ہو۔

یہ بھی فوراً ہی معلوم ہو گیا تھا کہ دربار میں کیونکر معاملہ ہوا اور دو درشت اور تلخ رقیبوں میں شاہ نے اپنا مطلب خاصہ سیدھا کر لیا ہے۔ میرا ایلچی اس امر سے بہت ہی متحجب تھا کہ مجھے پوچھنے سے پہلے یہ معاملات کیونکر انجام پذیر ہو گئے اور چونکہ اس بات پر تھا کہ اسے یورپ کی اقوام کی پوری پوری کیفیت معلوم ہو گئی تھی

لیکن واقعی یہ امر ہی۔۔۔

ایزور تو خدا نئی ولیکن بنجا

ستار عیوب وقاضی الحاج جاتی

ہم بہت خوش ہوئے کہ ہمیں اس قوم کے طرق و عادات دیکھنے کا موقع ملا جسکی نسبت ہم نے پہلے سنا تھا۔ اور جب ہم نے ایک ہی مقام میں اپنا دن ساتھ گزارا میرے ایلچی نے سفیر فرانس سے ملاقات کرنے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا۔ یہ تو ہمیں اُمید تھی کہ یہ کچھ اچھی روحوں اور بُرے بونگے فراجون کے ہیں جس سے ہی تو شاہ شاہان کو انکی صحبت پسند نہیں آئی اور انکو خست کر دیا۔ لیکن یہاں اسکے علاوہ اور بھی برخلاف بات دیکھ کر ہمیں تعجب آیا کہ ایرانیوں نے آج تک ایسے لوگوں کی کہانی نہیں دیکھی تھی۔ تمام دن وہ گاتے رہے اور ناچتے رہے۔ یہ سب ملکر ایک ہی دفعہ زور سے بولتے تھے۔ ایک اگر بولا دوسرا اُس سے کہیں زور سے بولے گا۔ اور گفتگو میں کچھ مداخلت کا خیال بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سب ایک ہی عمدے کے دکھائی دیتے تھے۔ ہمارے نفیس نفیس اور عمدہ عمدہ غالیچوں پر وہ مع جوتیوں کے ڈگین بھرتے ہوئے چلے آتے تھے اور زیادہ تر اسے اور بھی ہمارے تعجب پر ایک ہر چڑھا دی کہ انھوں نے اسپر تھوک بھی دیا۔

جب میں نے اپنی نسبت خیال کیا تو مجھے کچھ بطور واحد فرانسیسیوں سے تعلق تھا۔ تو میں نے چاہا کہ میں اپنی زبان اور انکی زبان کو ملاؤں اگر کچھ مشابہت ہو اور ملتی جلتی ہو تو اُن سے اُنکے معاملے پر جو میں نے قسطنطنیہ میں سنا تھا کچھ باتیں کروں مگر جب نے دیکھا کیا تو معلوم ہوا کہ زمین آسمان کا فرق ہو ایک لفظ بھی تو نہیں ملتا۔ اُنھے خیال آیا کہ میں انکی زبان میں کچھ واقفیت پیدا کروں تو میں نے یہ تین لفظ اپنے خیال میں جمائے۔ سکرے۔ پیرس۔ ایمپیر۔

ہم نے انہیں اور اپنے میں بہت سی باتوں میں مطابقت دی اور ہم نے یہ خیال کیا

کہ اگر یہ اپنے مذہب کے باعث سے بہشت میں نہ جائیں گے تو بجا سے رونے و ادیلا کرنے اور غم کرنے کے یہ اسی طرح سے خوشیاں منائیں گے۔ کہ جیسی سلطانی میں مناتے ہیں۔ ہم دوسری صبح کو اُسے جُدا ہوئے۔ وہ تو مہنس ہے تھے کلکار بیان مار رہے تھے اور بہت ہی خوش تھے لیکن یہاں شاہ شاہان کے دربار میں ہو پچنے کا بیم دہر اس غالب تھا کہ دیکھیے وہاں چلکر کیا نوبت ہوتی ہو۔

تیسواں باب

طہران میں انگریزی ایچی کا پہونچنا اور شاہ کی طرف سے تقریبات کا ادا ہونا میرا سردار مرزا فیروز جب طہران پہونچا ہو تو شاہ بہت ہی انتفات سے پیش آئے اور شاہ بہت خوش تھے کہ میرے بے شمار سوالات کا جواب کیسا برجستہ ملا ہو جو سوال کہ شاہ نے اس سے کیا جواب تیار تھا۔ نہ تو جہالت نے اُسے سرسیدہ کیا اور نہ مشکل نے اُسے ساکت کیا۔ اگر شاہ کوئی امر دریافت کریں اور اُس کے جواب میں یہ کہہ دیا جائے کہ۔ منیدانم۔ میں نہیں جانتا تو یہ گناہ سخت سمجھا جاتا ہو اُس نے ہر معاملے میں اس مستعدی سے گفتگو کی اور اپنی ایسی واقفیت جتانی جس سے سامع کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ شافی جوابات ہیں۔ یوروپین کے معاملے میں وہ گفتگو کی کہ اگر کوئی سنے تو یہ معلوم ہو کہ یہ انین پیدا ہوا ہو اور انھیں میں اسکی پرورش ہوئی ہو۔

گفتگو میں جب میرا تذکرہ آیا کہ یہی شخص کل خیر میں لایا تھا اور اسے ہی میری ماتحتی میں اپنا فرض بہت مستعدی سے ادا کیا اور انکی تاریخ بھی اسی نے لکھی ہو تو میں بہت خوش ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ ذرا میرے علم و فضل کی ایران میں خوب ہو بھڑکی ہو جو کچھ مجھے معلوم تھا مجھے اُس پر گز و مجمع نہیں لکھی لیکن پھر بھی میں ذرا پُر سوالات کے اس قدر پُرتی اور بے تکلفی سے جواب دیتا تھا کہ ذرا بھی رکاوٹ نہیں تھا۔ میرے دن

بہت ہی سخت دہشت میں گزرے کہ ایسا نہو میری خبر غلط ثابت ہو اور پھر میرے
کان نہ کاٹے جائیں۔ لیکن چونکہ ایران بھرتی کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا کہ کچھ بھی یورپ
کا حال جانتا ہو تو مجھے کامل طینان تھا مجھے اس وقت آلمانی کا قول یاد آیا وہ لکھتا ہے۔
گوئگون کے شہر میں ایک آواز کی صدا چاہے گدھے ہی کی کیوں نہ ہو بارونی ہی
کہلائی جائیگی۔

طہران میں ہمارے پہنچنے کے کچھ دن کے بعد انگریزی ایلمچی طہران پہنچا اور بہت
وصوم و صام سے شاندار اسکا استقبال کیا گیا۔ شاہ نے تو استقبال کیا لیکن ایرانی
سخت ناراض ہوئے کہ ایک انگریز کی اتنی عزت کیوں کی گئی۔ ایرانی رعیت تو
رعیت سب سے زیادہ غضب تو یہ ہوا کہ ملانے تہمت ہی غصے میں آئے اور کہا کہ ہم نے
جو ایک انگریز کے ساتھ یہ رعایت برتی ہو اور اس پر جو عذاب خدا کی طرف سے ہم پر
نازل ہوگا اسکے لیے ہمیں تیار ہو جانا چاہیے۔ شرک کے مختلف مقامات پر سفیر کے گھوڑے
کے پیروں پر سیل فوج کیے گئے تھے۔ راستہ کے بہت سے حصے میں اسکے آگے عری قند
و نبات بچھایا گیا تھا جب وہ طہران میں داخل ہوا ہو تو اسکو اس امر کی اجازت
ہو گئی تھی کہ وہ اپنے بوق اور قرنا بجائے غرض اس قدر خاطر کی گئی کہ سوائے
شہزادوں کے کسی کی نہیں ہوتی تھی۔

پھر نمان نوازی کی انشب توجہات ظاہر کی گئیں۔ خان کے گھر میں انگریزی
ایلمچی کو مقیم کیا تھا جس قدر اسباب کی ضرورت ہوئی سب چشم زدن میں لا کر موجود کر دیا
گیا تھا۔ سامنے اس کو بٹھی کے ایک خوبصورت باغ بھی لگا ہوا تھا وزیر خزانہ کا
فرض تھا کہ جس قدر غیر مالک کے لوگ آئیں انکو وہ اپنی گرہ سے کھلاے اور شان و شرف
تمام درباری لوگ صرف عزت کے لیے اپنے پاس سے پیش کرتے تھے۔ شہزادے
اور خاندان شاہی کے لوگوں نے ایلمچی کے لیے تحفے تحایف بھیجے اور اس حکم کی عام

اشاعت ہو گئی تھی کہ سفیر اور اسکے ہمراہ ہی شاہ شاہان کے مہمان ہیں۔
اب ہر شخص خیال کر سکتا ہو کہ ایسے مسلمان اس شخص کی جبکہ وہ انگریز کہتے ہیں
ایسی عزت اور خاطر داری کیوں یہ گویا بڑی بھاری انکی تقدیر ہو لیکن برخلاف اسکے جب
تعظیم و تکریم کا ذکر نہ کور آیا تو اہم مشکلات کا سامنا پڑتا ہو معلوم ہوا ایلمچی ایک بہت بڑا
نافرمان اور سرکش انسان تھا اول نشست کے مضمون پر چون چرا ہوئی کیونکہ اسنے
یہ کہا کہ جس دن شاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا زمین پر ہرگز نہیں بیٹھنے کا بلکہ کرسی پر
میرے نشست ہوگی اور وہ کرسی بھی تخت شاہی سے بہت ہی دور کے فاصلے پر ہونگی بلکہ
قریب ہوگی دوسری بات یہ تھی اور اس پر وہ بہت ہی زور دیتا تھا کہ میں برابر میں
جو تیان پنکر جاؤں گا۔ پیروں سے بھی نہ اتار دوں گا۔ اور برہنہ پا فرش پر نہ چلوں گا
اور نہ میں ایرانی مسخ جرابیں پہنوں گا۔ تیسرے اس بات پر حجت ہوئی کہ صرف میری تعظیم یہ
ہوگی کہ میں شاہ کو دیکھ کر بل ہی ٹوپی اتارنے پر قناعت کر دوں گا۔ گوہنے اسے قہر میں لایا
کہ برہنہ سر ہونا یہ بہت ہی بے ادبی اور بے امتیازی شاہ شاہان کے دربار میں بایں
کی جاتی ہو اور پھر درباری پوشاک پر بہت ہی تیز اور زبردست جھگڑا اٹھا۔ پہلے تو
تجویز ہوا کہ درباری مناسب پوشاک میں اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو بھی جا میں تاکہ وہ
اسے پنکر حاضر دربار ہو سکیں لیکن یہ تجویز ایلمچی نے استہزا سے ناپسند کی۔ اسنے کہا کہ جو
کپڑے کہ میں اپنے سلطان کے دربار میں پنکر جاتا ہوں ہی پوشاک شاہ کے دربار میں بھی
زیب تن کر کے آؤں گا۔ اب کوئی ایسا ایرانی تو تھا ہی نہیں کہ جو شاہ انگلینڈ کے دربار
میں گیا ہو تو پھر بھلا کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ جو کپڑے یہ درباری بتاتا ہو وہ یہ ہیں
اور یہ بھی ہیں معلوم ہوا کہ وہی ٹوپی جو شب کو وہ پہنتا ہو دربار میں سر پر رکھ کر آئے گا
اب یہ کچھ ایسا جھگڑا تھا کہ فردن میں ہوا اور برابر بکثرت پر بحث ہوتی چلی گئی مجھے
اس جھگڑے کی خبر ہوئی تو مجھے یاد ہوا کہ شاہ عباس کے وقت میں محل خیل ستونی میں

جب نقش و نگار اور تصویریں اُتاری گئی تھیں تو کثرت سے یورپین اصفہان میں جمع ہوئے تھے اور وہ شہر میں قیام پذیر تھے اور دربار میں بھی یون ہی جاتے تھے اور یہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک دن شاہ عباس خود اس محل میں موجود تھے اور اُسی وقت ایک یورپین آیا اسکی وہی پوشاک تھی کہ جو وہ سدا پہنا کرتا تھا۔ میں نے یہ ذکر اپنے مالک سے کیا اُس نے وزیر اعظم سے کہا وزیر اعظم نے فوراً حکم جاری کر دیا کہ اصفہان کے صنّاع فوراً اس واقعہ کی نقل کر کے روانہ کر دیں۔

جون ہی وہاں سے وہ شبیہ پہنچتی یہ فوراً انگریزی ایلچی کے پاس روانہ کی گئی اور اُسکے ساتھ شاہ کا یہ اعلان بھی تھا کہ جو پوشاک کہ وہ اپنے سلطان کے آگے پہنکے جاتے ہیں شاہ بھی اُسے اُسی پوشاک میں ملاقات کریگا۔ اور اب امید کی جاتی ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی اس امر کے لیے کمر بستہ ہونگے۔

تصویر کو دیکھ کر ان لوگوں نے بڑے قہقہے اُڑائے اور بہت ہی خوش ہوئے غرض کہ یہ امر طرپا گیا کہ جس پوشاک میں پاپا این وہ دربار میں حاضر ہو سکتے ہیں۔

شاہ کی حضوری بہت ہی بہتر اور عمدہ طرز پر ختم ہوئی کیونکہ جو سامان بندھا تھا اُسکی امید ایسے لوگوں سے نہیں کی جاتی تھی۔ اور ہم سب بہت ہی تعجب تھے کہ وہ لوگ جو دنیا کے طرق اور عادات سے محض نا بلند ہیں انھوں نے اس ہم اور شکل موقع پر اپنے کو ایسا سادھا کہ کوئی بات کیا مقدور ہو جو اُسے خلاف سرزد ہوئی ہو۔

شاہ سونے کے تخت پر جلوہ فرما تھے اور اس قدر نمایاں اور شاندار کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ انھوں نے ایلچی کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ شاہ کے اراکین کی طرف سے یہ صدا اُئی جمشید کون تھا۔ داراب چیز ہی کیا تھا۔ اور نوشیروان کی کیا ہستی تھی جو اس شان شوکت کا فخر کرتا تھا کی بائیں جانب شہزادے کھڑے ہوئے تھے کہ جبکہ پر شوکت اور قیمتی کپڑوں سے خود جواہرات بھی ماند پڑتے تھے جو بالکل اپنے باپ کی طرح سبے بھوکا ہو رہے تھے

تخت سے کچھ دور سی کے فاصلے پر تین وزیر گروہیں بیٹھ کر بیٹھ گئے۔
 ہوئے تھے جن کی صورت پر عقل و دانش خوب جلوہ دے رہی تھی اور ہر ایک کی
 صورت سے شان و شوکت سلطنت غیاظ بریں ہی تھی۔ انکے سچ میں انگریزی سفیر
 اسکے ساتھ تھے۔ انکی چھٹی ہوئی ٹانگیں انکے اونچے اونچے کٹے ہوئے کوٹ ان کی
 بے ڈارھی ٹھوڑیاں۔ انکے بے موچھوں والے ہونٹ۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہرگز نہ
 کر رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک عجیب مخلوق تھے کہ جب بڑی بڑی جہتی اور فوق البھڑک
 پوشاکوں میں معلوم ہوتے تھے۔ انکی صورتوں سے یہ ہرگز نہ برستا تھا کہ شاہ کے تابان
 درخشان دربار میں انھیں کچھ انفعال ہو یا کچھ خیرگی ہو مگر انکی صورتوں۔ انکے چہروں
 انکی وضعوں۔ انکے طریقوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انھیں اتنی بڑی شان و شوکت
 کا ذرا بھی خیال نہیں اور وہ ہماری طرح سے بے داغ ہیں۔

ایلمی نے جو ایسے موقع پر گفتگو کی استغفر اللہ نہ تہذیب نہ اتیار کچھ بھی نہیں
 سیدھی سیدھی اور سچی سچی باتیں بتا دیں کہ کم نہ زیادہ دصاف دصاف۔ نہ شاہ کو
 شاہ شاہان کہا۔ اور نہ قبلہ عالم کہا۔

ہم میں اور انہیں اتنا فرق تھا کہ اگر میں اپنی اور انکی طرز معاشرت کی تفریق بیان
 کرتا تو واقعی مجھ سے ابد الابد تک ختم نہ ہوتی چند ہمارے سدا ناؤں نے فلسفیانہ صول سے
 انکے اندھیرے آبی۔ بے آفتاب ملک کے کوسوں کی بابت گفتگو کی۔ اور گفتگو بھی یوں
 کی۔ وہو ہذا۔

بھلا آدمی کیونکر زندہ رہ سکتا ہے جب اسکے محیط پانی ہو۔ اور نہ کبھی آفتاب کی
 گرمی اسے پونچتی ہو اور پھر وہ ان آدمیوں کے موافق ہو کہ کوئی دن ناغہ نہیں جاتا
 کہ انکے چہروں پر آفتاب جہاں تاب کی دکتی ہوئی کرنیں پڑتی ہوں اور انکے محیط
 کسی سمندر کا نام و نشان بھی نہ ہو۔ لیکن علمائے اسلام نے اس سوال کو بہت ہی

اطمینان بخش طریقے سے طے کر دیا۔ اور وہ یہ تھا جو آنھوں نے بیان کیا کہ اگر یہ ایلمچی اُسکے ساتھی اور اسکی کل قوم مسلمان ہو جائے اور بہت سرگرمی سے سچے اسلام کی تقلید کریں وہ ہماری طرح سے بنائینگے انکی جہاد خرابی ہو سب بھل جائیگی اور پھر انھیں بھی ہشہین چہل قدمی کرنے کا موقع ملے گا جیسا کہ ہر فرزند اسلام کو حاصل ہوگا۔

اکتیسواں باب

حاجی بابا کا وزیر اعظم سے ملاقات کرنا

یہ جس قدر معاملہ ہوا سب میری ترقی کا ساعدہ ہوا چونکہ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اسے یورپ کا بہت کچھ علم حاصل ہے اور یہ بھی ایک بات ہوئی تھی کہ فرانسیسی ایلمچی کے معاملات میں کچھ مجھے بھی حصہ ملا تھا تو اس سے بہت سے مواقع ایسے ملے جن سے وزیر اعظم اور اراکین سلطنت سے میری ملاقات ہو گئی اور سب مجھ سے واقف ہو گئے۔

مرزا فیروز کچھ بہت امیر شخص نہیں تھا کیونکہ جو کچھ ساز و سامان جب وہ سفارت پر بھیجا گیا تھا اور جو کچھ اسے ملتا تھا وہ سب طہران پہنچنے پر بند ہو گیا تھا تو اب وہ اس حالت میں میرا بار بھی نہ اٹھا سکا ہاں اسے یہ بہت خوشی حاصل تھی کہ حاجی بابا کو وہ راستے معلوم ہو گئے ہیں کہ یہ اپنی زندگی کو مقام مقصود پر بخوبی پہنچا سکتا ہے ہمیشہ یہ حکام کے آگے میری قابلیتوں اور عمدہ خاصیتوں کی تعریف کرتا تھا اور موقع بے موقع بغیر میری مدح سرائی کیے نہ رہتا تھا۔ نہ میں اسکی نایاب کوششیں اور عرق ریزی بیان کرنے میں توقف کرتا تھا اور خوب خوب فخر یہ جیسے اسکی نسبت کرتا تھا۔

وزیر اعظم بے شبہ فارس میں اپنی تیز فہمی۔ زیر کی محاضرات میں یدِ لدنی لکھتا تھا اور صرف اپنی عقلمندی کے صدقے میں اسے شاہ کو اپنے قبضہ میں بہت کچھ کر رکھا تھا اور شاہ اسکو بہت مانتا تھا جب تک کہ شاہ تخت پر جلوہ فراہوا تھا اسی وقت سے وزیر اعظم کی بہت ہی

تو قیر کرتا تھا اور جلوت و خلوت میں اس سے زیادہ غرت برتتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ ملک کے لیے اس کا وزیر ہونا ضروری ہے۔

یہ میری پہلی کوششیں تھیں کہ کسی طرح سے اس کی حفاظت میں آؤں اور اس کا سیاسی عاطفت ڈھونڈھوں۔ اب میں نے یہ التزام کر لیا کہ اسکے صبح کے دربار میں ذمہ جاتا ہوں کھڑا ہو جاتا کچھ معاملات یورپ کا سلسلہ ایسا جاری ہو گیا تھا کہ کوئی دن نہیں جاتا تھا کہ وہ مجھے یورپ کے معاملات میں کچھ سوالات نہ کرتا ہو۔ اس سے آتنا ہوا کہ میں گزیری ایلمی اور وزیر میں میا بخی بنگلیا اور جو کچھ ایلمی کہتا آہیں کچھ ایسا نام سچ لگا کر اور کچھ وزیر کی تعریف کر کے کہدیتا کہ طرفین کا میں پیارا بنگلیا۔

وزیر اعظم کے ذوق و شوق صرف کچھ تحفے تحائف لینے کے لیے بہت تھے۔ تو اب میری یہ کوششیں ہوئیں کہ کسی طرح سے وہ کارروائی کیجائے کہ ایلمی کچھ تحفہ وزیر کو پیش کرے تقریبات کی تدرین اور تحفے تحائف تو ایک لادامہ تھا اور وہ ضرور ہی دیا جاتا تو اب میں نے آئینہ نگاہ رکھی کہ فائدہ اٹھانے کا یہ موقع ہو لیکن میری بڑی کوشش رازدارانہ یہ تھی کہ کوئی بات ایسی نہ لگے جس سے میرے ملک والوں کا فائدہ ہو۔ اس معاملے کے شروع ہی سے وزیر کی نگاہ نوازش میرے حال پر مبذول ہونے لگی تھی۔ دو ممالک کے سچ میں ایک عہد نامہ ہونے کی صلاح ہوئی میرا مربی شاہ کی طرف سے مختار کل بنایا گیا۔ گو یہ ایسا کام تھا کہ مجھ جیسا ہیچ شخص ایسے معاملے میں کبھی نہیں ذخیل کیا جاتا مگر میں نے بھی اس بابے میں جان لڑاؤی۔ اور اسکے گرد اس طرح سے پھرا ہوں جیسے گتا ہڈی کی تلاش میں کہ میں دعوت میں بولایا ہوا پھرتا ہوں۔ اس کوشش کا نتیجہ ہوا کہ مجھے آخر کچھ فائدہ ہو ہی گیا۔

ایک دن صبح کو عہد و پیمان کرنے والوں کی آخری نشست کے بعد مجھ کو وزیر اعظم نے مقام خلوت میں بلایا جہاں سوائے اسکے اُن خادموں کے جس پر بھر دسہ ہوا اور وہ

ہر معاملے میں بڑے رازدار ہیں کوئی نہیں جاسکتا زمین نے وہاں جا کر دیکھا کہ نرم
نرم تکیے لگائے ہوئے بستر پر وزیر اعظم تنہا بیٹھا ہوا ہو۔

وزیر اعظم ایک تہہ تکلف اور مانوس آواز میں حاجی کاؤ آگے چلے آؤ اور
میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ۔ چند خاص خاص باتیں تم سے کہنی ہیں۔

پہلے تو مجھے اس عزت سے بہت لغزش ہوئی لیکن جب اسکا حکم تھا تو دورانو
بیٹھ گیا بغیر پس پیش کرنے کے اسنے مجھ سے یہ کہا کہ چند باتیں بہت ہی اہم و پرجیدہ اگر
واقع ہو گئی ہیں۔ بالچی نے ایسے مطالبے کیے ہیں کہ جکا بخشنا محض ناممکن ہو۔ اور وہ یہ کہتا ہو کہ
اگر یہ ہماری رضا مندی کے موافق نہوا تو ہم طہران کو چھوڑ دینگے۔ پھر وزیر اعظم یہ کہنے لگا
کہ شاہ یہ دھمکی دیتا ہو کہ اگر سفیر بیان سے غیر مطمئن چلا گیا تو جو کچھ معاملہ اگر واقع
ہوگا اسکے جوابدہ تم ہو گے۔ لیکن اسوقت میں اور میرے بھائی نے جو شاہ کی طرف سے مختار
مطلق مقرر ہوئے ہیں اس کے صفات کمدیا ہو کہ شاہ عالیجاہ اسے ہرگز گوارا اور قبول نہیں کرنے کے
میں۔ لکھ گیا کہ اور عاجزانہ طریقے سے کیا وہ رشوت لیکر راضی نہیں ہو سکتے۔

وزیر ہاں کیون نہیں اسے رشوت دے سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ رشوت کمان
سے آئے دوسرے یہ کہ یہ لوگ ایسے نادان ہیں کہ یہ نہیں جانتے کہ رشوت کسے کہتے ہیں
اور رشوت کے کیا معنی ہیں۔ اچھا سنو۔ ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں جس قدر کہ وہ لوگ
ہیں۔ بالچی تو بڑا متردد ہو اور فکر میں ہو کہ کس طرح سے اپنی بات طے کر کے بجائے اور
یہاں یہ خیال ہو کہ اگر ایک دفعہ یہ بات ہتھے پر چڑھ گئی تو اسے کبھی مکمل ہی نہونے دن
اب تم جاؤ اور اس سے گفتگو کرو۔ تم اسکے دوست بھی ہو۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تم میرے
ہو تم اس سے کانا پھوسی میں وہ بآمین کر سکتے ہو جو میں نہیں کر سکتا۔ اس پر بہت ہی
تیاک سے میں نے اسکے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسکے
آگے کہا کہ اپنے سر اور آنکھوں کی قسم میں اسکے پاس جاتا ہوں اور انشاء اللہ وہاں

سے سفید چہرہ کیے بغیر واپس نہ آؤں گا۔
اسنے پھر مجھے رخصت کر دیا میں خوشی خوشی طرح طرح کی امیدوں سے پہرا ملچی کے
سکان کی طرف چلا۔

میں یہ نہیں بیان کرنے کا کہ میں نے جا کر کیا کیا باتیں کہیں اور کس طرح سے وزیر
کے منشار کے موافق ایلچی کو راضی کیا اور میں نے وہی نفقون میں اسکا ایسا اطمینان
کر دیا کہ ایک تھیلا اشرفیوں کا ایلچی لے مجھے دیا اور ساتھ ہی اسکے اسنے یہ وعدہ
بھی کیا کہ انگلینڈ سے ایک ہیرے کی انگوٹھی بھی جائیگی جس سے اور بھی دو سلطنتیں
ایران اور انگلینڈ کے دکلایں اتحادی سلسلہ قائم ہو جائیگا۔

جب میں وزیر کے پاس آیا اور میں نے وہ تھیلا اشرفیوں کا اسکے آگے رکھ دیا
تو وہ سخت متحیر ہوا کبھی میری طرف دیکھتا تھا اور کبھی تھیلے کی طرف دیکھتا تھا اور پھر
اسنے میری پھرتی اور جوش کی بہت ہی تعریف کی اور کہا۔

ماجی اب تم میری ملک ہو ہم ایران میں ذی وقعت شخص ہیں اب تم زیادہ
بے ٹوپی کے نہ رہو گے۔ عرض کرو جو تمہارا جی چاہے اور اسکو میں پورا کروں گا میں نے
اُس سے بہت سے اقرار با ایمان یا نیت داری اور بے انتہا جوش کے کیے میں نے اسکا
صلہ اس سے کچھ نہ مانگا ہاں صرف یہ عرض کی کہ اگر حضور نوازش کریں اور حکم دیں تو
حاضر خدمت ہونے کا فخر حاصل کیا کروں میری صورت ایسی عاجزانہ بنی ہوئی تھی اور
میں ایسی بے غرضی سے باتیں کرتا تھا کہ اگر اسنے تمام عمر کسی کا ایران میں مقیم کیا ہوگا تو
وہ میں شخص تھا۔ اور میں جس قدر کہ اسپر فخر کروں تھوڑا ہو۔

لیکن وہ ان باتوں کی وجہ سے بھی زیادہ بہتر قیمت جانتا تھا۔ اسنے کہا کہ
اٹکل بچو باتیں نہ کرو۔ تمہاری طرح سے میں نے بھی بہت کچھ دنیا کا دیکھا ہے اور
تمہاری طرح سے میں بھی دنیا میں بہت پہرا ہوں میں اُس خدمت کی پوری پوری

قدر جانتا ہوں جو تم سے ظاہر ہوئی جو راستہ کہ اس وقت تمہارے آگے ہو اس میں تم
قدم بڑھاؤ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم انگریزوں میں کام کرو۔ انکے پاس سونے کی
بہت سی بہتات ہو اور انہیں ہماری ضرورت ہو اور کیا ضرورت بیان کیجائے ایران
کے آدمی بالکل سب حالت میں ہیں ہاں اس وقت انکی دلچسپیاں یوں بڑھ سکتی ہیں
کہ انہیں کچھ نفع حاصل ہو۔ انگریزوں کا خیال پبلک رائف کی طرف بہت ہی رجوع
ہو اور ان میں عام کے فائدہ پہنچانے کا زیادہ خیال ہو لیکن ہم لوگ اس محض
جاہل ہیں۔ جو کام وہ کرتے ہیں اس میں ضرور انکے ملک کا فائدہ مضمر ہوتا ہو اور وہ
ہرگز ایک قدم بھی بغیر اپنے فائدہ ملکی کے آگے نہیں بڑھاتے یہ لفظ ہمارے لیے
بے معنی ہیں۔ اگر میں مرگیا یا شاہ نادر دھو گئے تو جو کچھ ہم نے ملک کی بہتری کے
لیے کیا ہو وہ سب ویران جائیگا اور جب شاہ کے بعد کوئی تخت پر بیٹھے گا اور
وہ اپنا سکہ جائیگا تو ضرور ہو کہ رعیت تباہ ہوگی اور پھر جو کچھ کہ ہماری ترقی کری
کرائی ہوگی وہ سب خیر باد ہو جائیگی۔ عین حقوق اور آسائشیں شاہان فارس کا
حصہ ہو گئی ہیں۔ خیر اللہ کے نام کے صدقے میں وہ انکے وارث رہیں۔

شاہوں کے وزراء کو بھی کچھ حصے بخرے اسکے مل گئے ہیں تو پھر وہ اسے
انکار کیوں کرنے لگے اور ملک کے فائدے پر خیال کرو تو یہ بات ہی اور ہو
یہاں تو کوئی شخص تمام سلطنت میں بھی ایسا نہیں ہو جو یہ بھی جانے کہ ملک
کا فائدہ کسے کہتے ہیں جب یہ نہیں جانتے تو پھر کام کیا کریں گے۔

دزیر کی اس گفتگو سے میرا دماغ روشن ہوا اور جو اندھیاری چادر میرے عقل
پر پڑی ہوئی تھی جس سے میری واقفیت پراندھیرا ہو گیا تھا جاتا رہا تھا۔ میں نئی نئی
چشمداشتیں ظاہر کیں اور بطور احسن فائدے پر تقریر کی۔ تم انگریزوں میں کام کرو
یہ میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ اب میری قابلیتوں نے فوراً اپنی ایجاد یہ رہیں کہ یوں۔

بتیسوان باب

حاجی بابا کا ان معاملات کی سربراہی کرنا اور پھر دوبارہ وزیر اعظم سے ملنا
مین نے اس امر میں بہت ہی تکلیف اٹھائی کہ کسی طرح سے تمام شہر میں یہ
ثابت ہو جائے کہ یہ وزیر کا بہت بڑا راز دار راجنٹ ہے اور ایلیچون کے معاملے میں وہ
ساعی جتنا ہی کہ بغیر اسکے کوئی چیز انجام نہیں پاسکتی۔

اس کا ردوائی کے یہ پھل بہت جلد عیان ہو گئے تھے اور میری خدمات
وہ کام کیا تھا کہ جس سے میری دو طرفہ ترقی اور نفع ٹپکتا تھا۔

ہمارے مہمان انگلش کی عادات میں ایک یہ بات بھی داخل تھی اور یہ انکی حد
سے زیادہ خواہش تھی کہ جس طرف ہمارا سیل خاطر ہو اسکے برخلاف کریں یہاں
لیے جو کچھ کہ وہ سوچتے تھے ہم سے خود اپنے لیے نہ خیال کیا جاسکتا تھا۔ اور
جو کچھ کہ وہ ہم سے الفت و محبت ظاہر کرتے تھے ہم سوا اسکے اور انھیں کچھ جانتے
ہی نہیں تھے کہ وہ انگریز ہیں۔ اور وہ مخلوق ہیں جو بہت میں نہ جائینگے مگر مجھے
ان باتوں سے کچھ علاقہ نہیں تھا۔ مجھے تو یہ دھن لگی رہتی تھی اور میں اس طرف اپنے
خیالات کو بہت کچھ رجوع کرتا تھا کہ ان سے کام کیونکر کیا جائے مجھے میری اس
محنت کا عوض بخوبی مل گیا اور اسکے صلے میں خوب روپیہ ہاتھ لگا۔

میرے ناظرین کو بخوبی یاد ہو گا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ میری ملاقات
ایک یورپین ڈاکٹر سے ہو گئی تھی جو نووارد تھا اور مرض سیٹلا کے ازالے کیلئے
بہت ہی سفید دوا دیتا تھا۔ تو اب وہ بات جاتی رہی تھی اور نہ حیا کے
وہ علاج ہوتا تھا جیسے کہ ڈاکٹر نے بتایا تھا بلکہ وہی طریقہ ہوتا جانے لگا جتنے ہمارے
باپ دادا چھپنے کے ساتھ برتتے تھے۔ اور پھر جتنے بچے ہمیشہ مرتے تھے وہی

مرنے لگے۔ ایک ڈاکٹر اس نئے ایلمچی کے ساتھ بھی آیا ہوا تھا اور یہ بھی علاج کرتا تھا یہ نسبت اُنکے اپنے علاج کے فائدہ ہی ہوتا تھا۔

اسکا یہ دلی مدعا تھا کہ گائے کے دودھ کا طریقہ پھر از سر نو جاری کیا جائے اور جن ماؤں کو کہ اس نے ترغیب دیکر اپنی رائے پر فریفتہ کیا تھا وہ اُسکے پاس بچے لیکر آتی تھیں مگر شجیانہ صورت میں۔

میری تدابیر میں سے اول تدبیر اپنی شہرت دینے کی تھی کہ میں نے غل جپایا کہ یہ بھی عجیب نقشہ ہو کہ ایمان والی عورتیں انگریز کے مکان میں اپنے بچے لیکر جمع ہوں میں نے وزیر اعظم سے بھی جا کر کہدیا کہ یہ ایک شرم کی بات ہو آپ یہ کچھ کیسے صرف ایک افسر پولیس دروازے پر بٹھا دیکھیے کہ جو کوئی عورت آئے اُسکو وہ منع کرے۔ اس ترکیب سے ڈاکٹر ٹرون ٹون رہ گئے اور کچھ اُنکا نسخہ بھی نہ چلا بہت ہی مایوس ہوا۔

میں آپ غمگین کیوں ہیں۔ تم کچھ اپنی محنت اور تکلیف کا صلہ نہیں لیتے لوگ تمہیں مجبور نہیں کرتے۔

ڈاکٹر۔ اوہو۔ تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ برکت تو دنیا میں بھلنی زیبا ہو اگر تمہاری گورنمنٹ اسے یہاں بند کر دے گی تو جس قدر خون ہونگے اور ننھے بچوں کی تڑپ تڑپ کر جانیں نکلیں گی اُسکا عذاب گورنمنٹ ایران پر ہوگا۔

میں ہمیں اس سے کیا مطلب۔ وہ مجائیں۔ غرض۔ اُنکے جینے سے ہمارا کیا فائدہ ہو۔ ڈاکٹر۔ اگر تم کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو جو کچھ تم مانگو میں ادا کرنے کو موجود ہوں کیونکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر یہ علاج بند ہو جائیگا تو میرے نشتر لگانے کا مادہ خشک ہو جائیگا اب بیان ہم دونوں میں باہم عہد و بیان ہوا۔ اور بہت ہی مشکل سے انجام پدیر ہوا۔ کیونکہ اسوقت یہی ظاہر کیا گیا تھا کہ وزیر اعظم کی ناخوشی کا بھی تو خطہ ہو خیر جب یہ طر ہو گیا اور تعین فوائد کی جیسے کہ میں خوش ہو سکوں مجھے اُمید دلائی گئی تو

وہ پابندی ڈاکٹر کے مکان سے اٹھائی گئی بس پھر کیا تھا صدر ہاؤس میں ڈاکٹر کے مکان میں بھری چلی آئیں۔ اسکا دروازہ ہجوم سے پُر ہو گیا تھا۔ اور اس کے مکان کی کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں عورتیں نہ بھری ہوئی ہوں۔

دوسرا اسکو جنون یہ اٹھا کہ مرنے کی بخش کو چیرون غرض اسپر بھی وہ کامیاب ہوا جو کوئی دوا پہلے اس کے پاس لایا گیا جب اس نے چیر پھاڑ کر دیکھ لیا پھر وہ قبرستان گیا مجھے اسپر بھی بہت شائب ہوا اور میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ عجیب طرح کے آدمی ہیں انھیں ذرا بھی اس نامناسب ناپاکی سے نفرت نہیں آتی۔

میں۔ (ڈاکٹر سے) جب تم نے ایک مردہ مسلمان کو چیرا پھاڑا تو یہ بتاؤ اس سے مخلوق خدا کا کیا فائدہ ہوگا۔

ڈاکٹر۔ یہ بتانا تو بہت ہی مشکل ہو کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا لیکن ہاں اگر نہ چیرون تو اپنا سینکا سلکنا یا ہنر بھول جاؤں۔

پھر اس نے بخش پر بھی ایک بڑی کثیر رقم دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی ساتھ ہی اس کے کہا کہ کچھ یہ مقرر نہیں ہو کہ مسلمان ہی بخش ہو بلکہ چاہے یہودی کی ہو چاہے عیسائی ہو چاہے جس کی ہو۔

یہ بات میں نے اپنے دماغ میں رکھی۔ گو بیشک مجھے انھیں لوگوں کے معاملہ میں ایسے ایسے مواقع پُر گئے تھے کہ میں بہت جلدی مالا مال ہو جاتا نہیں بلکہ میں نے رفتہ رفتہ دولت حاصل کرنے کی طرف قدم بڑھایا۔

ایچی کی خود خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سے ہماری سلطنت کی ترقی ہو میں نے وہ تقریر جو تھوچمین اور وزیر اعظم میں ہوئی تھی اس سے بیان کر دی۔ اس نے یہ کہا کہ ہم متعین پیداواری محصول زمین بھینجے سکتے ہیں۔ جواب تک ایشیا کے بہت سے حصوں میں نہیں جانتے لیکن ہاں یورپ اس سے خوب بار آور ہوا ہے جو

اپنے قول کا ضرور اعلان کو بھی حصہ پہنچا لینگا اسنے یہ درخواست کی کہ وزیر اعظم میری اس تجویز میں دکرے اور یہ عہد کیا کہ اسکے بعد ایک نمونہ اس لمحو طبعی بخشش کا بھیجا جائیگا۔ وزیر اعظم کی یہ عادت تھی کہ جہاں انھوں نے ہوا میں کچھ بند کرنے اور تحفے کی قسم تو کو اڑتا ہوا دیکھا انھوں نے اپنی اپنی ناک اس طرف دراز کی۔ اسنے فوراً ہی اس عطیہ میں مجھے بھٹ کی کہ جب کا سفیر نے عہد کیا تھا اور کہا کہ یہ کس قدر ہو سکتا ہو اسکے دل میں عطیہ کا نام سنکر بے صبری لمحہ لمحہ ترقی کرتی جاتی تھی میرے ذریعہ سے وزیر اعظم نے یہ انگریزی ایلمچی سے کملوایا کہ آپ مجھے نہایت ہی عمدہ قسم کی بانا تپیش کیجیے مجھے اسکی بہت ہی ضرورت ہو اور میں بہت چاہتا ہوں۔ کیونکہ وزیر نے اپنے دل میں خیال کر لیا تھا کہ یہ ایلمچی کے لیے گویا ایک بہت ہی سہل معاملہ ہوگا اگر وہ چپکے سے مجھے بانا تپیش دینگا۔ اس بنا پر ایک ن علی انصاح اٹھا اُسنے مجھے بلایا اور یہ کہا کہ خدا کی عنایت سے جو کچھ ہمیں ضرورت ہو وہ سب بکثرت یہاں موجود ہو۔ یہاں روٹی اور گوشت اور نمک اور چانول اناج اور میوے سب موجود ہیں۔ اور ان لوگوں نے کبھی خواب میں بھی یہ چیزیں نہ دیکھی ہوں گی غرض ہمارے ہاں ہماری ضرورتوں سے زیادہ اتنی چیزیں ہیں جتنا ادراک ناممکن ہو۔ تو پھر ہم ایلمچی کی ان چیزوں میں جمنوں کیوں ہوں جنکی ہمیں ضرورت و حاجت نہیں ہو۔ ایک خوش خیال سوقت میرے دل میں آیا جس سے مجھے یہ امید ہو کہ جو کچھ وہ چاہتا ہو وہ کام بھی بنجائیگا اور اسے تکلیف بھی نہوگی۔ عام کے فائدے کے بجائے میں اس سے کچھ کپڑا لینا چاہتا ہوں یہ معاملہ ایسا آسان ہو کہ تم جو الحمد للہ بہت بڑے لائق اور قابل ہو اسکو پورا کر لو گے جاؤ یہ ایلمچی سے کو اور بغیر توقف ایک لمحہ اسکے پاس سے جا کر کپڑے آؤ۔ میں ایلمچی کے پاس گیا اور اسے وزیر کا یہ پیغام دیا یہ سنتے ہی سفیر اور اُنکے ساتھی اس قدر ہلکے مار کر باوازل بند ہنسے اور وہ شور و غل مچا یا کہ تو بہ۔ ایک انگریز بولا۔ کپڑے اور آلو میں کیا ربط ہو۔

دوسرا بولا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمھارے ملک والوں کو سستی اور آرام دہ ازلان خوراک دیں۔

تیسرا بولا۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمھارا وزیر عطیہ کا سارا نفع قوم کی بیٹیوں سے نکال کر اپنی کمین باندھنا چاہتا ہے۔

ایلیچی جو کہ ان میں بہت بڑا عقلمند اور متین شخص معلوم ہوتا تھا اسے نہایت ہی انسانیت سے حکم دیا کہ بانات لاؤ وہ مجھے فوراً دیدی گئی اسے کہا یہ تم بہت ہی ادب سے میری طرف سے اپنے آقا کو جا کر دو تاکہ بنائے دوستی طرفین مضبوط ہو۔ اسے یہ بھی یقین دلایا کہ میں ہرگز قوم کے فائدے سے پہلو تھی نہ کرونگا اور جہاں تک میرے امکان میں ہوگا انھیں مستفید کرونگا۔ اور انھیں تاہم آلو بغیر کھلائے نہیں رہ سکتا جو بہت ہی عزت اور توقیر کا نشان ہے۔

میں یہ کام بنا کر اپنے آقا وزیر اعظم کے پاس آیا جو صورت دیکھتے ہی کھل گیا اب میری لیاقت اور قابلیت کا اُسکے دل میں وہ سک جہا کہ مجھ پر وہ دلی فریضہ ہو گیا اور اس قدر عنایات و نوازشات اُسے میرے حال پر مبذول فرمائیں کہ میں نے اپنے سب رقیبوں کو مات دی اور اب میں اسکا پیارا اور بہت بڑا راز دار بن گیا۔

تینتیسواں باب

بدستی کا حاجی بابا سے رخصت ہونا۔ حاجی بابا کا ایک میر کہیر بنکر اپنے اس وطن اصفہان میں جانا جہاں سے بُرے حالوں نکلا تھا انگریزوں سے اسوقت جو کچھ معاملات ہو رہے تھے وہ سب ختم تھے۔ اور یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ دو مالک میں بنائے دوستی پوری پوری مضبوط ہو۔ ایک فیروز شاہ ایران کی طرف سے شاہ انگلینڈ کو بھیجا جائے۔

پروڈر کے تجارب کے بعد وزیر اعظم کا خیال میری طرف رجوع ہوا کہ یہی شخص سفارت میں بھیجنے کے قابل ہو جب انگلش اور ایرانی عہد نامہ پر دستخط ہو گئے تو دوسرے دن وزیر اعظم نے مجھے بلوایا اور اپنے بیچ کے کمرے میں لیجا کر مفصلہ ذیل فقرے کہے۔

لو اب تم میری طرف گوش کرو چند خاص خاص باتیں ظاہر کرنے کی ہیں چونکہ میں تمہیں اپنا بہت ہی بڑا دوست سمجھتا ہوں اور ماسوا اٹھائے میرا کوئی بھی راز دار نہیں ہو اس لیے جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو خوب دل لگا کر سنو میں نے وہی مؤدبانہ معروف من شروع کی کہ میں ہمہ تن وقف ہوں غلام ہوں لیکن اس نے مجھے اس کہنے سے باز رکھا اور یہ کہنے لگا۔

اچھا یا بڑا انگریزی لالچی کے ساتھ ہمارا کام تو ہو گیا شاہ کی خواہش ہو کہ اپنا ایک لالچی انگلینڈ بھی بھیجے۔ اب ایرانیوں کو تم بخوبی میری طرح سے جانتے ہو کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت سے کتنے متنفر ہیں و کس قدر بھاگتے ہیں اب مجھے ایک بہت بڑی شکل لاحق ہوئی ہو کہ ایک ایسا شخص چاہتا ہوں کہ جو اس خدمت پر اپنے کو قربان کرے میری نگاہ میں صرف ایک ہی شخص ہو جس کو میں سب پر ترجیح دے کر بھیجتا چاہتا ہوں۔ اور یہ میں نے سنا ہو کہ وہ ایران سے اب جلا جائیگا اور خصوصاً مرکز عالمیان کی خدمت سے تو میں چاہتا ہوں کہ اس عہدے پر مقرر کرنے کے لیے تم اپنی پیش ہا کوششوں سے کام لو اور لائق شخص کو اس پر متعین کر دو یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ شخص جو یہ کہتا ہو اس کا مطلب مجھے یہی ہو لیکن یہ مجھے نہ معلوم ہوا کہ شاہ کی خدمت سے مجھے علیحدہ کرنا کیوں چاہتا ہو میں اس عزت افزائی سے ایسا خوش ہوا جس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا اس کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا اور یہ کہا۔ آپ کا کمرہ غلامان ہمیشہ بہت آپ کے کل خدام میں ایماندار اور جان نثار ثابت ہوا ہو جب تک کہ حضرت عزرائیل سے مصافحہ نہیں ہوتا آپ مجھے ہمیشہ مستعد اور حاضر پائیے۔ جو کچھ ارشاد ہو فرمائیے۔

وزیر بہت ہی اطمینان سے سننے بہت ہی خوب کہا اچھا تو لؤ سنو۔ وہ آدمی جو میں نے جھانٹا ہو مزار فیروزہ ریسرک میرا خیال ہا بطل نکلا اور میں نے اس کے جواب میں بلے کہا اٹل ہو

کہ میں نے پہلے ہی ثابت کر دیا ہے کہ شاہ کے دل میں اسکی جگہ بہت ہو گفتگو کی سہولت تھی اور وہ فصاحت و بلاغت سے تفریر کرتا تھا اور شاہ کی طرح سرکاری میں وہ کچھ کہ جاتا تھا کہ شاہ دربار بھرمین اس قدر کسی سے خوش ہی نہیں تھے۔ یہ کسے معلوم ہو کہ وہ کتنے پانی میں ہو۔ یہ ایک بدیہی امر ہو کہ باطناً تو میراجانی دشمن ہو مگر ظاہراً وہ میرا اپنے کو مفتون اور قربان شدہ خادم سمجھتا ہو گو میں آج تک کسی کے فن فریب سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوا تھا لیکن یہ منورہ جو میری آنکھوں کے آگے تھا اُس نے مجھے ہرگز بے خوف نہونے دیا۔

شاہ کا وکیل بنا کر اسے کفار کے ہاں بھیجا جس سے میری تمام بے آرامیاں اور خلش جاتی رہی مین نے فوراً منظور کر لیا۔ ایک دفعہ وہ چلا جائے پس پھر تو میں کچھ ایسا انتظام کرونگا کہ جب وہ ناکام سفارت سے واپس آئیگا اور خدا کی عنایت سے ضرور ہی آئے گا تو پھر ہرگز شاہ کی بارگاہ میں کچھ باریابی نہ ہوگی۔

جو کچھ اُس نے کہا میں نے بلا تامل سے پسند کر لیا اور میں یہ خیال کرنے لگا کہ میں کیوں اس پارہ بھروسہ کو اپنے فائدہ کی طرف پھیروں جب پھر فریر نے مجھ سے یہ کہا اپنی تدبیر کے ایک حصے کا میں بھی متعین شریک بناتا ہوں اور وہ یہ کہ تم مرزا فیروز کے چیف سکریٹری ہو کر چلے جاؤ تم جو میرے راز دار اور دوست ہو جو کچھ میری خواہشیں میں تم بخوبی جانتے ہو اور یورپینوں کا حکو بہت بُرا علم ہو۔ تو تم ہی اس قابل ہو کہ اس عہدے پر ممتاز کیے جاؤ مجھے یقین ہو کہ تم میری اس تجویز کو قبول کر کے ان خدمات کی انجام دہی میں سعی و مساعی کرو گے۔ میں یہ درخواست شکر پہلے تو بہت خوش ہوا لیکن جب میں نے یہ سوچا کہ میرزا کا ماحست بنا پڑیگا تو کچھ خیالات نے رنگ بدلا اور امنتیں بغیر و تبدل آکر واقع ہوا۔ میں نے سوچا کہ اگر اس جگہ کو قبول نہیں کرتے ہو تو بڑے عہدے سے رہ جاؤ گے جسکے لیے یون یون جان ہلاک ہوتی ہو میں قومی تفرک کا بہت ہی مضبوطی سے حصہ دار تھا۔ اول تو اپنا ملک چھوڑنا یہ بہت بُرا قہر معلوم ہوا اور پھر اس سے اور بھی ڈر لگا کہ سمندر کا سفر کرنا پڑیگا۔

”خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے“

اور میں نے یہ بھی خیال کیا کہ جس ملک کو کہ تو بھیجا جاتا ہو اسے محض نابلدہ ہو۔ وہ ملک ہو جو دماغی گھٹا ٹوپ مذہیرے میں کیبا ہو اور وہ آفتاب ممالک سے یعنی ان ممالک سے جہاں آفتاب تابان ہوتا ہو بہت ہی پرے ہو۔ میں نے وزیر کی درخواست سے اپنا دل پھیر لیا اور اس طرح سے ڈرا کہ جیسے کوئی خلیج فنا سے خوف کھاتا ہو۔

میں نے اسکا جو کچھ وزیر کو جواب دیا وہ نہایت ہی سمجھا ہوا تھا جو علی الدوام ایرانیوں کے ہنوشوں پر ہوتا ہو تو میں نے بھی یوں ہی اپنا مطلب داکیا۔

اپنی آنکھوں کی قسم میں آپ کا نوکر ہوں۔ اسوقت میرا کان آپ کے ہاتھ میں ہو جو کچھ آپ کا حکم ہو میرا فرض ہو کہ میں اُسکو بجالاؤں۔ یہ کہہ کر میں صورت بہت تنگیا۔ وزیر نے جوابات میرے دل میں تھی تاڑلی۔ اور کہا۔ اگر تم میری درخواست کو ناپسند

کرتے ہو تو تم اپنی طبیعت کے مالک ہو دوسری بات ادبھی بہت ہی سان تھارے قبول کرنے کے قابل ہو سکتی ہو۔ مجھے تھارے فائدے کا اپنے فائدے کی طرح خیال ہو۔ اچھا اول تو تم صفہ شاہ کے ڈپٹی ہو کر چلے جاؤ اور وہاں سے وہ وہ چیزیں فراہم کر کے لاؤ کہ جو بطور تحفہ کے شاہ ایران کی طرف سے شاہ انگلینڈ کو بھیجی جائیں گی پس پھر کیا ہو تمہیں اپنے کو دوست نہ کرنے کا خاصہ موقع ملے گا۔ میں نے وزیر کو کچھ اور کہنے ہی نہ دیا۔ یکایک میرے دماغ میں اپنے وطن کا فوڈ خیال

آیا میں اسقدر وہاں جانے پر خوش ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا میں نے بڑی سرگرمی سے یہ کہا۔ حضور کی جان حضور کے نکل و شاہ کی وارہی کی قسم کہ میں ہاں جانے کو تیار ہوں۔ اب کسی لفظ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہو جہاں آپ حکم کریں گے میں وہیں جاؤں گا۔ چاہے فرانسسیوں کے دھوکا دینے کے لیے حضور تحت السرا میں بھیج دیں۔

وزیر بس تو خیر۔ اچھا پہلے تو تم مرزا فیروز کے پاس چلے جاؤ اور اُسکی جا کر ذرا تعریف کرو کہ ایران میں تم ہی ایک شخص ہو اور کوئی تھارا ثانی نہیں ہو شاہ نے اس اعلیٰ سفارت پر

تخصیص بھیجا پسند فرمایا ہوا اور اسے باور کراؤ کہ تخصیص نفع کثیر حاصل ہوگا۔ غرت۔ دولت شاہ کی توجہ اور میری حفاظت سب اس میں منسلک ہیں اور جب وہ وہاں سے واپس پھرے گا تو خدا جانتا ہے کہ کس قدر اعلیٰ عہدے پر اسکی ترقی ہوگی۔ اور یہ بھی اُس سے کہنا کہ فلان فلان تجھائے رقیبوں نے جبکہ تم نام تباہ کو اس جگہ کے لیے بہت ہی کوشش کی تھی لیکن چونکہ تم سب میں لائق ہوا اس لیے یہ عہدہ تم ہی کو ملا۔ جاؤ خدا حافظ۔

میں اس کے پاس سے اٹھا لیکن اس امر کی تمیز کرنی بہت ہی مشکل تھی کہ آیا میں زمین پر چل رہا ہوں یا آسمان پر پرواز کر رہا ہوں۔ اپنے دل میں کہا۔ کیا اب میں دنیا کی تمام خوشیاں حاصل کروں گا۔ کیا میرے گزشتہ نشانات اب ختم ہو جائیں گے۔ کیا میں پھر اپنے شہر میں پوشاک خلعت پہنے ہوئے ہتھیار حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے۔ اور ایک شاندار گھوڑے پر سوار داخل ہوں گا۔ جو لوگ پہلے حاجی بابا کو صرف ایک حجام کا چھو کر کہتے تھے اب انھیں شاہ کا ڈپٹی سمجھ کر تعظیم کرنی ہوگی۔ وہ سر جو اپنے فتنہ میرے استرے کے آگے جھوکاتے تھے اب انھیں میرے آگے تعظیم کرنے دو کیونکہ میں وہ شخص ہوں جو دم بہر میں ان کے کان کاٹ سکتا ہوں۔ اسی لوگوں نے جو میری وراثت سے مجھے محروم کیا تھا اب تم کا بنو کیونکہ تجھ میں وہ قدرت ہے کہ تمھارا سارا کھانا پینا اگلاؤں۔ مجھے اس امر سے واقفیت ہے کہ جب میں شاہراہوں میں اپنے عہدے اور مرتبے کے گھمنڈ میں اکر کر چلا تھا تو لوگوں کو سخت تعجب تھا اور وہ میری طرف نظر جرح دیکھتے تھے۔ اور سوالمیں خیال ہی کیا کر سکتا تھا کہ جب میں صفہاں میں ایک زرق برق گھوڑے پر سوار ہونے کی زنجیر لگے میں ڈالے تمام گھنا پنا پہنے ہوئے اردلی میں سوار دیکھ کر کے پہونچو گا تو گورنر اصفہان کس قدر میری غرت کریگا اور اپنی آنکھیں میرے قدموں کے نیچے جھکائیگا۔ مگر یہاں سے تو میں مرزا فیروز کے پاس گیا جو سفارت کے معاملے میں گفتگو کرنے کے لیے تیار تھا۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ وزیر اعظم نے مرزا کے لیے جو جو تجاویز کی تھیں یہی آپ بھی نے بھی مرزا کے لیے پہلے ہی سے سوچ رکھی تھیں۔ گو قریب قریب میں نے اپنے کو وزیر کی خدمت

میں بھپا دیا تھا لیکن تاہم میں اسکا دلی دوست تھا اور وہ بھی مجھے اپنا لائق دلی محب سمجھتا تھا۔ جب اسنے یسنا کہ میں بھی اسکی ہمراہی میں جاؤنگا تو وہ بہت ہی خوش ہوا تھا مجھے گذشتہ اور آئندہ تدابیر پر گفتگو کرنی شروع کی اور خوب خوب ٹھٹھے اڑاے جب ہم باہم خوب قہقہے اڑا رہے تھے تو اسنے مجھے کہا کہ کیا میں بھر کو ششش کر دوں کہ تمہاری شکایت تھیں بلجائے اپنی زندگی کا وہ واقعہ جو میں مطلق بھول گیا تھا پھر یکا یک میرے خیال میں آیا۔

دوسرے دن شاہ نے عام دربار میں یہ علان کر دیا کہ میں بنا وکیل بنا کر مرزا فیروز کو انگلینڈ بھیجوں گا۔ ذریعے مجھے فوراً حکم دیا کہ تم اصفہان چلے جاؤ اور جلد تجھے تحائف لیکر سفیر کے جانے سے پہلے واپس پھرو۔

میں اُن بے شمار تیاریوں کا ذکر کر کے اپنے ناظرین باتمکین کو تکلیف زدہ نہ لگا جو میرے اصفہان جانے پر منظور پذیر ہوئی تھیں۔ کیونکہ ناظرین سنتے سنتے تھکا جائینگے اور مجھے اپنا پیش اور خود فروشی سے بخل ہونا پڑیگا صرف اتنا ہی کہنا کافی ہو کہ میں اصفہان میں اس طعراق سے سفر کیا جو ایک علی اور زبردست شخص کو زیبا ہوا میں اصفہان میں اس فخر کنان طریقے سے داخل ہوا کہ اسکا اندازہ صرف ایک ایرانی کر سکتا ہو میں نے اپنے کو اس بلندی پر پایا جو ہنسان کی سعادت اور مبارکی کے لیے مکمل ہو معلوم ہو گیا تھا کہ برصغیر میں مجھے نصرت ہوگی تھیں اور ہر شہر زبان حال سے مجھے یہ بتلاتی تھی کہ زندگی کی کتاب میں نیا باب کھلنے کو ہو حاجی بابا پس حجام اپنے وطن کو فرما دیا حاجی بابا شاہ کا ڈپٹی بنکر داخل ہوا کیا اور بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہو فقط حاجی بابا پھر پری عزت اور دست اصفہان سے واپس پھر پھر ایران بنکر یورپ گیا اسکے بعد قسطنطنیہ میں شاہ کا حکم مقرر ہو گیا تھا۔ اور پھر اپنی تمام زندگی حکومت و عیش میں صرف کی

تمام شد

خاتمہ الطبع۔ الحمد للہ یہ بے نظیر قصہ ماہ ۲۴ ۱۹۶۰ء میں چھپکر شائع ہوا۔ فقط

